

کلیاتِ غالب

مکمل کلام فارسی مرزا اسد اللہ خاں غالب

سرقتب

امیر حسن نورانی

ناشر

(راجہ) رام کمار بکٹ پو وارث

مطبع نمشی نو لکھنؤ

کلیات نظم غالب فارسی

ترتیب و اشاعت کی مختصر تاریخ

مرزا غالب نے اگست ۱۸۲۷ء میں اپنی پنشن کے مقدمے کی پیری کے لئے کلکتہ کا سفر کیا، اس وقت ان کی عمر تقریباً چالیس سال تھی اور عام طور پر ان کی شاعری کو شہرت حاصل ہو چکی تھی، اس سفر میں ان کے لگ بھگ تین سال صرف ہوئے۔ ۱۸۲۹ء میں دہلی واپس پہنچے، اس کے بعد انھوں نے اپنا فارسی کلام جمع کرنا شروع کیا، جب تمام کلام مرتب کر لیا تو اس کا نام "میںخانہ آرزو سرا بنجام" رکھا، علی بخش خاں ہجور نے پنج آہنگ کے دیباچہ میں لکھا ہے :

"در آغاز سال یک ہزار و دو صد و پنجاہ و یک ہجری شمس الدین احمد خاں را بہ قضاے آسمانی آن پیش آمد کہ ایچ آفریدہ میباد
و بعد آں ہنگام از جے پور بدلی رسید در اں ایام دیواں فیض عنوان کہ مسی بہ میںخانہ آرزو سرا بنجام است تازہ فراہم آمد و پیرایہ اتمام پوشیدہ بود"

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب کا فارسی کلام ۱۲۵۱ھ ہجری مطابق ۱۸۳۵ء میں مرتب ہو چکا تھا، اس وقت ان کی عمر تقریباً اسی سال کی تھی۔ ہجور نے جس حادثہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ ۲۶ اگست ۱۸۳۵ء میں پیش آیا تھا یعنی نواب

شمس الدین خاں کو فریاد کے قتل کے جرم میں پھانسی پڑھکایا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ خود جے پور سے دہلی آئے اور غالب کے پاس قیام کیا۔ لیکن انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ کتنی مدت بعد دہلی پہنچے، اس لئے کتابت کی مدت اگر وہ اسی سن میں ہوئی تو کچھ شبہ پیدا کرتی ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ غالب اس زمانہ میں بہت پریشان تھے وہ شمس الدین خاں کے مخالف اور فریاد کے دوست تھے اس لئے لوگوں کو ان پر مخبری کا شبہ تھا۔ اور وہ کچھ خوفزدہ ہو کر خانہ نشین ہو گئے تھے ممکن ہے اسی زمانہ میں کلیات مرتب کر لیا ہو جس کا نام میخانہ آرزو سرا انجام بنایا گیا ہے کلیات نظم غالب کے دو قدیم نسخے خدا بخش لاہوری پٹنہ میں محفوظ ہیں ان میں ایک نسخہ بہت اہم ہے جو ۱۲۵۴ھ ہجری (۱۸۳۷ء) کا لکھا ہوا ہے۔ دوسرے کی کتابت ۱۲۵۶ھ ہجری (۱۸۴۱ء) میں ختم ہوئی تھی، ان دونوں نسخوں کے مطالعہ کے بعد قاضی عبدالودود صاحب نے ایک مفصل مضمون لکھا تھا، اس کی چند ابتدائی سطریں درج ذیل ہیں جن سے ان نسخوں کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے :-

غالب نے اپنے کلیات نظم فارسی کا نام میخانہ آرزو سرا انجام رکھا تھا، لیکن اس کا کوئی نسخہ نہیں ملتا جس پر یہ نام مرقوم ہو۔ علی بخش خاں دیباچہ نگار پنج آہنگ کا قول ہے کہ شمس الدین احمد خاں کے اوائل ۱۲۵۱ھ میں پھانسی پانے کے کچھ ہی عرصہ بعد وہ جے پور سے دہلی واپس آ گئے تو اس زمانہ میں یہ تازہ فراہم ہوا تھا۔ وہ نسخہ جوان کے پیش نظر رہا تھا اب ناپید ہے۔ اور قدیم ترین نسخہ جو اس وقت موجود ہے، کتب خانہ خدا بخش پٹنہ کا وہ نسخہ ہے جس کا ذکر اس کتب خانہ کے مخطوطات فارسی کی فہرست جلد ۲ میں زیر شمار ۴۴۴ ہے۔ اس کے کاتب لالہ مہمل بدر جو اہر سنگھ ہیں۔ اور اس

۱۔ جو اہر سنگھ جوہر سے غالب کے گہرے مراسم تھے ان کے نام غالب کے خطوط موجود ہیں۔

کی کتابت ماہ ربیع الآخر ۱۲۵۲ ہجری (۲ جولائی ۱۸۳۵ء) میں تمام ہوئی تھی اس کے بعد اسی کتب خانہ کا ایک اور نسخہ ہے جس ذکر مطبوعہ فہرستوں میں نہیں ہے۔ (دوسرا نسخہ) کسی بھول الاسم کاتب نے نواب مصطفیٰ خاں کی فرمائش سے لکھا تھا اور اس کی کتابت ۱۲۵۶ ہجری کی ۱۵ ذی قعدہ کو تمام ہوئی تھی۔ کاتب کا قول ہے کہ "بہ نظر اکسیر اثر مرنا غالب تصحیح پذیرفت؛ مگر میں کسی غلطی کی تصحیح نظر نہیں آتی، گو اس کا امکان ہے کہ حواشی میں جو اضافے ہیں وہ غالب کے قلم سے ہوں"۔

قاضی صاحب نے ۱۲۵۲ ہجری کے لکھے ہوئے نسخہ کو قدیم ترین نسخہ قرار دیا ہے اور اپنے مضمون میں اس کی تفصیلات درج کی ہیں۔ لیکن حال میں ایک ایسے قلمی نسخہ کا پتہ چلا ہے جو ۱۲۵۳ ہجری (۱۸۳۶ء) کا لکھا ہوا ہے اور تاحال یہی قدیم ترین نسخہ ہے، جو کتب خانہ انجمن ترقی اردو کراچی (پاکستان) میں محفوظ ہے۔ اس نسخہ کی تفصیلات پر جناب مسلم ضیائی نے ایک مفصل مضمون لکھا ہے جو سہ ماہی رسالہ اردو کراچی میں شائع ہو چکا ہے، ضیائی صاحب نے لکھا ہے کہ:-

"غالب پر تحقیق اور تلاش کے سلسلہ میں خوش قسمتی سے انجمن ترقی اردو کے کتب خانے میں مجھے وہ نسخہ دستیاب ہوا جو ۱۰ شعبان ۱۲۵۳ ہجری کا لکھا ہوا اور بلاشبہ قدیم ترین ہے۔ اس میں غالب کی وہ تمام نظم و نثر سوا خطوط اور تقریظوں کے شامل ہے جو ۱۲۵۳ ہجری سے پہلے لکھی گئی تھی ترقیمہ ملاحظہ ہو:-"

"دیوان صاحب سرچشمہ معانی و بحر بیکران سخندانی، اسد اللہ
 خاں کہ متخلص بغالب است، بدستخط حقیر فقیر محمد عالم دلائی برائے
 خدام والا مقام مولوی (..... شد)۔ تحریر بتاریخ دہم شعبان
 روز جمعہ ۱۲۵۳ ہجری"

کسی شخص نے "مولوی" کے بعد جو عبارت لکھی، اسے مٹا کر
 "باہتمام انجمیہ" لکھ دیا ہے..... اس طرح انجمن ترقی
 اردو کا نسخہ خدا بخش لاہوری کے نسخے کی تاریخ تحریر سے پورے
 آٹھ ماہ پہلے لکھا گیا ہے۔

قاضی عبدالودود صاحب نے اپنے مضمون میں یہ بھی لکھا ہے کہ
 قلمی نسخہ مرقوم ۱۲۵۳ ہجری میں مرزا غالب نے سال ترتیب کلیات
 ۱۲۵۳ ہجری بتایا ہے اور اپنی عمر کے متعلق لکھا ہے:-

"مدنگار طالع من باندازہ فرامش پیک آسمانی در نیاںدرہ

آثار سال چہل دیکم است"

ان مدلل بیانات کی روشنی میں علی بخش خاں کی رائے کو درست
 تسلیم کرنے میں تامل ہونا لازمی ہے لیکن یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ کلیات
 نظم ۱۲۵۳ (۱۸۳۵ء) اور ۱۲۵۳ ہجری (۱۸۳۶ء) کے درمیان مرتب ہو
 چکا تھا۔

لے سے ماہی رسالہ اردو بابت ماہ جنوری ۱۹۶۹ء، شائع کردہ انجمن ترقی اردو
 پاکستان، کراچی۔

مگر اس کا پہلا ڈیشن ۱۸۶۷ء

میں شائع ہوا۔ یہ نواب ضیاء الدین احمد خاں کی تصحیح و ترتیب کے بعد مطبع دارالسلام دہلی میں چھپا، سائز تقریباً ۲۲×۲۹ اور صفحات ۵۰۶ ہیں، آخر میں تین صفحات کا تتمہ ہے دو صفحوں پر غلط نامہ اور ایک صفحہ پر نیر خشاں کے لکھے ہوئے دو قطعہ تاریخ ہیں۔ خاتمہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اشعار کی کل ۶۶۷۲ ہے، لیکن اصل میں ۶۶۹۴ اشعار موجود ہیں۔ اس کا نام "میعانہ آرزو سہرا انجام" کہیں نہیں لکھا ہے۔ سرورق کی عبارت

یہ ہے :

"دیوان فارسی، فصیح الفصحار ابلغ البلغاء"

مہر سہر بلاغت، سپہر مہر فصاحت، سبحان زمان، حسانِ دوراں
جناب مستطاب، میرزا اسد اللہ خاں بہادر، المتخلص بہ غالب
بتصحیح و ترتیب نواب والا جناب، معلی القاب، قبلہ ارباب، ہم
کعبۂ اصحابِ کرم، ضیاء الدین احمد خان بہادر، نیر تخلص، خلف
الصدق، فخر الدولہ، دلاور الملک نواب احمد بخش خاں بہادر،
رستم جنگ، میرور مغفور کہ ارشد و اعظم تلامذۂ خان عالیشان موصوف
و منجملہ اساتذۂ روزگار اند، بہ اہتمام عبدالاعلیٰ عنایت حسین
بانی مطبع دارالسلام واقع حوض قاضی گذرا آباد من محلات دارالحفاظہ

۱۔ مقدمہ و بیان غالب اردو مرتبہ مولانا امتیاز علی ششما۔ و مضمون قاضی عبدالودود صاحب مطبوعہ
اردوئے معلیٰ غالب نمبر ۱، شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی۔

شاہجہان آباد زیب انطباع یافت لے۔

اشاعت اول کے بعد جتنا کلام ہوا وہ ضیاء الدین احمد خاں، اور ناصر حسین مرزا کے پاس جمع ہوتا رہا، مگر ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں دونوں کے گھر لٹ گئے، اور غالب کا کلام بھی ضائع ہو گیا۔ اس ہنگامہ کے بعد جب امن ہوا تو نواب ضیاء الدین احمد نے کلام غالب کو دوبارہ بڑی محنت سے مرتب کیا، اس وقت پہلا مطبوعہ اردین نایاب ہو چکا تھا۔ غالب کو اس کی طباعت کی فکر تھی، ۱۸۶۱ء میں منشی نو لکشور نے غالب سے کلیات نظم اپنے مطبع میں چھاپنے کی خواہش ظاہر کی۔ اور غالب نے ان کو اجازت دے دی، کیونکہ وہ اس کی طباعت کے لئے فکر مند تھے۔ ۱۸۶۸ء ہجری ۱۲۷۸ (۲۶ جولائی ۱۸۶۱ء) کو میر مہدی مجروح کے نام جو خط لکھا اس میں اس کی اطلاع ان الفاظ میں دی :

”کلیات نظم فارسی کے چھاپنے کی بھی تدبیر ہو رہی ہے اگر ڈول بن گیا تو وہ بھی چھاپا جائے گا“

اسی سال ۱۱ ربیع الاول کو حبیب اللہ ذکا کو کلیات کے متعلق لکھا تھا کہ :

”ایتک در بند آئم کہ بہ بند انطباعش در آورند، کہ دریں صورت

فرداں و خواستاراں رایافتن آں آسان خواهد بود“

اب غالب کو یہ فکر ہوئی کہ طباعت کے لئے منشی نو لکشور کو کونسا نسخہ دیا جائے

پہلے انھوں نے تفصیل حسین خاں سے ان کا نسخہ مانگا کہ اس کو نقل کرا کے بھیج دیں، مگر

لے سرورق، دیوان غالب اشاعت اول ۱۸۴۵ء مطبوعہ مطبع دارالسلام، ملوکہ دہلی یونیورسٹی لائبریری۔

لے اردوئے معلیٰ صفحہ ۱۸۶۔

لے کلیات شرفارسی صفحہ ۲۴۷ مطبوعہ نو لکشور لکھنؤ۔

دیکھنے کے بعد معلوم ہوا وہ نامکمل ہے، مکمل نسخہ نواب ضیاء الدین احمد خاں کے پاس تھا اور اس کی ایک نقل نواب رام پور کو بھی بھیجی جا چکی تھی، وہاں سے منگوا تا تو مناسب نہیں سمجھا، البتہ ضیاء الدین احمد خاں کو خط لکھ کر اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ طباعت کے لئے اپنا نسخہ منشی نو لکشور کو دے دیں۔

نواب ضیاء الدین احمد کے صاحبزادے شہاب الدین احمد خاں نے ۱۸۶۱ء کے آخر میں یہ نسخہ منشی نو لکشور کے پاس لکھنؤ بھیج دیا۔ ماہ ستمبر ۱۸۶۳ء میں غالب نے سید بدر الدین احمد کو ایک خط میں اس کے متعلق لکھا تھا:

”ہاں سال گذشتہ میں منشی نو لکشور نے شہاب الدین خاں کو

لکھ کر کلیات فارسی جو ضیاء الدین خاں نے غد کے بعد بڑی محنت

سے جمع کیا تھا وہ منگایا اور چھاپنا شروع کیا وہ سچا سبب جزا ہیں

منشی نو لکشور نے ۱۸۶۲ء میں اس کی کتابت و طباعت ساتھ ساتھ شروع

کرائی اور عام الملاح کے لئے یکم جنوری ۱۸۶۳ء کو ادوہ اخبار کے صفحہ اول و دوم پر

اس کا اشتہار چھاپ دیا۔ دوران طباعت میں غالب نے خط و کتابت کے ذریعہ

پریس سے رابطہ قائم رکھا۔ ان کے عزیز شاگرد قدیر بلگرامی مطبع میں ملازم تھے۔ ان سے

بھی برابر طباعت اور صحت کے متعلق معلومات کرتے رہے اور ہدایات دیتے رہے۔

ماہ جون ۱۸۶۳ء میں مطبع نو لکشور سے کلیات نظم غالب شائع ہوئی۔ یہ ۲۶۳۳

سائز کے ۵۶۲ صفحات پر مشتمل ہے، ۵۵۲ صفحات میں کلام اور بقیہ صفحات پر مرزا

غالب کی لکھی ہوئی تقریظ اور دوسرے لوگوں کی لکھی ہوئی تاریخیں شامل ہیں اس میں

کل ۱۰۴۴۸ اشعار ہیں۔ غالب نے تقریظ میں خود اشعار کی تعداد ۱۰۴۲۴ لکھی ہے۔

کلیاتِ غالب فارسی کے یہی دو ادیشن مرزا غالب کی زندگی میں شائع ہوئے تھے پہلا ۱۸۴۵ء میں مطبع دارالسلام دہلی سے اور دوسرا ماہ جون ۱۸۶۳ء کو مطبع نو لکشور سے۔ ان کے علاوہ غالب کا منتخب کلام ان کی زندگی میں علیحدہ بھی شائع ہوا جس کی تفصیل درج ذیل ہے :

۱۔ مثنوی ابرگہر بار۔ یہ کلیات غالب کی سب سے زیادہ طویل مثنوی ہے۔ اور ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے، کلیات میں شامل ہے۔ مگر ۱۲۸۰ء ہجری میں دہلی کے حکیم فلام رضا خاں کے اصرار پر غالب نے اس کو علیحدہ چھاپنے کی اجازت دے دی اور اکمل المطابع دہلی سے ۲۲ صفحات پر چھپ کر شائع ہوئی۔ اس کے آخر میں کچھ متفرق کلام بھی شامل تھا۔

۲۔ سبدِ چین۔ کلیات کی اشاعت کے بعد غالب نے اپنے کلام کا ایک انتخاب سبدِ چین کے نام سے شائع کرایا تھا۔ اس میں مثنوی ابرگہر بار کے علاوہ غزلیات، قطعات و رباعیات وغیرہ شامل تھیں۔ یہ مجموعہ غالب کی زندگی میں ۱۸۶۶ء کو مطبع محمدی دہلی سے شائع ہوا۔ اس میں کل ۷۲۵ اشعار تھے۔ ابتدا میں غالب کا لکھا ہوا ایک مختصر دیباچہ بھی ہے۔

ماہ اپریل ۱۸۶۷ء میں "سبدِ چین" کا دوسرا ایڈیشن دہلی سے مکتبہ جامعہ نے شائع کیا۔ اس میں مالک رام صاحب مؤلف ذکر غالب نے متفرق اشعار جو مکاتیب غالب وغیرہ میں بکھرے ہوئے تھے شامل کر دیئے۔ اس میں اشعار کی تعداد ۸۲۴ ہے۔

۳۔ باغِ دو در۔ سبدِ چین کی اشاعت کے بعد مرزا غالب کی نظم و نثر کا ایک اور انتخاب ان کی نگرانی میں مرتب ہوا۔ اس کے حصہ نظم میں ۱۴۶ اشعار سبدِ چین سے زیادہ ہیں باقی سب اشعار وہی ہیں جو سبدِ چین میں موجود ہیں۔ اس مجموعہ کی کتابت ۱۸۶۶ء میں غالب کے سامنے شروع ہو گئی تھی۔ مگر ختم ۱۸۶۷ء میں غالب کی وفات

کے بعد ہوئی۔ اس کا قلمی نسخہ ڈاکٹر وزیر الحسن عابدی (استاد ادبیات فارسی اور نٹل کالج لاہور) کے پاس ہے۔ انھوں نے اورینٹل کالج میگزین میں دو قسطوں میں صحت کے ساتھ شائع کر دیا۔ حصہ نظم ماہ اگست ۱۹۶۶ء کے شمارہ میں چھپا۔ اس کے بعد پوری کتاب پنجاب یونیورسٹی لاہور کی طرف سے ڈاکٹر عابدی موصوف کے مقدمہ اور صحت و ترتیب کے ساتھ ٹائپ میں شائع ہو گئی۔ اس کا متن ۱۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

۴۔ دعاء الصباح۔ یہ مثنوی مرزا غالب نے اپنے حقیقی بھانجے میرزا عباس بیگ اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر لکھنؤ کی فرمائش پر لکھی تھی۔ یہ دراصل منظوم ترجمہ ہے عربی دعاء الصبح کا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے اس کو غالب کی زندگی میں مثنوی نو لکھنؤ نے اپنے مطبع سے چھاپ کر شائع کر دیا تھا۔ مگر اس پر سن اشاعت درج نہیں ہے کل ۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلے ۲۴ صفحاتوں میں ترجمہ دعاء الصباح کے ۱۲۲ اشعار ہیں اور آخری دو صفحاتوں میں سات شعروں میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی دعا کا ترجمہ ہے۔ دعاء الصباح کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ ریاست رام پور میں تھا جس کو صحت اور مفید حواشی کے ساتھ ہندوستان کے بلند پایہ محقق و عالم مولانا امتیاز علی خاں عرشی نے ماہنامہ نگار (لکھنؤ) بابت ماہ مئی ۱۹۴۱ء میں شائع کر دیا تھا۔ اس مثنوی کا یہ مستند متن ہے۔

۵۔ گل رعنا کلکتہ کے دوران قیام (۱۹۱۹ فروری ۱۹۲۶ تا ستمبر ۱۹۲۹ء) میں مولوی سراج الدین احمد لکھنؤی سے مرزا غالب کی گہری دوستی ہو گئی تھی۔ یہی سبب ہے کہ غالب کے فارسی خطوط سب سے زیادہ انھیں کے نام ہیں۔ انھیں کی فرمائش پر غالب نے اپنے اردو فارسی کلام کا ایک انتخاب مرتب کیا۔ اس میں اردو کلام زیادہ اور فارسی کی چند منتخب غزلیں درج ہیں۔ اس میں ایسی کوئی غزل نہیں ہے جو غیر مطبوعہ ہو۔

۱۹ گل رعنا کا ایک قلمی نسخہ مالک رام صاحب کے پاس ہے، اس میں کل ۴۹ ورق ہیں (باقی اگلے صفحہ پر)

۶. متفرقات غالب - مرتبہ پروفیسر سید سعود حسن رضوی ادیب -

یہ مجموعہ ایک نادر قلمی بیاض کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے جو پروفیسر رضوی کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس میں فارسی کے کچھ خطوط ہیں جو غالب نے کلمتہ کے اجاب کے نام لکھے تھے، اس کے ساتھ کچھ نظمیں بھی ہیں۔ مثنوی بادِ مخالف بھی اصل صورت میں شامل ہے، کلیات میں جو مثنوی ہے اس میں کئی جگہ بعد میں تبدیلی کی گئی ہے۔ اس میں وہ مثنوی بھی ہے جو ۱۲۵۳ء میں غالب نے بہادر شاہ ظفر کی طرف سے تشیع سے برأت کے لئے لکھی تھی۔ ان کے علاوہ کچھ اور نظمیں بھی ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۴۲ء میں ہندوستان پریس رام پور سے چھپی تھی۔

مذکورہ کتابوں کے علاوہ قاضی عبدالودود صاحب کا کتابچہ مآثر غالب اور ان کے بعض مضامین ایسے ہیں جن میں چند نادرا شعرا خود غالب کے مکاتیب اور تصانیف سے تلاش کر کے لکھے گئے ہیں۔

غالب نے اپنے اردو اور فارسی دیوان کا ایک انتخاب نواب رام پور کو بھیجا تھا۔ جو رام پور کے کتب خانہ میں محفوظ ہے، اس انتخاب کو صحت کے ساتھ مولانا امتیاز علی خاں عرشی صاحب نے ۱۹۴۲ء میں شائع کر دیا تھا۔

غالب کی نظم و نثر کی تلاش کا سلسلہ اب بھی جاری ہے، کہ شاید ان کی کچھ غیر مطبوعہ تحریریں اور دستیاب ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں متعدد مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن کے متعلق یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ نوادر ہیں لیکن جہاں تک مرزا کے فارسی کلام کا تعلق ہے۔ سو اگنے چنے چند اشعار کے باقی سارا کلام ان کی زندگی میں شائع ہو گیا تھا۔ اور جس

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) ان میں سے ورق ۲ ب سے ورق ۲۴ الف کی سطر تک اردو کلام ہے اور باقی

فارسی۔ (بحوالہ مقدمہ دیوان غالب مرتبہ مولانا امتیاز علی عرشی مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ)

کو غیر مطبوعہ کلام سمجھا جاتا ہے۔ اس کے متعلق بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ یہ اس سے قبل کہیں شائع نہیں ہوا ہے۔ اس کا امکان بھی ہے کہ بعض اشعار کی اشاعت خود غالب نے مناسب نہ سمجھی ہو۔ جیسے ان کے بعض معنائی اشعار جو مطبوعہ کلیات میں نہیں ہیں اور قلمی نسخوں میں موجود ہیں۔

یہ حقیقت ہمارے سامنے ہے کہ غالب کی زندگی میں ان کا فارسی کلیات پہلی بار ۱۸۴۵ء میں شائع ہوا اور اس کی صحت و طباعت کی نگرانی بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ وہ خود کرتے رہے۔ دوسری بار ۱۸۶۳ء میں مطبع نوکشور نے کلیات نظم کو نہایت اہتمام کے ساتھ شائع کیا اور اس کی نگرانی مرزا غالب نے خود کی۔ انھوں نے منشی نوکشور کے پاس مسودہ بھجوانے کے بعد خط و کتابت کا سلسلہ بڑا جاری رکھا، اور ہر مرحلہ پر معلومات حاصل کرتے اور ہدایت دیتے رہے، اس سلسلہ میں منشی نوکشور اور ان کے مطبع کے بعض کارکنوں سے انھوں نے جو خط و کتابت کی ہے اس کا ذکر آئندہ صفحات میں تفصیل سے کیا جائے گا۔

کلیات کے ان دو ایڈیشنوں کے علاوہ متفرق کلام بھی غالب کے سامنے کتابچوں کی صورت میں شائع ہوا، جیسے سید حسین، منشی ابرہیم ریار، منشی ترجمہ دھار الصباح۔ یہ ضرور ہے کہ احتیاط کے باوجود مذکورہ بالا مطبوعہ نسخوں میں کتابت و طباعت کی کچھ غلطیاں رہ گئیں، کلیات کے پہلے ایڈیشن میں غلط نامہ لگانا پڑا تھا، لیکن یہ مطبوعات جو غالب کی زندگی میں ان کی وفات سے بہت پہلے شائع ہو چکی تھیں ان سے زیادہ مستند نسخے اور کہاں تلاش کئے جاسکتے ہیں۔ ظاہر ہے یہی سب سے زیادہ معتبر و مستند قرار دیئے جائیں گے۔

کلیات نظم غالب کے چند قلمی نسخے بھی قابل ذکر ہیں، ایک رضالاہری رام پور میں ہے، اور یہ نقل ہے نواب ضیاء الدین احمد خاں کے مرتبہ نسخہ کی جو اشاعت

کے لئے نئی نو کشور کو دیا تھا۔ دوسرا نسخہ خدا بخش لائبریری میں ہے۔ اور اس کے متعلق قاضی عبدالودود صاحب نے ایک مضمون تحریر کیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کاتب لالہ مجمل پور جوہر سنگھ جواہر تھا۔ اور کتابت ربیع الآخر ۱۲۵۲ ہجری میں تمام ہوئی۔ ایک قلمی نسخہ اور کسی نامعلوم کاتب کے ہاتھ کالکھا ہوا اسی کتب خانہ میں موجود ہے جو نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کی فرمائش پر لکھا گیا تھا۔ کاتب نے لکھا ہے کہ ”بنظر اکسیر اثر مرزا غالب۔ تصحیح پذیرفت۔“ قاضی عبدالودود صاحب نے لکھا ہے کہ ”مگر کہیں کسی قلمی کی تصحیح نظر نہیں آتی۔ گو اس کا امکان ہے کہ حواشی میں جو اضافے ہیں وہ غالب کے قلم سے ہوں۔“

قاضی عبدالودود صاحب کے مضمون سے ان دو قلمی نسخوں کے متعلق جو ضروری معلومات حاصل ہوئیں وہ درج کر دی ہیں۔ میں نے خود ان نسخوں کو نہیں دیکھا ہے لیکن ان کی جو تفصیلات قاضی صاحب نے پیش کی ہیں ان سے اشعار کے تقدم و تاخر یا گنتی و شمار کے علاوہ کوئی خاص بات نہیں معلوم ہوتی۔ سارا کلام وہی ہے جو غالب کے سامنے شائع ہونے والے نسخوں میں موجود ہے، اختلاف نسخ کے سلسلہ میں کوئی خاص بات بھی پیش نہیں کی جاسکتی اور اگر کی جائے تو وہ نامعتبر ہوگی۔ کیا بات کے دونوں اڈیشن غالب کے سامنے چھپے اور ان کے بعد وہ کافی عرصہ زندہ رہے، اگر رد و بدل کرنا تھا تو وہ ضرور کرتے جن شعروں کے حذف و اضافہ کے تعلق ان کی کوئی تحریر موجود ہو وہ قابل تسلیم ورنہ مستند ہی ہے جو ان کے سامنے چھپ چکا تھا۔

۱۔ فہرست مخطوطات فارسی کتب خانہ خدا بخش چٹہ جلد سوم ۲۴۱

۲۔ اردو سنہ معنی غالب نمبر ۱ مطبوعہ شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی صفحہ ۴۰۔

۳۔ اردو سنہ معنی غالب نمبر ۱ مطبوعہ شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی صفحہ ۴۰۔

جدید ادیشن کی ترتیب و تصحیح | کلیات غالب کا یہ ادیشن غالب کی وفات کے سو سال بعد شائع ہو رہا ہے، اس کی

ترتیب و تصحیح کی بنیاد انھیں دو مستند نسخوں پر ہے جو غالب نے خود شائع کرائے تھے ایک نسخہ مطبع دارالسلام (۱۸۲۵ء) دوسرا مطبوعہ نو لکشور (۱۸۶۳ء) متفرق کلام جو ان دونوں نسخوں کے علاوہ تھا وہ ان مطبوعہ انتخابات اور کتابچوں سے یا گیا ہے جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس طرح مرزا غالب کا مکمل فارسی کلام پہلی بار یکجا شائع ہو رہا ہے۔ لیکن اس بات کا قطعی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ بالکل مکمل ہے، ممکن ہے کچھ کلام ایسا اور نکل آئے جو میرے علم میں نہ ہو۔

کلیات کی ترتیب بھی۔ کلیات مطبوعہ ۱۸۶۳ء کے مطابق ہے اور یہ ترتیب اس لئے مناسب ہے کہ خود غالب نے اسے پسند کیا تھا۔ عام طور سے فارسی اور اردو کے بلند پایہ شعرا کے کلیات میں دیوان غزلیات کا حصہ پہلے ہوتا ہے۔ کلیات غالب میں پہلے قطعات تھے میں نے غزلیات کو پہلے کر دیا، ایسا کرنا میرے نزدیک جائز نہ تھا لیکن دیوان غالب فارسی کو کلیات سے علیحدہ بھی شائع کرنا مقصود تھا اس لئے ایسا کرنا پڑا۔ قارئین کتاب کے لئے اس میں کوئی دشواری نہیں کہ وہ مطالعہ کے وقت سابقہ ترتیب ہی کو ترجیح دیں۔

مطبع نو لکشور نے ۱۸۶۳ء میں کلیات کا پہلا ادیشن شائع کیا تھا۔ اس کے بعد اسی مطبع سے متعدد بار اس کی اشاعت عمل میں آئی۔ آخری ادیشن ۱۹۲۵ء میں نکلا تھا اب پہلے ادیشن کے تقریباً ایک سو چھ سال بعد اسی مطبع سے مکمل کلیات نظم غالب کا یہ جدید ادیشن شائع ہو رہا ہے، صحت پر خاص توجہ کی گئی ہے، اختلاف نسخ کو حاشیہ پر واضح کر دیا ہے۔ بعض مشکل الفاظ اور تلمیحات کی مختصر وضاحت بھی کی ہے، یہ کام کچھ غیر ارادی طور پر ہو گیا، اگر یہ کہا جائے کہ کلیات غالب پڑھنے والوں کے لئے اس کی ضرورت

نہ تھی تو صحیح ہو گا تاہم بعض لوگوں کے لئے سودمند ہونے کا امکان بھی ہے۔

کیا غالب کا یہ اڈیشن بہت تھوڑی مدت میں مرتب کیا گیا ہے، اس کے متعلق تمام ضروری باتیں اختصار کے ساتھ پیش کر دی گئی ہیں۔ بعض علمی حلقوں سے یہ آوازیں آتی رہی ہیں کہ غالب کا فارسی کلام تاریخی ترتیب سے مرتب ہونا چاہیے، کچھ ارباب ادب تنقیدی و تحقیقی اڈیشن نکالنے کے خواہشمند ہیں، یہ کام نہایت اہم ہیں اور محنت و ہمت چاہتے ہیں۔ اور ہمارے علمی حلقوں میں ایسے لوگوں کی کمی بھی نہیں ہے اور بہت ممکن ہے ایسے اڈیشن جلد منظر عام پر آجائیں۔ لیکن وہ مدتوں اختلافات نقد و نظر کا مرکز بنے رہیں گے۔ ہمارے یہاں تحقیق و تنقید جن منزلوں سے گزر رہی ہے اس کا منطقی نتیجہ ہی ہو سکتا ہے۔ مرزا غالب کے کلام سے لطف اندوز ہونے اور ان کے شاعرانہ کمالات کو سمجھنے اور پرکھنے کے لئے ان کا وہ مکمل کلام جو ان کی زندگی میں شائع ہوا، اور جس کی ترتیب بھی ان کی پسندیدہ تھی، آپ کے سامنے ہے۔ مقدمہ میں مختلف اصناف سخن اور بعض منظومات سے متعلق خاص حالات و واقعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، بعض اختلافی امور کو حل کرنے کی کوشش بھی کی ہے، اور بہت سی اہم باتوں کی طرف اشارے کئے گئے ہیں، کچھ نئی باتیں بھی سامنے آئی ہیں۔ اور ہر بات صاف طور پر پیش کی گئی ہے۔ رنگین اور پیمیدہ عبارت آرائی کے گورکھ دھندے میں پھنسا کر قارئین کے دل و دماغ پر بوجھ نہیں ڈالا ہے، ریاضی و ہندسہ کے طریقوں سے محاسن و معائب اور غلط و صحیح کا تجزیہ کرنا مجھے نہیں آتا۔ سیدھے اور صاف راستہ کو اختیار کر کے اصل مقصد تک پہنچنا بہتر سمجھتا ہوں۔ اختلافی عبارتوں اور اہام و کنایہ کی کھول بھلیاں میں پھنسا کر قاری کے ذہن کو گلستان سخن کے دروازے میں داخل ہونے سے پہلے ہی تھکا دینا اور اصل مقصد سے دور دور رکھنا نہ ادبی خدمت ہے نہ تحقیقی کارنامہ، جیسا کہ عام طور سے اس زمانہ میں ہو رہا ہے۔

آخر میں اہل فکر و نظر سے اپنی کم سواد دی و بے بضاعتی کے اعتراف کے ساتھ یہ

استدعا کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتا کہ کلیات غالب کی ترتیب و تصحیح میں جو غامبیاں نظر آئیں ان کو نظر انداز نہ فرمائیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ خود بھی کسی غلطی کی عدم گرفت کو درست نہ سمجھیں گے۔ کیونکہ یہ ایک علمی فرض ہے اور میں اس کے لئے ممنون کرم رہونگا۔ کلیات غالب کی ترتیب و تصحیح کے سلسلہ میں جن مشفق بزرگوں نے اپنے گرانقدر مشوروں سے نوازا، ان میں پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب لکھنؤی، پروفیسر ضیاء احمد بدایونی اور پروفیسر ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان کی کرم فرمائیاں کے لئے سپاس گزار ہوں۔

کتابت اور پروف کی صحت کے سلسلہ میں برادر عزیز انصار الحسن سلمہ نے بہت محنت کی، ان کی سعادت مندی میرے لئے باعث مسرت ہے۔

اس حقیقت کا اعتراف کرنا بھی ضروری ہے کہ کلیات غالب کی ترتیب و تکمیل اور طباعت و اشاعت میں آنجنابی منشی نوکشور کے پرپوتے، جواں سال دعائی بہت کنور رنجیت کمار بھارگوا کی کوششوں کا بڑا دخل ہے، جن کو غالب سے گہری عقیدت اور فارسی اردو ادبیات سے غیر معمولی شغف ہے۔ میں ان کی خاص توجہ کے لئے ممنون ہوں۔

امیر حسن نورانی
شعبہ اردو، دہلی یونیورسٹی
یکم جنوری ۱۹۶۵ء

اشارات

کتاب کا مطالعہ کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل اشارات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

(۱) کتاب کی صحت و ترتیب کی بنیاد دو مطبوعہ نسخوں پر ہے جو غالب کی زندگی میں شائع ہوئے تھے

(الف) دیوان فارسی۔ مطبوعہ ۱۲۵۶ھ مطبع دارالسلام دہلی اس کا حوالہ "نسخہ د" کے نام سے دیا گیا ہے۔

(ب) کلیات نظم غالب فارسی۔ مطبوعہ ۱۲۶۳ھ مطبع منشی نوکثور۔ جہاں اس کا حوالہ دیا گیا ہے صحت، نسخہ "ون" لکھا گیا ہے۔

(ج) جہاں کہیں کسی قلمی نسخہ کا حوالہ دیا گیا ہے وہاں اس کی پوری تفصیل لکھی گئی ہے۔

(۲) دونوں مطبوعہ نسخوں میں بعض الفاظ ملا کر لکھے ہوئے تھے جو اب عام طور پر الگ الگ لکھے جاتے ہیں ایسے بیشتر الفاظ کو الگ الگ لکھا گیا ہے تاکہ پڑھنے والوں کو دشواری نہ ہو۔

(۳) یائے معدون و مجہول میں امتیاز ضروری تھا اس سلسلہ میں عام رائج طریقہ کو مد نظر رکھا ہے اس میں نہ تو جدید ایرانی طریقہ کی تقلید کی گئی ہے۔ نہ بعض ہندوستانی اہل دانش کی جو ایرانیوں کی پیروی کرتے ہیں۔ حالانکہ ایرانی یائے مجہول استعمال ہی نہیں کرتے۔

دیباچه غالب

گر شعر و سخن به دهر آئیں بود

دیوان مرا شهرت پر ویں بود

غالب، اگر ایں فن سخن دیں بود

اک دیں را ایزدی کتاب ایں بود

(غالب)

دیباچه

بسم الله الرحمن الرحيم

یگانه یزدان را بزبانیکه بخشیده اوست سپاس گزارم و خود مرا چه
 پایاب سپاس گزاری اوست که چون من را که حوت از خون نشا سم
 آنهمه نیرد کرامت کرد که پرده از رخ این شاهد نو خاسته که خود نخستین
 دیوانش نام بر گرفتم. و بهوائے جلوه دیگر که هنوز صفحہ اندیشه بیرنگ آن
 نپذیرفته آئینه زدائی از سر گرفتم. بار خدایا در دتاروائی کالادل را
 آنچنان فردنگرفته که تن بزبونی درندهم و بدین آرزو منت بر خویش
 نهیم که یارب پس از من چون من بگرد سراپای گفتار گردیده بیازنی
 نادار سد که دیوار کاخ دالای سخن در چه پایه بلند است و سرشته کند
 خیالم در آن فرازستان یکدایم دزده بند - فرد

ذوقیست همدی بغنان بگزم ز رشک خار رهت بیای عزیزاں خلیده باد
 بنام ایزد نخستین نقابیت از روی شاهد هر مهفت کرده معنی بجنبش نسیم
 بر آنتاده یعنی ننگ کشاکش دست ناکشیده باز پسین چراغیت از گرمی
 چراغان نیم سوخته پهلوی رخ بازو ختن داده - یعنی داغ منت خس نادیده
 کهن داغهای جئون است سراسر بناخن شوخی نفس خراشیده - گرما گرم خونابه

در دست بخت پنهانی دل ناگه از ناسور ترا دیده کاغذی پیرمندانند چون
 پیکر تصویر از حیرت واقع خاموش مشعل بخت گرفتگانند چون آذر
 از دود دل سیه پوشش قلم آشان نگه را بدستگیری صلاک فرادانی
 باده دریاب که این خرد می میگردد ایست در بر وی انجمن باز کرده زمزمه
 سخن طرب را بد ساز می نوید انبوهی نغمه بنواز که این بار بدی
 پرده ایست از مال موسیقار ساز کرده، خردی شبستان است به عاققه
 سر گرمی ذوق انجمن آرا آتشخیز گردیده بچشمک زنی در خشکی اجزای
 خاکستری از اندود سر آمدن هنگامه پرده کشای قیصری شارسانست
 بزلزله دهد دل کار فرما از هم پاشیده بشور افکنی تابش ذره های آفتابی
 اندر در و بر شکستن بار نامه داستانهای نجویم دود چراغست یا لاله و
 داغ اما سوختگی را سرگزشت است دختلی را ویداد نجویم تحلی و طور است
 یا جنت و حور اما نازش را قلمرو است و آرایش را سواد طلسم شعله و
 دود دست باز بسته زردشت خیال شعله پنهان دود پیدا دل لوح طلسم
 زبان طلسم کشا هنگامه ابر و بادست برانگیخته جادوی فکر ابر گریاش و باد
 الماس نشان اندیشه طومار نیرنگ دلب افروز خوان خیل غزالست
 بسامان جنبشی که در کمینگاه روی داده است از دام بدرجسته دود کبابیت
 باند از تیغ و تابی که از شعله درد دل افتاده است بر بوی آتش بسته جمالیست
 در پرده نهایش خویش مشاطه حقیقی را ستایش نگار نهالیت در سایه
 برومندی خویش نخلبت ازل را پاس گزار -

مشنوی

اے نهال بخش آشکار نواز دل بنم تن بجاا گرامی ساز

شررے کز تو در دل سنگت
 بر و رخ لعل جلوه رنگت
 اے بساط زمیں نشیناں را
 دے مشام یگانہ بیناں را
 از رنگ نو بہار نافہ کشاے
 دزدیم باد صبح غالبہ ساے
 اے فلکندہ بروی شاہد ذات
 عنبریں طرہ از نقاب صفات
 بفر وخت ہمیں نیایش جاے
 از بساط سیاہ کیواں زراے
 اے فلکھا حباب قسزم تو
 دے زمیں لائے بادہ خیم تو
 از ریح غمت بدیر مغال
 لای پالای می سہیل نشان
 بودنی بخش خوب و زشت قوی
 اے گریں نقشہ کشیدہ تو
 رونق کعبہ و کشت قوی
 دیدہ را جو می خوں کشادہ کشت
 ہر چہ دہر کہ آفریدہ تو
 اے مرا فر خسروی دادہ
 نالہ را بال برق دادہ کشت
 ہم یہ تسلیم عجز تن زدہ ام
 پارسی را بہ من نوی دادہ
 ناتوانی قوی اسایہاست
 کز تو در مدح خوشن زده ام
 خود نہائی خدا شناسیہاست

سخن آفرین خدای یکتی آرای راستایم کہ تا ہنہا بخانہ ضمیرم را از
 فردانی رنگا رنگ معنی بہ لعل و گوہر انباشت باز دیم را ترازدی مر جان
 سخی و خامہ ام را ہنگامہ گہر پاشی از زانی داشت، اینت را رنگان دہنہ
 منت نامندہ، سخنور نواز دادہ پیر و زگر را نازم کہ چون تن بخشاکش تحسین داد
 رنگ، گواہی بیانم شناخت بنادش والامی بہین رد شہاد و برازش زیبائی
 گزین ادا از قبول خلق بے نیازم ساخت۔ آنت دشمن کام آفرینندہ
 بکوری چشم دشمن بر گزینندہ فطرت پاکیزگی کوہرم را در خور آلائش داغ
 ہم چشمی ندیدہ پیدا است کہ بختائی جز او را از بید لاجرم مژہ ام را در

خونابه نشانی باز بانم همداستان کرد. زهی یگانه داد و دانار حمت حوصله آفرینش
را گنجائی اندوه غم خواری من نه بخشید و دانست که رنجور جز به بیمار نشکیده
هر آینه دلم را درین جانگزا می بر من بدرد آورد. همنی مهربان خدای
توانا بهوایش سینه از بیتابی نفسم آذر نگار به شنایش صفحه از شادابی رقم
بهار اندای نهادی در گذار هفت دوزخ غوطه خوار سوادی از راز هشت
گلشن پرده کشای، خرد آشوب زمزمه که بدق بخشی نشاط سماعش زهره
از آسمان فرود آید بزبانم و دیعت نهاده دوست. دوش را جنبشیکه بگرشتم
ریزی انگیز ادایش از حوران طوبی نشین درود آید به فی کلکم باز داده
او فرد. رشح کف جم میچکد از مغز سفالم. سیرابی نظم اثر فیض حکیم ست
تار و پود تشریف عقیدت سلیمانم و فرزانه قهرمان قلم و سخندانی دل بشراک
نعلین محمد آو کجتن کیش و آیین من و طغرای دالای یا اسد الله الغالب
نقش نگین من. لای خم میخانه سرمدی نسبت نا پشیدگان سگالند که پیمانی
را این مایه سیرابی نطق از کجاست؟ غافل که غم رشح یک فیض ست که سبزه
را دیدن و نهال را سر کشیدن و میوه را رسیدن دلب را از مزمه آفریدن
آموخت به پر تو هتاب زلی هدایت شبگیر نکر دگان اندیشند که تیره سرانجائی
را اینهمه روشنائی گفتار چراست؟ بیخبر که فره تابش یک نور ست که شمع را
بشعله و قدح را بیاده، و گل را برنگ، و در دل را به سخن برافروخت.
آنکه سه خیمه لیلی منشان را بفروغ شمعهای کافوری خاورستان کرد، وادی
مجنون و دشاں را از هجوم کرک شب تاب پرواز چراغان بخشید و ریش نخل
آرزو آب از مغز سر قارون میخورد. مایه داری بینوایان دریاب خامه در
ایشان رعل و گوهر عرض گنجینه توانگران میبرد. فرادانی دستگاه معنی نگاران

بنگر، باغ از گلفشانی نهالهائے دست نشان نامه اعمال نیکوکاران خدا پرست
 در باغ انداخته‌ی گوناگون لاله های خود رو کارگاه خیال هوشناکان شاهد
 باز. فرد

هر دل شده از دوست در انداز سیاحت مانا که نگاه غلط اندازند اراد
 هر د آذر ده پای را سایه خار بن نشین پرواز است و در سپنج کشاد
 اخگر تافته گوهر شب چراغ، سیل سرشکی که بروی مانتیان میدود و یار غم
 راز وانی فرمان در دست و دامن بر چیده که بدست آزادگان اندرست
 ده کیائے قلم و خنجر سندی را تو قبیح، تو مندان راز رخ بر افروختگی، فسخ
 سرمایه همان گفت خون است که اگر بشر این دید گرما گرم از غمزه ریختیم،
 و اگر رنگ گردید مادم بروی شکستیم خود آرایان را اطلس و سنجاب
 از زانی، فرجام جز آذر دوزخ اندام نیست دما بین از ناتوانی تاب گران
 نداریم و بدل از نازکی ریج تنگی قبا بر نتابیم. لطافت تازه بهار رنگهای
 شکسته دریافتن نه زهره هر دیده درست. و به نزاکت و شیر قماش کتا نهائے
 ماهتابی دارسین نه اندازه هرا دانشا کس. اگر ذره اند بر مگی آفتاب پوشستی
 زمرین طیلانان خود آرای رایچه رشک و اگر وزانه از جگر نفگی ماهتاب
 آتشامستی شبستانبان آرمیده درون رایچه خبر و اتم از کوه نظران تنک
 چشم که دمیدن تازه گل از گیاه و درخشیدن برق بشهای سیاه شگفت ندارند
 و جنبیدن زبانه های گویا بسجمنهای نغز و شخوار انگارند غنچه مشکین نفس است و باد
 غالیه سامی و گل کشاده روی و بلبل نوا سنج، زبان چه گنه کرده است که سخن
 سرای نباشد، هر جلوه بر تاب و ذره بیتابی و بحر وانی و قطره اشتلم دل را که
 گفته است که از شورش ستوه آید. همانا بدانست این گرده باده در خجانه تو فیق

همانقدر بود که حریفان گزشته را در تر دماغ ساخت حالیا بساط بزم سخن
برچیده و جام و سلو بر سر هم شکسته و از آن قلم قلم را و قلمی بر جای
نمانده پندارند کاش با گنجی که من در فردین زده بخلقه او باش قدح
میگیرم فرار سنداوار سندا که می فرادان ست و ساقی بیدریغ بخش پیمان
با هر چه ریز ست و لبها العطش گوی شاهد دامن قال بیت

هنوز آل ابر رحمت در قشال است می در میخانه با مهر و نشان ست
آری صهای سخن بر دزگار من از کنگی تند پر زور ست - و شب اندیشه
را بفر و میان سپیده سحری برات فراوانی نور ست - هر آینه رفتگان سرخوش
غنوده اند و من خرابستم پیشینان

چرا خان بوده اند و من آفتابستم -

سج شوکت عرفی که بود شیرازی شوا سیر زلالی که بود خوانساری
بسو منات خیالم در آبی تابینه روان فروز برود و شهای زناری
تلم که رود بار ناپید اکنار اندیشه راه تجاره آبسج بوده است بر دزگار
گزیده یا بیم لو او خیزگر دانی پیموده است که از بسکه در آن آمد شد بنات
صد فهای بگوهر آبستن خلیده پنداری خط شعاعی هرست بمغز شبنم تن فرو
دویده درق که میکرده سخن را کاسه باده پیمایست به دوران پسندیده جویم
از باده نابی شاداب رشحه ریایست که از بسکه نم آن قدسی زلال کیفیت
نشه خضری به طینتش در آورده گونی چمن سر مایه سفالست - دسته دسته
ریحان از خویش بر آورده دل نور دین افروخته - باز پیمین و خورم - اگر
گویم که گزشتن من بیایه از گزشتگان عجب نیست چه عجب؟ پرورش
آموخته نخستین دستورم اگر سخم که سر آمدن من در شیوه بر همفتان شکفت

نیست چه شکفت؟ خوان ایزدی نیایش تیره ستایش خویش آراستون
 بشماره بخششهای وادرا فزونی ذوق سیاس خواستن ست - تکلف
 بر طرف سعیم در منعم پرستیت نه در خود فروشی زمزمه لغت و منقبت
 در یک پرده بیک آهنگ سرودن دلداده نوای سبز در سبز تولا بود
 ست تعصب پیشکش قدم در جاده پیمایست نه در بیراهه
 روی - قطعه

نه چنانم که بر عقیده خویش	از فسون کس هراس کنم
نه توانم که از نصیحت و وعظ	عالمی را خدا شناس کنم
نه که اختیار پاستان را	دیوانها قیاس کنم
نه که ز آثار هر چه مشهورست	اثری تازه اقتباس کنم
نه که از بهر حلقه های بهشت	ترک آرایش لباس کنم
نه که در عالم فراخ روی	عازم از زنده پلاس کنم
چون نه من ساقیم نه محتبم	نه بریزم نه بکاس کنم
نه بواجب نه سحر در مانم	نه بهر مدعا مکاس کنم
بر مدارا اگر مدار نمم	کاخ الفت قوی اساس کنم
لیک ناید ز من که در گفتار	مدحت لاله سورداس کنم
فصلی از مدح خود توانم خواند	گر نه لب را ز لاف پاس کنم
خوشنوایم مرا رسد که ز رشک	زهر در جام بونوایش کنم
میستال پیچ از نظای برد	پاره جمع گر حواس کنم
توسن طبع من بدان ایزد	که ز بال پری قطاس کنم
مزاج خویش را بگاه درده	ناخن حور صرف داس کنم

همچو سرو اند غم خزان برده
 کوش از موج و آند آغوش
 چه اندین فرقه ادا نشناس
 بدویتی ز گفتهای حنین
 لائق مدح در زمانه چو نیست
 خوشی را همی سپاس کنم
 کس زبان مرا نمی فهمد
 بعزیزان چه التماس کنم
 سرو بهوای تلافی عطیه نشود
 نما سر پای ابر ساید و ابر در ادا
 سپاس سرایه بخشی گهر بر فرق دریا افشانند دیده دران شناسند که نیروی
 گستاخی سرده هم اند پهلوی ابرست و فراخی دستگاه ابر هم بگنجینه دریا ای
 بشاد روان سهیل و زهره نشان معنی بار نیافته و مرا از کوتاهی برداشت
 یاد رازی فرد گزاشت بترخانی پذیرفته بکره بدانش و دار گرای دوزخ
 بهجار درونی جستجو و گردش پر کار آیینی تنگاپو سراپا چو بوی
 گل از بساطت منای سخن راه پیما می دهم اند خود پرس که روان
 بشا ختن رمز هر گونه گزارش چه مایه دانا و بنان بجزاردن حتی
 هر شیوه نگارش چه قدر توانا گردد تا ادای سره روشی داند از دیشه
 خواستی دست بهم دهد از عالم تا همواری کیش و آیین هستی نشانان
 آشکارا سگال چهار در اندیشه گرد آید تا بر خاستن فرجام دود و دنی و
 درست نشستن نقش یکتا گزینی را دلکش انگاره وجود پذیرد - زبان
 موی که صبا را به پیکانه اندرست سرگزشت جوش خوشی پالایی که
 در خلوت خم میزند شنید نیست و بنگاه رگ تیشی که پروانه مار اوربال
 پرست برق ذوق هستی نشانے که در نهاد دل دارد و دیدنی - چنانکه

انتهای آرزوی متقدمین را ابتدای آبروی متاخرین. شیخ علی حزمین
 سراید ز مزمنه - شمعها برده ام از صدق بخاک شهدا: تا دل و دیده
 خوانا به نشانم دادند: انصاف بالای طاعت ست در هوا نیکه بال بالا
 خوانی زده و در ادائیکه خود را بشکرتی ستوده ام نیمه ازان شاهد بازیت
 یعنی هوا پرستی و نیمه دیگر توانگر ستا نیست بعضی باد خوانی. بیداد بین
 که هر جا بشانه نمی از زلفت مرغوله مویان کشوده شود بلا در من آویزد
 تا دل به بیجاک آن شکن بندی و خواری تنگر که هرگاه از خود غافل
 از خدا فارغی برادر رنگ سردری کج نشیند هوس مرا بر انگیزد تا پیشش
 بنده دار راست استی. شادم از آزادی که با سخن بهنجار عشقبازان
 گزارد ستم، و داغم از آزادی که در تی چند بگرداند دنیا طلبان -
 در مدح اهل جاه سیه کرد ستم، در یغا که عمر سبک سر بختی بچامسرو
 چنگ سر آمد و پاره بدروغ و دریغ رفت. فرجام گراخوانی
 بر نخاست و آشوب هوساکی فرد نه نشست هنوز خون را در پوست
 هنگام شورش رستخیز این از گرم و در جیب دل از خار خار شوق
 خواهش این آرزو در اندست که هر آینه گفتارهای پریشان بفرامهم
 آوردن از دود و خواهی خواهی اوراق پراکنده بشیر از بهشت سزد چه
 مایه شرمندگیست درین جهان باد پیمودن دوران گیتی گسسته دم
 بودن حسن را نظر فزینی رنگ و روان آسانی بوی دشت کرشمه
 انگیز اندام دوازده مژه و کوتاهی نگاه و راستی بالا و کژی خوی دوم
 مسروی وفا و خونگر می جفا و در بانی التفات و جانگزان کتافل و سبک
 خیزی هر دو گرانپای کین و نکوئی روی و زشتی گمان و توانائی دل و

ناز کی میان مسلم، و سخن را دوشیزگی نهاد و پاکیزگی گوهر و برشتگی
 مضمون و گدازختگی نفس و پیاپشتی پاس و نمک شکوه و نشاط نغمه و
 اندوه شیون و ردائی کار و رسائی بار و پرده کشائی راز و جلوه
 فردشی نوید و سازگاری آفرین و دگرخاشی نکویش و همواری صلا و
 درشتی دورباش و گزارش و عده و سپارش پیام و بارنامه رزم، و
 هنگامه رزم حاصل - اما من و ایمان من، که بوالا رسید یگانه بیان سہی
 کیش که سیاه و سپید را وجود و پلاس و پر نیان راتار و بود نیافتہ اند
 این بچرا خان دل پر دانه و آن بہار ان نہیر بال بلبل مانند - اشیاء
 صور علمیه حقند و الوان نگار بال علقا بنقشائے اندر گ کلک فرو ریختہ
 نقاش را صد رنگ پرده درسی و بنوالمی اند سازد برناجستہ مطرب
 را ہزارہ پرده را مشکری ہرچہ اند پرده گفت بال ہویدائی زند جنبش
 موج شمال ست، و ہرچہ آئینہ دید جلوه انگیز و گردش فانوس
 خیال - سبک مغزانے کہ بباد آویختہ انداز گفتار جز گفتار چہ دریافتہ دگر انجانانی
 کہ ہستی اشیاء ہستوشدہ انداز سمراد جز سمراد چہ و اشکانہ ؟ چنانکہ
 پرده سخن این سوز و ساز خداوند گلشن را نہ فرماید - بیت

ہر آنکس را کہ اندر دل شکستہ یقین داند کہ ہستی جزیکے نیست
 ہلہ بلبل اسد اللہ جامہ گرد آور نامہ سیاه اسے بہ کیش تیرہ و بدانش
 تباہ جامہ گزاشتہ در نہر دگردن کشان ہوا، و دامن بدندان گرفتہ خرد
 در پیکار زور آوران ہوس - نہ کم اندوہی و اندک تشویر نیست کہ بکلفہ
 ماتم نشستہ این مصیبت نشاط کار دیگر در خود آہنجد، و چشم بر پشت پا
 دوختہ این بخت سراز زانو برداشتہ سجد، دین کہ اشارت بکار نامہ

مینوست و آن رنگارنگ آرزوهای هر زده خونگشته تن پر دران نیست
 که بگیتی از سرمای کاهراتی بی برگ و ذامشتی بفرمان تهیدستی پا بگل و
 گروهی بامید یا دایه سر بهوا بوده بوده اند مز و حسرتیان دنیا که
 عبارت از هنگامه جا هست. و آن گونه گونه نقشهای بجزات انگونه بجزا
 نیست که سراب را بخیلی و هیچ را بهمگی برگرفته بی مشاره و خاشاک با هم
 در گرفته اند مفت کثرتیان. خیالی در نظر خون کردن و گلستان نامید
 عبارتی از ره گزردم بر اینگفتن و آسمان نقش بستن. از معنی بصورت
 آیم و بمذاق آشکارا پرستان پوزشگزار به باد افرا این شوخ چینی
 که بستودن خویش در ساسد آزادی درگیری کرده خونها در دل و
 عقده با بر لب افکنده دم سخن را در افکنم تا آموزگارانه فطرت
 را گوش تابانی داده باشم بختی خیزد بر ریزه بر یسمان کشیدن و سلک گوهر
 شاهوار شمردن مشتی نه پاره بدیده دم بر انداختن و خود را بهیر بد
 آذر کرده یارس دانستن بوریافتن و بدیساترازی نام بر آوردن.
 سنگ آسیا آژدن و آذانه الماس تراشی در افکندن و آلوده کدام
 دستور و باز نموده کدام فرسنگ ست؟ ای آزاده آذ گرفتار ادای
 زورفته نشیب لایخ پندار! اے مسلمان زاده کافر ماجرا! و اے
 شاکسته نفث و بوریای ای بزبان جهان جهان شور خیز! و اے
 بدل یک اهرمستان رنگ در یو! دلت از ناب ناز و اندیشه
 با خون دزبانیت بکیفر بیمزه گفتار! از قفا بیرون باد، فریج و هی که
 هنگام را گنجائی خرد افخیدن نیست و پوشتین یاران آفتی که هنگامه روانی
 له افخیدن: انداختن. فرسنگ غالب.

هنر سنجیدن ندارد آخونه از قست در بر روی هوس فراز کردن دیده
بدانست خویش باز کردن راه دانش دداد سپردن در روزگار
با راستن خود و کاستن آرزو با بسردن با خوشنیتن در آفت و با خلق
میادیز به کج تنهایی بشین و از سرانجمن آرائی بر خیزد فرد

ز الا دم زن و تسلیم لا شو

بگو الله و برق ماسوی شو

اندیشه نسجد و گمان نسکال که غالب اند دانش بی بهره بدسته
بستن این گلهای خرد بهره آهنگ خود آرائی و انداز انگشت نمائی
دارد بلکه خونگر می ابرام والا برادر، صدره اند جان گرامی تر به
هر ابر گوهر باز بچشم آتش بی زینهار، تقوی پیشه، سروری و دستگاه
راستی اندیشه کجکلاه به درع پیشگی از جنید و شبلی خرقة یاب، و بکجکاهی
روکش کجسر و دافرا سیاب، پرویز بزم، بهمن رزم، هر جمال، مشتری
حضال، بهشتی ردی، بهاران خوی، جفا کسل، وفا پیوند دوست کشای
دشمن بنزد مشغولی

بگیتی از وفادارے جهانے	محبت را زمین و آسمانے
یدارایان بدارایے نشانے	بدانایان بدانایے نشانے
به نیرد سرکشان را پنجه برتاب	بدانش صاحب آثار فرتاب
نظر پر دانه شمع جانش	تاشا بلبل باغ خیالش
نگاهش سالک در دل دویدن	دلش مجذوب بار دل کشیدن
دل و جهان تنها جلوه گاهش	بجوم آرزو با گرد راهش
خطش عنوان نگار خوب روی	لبش زربنگ دان بدله گوی

بهمت و هر گلشن ساز ایام بسطوت سینه روزن کن هر بر
 نهادش راز و لای نشا هنا ز بانس راز دانای بیا هنا
 خیابان نکویی را هنا بیا بان شکر فیه را غز اے
 بدریای محبت بے بهادر امین الدین احمد خان بهادر
 آنکه پارسانی را در سرشتش از استواری آن پای که با چون منی
 عمر از یک دلی یکر دی بوده و هیچگاه در حلقه رسوائی من و خلوت
 بر نانی خویش لب می نیالوده آنکه هر شش از دل نشینی در نهادم
 بدانمایه که اگر بشایستگی رو نمایش مسلم ندا شمتی جانرا گرامی نه پنداشتی
 مرا برین کار داشته و بهتم را به پنه دوزی این کهن دلق گماشته است
 رنگهای از خلعت این خود نمانی برداشته را دیدن بر قنابد و نگاهای
 از قبول این رسوائی بخود باز بسته را شنیدن در نیاید نه بدان معنی که اند
 سبکایگی کالا خواد می کشم بلکه چون متاعم باب این قلمر نیست از گرامی
 خاطر احباب شرمساری می کشم آری چرا چنین نباشد که شخص استعداد مرا
 پیرایه نماندش فضل و تشریف وجود مرا سرمایه دارش کمالی نیست نه
 ترانه صرف و اشتقاق بر لب ست و نه زمزمه سلب و ایجاب کم
 بزبان نه خون صراحت بگر و نسبت و نه نقش قلموسم بر دوش نه آبله
 پای جاده صنایعم و نه گوهر آمای رشته بدایع کباب گرمی آتش
 بید و پارسم و خواب تلخی باده پر زور معنی، آشکده نادسیان عجم
 را سمندر م، سوزن من هم اند من پرس و گلزار خلعتان پارس را بلیم

له پنه بر وزن کیمه معنی پیوند دهنده آن کفگی

شور من هم از من جوی سبزه و مانده ابرست و گل نشانه باد چیدن
 و دست بستن کمین صفت است و باران پیشه و راند آری بیکار نشاید
 ز سیت نفس در شراره کاشتن است و نه بان در نه بانه درون در گرفتن
 و هم از خود مایه برگرفتن شکر و حالت است و ما اندرین هنگامه ایلم
 یعنی از ذوق میتوان مرد - فرد

در ته هر حوت غالب چیده ام میخانه
 تان در یوانم که سر مست سخن خواهد شدن

بسم الله الرحمن الرحيم

روایت الف

امه به خلا و ملاخوے تو هنگامه زرا
 شاید حسن ترا در روشنی دلبری
 دیده و ران را کند دید تو بنیش فزون
 آب نه بخشی بزور خون سکت در بدر
 بزم ترا شمع و گل خستگی بو تراب
 نکبتیان ترا قافله بے آب و نان
 گرمی نبهن کسے که تو بدل داشت سوز
 مصروف زهر ستم داده بیا و تو ام
 کم مشمر که یہ ام زان که به علم ازل
 ساده ز علم و عمل مهر تو در زیدہ ایم
 با همه در گفتگو بے همه با ما جرا
 طره پر خم صفات موے میان ما سوا
 از نگه تیز رو گشته نگه تو تیا
 جان نه پذیری پنج نقد خضر نار و دا
 ساز ترا زیر و بم واقعہ کر بلا
 نعمتیان ترا مانده بے اشتها
 سوخته در مغز خاک ریشہ دار و گیا
 سبز بود جالے من در دهن اثر دما
 بوده درین جوے آب گردش هفت آشا
 مستی ما پایدار بادہ ما ناشنا

خلد به غالب سپار زانکه بدان در صحنه در

نیک بود عنذ لب خاصه نو آئین لوزا

تعالی الشرح رحمت شاد کردن بیگنا با نرا
 خوش شرم گنه در پیشگاه رحمت عادت
 نخل پند و آذر رم کرم بیدستگان را
 سهیل و زهره افشانند سهار و سیاهان را

۱- در نسخه دعوی بسم الله الرحمن الرحيم - نوشته است در نسخه ن بسم الله الرحمن الرحيم -

۲- هر معنی حلال گویند که سکن در تلافی آب حیات فیه بود و دلی ناکامی دست داد حضرت خضر علیه السلام

را حق تعالی خلعت پیغمبری عطا فرموده حیات جاوید بخشیده است. بو تراب کنیت حضرت علی (ع) نار و العنی قبول نیست

ز به دردت که بایک عالم آشوب جگر خالی
 بحر فی حلقه در گوش انگشتی آزاد مردان را
 ز شوق بقراری آذر و خارا نهادن را
 بدخت شادم اما زین خجالت خون بردن اکیم
 بدهار غمی یکسر شکستن هم زین داندان را
 بنازم خوبی خون گرم محبوبی که در مستی
 بجای آسایش جانها بداند ماند که ناگاهان
 ز جورش داور بر دم بدیوان لیکتین غافل
 گسست تار و پود پرده ناموس را تا نام

دود در دل گدایان را و در سر پادشاهان را
 بخواب مغز در شور آوری بالین پناهان را
 بیزست لای خواری آبر و پر و ز جاهدان را
 که شکم در جیم انگشت خلد آرام گاهان را
 که نختی بر خیم زلفت و کله زد کج کلاهان را
 کند ریش از کمید نه از زبان عذر خواهان را
 گزیر بر چشمه افتد تشنه لب گم کرده راهان را
 که سعی شکم از خاطر برد نامش گواهان را
 که دام رغبت نظاره شد رسوا نگاهان را

نشاط هستی حق دارد اند مرگ ایمنم غالب
 چراغم چون گل آتش در نسیم صبح گاهان را

خاموشی ما گشت بد آموز بهستان را
 منت کش تا شیر و فایم که آخسر
 در طبع بهار این همه آشفستگی از بخت
 موتی که بدون نایده باشد چهر نماید
 طاقت نتوانست بهنگامه طغیانش
 تا شاید رازت به خموشی شده رسوا
 در شرب بیداد تو خونم می نابست
 بر طاعتیان فرخ و بر عشرتیان سهل
 انیک زده ام بال تقاضا زد مصرع
 زنیسان که فردا رفته بدل پیرو جوان را

زمین پیش و گم نه اثری بود نفعان را
 این شیوه عیان ساخت عیار دگران را
 گوئی که دل اندیم تو خون گشته خزان را
 بهوده در اندام تو جستم میان را
 دادیم بدست غمت از ناله عنان را
 چون پردد بر خوار فرد بهشت بیان را
 که ذوق به خمیازه در انگشت گمان را
 نازم شب آدینه ماه رمضان را
 تا مرده معراج و هم سعی بیان را
 میزگان تو جوهر بود آینه جهان را

داداشت سگ گوے تو زین حد نشاسی
بر تو بتم از نخل قدت جلوه فسرده بار
جستیم سرانجام چمن حسله به مستی
اے خاک درت قبله جان و دل غالب
تا نام تو مشیر بنی جان داده به گفتن
در پائے تو می خواستم افشاند روان را
تا خاک کند تو پرازان پائے نشان را
در گرد خرام تو زده افتاد گمان را
کز فیض تو پیرایه هستی است جهان را
در خویش فرد برده دل از هر زبان را

براست تو دوزخ جاوید حرامست

حاشا که شفاعت نه کنی سوختگان را

چون عذار خویش داد دنا را اعمال ما
بیل ما سوسه دے ویش بسوسه چون خودیت
حال ما از غیر می پرستی دمنت می بریم
عیش و غم در دل نمی است خوشا آزادگی
نقش ما در خاطر یاران در دم صورت گرفت
نیشتر سازید و بگذازید هر جایتش است
ما هماره گرم پر داذیم فیض از ما مجوس
خضر و در سر چشمه حیوان فرد غلتید نش
خاک را از ابرادرار معین داده اند
با چنین گنجینه از زده اند دلهای هم چنین

جان غالب تار بگفتارے گماندای پیروز

سخت بیدردی که سپرسی ز ما احوال ما

گر بیانی مست ناگاه از در گلزار ما
دخسته در طایف کاشانه ما دیدنی است
گل زبالیدن رسد تا گوشه دستار ما
می پر و چون رنگ از رخ سایه از دیوار ما

گوشه گیرانیم دمج پارس ناموس خودیم
 خسته بجزیم و اند ما جز گنه مقبول نیست
 سخت بجاییم و تماشش خاطر مانا نکست
 میفراید در سخن رنجی که بر دل میرسد
 اند گداز یک جهان هستی صبوحی کرده ایم
 سرگزینیم اند و فاد شرسار ایم از جفا
 چاک لا اندر گریبان جهات افکنده ایم
 ذره جز در روزن دیوار نکشو دست بار
 از نیم باران نشاط گل بد آموز تو شد

آبرود ما گداز جوهر رفتار ما
 تکیه دارد بر شکست توبه استغفار ما
 کارگاه شیشه پنداری بود کسار ما
 طوطی آئینه مای شود زنگار ما
 آفتاب صبح محشر ساغر سرشار ما
 آه از ناکامی سعی تو در آزار ما
 بے جهت بیرون خرام از پرده پندار ما
 جنس بیتابی بدزدی برده از بازار ما
 گریه ابر بهاری کرده آب کار ما

غالب از صہبای اخلاق ظهوری سرخوشیم

پاره بیش است از گفتار ما کردار ما

نمی بینیم در عالم نشاطی کا سمان مارا
 ممکن ناز و دادا چندین دےستان جانیم
 سراب آتش از افسردگی چون شمع تصویر
 من و ذوق تماشائے کسے کس تاب خدش
 چه لب تشنه است خاکم کاستین گردباد من
 خیالش را بساطی بهر پا انداز می جسم
 دل مایوس را تسکین بمر دن میتوان دادن
 بهادران ست و خاک از جلوہ گل امتلا دارد

چو نور از چشم نابینا ز ساغر غنّت صہبارا
 دماغ نازک من بر نیتا بد تقاضا را
 فریب عشق بازی می دهم اہل تماشا را
 جگر پرتاب چید آفتاب عالم آرا را
 چو اشک از چہرہ از دے زمین چیدیا را
 پسندیدم بستی مخمل خواب زینخارا
 چه امید است آخر خضر داد و دسیس دسیحارا
 برگ نشتر زن از موج خرام ناز صحرارا

سر و کارم بود با ساقی فکر تنیدی خوش است
 خط برستی عالم کشیدیم از مژه بستن
 در آغوش تغافل عرض یک نگی توان دادن
 نمی رنجد که در دام تغافل میسپد صیدش
 زمین گوئی است کو مجنون که من بودم زمیدارش
 ازین بیگانگی بامی تراود آشنائی با

نفس در سینه می لرزد ز موج بازه مینا را
 ز خود رفتیم و هم با خوشتن بردیم دینا را
 تهی تا میسکنی پهلوی با بنموده جاس را
 نمی دانم چه پیش آمد نگاه بهما با را
 غبارم در نورد خود فردی بچید صحرای را
 حیای در زد و در پرده رسوائی کنای را

حذر از زهریر سینه آسودگان غالب

چه منت با که بر دل نیست جان ناشکیبارا

پس از کشتن بخوابم دید ناظم بدگمانی را
 دلم بر رنج نابرداری فرهادی سوزد
 دریغ از حسرت دیدار در نه بجائی آن دارد
 سرشتم و ابیا لودند تا سازند از لایش
 چو خود را فزده گویم رنج از حرفم نه طالع
 بپایش جان نشانم شرمسارم کرد میدانم
 فدایت دیده و دل رسم آرایش پیرل از من
 چه خیزد گر هوس گنج امیدم در دل افشانم
 نشاط لذت آزار را ناظم که درستی
 پیرل از عیش نو میدی که دندان در دل افشانم
 سراسر غمزه بایت لاجوردی بود و من عمر
 بجز سوزنده اخگر گل نه گنج در گریبانم

بخود پیچید که بهی دی غلط کردم قلابی را
 خدا دند ابیا مرزان شهید انتحالی را
 که بهی ردیت بدشمن داده باشم زندگانی را
 پر پروانه و منقار مرغ بوستانی را
 ز خود میدانم بهمرا ناظم همسر بانی را
 که داند از زشته نبود متاع رایگانی را
 خواب ذوق گل چینی چه داند باغبانی را
 درین کشور روانی نیست نقد شادمانی را
 هلاک فتنه دارد ذوق مرگ ناگسائی را
 اساس محکم باشد بهشت جادوانی را
 به معشوقی برستیدم بلائی آسمانی را
 بد آموز عتابم برنتابم همسر بانی را

دلم معبود زردشتست غالب فاش میگوم
به خس یعنی قلم من داده ام آذر فشان را

نحو کن نقش دوی از درق سینه ما
ای نگاہت الف صیقل آئینه ما
وقف تاراج غم قست چه پیدا چه نهان
همچو رنگ از رخ مارفت دل از سینه ما
چه تماشاست ز خود رفته خویش بودن
صورت ماشده عکس تو در آئینه ما
عصره بر الفت اغیار چه تنگ آمده ست
خوش فرد رفته به طبع تو خوشا کیست ما
محتشم زاده اطراف بساط عدیم
گوهر از بیضه عنقا ست به گنجینه ما
نستستان ترا تفرقه بدر دهل
باده همتاب بود در شب آدینه ما
غالب امشب همه از دیده چکیدن دارد
خون دل بود مگر باده دوشینه ما

سوز عشق تو پس از مرگ عیان ست مرا
رشته شمع مزار از رگ جان ست مرا
می نگم ز طرب در شکن خلوت خویش
حلقه بزم که چشم نگران ست مرا
هر خدائشی که ز شک تنم افتد بر دل
در سپاس دم تیغ تو زبان ست مرا
دل خود از تست و هم از ذوق خریداری تست
این همه بحث که در سودن عیان ست مرا
جوئے از باده و جوئے ز عسل دارد خلد
لب لعل تو هم این ست هم آن ست مرا
چون پری زاد که در شیشه فردوس آرد
روئے خوبت بدل از دیده نهان ست مرا
به تنگ دنا ز من افزو دگستنی یکدست
در دمت رشته امید عیان ست مرا
نیجودی کرده بکشدش فراغی دارم
کوه اندوه دگ خواب گران ست مرا
خارها از اثر گرمی رفتارم سوخت
منته بر قدم را هر دایان ست مرا

هر دو تفته در رفته به آیم غالب

توشه برب جو مانده نشان ست مرا

آشنا یانه کشد خار بهت دامن ما
 بی تو چون باده که در شیشه هم از شیشه جداست
 سایه چشمه به صحرا دم عیسه دارد
 تار و دوشکوه تیغ ستم آسان اذل
 دست با کینه ما مهر نهان می درزد
 می پرد و مور مگر جان به سلامت ببرد
 دعوای عشق نه ما کیست که با در تکند
 سخن ما از لطافت نپزیرد تحسیر
 طوطیان را نبود هر زده جگر گون متقار
 گوئی این بود ازین پیش به پیراهن ما
 نبود آئینش جان در تن ما باتن ما
 اگر اندیشه منزل نشود و رهن ما
 بخیر بر زخم پریشان فتد از سوزن ما
 خود ز رشک ست اگر دل برد از دشمن ما
 تا چه برق ست که شد نامزد خسرین ما
 می همد خون دل ما ز رگ گردن ما
 نشود گردن پایان ز دم تو سن ما
 خورده خون جگر از رشک سخن گفتن ما

ما نبودیم بدین مرتبه راضی غالب

شعر خود خواهش آن کرد که گردن ما

نقشه ز خود براه گز بسته ایم ما
 با بنده خود این همه سختی نمی کنند
 دل شکن و دماغ و دل خود نکند
 بر دوسه هاسدان ده دوزخ کشوده رشک
 فرمان در دتاچه ز دالم گرفته است
 سوز ترا دروان همه در خویشتن گرفت
 بر دوست راه ذوق نظر بسته ایم ما
 خود را بزد بر تو مگر بسته ایم ما
 کاین خود طلسم دود و شر بسته ایم ما
 از بهر خویش جنت در بسته ایم ما
 صد جا چون به سفاک کمر بسته ایم ما
 از داغ تهنه به جگر بسته ایم ما

گوئی دفا ندارد اثر هم بها گرائی
 زین سادگی که دل باثر بسته ایم ما
 تادود دایع خویش چه خون در جگر کنیم
 از کوئے دوست رخت سفر بسته ایم ما
 هر جاست ناله همت ما حق گزار دست
 از زب ببال مرغ سحر بسته ایم ما
 از خوان نطق غالب شیرین سخن بود
 کلین مایه زله باز شکر بسته ایم ما

در گرد غریب آئینه دار خودیم ما
 یسین ز بیکسان دیار خودیم ما
 دیگر ز ساز بنمودی ماصدا مجوے
 آوازے از گسستن تار خودیم ما
 از بسکه خاطر بوس گل عزیز بود
 خون گشته ایم دباغ دهار خودیم ما
 ماحله دقت خویش و دل باز ما پرست
 گوئی هجوم حسرت کار خودیم ما
 از جوش قطره پیچو سرشک آب گشته ایم
 اما همان نجیب دکنار خودیم ما
 مشت غبار ماست پراکنده سو بسو
 بار بار بد هر در چه شمار خودیم ما
 با چون توئی معالیه بر خویش منت است
 از شکوه تو شکر گزار خودیم ما
 ددے سیاه خویش ز خود هم نهفته ایم
 شمع خموش کلبه تار خودیم ما
 در کار ماست ناله و مادر هوا کے او
 پروانه چرخ مزار خودیم ما
 خاک وجود ماست بخون جگر خمیر
 رنگینی قماش غبار خودیم ما
 هر کس خبر ز حوصله خویش میدهد
 بدستی حریف و خمار خودیم ما
 تار نگاہ پیر و ماسک گوهر است
 رفتار پای آبله دار خودیم ما

غالب چو شخص عکس در آئینه خیال

با خوشنیکے و دو چار خودیم ما

بشعل انتظار موشان در خلوت شبها
 سرتار نظر همیشه تسبیح کو کبها
 بر دئے برگ گل تا قطره شبم ز پنداری
 بهار از حسرت فرصت بدندان میگذر دلبها

به خلوت خانه کام هنگام لازم خود را
 کند که فکر تعمیر خرابیهای ما گردون
 خوشایستگی دل دستگاه شوق رانازم
 ندارد حسن در هر حال از شاطلی غفلت
 خوشایندی و خوش اندوه رود و شرب عذیش
 تو خوی پنداری و دانی که جان بر دم نمیدانی

میاد ای پختار سبزه از هم بگسلد غالب

نفس با این صنیعی بر نتابد شور یا بهیا

پس از عمری که فرسودم بمشق پارساینها
 فغان زان بوالهوس برکش محبت پیشه کش گزین
 بر شکل پسند از ابتدال شیوه میرنجبد
 نشد روزی که سازم طره اجزای گریبان را
 نیز زم التفات دزد و دزدین بی نیازی
 بر دزد رستخیز از جنبش خاکم بر آشوبی
 کدو می چون ز می یا بم چنان بر خوشیتن بالم
 چه خوش باشد و شاهد را به بحث نماند بچین
 سخن کوته مرا هم دل بتقوی مایل است اما

ز بختم گر بصورت از گدایان بوده ام غالب

بدار الملک معنی می کنم فرمان داینها

جهان بر نتابد ای دل هنگامه ستم را
 از دشت بردم بنگر غم دردم

از سینه زید بیرون مانند تیغ دم را
 آمیزش غریبی باشد بهوش دم را

گویند مینویسد قاتل برات خیره
 به وجه در دهت نیست از یافتن من
 سوگند گشتمم خود دانه غصه جان سپردم
 در نامه تا نبسته بر من نوید قتل
 بیداد گرداند سرمای تو واضح
 کاشانه گشت دیران دیرانه دلکش تر
 مانند خاوندان کاش زنده در دهن
 در مشرب زلفان منع است خود نمایی
 زاهد من از چندین زنا هم از گسستی

یا رب شکسته باشد بر نام با قلم را
 بر دیده می نشانم در هر قدم قدم را
 کردم زبانی نیازی خون در جگر قسم را
 در دل چو هر تیغ جاداده ام رقم را
 تیغ بر رسم یغما از مار بوده خنم را
 دیوار و در فساد زندانیا این غم را
 سوزد ز نیم خویت اجزای ناله هام را
 بنگر که چون سگند را آئینه نیست جم را
 از جهه ام ندزد کس سجده غم را

اشک نماند باقی از فرط گریه غالب

سپید رسید گویی از دیده شست نم را

من آن نیم که دگر میتوان فریفت مرا
 بحر ذوق نگه می توان بود مرا
 ز ذکر گل بگمان میتوان فکند مرا
 ز درد دل که با فسانه در میان آید
 ز سوز دل که بوا گوید بر زبان گردد
 من در رفتگی هرگز آن حال اندیش
 خدنگ جز بگریش کشاد پندارد
 زبانه نامدن نامه بر خوشم که هنوز
 شب فراق نداده سحر دل یک چند
 نشان دوست ندانم جز اینکه پرده در دست

فریفت که گریه میتوان فریفت مرا
 بوی هم تاب گریه میتوان فریفت مرا
 ز شاخ گل به ثمر میتوان فریفت مرا
 به نیم جنبش سر میتوان فریفت مرا
 بیک دوحرف هذر میتوان فریفت مرا
 چرا فریفت اگر میتوان فریفت مرا
 اند و بزخم جگر میتوان فریفت مرا
 به آرزوی خبر میتوان فریفت مرا
 به گفتگو سحر میتوان فریفت مرا
 ز درد بدن در میتوان فریفت مرا

گر نه چشم اثر نیستم که در ره دید به کیمیا نظر میتوان فریفت مرا
سرشت من بود این و نه آن نیم غالب
که از وفا به اثر میتوان فریفت مرا

نه من گرت نبود باد و انتظار بیا
بیک دوشیوه ستم دل نه میشود خرسند
بها نه جوست در الزام مدعی شوق
هلاک شیده تکین خواهستان را
زما گستی و باد بگران گردستی
و دایره وصل جدا گانه لذت دارد
تو طفل ساده دل دهمش بد آموزست
فریب خورده نازم چنانچه خواهی
ز خوبی تست نهاده شکیب نازک تر
رواج صومعه هستی ست زینهار مرد
حصار عافیت گرهوس کنی غالب

چو ماه حلقه رندان خاکسار بیا

چون به قاصد بسرم پیغام را
گشته در تار یکی روزم نهان
آن سیم باید که چون ریزم بجام
بیگنا هم پیر دیر از من مرنج
از دل تست آنچه بر من میرود
تا نیفتد هر که تن پرور بود
شک نگذارد که گویم نام را
کو چراغ تابجویم شام را
زور غنچه در گردش آرد جام را
من به سستی بسته ام احرام را
می شناسم سخته ایام را
خوش بود گردانه نبود دام را

بسکه ایمانم بغیب ست استوار از دلمان دوست خواهم کام را
 ما کجا اد کوچه سودا در سرست زده های آفتاب آ شام را
 رحمت عام ست داکم خاص را عشرتے خاص ست هر دم عام را
 دل ستان در خشم غالب بوسه جوی
 شوق نشناسد ای هنگام را

در بحر طرب بیش کند تاب و بزم را آتش که چمن جستم رگر در غرض گل
 آتش که چمن جستم رگر در غرض گل ساز و قدح و نغمه و صهیای همه آتش
 در دل ز تمنا قدم بوس تو شورست از لذت بیداد تو فارغ نتوان زلیست
 ترسم که دهد ناله جگر را بدیدن از ناله به نبضم بزم دست انگشت
 ساقی به نمی کز قدح باده چکانی بر خلد بختدان لب کوثر طلبم را
 در من بوس باده طبعی ست که غالب

پیمانه به جمشید رساند نسیم را

بر نمی آید ز چشم از جوش حیرانی مرا شد بنگه ز نثار تسبیح سلیمانی مرا
 دامن افشاندم بحیب و مانده در بندم دشته کوتا بردن آرد ز عریانی مرا
 ده که پیش از من بپا بوس کس خواهد رسید سجده شمتی که می بالد به پیشانی مرا
 بهم چنین بیگانه زی با من دل جهان کس بدگمان کردم اگر دانم که میدانی مرا
 با همه خرسندی از دوی شکوه با دارم می تانند صید پر ششاه پنهانی مرا
 بر نیایم بار و اینها طبع خویشتن موج آب گوهر من کرده طوفانی مرا

تا بر اوست مردم و کیره بخالم نامدی
دوزخه گردیده اندوه پیشانی مرا
خویش را چون موج گوهر گریه گرد آورده
دل پرست از ذوق انداز پر افشانی مرا
تشنه لب بر ساحل دیا از غیرت جان دهم
گر بموج افتد گمان چنین پیشانی مرا

باسراج الدین احمد چاره جز تسلیم نیست
ورنه غالب نیست آهنگ غزل خوانی مرا

از دهم قطره گیسو که در خود گیم ما
اما چو داریم همان تله سیم ما
در خاک از هوا کله گل د شمع فارغیم
از تو سن تو طالب نقش سمیم ما
تکین از چرخ یک سر بیاد رفت
خویش دستگاه آهمن انجیم ما
مردم به کینه تشنه خون همد بس
خون می خوریم چون بم ازین مردیم ما
از حد گزشت شعله دستار و ریش شیخ
حیران این درازی یال دیم ما
دست ز ما بشوی سیما که زیر خاک
آب از قف نهیب صدای قیم ما
پنهان به عالمیم ز بس عین عالمیم
چون قطره در روانی دریا گیم ما
ما را مدد ز فیض ظهوری ست در سخن
چون جام داده را به خواریم ما

غالب ز همت نیست ذائقه که می کشم
گویی ز اصفهان دهرات دیم ما

به گیتی شد عیان از شیوه عجز اضطرار ما
ز پشت دست اما باشد قاش روئے کار ما
به نیم افکنده می را چاره رنج خوار ما
قدح بر خویش می لرزد دست و دستار ما
خوشا جان که اندوهی فرو گیرد سرپایش
ز نو میدی توان پرسید لطف انتظار ما

اس سراج الدین احمد خان، بخنوی، در حکومت سکونت می داشت و بر منصب بزرگ فائز بود غالب
او را بسیار بدست می داشت، بسیار مکاتب بنام او در میان فلکی نوشته که در کلیات شریع شده اند
مطالعه در نسخه «۱۵» این مصرع است - ورنه غالب می گزد ذوق غزل خوانی مرا -

نشستن بر سر راه تیر عالمی دارد
 چو بوی گل جنون تازیم از مستی چه می پرسی
 غمزد هر قدر رنگ گل فزاید تب تابش
 حرفان شیرین عشق تر ابی پرده دیدند
 هنوز از مستی چشم تو می بالد تماشائی
 بدین تمکین حرف دستبرد ناله نتوان شد
 خوشا آنکه گی کرد در نور و شوق بر بند
 بدین یک آسمان در دانه می بینی نمی بینی

که هر کس میزد از خوش میگرد و دچار ما
 گسستن دارد از صد جاعتان اختیار ما
 کباب آتش خویش ست پنداری بهار ما
 بد امان گز نه کشته بوسم گل پرده دار ما
 بموج باده ماند پر تو شمع مزاد ما
 بود سنگ فلاخن مرصدا را کوهار ما
 به قمار دانه شیرازه مشت غبار ما
 که ماه نوشد از سودن کف کوهر شمار ما

نهالی شمع را بایست از کاهین ستایجا
 گداز جوهریستی ست غالب آبیار ما

بیایان ثبت یاد می آرم زمانه را
 فسوفی گز نه بر حال غریبه دل بدر آورد
 اجازت داد پیشش یکد و حرف از در و طعنه
 جهان هیچ ست با فلاحم زینهار چه اندیش
 ندارم تاب ضبط را از دمی زسم ز سوانی
 کشادشستش از مستی ندارد دل نشین تیر
 بیاد گلشن بختم که در هر گوشه بنمایم
 کمال در دلی اصل ست در ترکیب انسانی
 خورم خونت از تو بچد لیکن از ناری چه کم گردد

که دل عهد و فغانایسته و ادم دلتانی را
 بد اندیشی باندوه عزیزان شادمانی را
 پس از دیر که بر خود عرصه ادم دالتانی را
 گرفتیم کز فغانم دل ز هم باشد بهمانی را
 مگر جویم ز بهر همزبانی بیزبانی را
 مگر بر من گمارد آسمان زورین کمانی را
 ز جوش لاله و گل در حنا پایی خزان را
 بخون آغشته اند اندون هر موی جلدانی را
 اگر شد زهره آب و برد اجزای فغانی را

بشهر از دست بعد از روزگار یاتم غالب
ز عنوان خطی که راه دور آمد نشانی را

از تست اگر ساخته پرداخته ما
پرورده نازیم بر حمت کده عجز
همطرحی سودا از دکان تو بلا شد
در عشق تو بر ما ست زیت اهل نظر را
حیرانی ما آئینه شهرت یار است
و قست که چون گروز تحریک نمی
بودیم نظر باز و تو بر دل زده باز
هر جاده که از نقش پست گلشن

غالب مدغم افسون اقامت که بلی است

دیوانه از بند بردن تا خسته ما

خوش دقت اسیری که بر آمدن پوس ما
آفتاب نکسار بود باده ما را
حیرت زده جلوه نیرنگ خیالم
آدازه شرع از سر منصور بلند است
و قست که خون جگر از درد بکوشد
اسی بے خبر از نیستی و ذوق فراغش
درد هر فرد رفته لذت توان بود

شد روز نخستین سید گل قفس ما
اسی بے مزه بے روی تو بزم پوس ما
آئینه مدارید به پیش نفس ما
از شب روی ما است شکوه عوس ما
چندان که چکد از مژه دادرس ما
در پیراهن ما نبود خار و خس ما
بر قند نه بر شمشد نشیند بکس ما

طه حسین بن منصور حلاج عالمی و عارفی بود که در عالم مستی و بیخودی نغمه انامی زد (من خط استیم)
و بحکم خلیفه المقتدر بالله عباسی مطابق فتوی الشریعت عضوای جمش را بریدند و القتل رساندند
ع. ع. محافظ شهر (کوئال)

طول سفر شوق چه پرسی که درین راه
چون گردد فرد رخت صدا از جرس ما
حوران بهشتی که نه دارند گلایی
بر خویش نشانند گدانه نفس ما
هر جارم سنگی است در آورده خویش
در بند بروندی نخل هوس ما
باشد که بدین سایه دسر چشمه گرایند
یاران عزیزانند گویای ز پس ما
خوسندی غالب نبود زین همه گفتن
یکبار بفرمائی که ای بیچکس ما

شکست رنگ تار سوانساز و بیقراران را
جگر خون ست از نیم نگاهت از داران را
ز پیکانهای نازک در دل گرم نشان بود
به ریگستان چه جوی قطره های آب باریان را
بود پیوسته پشت صبر بر کوه از گرا بخانی
چه افسون خوانده در گوش لاله امیدواران را
گفت خاکیم از ما بر نخیزد جز غبار آبخا
فردن از صحرای بود تیارست خاکساران را
به ترک بجاه گوتاگردش ایام بر خیزد
که گلخن تاب دایم در نظر دارد بهاران را
در آبی خود به بازی نگاه اهل حسن تائینی
بر بے شعله گرم مشق جولان ز سواران را
نگشت از سجده حق جبهه ز باد نورانی
چنان کافردخت تاب باده های خواران را
در رخ آگاهی کافسردگی گردد سرد برکش
زستی بهره جز غفلت نباشد هوشیاران را
ز غیرت یگدازد در خجالت گاه تاثیرم
زبون دیدن بدست شیشه سازان کوهاران را
بر تخم غالب از ذوق سخن خوش بودی از بودی
مرا نخته شکیب و پاره انصاف یاران را

سپردم دوزخ و آن دانه های سینه تابش را
سرای بود در ره تشنه برق عتابش را
ز پیدای حجاب جلوه سامان کردش نازم
کف صباست گوی پنبه بینای شلربش را
ندانم تا چه برق فتنه خواهد ریخت بر هوشم
تصویر کرده ام به گستن بند نقاشش را
دم صبح بهار این مایه در هوشی نمی آید
صبا بر مغز هرا نشانده گوی رخت تابش را

سوادش دایرغا حیرانی غبارش عرض یرانی
 ز تاب تشنگی جان را نوید آید و بخشش
 ز من کز بخودی در وصل نیک از لب نشام
 سوار تو سن تازست و بر خاکم گزرداود
 شکایت نامه گفتم در نور دم تار دان گردد
 ندانم تا چسان از عهد در دوش بردن آیم
 ز خوبان جلوه و زمانه بخودان جان رده خواهد
 خیالش صید دام تیغ و تاب شوق بودا
 جهان را دیدم و گردیدم آباد دخواستش را
 کند جذبه دریا شناسم موج آبش را
 بهر یک شیوه نازش باز میخواهد جواش را
 بهال لے آرزو چندا نک در بانی رکابش را
 همان در راه قاصد رخت شکم تیغ و تابش را
 ز شادی جهان بها گفتم متاع کم میابش را
 خریدار ست ز انجم تا به شب بنم آفتابش را
 من از سی غلط کردم بشوخی نظر ابش را

نظم و نشر مولانا ظهیری زنده ام غالب
 رگ جان کرده ام شیرازه ادواق کتایش را

دام محرم صبا بود پساله ما
 ز بهی ز گرمی خوشت نفس گرانمایه
 چمن طراز بنو نیم دشت و کوه از ماست
 بدل ز جور تو دندان نشوده ایم و خوشیم
 تو ز دوستی و ما را ز دار خوشی تو ایم
 و داندی شب بجران ز حد گذشت بیا
 بخون به بادیه پردانه گلستان بخشید
 ز سعی هرزه به بیجا صلی علم کشیتم
 همین گداختن است آوردن ما غالب
 گریه ناز فرود شد به پیش ژاله ما

نمفت شوخی بے پرده شور جنگش را
 زباده تمندی این باده بر درنگش را

کدام آئینه بار دے او مقابل شد
 چو غنچه جوش صفائی تنش ز بالیدن
 ز گرمی نفسش دل در اهتزاز آمد
 نظاره خط پشت لبش ز خویشم برد
 چه نفیسا که بمرگم سرود پنداری
 به حشر و عده دیدار کرده بیتابم
 جگر نشانه نهم بر خود اعتماد نیست
 کشیده ایم بدیوانگی ز شوخی دوست
 که بقراردی جوهر نبرد زنگش را
 در دیده بر تن نازک تاب زنگش را
 شراره شهر پر داز گشت زنگش را
 ز باده نشسته فزون داده زنگش را
 ز مشت کفنم تار بود چنگش را
 شتاب من بسر آمد مگر در زنگش را
 مباد دل به تیش رد کند زنگش را
 به گونه گونه ادا ناز رنگ زنگش را

ز خرف غالب آشفته گرد آگاه

بیا ز ما به می تند هوش و هنگش را

راز خویت از بد آموز تو میجویم ما
 حشر مشتاقان همان بر صورت مرگان بود
 راز عاشق از شکست بگ رسوائی شود
 زین بهار آئین نگاربان بود که پیروزیکه
 آفتاب عالم سرنگی های خودیم
 تا چها مجموعه لطف بهاران بود
 از تو می گوئیم گر باغی سر می گوئیم ما
 مرز خاک خویشتن چون سبزه می گوئیم ما
 با وجود سخت جانها تنک روئیم ما
 عمر باشد رخ بخون دیده می شوئیم ما
 میرسد بوی تو از هر گل که می بوئیم ما
 تا بزا تو سوده پای ما و می بوئیم ما

ز حمت احباب نتوان داد غالب پیش ازین

هر چه می گوئیم بهر خویش می گوئیم ما

اے روی تو بجلوه در آورده رنگ را
 از ناله خیزی دل سخت تو در تبم
 از عمر فوج عرض برد انتظار تو
 نقش تو تازه کرده بساط رنگ را
 در عطسه شرر مفلک مغرنگ را
 در عرض شوق تاب نیادی درنگ را

داغ نم که در هوا کے سردا من کے ست
 در بزم می بجام ز مرد نخورده
 جوے کشادشت ترا تا نمانده آب
 چون آب گینه به جگر در شکسته ام
 در گوشه خزیده زانده بیکسی
 شوخ که خود ز نام و فائنگ داشته
 در خون من ز ناز فرد برده جنگ را
 سجد بدشت جلوه داغ یلنگ را
 کاندازه آورد و تم شمش و جنگ را
 آن چشمه چشمه لذت زخم خدنگ را
 آن بر شکسته خلوت دلهای تنگ را
 بر باد میبهد بوفای نام و تنگ را

غالب ز عاشقی به ندی می رسیده ام

نازم شکر کاری بخت ددرنگ را

سوز زبکه تاب جالش نقاب را
 پیراهن از کتان ددم ز سادگی
 تا خود شبی به همدی ما بسر برد
 تار فتر دم ز دعه باز آبدن زند
 دزد دل خود به لایه و از جان بدر کشد
 جرات نگر که هرزه به پیش آمد سوال
 نازم فروغ باده ز عکس جمال دوست
 سوز زگر میش می داد به چنان به لہو
 آتش دهم بباده داد هر دم از تیز
 داغ نم که در میان نه پسند و حجاب را
 نفرین کند پرده دری ماهتاب را
 در چشم بخت غیر را کرد خواب را
 تا در وصال یا زده اضطراب را
 دیرینه شکوه ستم بے حساب را
 گیرم به بوسه زان لب نازک جواب را
 گوی نشوده اند بجام آفتاب را
 ریزد ز آبگینه بسا غر شراب را
 نوشده می دزد جام فرد ز آب را

آسوده باد خاطر غالب که خوی دوست

آمیختن بباده صافی گلاب را

نوید التفات شوق دادم از بلا جان را
 پرستارم جگر در باخت یارب دل اندازش
 کند جذب طوفان شمر دم موج طوفان را
 ز بیابانی بزخم سرنگون کردن نمکدان را

چنان گرمست بزم از جلو هوساتی که پنداری
 ندارم شکوه از غم با بهجوم شوق خرسندم
 قضا از نامه آهنگ دریدن ریخت در گوشم
 به تن چسپید بادم از غم خونا به پیرایم
 بحریم تاب ضبط نامه با من دادی دارد
 هنوز آئینه ما می پذیرد عکس صورتها
 تکلف بر طرت لب تشنه بوس و کنار ستم
 بهستی گر بخت بگزری ز نهار نفس ربی
 چمن سامان بتی دایم که دارد دقت گل چیدن
 بانداز صیوچی چون به گلشن ترکتا ز آری
 کباب نو بهار اندر تنور لاله می سوزد
 چه در دول چه موج رنگ در هر پرده اندکی
 به شبها پاس ناموست خوشم بدگمان دارد
 دستی مخوپا کوبی بود هرگز دیار استخبا

گذر از جوهر نظاره در جام ستستان را
 ز جابر داشت جوش دل همانا دغ بجران را
 ز پشت ناختم نسترده نقش روی عنوان را
 خراش سینه سطر بنجیه شد چاک گر میان را
 ز شوخی می شمارد زیر لب ندیدن افغان را
 چون صبح خنده زداند دل نشریم دندان را
 ز راهم باز چین دام فواز شهلای پنهان را
 سرای در ره سستی تشنه دیدار جانان را
 خرامی کز اداس خویش بر گل کرده دامن را
 پریدن بای رنگ گل شفق گرد گلستان را
 چه فیض از میزبان الا ابالی پیشه همان را
 خیالم شانه باشد طره خواب پریشان را
 ز شور ناله میر بزم شک در دیده زبان را
 در اوج خانقاه است از کف خاکم بیابان را

دید نهال تنقار هما بر استخوان غالب

پس از عمری بیادم دارد هم در راه پیکان را

به خلوت مرده نزدیکی یارست پس را
 ز محو پرده محمل مگو نرمان را میرم
 همان از باده و شاید بدان ماند که پنداری
 ز من رنجیده با اغیار در ناز مست و میخواید
 بزور تند خوئی خستگان را رام خود کردن

فریب استخوان پاک بازمی داده ام او را
 که میخاید بدوق فتنه شاد دروان مشکوره
 بدنی از پس آدم فرستادند میهن را
 بخشنش بای ابرو از گره پروازد ابرو را
 به آتش بردن ست از موئے تاب بخش بودا

نبا شد دیده تا حق بین مده دستوری اشکش
چو بنشیند بمحفل بگزرا نم در دل تنگش
اگر داند که در نسبت مرا با کیست هم چینی
هماران گوید و مشاطه گوید بیابان شو
چو گوهر سنج کو پیش از گهر سجد ترا زود را
که رنج غیر از د چون ب سبب هم کشد در را
کشد در دیده هر گز دے که از ره خیر و آه و را
گل از تخت دل عشاق زید آن سرگردا
نشان در دست غالب در سخن این شیوه پس بود

بدین از دین کمان می آزمایم دست و باز در را

باده مشکبوس ما بید و کنار کشت ما
بسکه غم تو پوده است تعبیه در سرشت ما
حسرت وصل از چه رد چون بخیاں سر خوشیم
نور خود در آگهی خواهش تن پدید کرد
این همه از عتاب تو آیمی عدد چراست
برده صد از یلین بر سر سر صد هزار خم
بے خطر از خودی بر آکب به انا تقصیم کشتا
باده اگر بود حرام بذله خلاف شرع نیست
کوثر و سبیل ما طوی ما بهشت ما
نسخه افتنه می بر د چرخ ز سر نوشت ما
ایر اگر بایست بر لب جوست کشت ما
صرف از قوم دوزخ ست نامیه بهشت ما
اس به بدی دنا خوشی خود تو سرشت ما
گر بهی در آفتاب باده چکد زشت ما
شیوه گیر دد انیت در کش کشت ما
دل تنهی بخوب ماطعه مزن بهشت ما

گفت بحکم حسرتی غالب خسته این غزل

شاد پیچ می شود طبع و فاسرشت ما

دل تاب ضبط ناله نداده خدائے را
آید بچشم دشمنی ذره آفتاب
از ما تجوس گریه های های را
بر هر زمین که طرح کنی نقش پای را

له حسرتی، تخلص نواب مصطفیٰ خاں شیفته دوست مخلص مرزا غالب و صاحب تذکره
"گلشن بیخار" متوفی ۱۲۶۹ هـ

مشتاق عرض جلوه خویش مست حسن دست
 آشفتنگی بر اوج فنا بال میزند
 داماندگیست پای سپرداوی خیال
 سر منزل رسای اندیشه خودیم
 از پیچ و تاب آذستوهند سرکشان
 حسن بیتان ز جلوه ناز تو رنگ داشت
 گوید تغافل تو که رد کرده توام
 یارب به بال یسع که پرواز می کند
 گر چشم اشک از دست گرسینه آه از دست
 مردم ز فرط ذوق و تسلی نمی شوم

غالب بریدم از همه خواهم که زمین سپس

کنج گزینم و پیر ستم خدای را

تا دخت چاره گر جگر چاره پاره را
 با اضطراب دل زهر اندیشه قار غم
 چون شعله هم زردی تو پیدا است خوی تو
 سرگرم هر شد دل چرخ ستیزه خو
 دانی که ریگ بادیه غم روان چراست
 گیتی ز گریه ام ته و بالا است بعد ازین
 اے لذت جفای تو در خاک بعد مرگ
 جوهر دمید ز آئینه دلخسته تا کجا
 تو نم ستاده بود بدرد نرسد گی

از بکجه خنده بر دم تیغ ست چاره را
 آسائش ست جنبش این گاه و آره را
 تلمک بتاب باده فریبه نظاره را
 چمن دان که داغ کرد جبین ستاره را
 اینجاست اند عثمان شماره را
 جویند در میان دریای کتاره را
 با جان سرشته حسرت عمر دواره را
 دزد و بخود ز بیم نگاهت اشاره را
 دل داد پای عمر دی تیغ گزاره را

شمع از فروغ چهره ساقی در آنجن
چون گل بسرز دست زمستی نظاره را
بگر نخست تا ستم از جانب که بود
باشیسته داور ی پے داد دست خاره را
داغم از بخت گر همه اوج اثر گرفت
آه از سپهر بخت بفرقم شراره را
غالب مرا از گریه نوید شهادت است
کاین سحر رنگ داد بخون استخاره را

قضا آئینه دار عجز خواهد ناز شاهی را
فکسته در نهادستی اولی کج کلای را
طبیعی نیست هر جا اختلاط اندک حذر خوشتر
کم از سوزنده آتش نیست آب گرم ماهی را
ز رخت خواهیم آتشپاره هارفت ست میدان
بتم در لرزه افکن دست باد صبح گاهی را
نماند از کثرت دایغ غمت آسنا به جابانی
شهم تا یک دم منزل و در نقش جاده ناپیدا
چه مدعی سازی لے آئینه آه از سادگی پست
و دعوت بوده است اندر نهاد عجز مانا ز س
همانا کز نو آموزان درس رحمت زاهد
دلا کرد اداری داری بچشم سر سده آتش
مرد در خشم گردسته بدامان تو زد غالب
و کیش من نمیداند طریق داد خواهی را

لرزه دارد خطر از هیبت دیرانه ما
سیل را پائے به سنگ آمده در خانه ما
نفی از برق بلا تعبیه دارد در خویش
دین خاک کند آبله از دانه ما
چشم بر تازگی شور جتوں دوخته است
در خزان بیش بودستی دیوانه ما
چه باندازه حرام آمده ساقی برخیز
شیشه خود بشکن بر سر پیسانه ما
تنگیش تمام بر آورده تماشا داد
در پے میر فرد رفتن کاشانه ما

به چو اسغ نرسیدیم درین تیره سرا
 شمع خاموشش بود طالع پر دانه ما
 دم تیغ تهاک و گردن ماباد یکست
 آفرین بر تو و بر همت مردانه ما
 دود آه از جگر چاک دمیدن داد
 زلف خیزست ز به دست گبه شانه ما
 خوش فرد میرود افنون رقیبت در دل
 پنبه گوش تو گردد در مگر افسانه ما
 مویر آید ز کف دست اگر دهمقان را
 نیست ممکن که کشد ریشه سرانده ما
 داده بر نشانی خویش گواهی غالب

دین ما به زبان خط پیمانه ما

اے گل از نقش کف پای تو دامن ترا
 گل نشان کرده قبا سر و خرامان ترا
 تاز خون که ازین پرده شفق بانند
 رونق ریح بهارست گریبان ترا
 هر قدر شکوه که در حوصله گرد آمده بود
 گوئی که دید بستی خیم جوگان ترا
 جذبه زخم و لم کار گرفتار مباد
 عطسه غریبال کند مغز نمکدان ترا
 ندید بوی کیاب از نفس غیر و خوشم
 می شناسم اثر گرمی پنهان ترا
 راحت دائمی ذوق طلب را تا زدم
 گردنناک بود سایه بیابان ترا
 چشم آغشته بخون مین و ز خلوت بدر آه
 اینک ابر شفق آلوده گلستان ترا
 آئی از بزم رقیب و سر راهت میرم
 تار بائیم دل از ناز پشیمان ترا
 چه غم از سیلی سنگ ستمش کرد کبود
 سبز زاریست تنم طرف خیابان ترا
 فرصت باد که سر در سرکات کردم
 آفتاب لب با بیم شبستان ترا
 هر حجابی که دهد دس به همکاره عشق
 پرده سازد بود ز مزمر سخنان ترا

فارش ساخته از حسرت پیکان غالب

حق بود بر همگریش تو دندان ترا

غمت در بون و دانش گدازد سفر خا مان را
 لبست تنگ شکر سازد دهان تلخ کالمان را

تقصا در کار دل اندازد هر کس نگردد
 ز هستی پاک شوگر مرد را ہی کاندین ادی
 دماغ فتنه می نازد بسا مان رسیدنها
 پی رسوائی ارباب تقوی جلوه سرکن
 بعرض نازد خویان را ز ما بیتاب تر دارد
 خوابیم در ضلالتش در خوابهای مایا شد
 بسا افتاده سرست بسا افتاده در طاعت
 ز قاتل خرد زخمی کلم در حیب جان ریزد
 بقطع دادی غم می گمارد تیز گامان را
 گراینهاست سخت هر د آلوده دامان را
 طلوع نشه گر در راه باشد خوش خرامان را
 کتاها ما بهتانی ساز شاهم نیکنا مان را
 عنان از برق باشد در شش سنا مان را
 ز چشم بد نگه دارد خدا مادوست کمان را
 تودانی تا به لطف از خاک برداری گدایان را
 نشاط انگیز باشد بوی خون نین مشان را

جهان را خاضی عامیست آن بفرود این عاجز

بیا غالب از خاصان بگذرد بزار عامان را

نگویم تازه دارم شیوه جادو بیاتان را
 همانا پیش کار بخت ناسازم به تنهایی
 ندارد حاجت لعل دیگر حسن خداداد
 چه بے بگسست جان دادن بزخمی زان دم خنجر
 عوین دارد گر آزار دلم آزرده می خواهم
 سراغ فتنه بے زهره سوز از خوشی تن گسرم
 بلفظ عشق صده کوه و دریا در میان گفتن
 نه بینی برگ ز زنگشت دگل کبریت احمر شد
 مرغ از مار دای بے نیازی علی دارد
 نگیرد دیگران را حق بجرم کزیکه بخشد
 دله در خویش بنیم کار گر جادو آنگان را
 ستود آورده ام از چاره جویی هریاتان را
 عبث در آب آتش انده باز آنگان را
 هلاستم فرخی بے عیش سخت جانات را
 قتل خویش دست بر ساعد نازک میانان را
 رگ اندیشه نهض کار باشد کاردانان را
 بیاموزید تا پیشش برید انسا خوانان را
 کند پائیز گوی کیمیا گر باغبانان را
 حکایتها بود با خوشی تن مر بے زبانان را
 سرت گردم شفیع روز محشر دستانان را

ندانم در غم نادر نما ندکس بدان غالب

سرت خیزد از تقلید پیران نو جوانان را

در لبت یائے نوحده

خیزد بے راه روی را سر راهی دریاب
عالم آئینه را دست چه پیدا چه نهان
گر به معنی ترسی جلوه صورت چه کم است
غم انفس در گیم سوخت کجائی اے شوق
بر توانائی ناز تو گوانیم ز عجز
تا چها آئینه حسرت دیدار توایم
تو در آغوشی و دست و دلم از کار شده
داغ ناکامی حسرت بود آئینه وصل
فرست از کف ده دقت غنیمت پندار

غالب دشمنش بیم و امیدش بهیات

یا به تیغ بکش و یا به ننگا ہے دریاب

گر پس از جور با صفات گراید چه عجب
بودش از شکوه خطر در نه سر داشتین
در گیم پیمان پیمان آمده خود را تا زخم
مشوه با دارد و من معتقد خوش و بیم
چون کشد عیش کشد شک که در پرده جام
طره در هم دیر این چاکش نگرید
هرزه میرم شمر دوز پے تعلیم رقیب
کار با مطربه زهره نهاده دارم

از حیا روئے بباگر نه نماید چه عجب
بمزارم اگر از مهر بیاید چه عجب
گفته باشد که زبستن چه کشاید چه عجب
شو قم از بخش او گر بفزاید چه عجب
از لب خویش اگر بوسه باید چه عجب
اگر از ناز بخود هم نگراید چه عجب
بونا پیشگیم گر بستاناید چه عجب
گر لبم ناله به بنجاره سراید چه عجب

آنکه چون برق بیکجائی نگیرد آرام
گلک اش در دل اگر دیر نیاید چه عجب
با چنین شرم که اندهستی خویش باشد

فالب اگر رخ بره دوست نیاید چه عجب

جنون محفل بصرای تخرانده است اشب
بذوق و عدسایان نشاطی کرده پندارم
خیالی دشت از حنغ و دان صورت نمی بندد
دل از من عاریت جستن اهل لالت دانستم
ز به آسایش جادید چون صورت دیبا
بقدر شام بجزاش درازی باد کمرش را
بخواهم میرسد بند قبا و کرده اندستی
بدست کیسب لغت کاین دل شوریده مینالد

خوشست افسانه در دجوانی مختصر غالب

بمختصر میتوان گفت آنچه در دل مانده است اشب

از انده نایافت تعلق میکنم اشب
مان آئینه بگزار که عکس نفیرید
آتش به نهادم شده آب از تغ مغزم
جهان بر لبم اندازد دریا کشیم نیست
از هر بن مو چشمه خون باز کشادم
می بچکد از لعل لبش در طلب نقل
نا دم سخنش را و نیابم دهنش را
عمر است که قانون طرب افتد زیادم

گر پرده هستی ست که شق میکنم اشب
نظاره یکتائی حق میکنم اشب
از تب نبود این که عرق میکنم اشب
از نه طلب سدره متق میکنم اشب
آرایش بستر ز شفق میکنم اشب
مشته ز کواکب به طبق میکنم اشب
خوش تفرقه در باطل حق میکنم اشب
آموخته را باز سبق میکنم اشب

غالب نبود شیوہ من قافیہ بندی
ظلمے ست کہ بر کلک و درق می کنم شب

ردیف بائے فارسی

سحر دیده دگل در میدان ست مخپ
شام را به شیم گلی نواز شش کن
ز خویش حسن طلب بین و در صبحی گوش
تارہ سحری مرده سنج دیدار یست
تو محو خواب و سحر در تاسف از انجم
نفس ز ناله به سنبل درودن ست بکثر
نشاط گوش بر آواز قلقل ست بیا
نشان زندگی دل دیدن ست یست
ز دیده سود جو یغان کشودن ست بند
بذکر مرگ شبے زنده داشتن زو تح ست
گرت فسانہ غالب شنیدن ست مخپ

ردیف تائے فوقانی

حق جلوه گر زطرز بیان محمدست
آرے کلام حق بزبان محمدست

آئینه داره بد تو مهرست ماهتاب
تیر قضا هر آئینه در ترکش حقست
دانی اگر به معنی لولاک داری
هر کس قسم بد آنچه عزیزست می خورد
واعظ حدیث سایه طوبیٰ فردگزاره
بنگرد و نیمه گشتن ماه تمام را
در خود ز نقش مهر نبوت سخن رود

غالب تنای خواجیه بر یزدان گزاشتم
کان ذات پاک مرتبه دان محمدست

گلشن به نقضای چمن سینه مانیت
می سوزم و می ترسم از آسیب زداش
عمر هست که می میرم و مردن نتوانم
هفت اختر و نه چرخ خود آخر بچه کاوند
عمر سپه گشت دهمان بر سر جویست
جنت نه کند چاره افسردگی دل
با خشم زبون غیر ترحم چه توان کرد
فریاد ز زخمی که نمک سود نباشد
گر هر دگر کین همه از دوست قبولست
مینای من از تندی دین می بگذازد
هر مرحله از دهر سرابست بے را
از ناز دل بے هوس مانده پسندید

هر دل که نه زخمی خورد از تیغ تو دانیست
آدح که در آتش اثر آب بقایست
در کشور بیداد تو فرمان قضایست
بد قتل من این عریده پایا ر دانیست
گویند بتان را که وفایست چو انیست
تغیر باندازه ویرانی مانیت
من ضامن تاثیر اگر ناله رسانیت
هنگامه بیفرازی که پرکشش بسزانیست
اندیش بر جز آئینه تصویر نمایست
بیغام غمت در خور تحویل صبا نیست
کز نقش کف پای کعبه بوسه ربانیست
دل تنگ شد و گفت در نیخانه هوایست

برگشتن مژگان تواند و عتاب است کاندردلم از تنگی جایک شره جانست

در یوزه راحت نتوان کرد ز مرهم

غالب همه تن خسته یارست گدائست

بسکه درین دادرى بے اثر افتاده است
عکس تنش را در آب لرنده بود هم ز موج
نالہ نداند کہ من شعله زیان می کنم
خاطر بلبل بجوی قطره شبیستم گوی
هر چه ز سرمایہ کاست در پهل فزوده ایم
از نگه سرخوشت کام تمتا کبت
اد دے از ما که اخت این نفست گرم است
خون بهوس پیشگان خوش نه بود در بختن
دشاک و هانت گداشت غنچه گل چمن شگفت
ده به فرو ماندگی داد فرد ماندگان
مستی دل دیده را محرم اسرار کرد

آن همه آزادی دین همه دل دادگی

حیف که غالب ز خویش بیخبر افتاده است

در گر دنالہ وادی دل زدمگاه کیست
حسن تو در حجاب ز شرم گناه کیست
مست و درخ کشاده به گلزار میردد
ما با تو آشناؤ تو بیگانه ز ما
خونی که میدد بشر این پناه کیست
جابر کرشمه تنگ ز جوش نگاه کیست
خون در دل بهار ز تاثیر آه کیست
آخر تو دُخدا که چنان گواه کیست
زلف تو روزنامه بخت سیاه کیست

زینسان که سر بسر گل ریجان سنبل است
 طرف چمن نمونه طریقت کلاه کیست
 رشک آیدم بره شنی دیده باطن خلق
 دانسته ام که از اثر گرد راه کیست
 با من بخواب نازد من از رشک بدگمان
 تا عرصه خیال عدو جلوه گاه کیست
 بخود بوقت ذبح تمپیدن گناه من
 دانسته دشت تیز نکردن گناه کیست

غالب حساب زندگی از سر گرفته است

جاناب من بگو که غمت داد خواه کیست

در تابم از خیال که دل جلوه گاه کیست
 دامن ز انتظار که چشمش براه کیست
 از ناله خیزد دل سختش در آتش
 کلین سنگ پر شر ز باجوم نگاه کیست
 چشمش پر آب از تفت هر پری دشت
 من در گمان که از اثر دود آه کیست
 ظالم تو دشکایت عشق اینچه ماجر است
 بارے من بگو که دلت داد خواه کیست
 در خود گم ست جلوه برق عتاب تو
 این تیرگی به طالع مشقت گیاه کیست
 نیرنگ عشق شوکت رعنائی تو برد
 در طالع تو گردش چشم سیاه کیست
 گوید ز بحر چون تو خدا ناشناس حیف
 با چوں خودی که داد گیتی گواه کیست
 یا این همه شکست درستی ادلس دست
 رنگ رخت نمونه طریقت کلاه کیست
 با تو به پند حرف به تلخ گناه من
 با من به عشق غلبه بدعوی گناه کیست

غالب کنون که قبیل او کو دلبریت

کے سر سد بدین که درش سجد گاه کیست

یاد از عدد تیارم دایم ز دور بیتی است
 کاندردلم گزشتن باد دست هم نشینی است
 در عالم خوابی از خیل منم انم
 سلیم برخت شوی برقم بوشه چینی است

میرم دلی بترسم کز فرط بدگسائی
 در بادیه ویرستم آری ز سخت جانیت
 من صوئے او به پیغم داند زبلی حیا کیست
 ذوقیست در ادایت قاصد تو دُخدایت
 زین خوشچکان نوا به در باب ما جرایم
 درد شکست دل را آرام صد انخواهم
 نازم بزوریابی نازد بگوشتش دگردن

سوزم دهنی که یارم یاد آورد که غالب
 در خاطرش گزشتن یا غیوم نشینیست

لب سفید من تو جان نمک است
 در نهاد نمک از رشک لبست
 ای شده لطف و عتابت همه ناز
 ناز سر پای دیگر ز تو یافت
 شور با صفت فغانم کردند
 ز چشم ما پند مرهم دارد
 گر نمک سود کنی ز خشم دلم
 گفתי الماس فشاندم تو دحق

نطق من مایه من بس غالب

خود نمک گوهر کان نمک است

چه فتنه با که در اندازه گمان تو نیست
 قیامت است دل در مهربان تو نیست
 فریب آشتی ده ظفر مبارک باد
 دل ستم زده در بند ایتحان تو نیست

مگر زیاده سنگم که ریزد دست دهم تیغ
 دلم بعهده دقاس فریفت نامه بسیار
 شکسته رنگ تو از عشق خوش تماشا نیست
 شباهت است مرا آنرا که بر نیامده است
 ز حق مرغ و در را بر دوزخ شمع چین مفلک
 عقاب و مهر تماشا میان حوصله اند
 روان ندان تو نام که برده ناصح
 دل از خموشی لغلت اسید دار چراست
 گمان ز نیست بود بر منت ز بیدردی
 عیار آتش سوزان گرفته ام صد بار

بکش مترس که در سود من زبان تو نیست
 خوش است عده تو گرچه از زبان تو نیست
 بهار دهر بر نگشتی سخنران تو نیست
 دگر نه موی بهار کی میان تو نیست
 خوش است رسم دفا گرچه از زبان تو نیست
 بهج عریده اندیشه را از دان تو نیست
 نهی لطافت ذوقیکه در میان تو نیست
 چه گفته بزبان که درد جان تو نیست
 بدست مرگ دلی بدتر از گمان تو نیست
 بسینه تابی داغ غم نهان تو نیست

تغافل تو دلیل تجاہل افتاد است

تو د خدای تو غالب زبندگان تو نیست

ای که گفتی غم درون سینه جان فرست است
 این سخن حق بود و گاهی بر زبان مانرفت
 دیده تا دل خون شدن کز غم روایت می کنی
 ریدی آخر کار بقیام خستگان چون می کشند
 هم دفا هم خواهش ما هیچ پرستش عیب نیست
 بارے از خود گو که چونی در ز من پرسی پرس
 خوب یارت را تو دانی در نه از حسن و جمال
 صبر نگاه از تو پندارم نه حد آدمیست
 با چنین عشقی که طوفان بلا میخوانیش

خاشم اما اگر دانی که حق با ما است هست
 چو تو خود گفتی که خوابان دل از خوار است هست
 گر گویم کاین نخستین موج آن دریا است هست
 آنکرمی گفتم با کار روز را فردا است هست
 آنکه میگفتی که خواهش در دفا بیجا است هست
 بخت ما سازد مست است یا نه پر داست هست
 زلف عنبر بوست دارد عارض میاست هست
 دایمکه میگوئی به ظاہر گرم استغناست هست
 چون بزینی کان شکوه دلبری برخاست هست

هنگز است اول جهان هم چنان فرش است
جلوه گاه است از جهان بازان جهان غمناک است
نظم و نشر شورش انگیزی که میباید بخواه
ایکه نمی پرسد که غالب در سخن یکتا است

سینه بکشورم و خلیقه دید کاینجا آتش است
انتظار جلوه ساقی کسبایم می کند
گریه ات در عشق از تاثیر دود آه ماست
اے که می گوئی تجلی گاه نازش دور نیست
بے تکلف در بلا بودن به اندیم بلاست
پرده از رخ برگرفت و بیجا با سوختیم
هم بدین نسبت ز شوخی در دلت بکرده ایم
گریه دارم که تا تحت الشری آبت پس
پاک خورام روز دزد نهاده ای پے فردا من
را ز بدخویان نهفتن بر ترا بدیش ازین

کشته ام غالب طر با شرب عذنی که گفت

روے دریا سبیل و قعر دریا آتش است

بخود رسید نش از ناز که دشوار است
تو ما بدام تمنای خود گرفتار است
ز جسم لاغر خویشم به پیرون نار است
برای کشتن عشاق دعه بسیار است
صلواتی قتل ده و جافشانی مابین

سید جمال الدین عرفی شیرازی شاعر معروف از ایران هندوستان آمده بود بعد بادشاه اکبر و چون بنگر خلیه شهر گشت
در قصیده و غزلی بکتاب روزگار خویش بود در سن ۹۹۹ هجری در لاهور وفات یافت

ستم کش سرناموس خوب خوشتم
شب حکایت قلم ز غیر می شود
بقامت من از آداب گیت پیرهن
بیا که فصل بهار است و گل به صحن چمن
غم شنیدن دلخیز بخود فرد رفتن
فناست هستی من در تصور کمرش
ز آفرینش عالم غرض جز آدم نیست
بگرد نقطه ما در هفت پرکار است

نگاه خیره شد از پر تو رخ غائب

تو گوئی آئینه ما سراب دیدار است

سموم دادی امکان ز بس حکایت است
مرنج از شب تا روز بیا به بزم نشاط
بجواب آمدنش جز ستم ظریفی نیست
ز وضع و وزن دیوار میتوان دانست
ز ناله کار با شکافتاده دل خون باد
ز دهم نقش خیال کشیده و در نه
نگه ز شعله حسنت چه طرف بر مبدد
بعرض دعوت هم طرحتی تو خوابان را
زمین ز نقش ستم تو سن تو ساغر زار

قوی فتاده چون نسبت ادب بگو غائب

ندیده که سوخته قبل پشت محراب است

گرویده خویش از نفسم باز ندانست
نگش ز خرام آمد و پردا ز ندانست

ز انسان غم ما خورد که رسوائی ما را
 فریاد که تا این همه خون خورد غم از غم
 نازم بنگه شرم که دله از میان برد
 یک چند بهم ساخته ناکام گزشتیم
 از شاخ گال نشاند ز خار انگر ایخت
 گریم که برد موجب خون خوابش را
 همدم که ز اقبال نوید اثرم داد
 مخور سکافات به خلد و سقر آویخت

خشم اند اثر غمزه غمازند نیست
 بکریه بدش کرد گزر را ندانست
 ز انسان که خود آن چشم نسوزد نیست
 من عشو نه پذیرم داد نازد نیست
 آئینه مادر خور پر داد ندانست
 در ناله مراد دست ز آواز ندانست
 اندوه نگاه غلط انداز ندانست
 مشتاق عطا شعله ز گل باز ندانست

غالب سخن از هند بر دل بر که کس اینجا

سنگ از گهر و شعبده ز اعجاز ندانست

هر ذره محو جلوه حسن بیکانه ایست

حیرت بد هر بے سرد پای بر دمرا

ناچار با تغافل صیاد ساختم

پایسته نور دخیالے چو وارسی

خود وادیم به فصل بهاران عنان کسخت

هر سنگ عین بماند آب گینه

هر ذره در طریق و فک تو منزله

در پرود تو چند کشم ناز عالمی

دشت چو شاهان به نظر جلوه می کند

گوئی طلسم شش جهت آئینه خانه ایست

چون گوهر از وجود خودم آب و دانه ایست

پنداشتم که حلقه دایم آشیانه ایست

هر عالمی ز عالم دیگر فسانه ایست

گلگون شوق را در گل تازیانه ایست

هر برگ تاک قفل در شیرخانه ایست

هر قطره از محیط خیالت کرانه ایست

داغم ز روزگار و فراق بهانه ایست

گر دره دهبو سر زلفه دشانه ایست

غالب دگر ز منشاء آوازی میرس

گفتم که جبهه راهوس آستانه ایست

هر چه فلک خواست سست بچکیرا ز فلک خواست
 غرقه بخوبه تاب خورد تشنه زد جله آب خورد
 جاه ز علم بنجر علم ز جاه بے نیاز
 شجوه دهر بر ملا هر چه گرفت پس نداد
 خون جگر بجائے مے سستی ما قدح نداشت
 زاهد در زش سجود آه زد خوی وجود
 بخت بدل بجائے مان میگه خوی کاندرا
 گشته در انتظار پور دیده پیره سفید
 حسن چه کام دل دهد چون طلب از حریف نیست
 خرقه خوش است در برم پرده نین خوش است
 دند هزار شیوه را طاعت حق کران نبود

ظرف نقیه مے بخت باد ماگزک خواست
 رحمت بچیک نداد راحت بچیک خواست
 هم محک تو زرن دیدم زمین محک خواست
 کاتب بخت در خفا هر چه نوشت تک خواست
 ناله دل نوائے تراش مانجیک خواست
 تا نزد اهرمن ریش بدرقه ملک خواست
 کس نفس از جمل نزد کس سخن از فدک خواست
 در ره شوق همی دیده ز مردانک خواست
 خست نگاه گر جگر خسته ز لب تنک خواست
 عشق بخار خاتم پیرم تنک خواست
 لیک صنم بر سجده در ناصیه مشترک خواست

سهل شمرد و سرسری تا تو ز عجز شمری
 غالب اگر بدادری داد خود از فلک خواست

مالا غریم گر کبر یا ر نازک است
 دارم دله ز آبله نازک نهاد تر
 از جنبش نسیم فرود یزد دس زبم
 باناله ام سنگ دلی بای خود من ناز
 فرقیست در میانه که بسیار نازک است
 آهسته یا نهم که سر خار نازک است
 ما را چو برگ گل درود یوا نازک است
 غافل قماش طاقت کسار نازک است

له جمل و لغنی اشتر) جنگه را گویند که من حضرت عائشه صدیقه حضرت علی واقع شده بود و در جنگ حضرت عائشه
 بر شتر سوار سوار بودند ازین سبب جنگ جمل یا میدانند. سه فدک. حضرت زنا طهره را از باغ فدک راه میراث پدر داشته
 او را از خلیفه اولی حضرت ابوبکر صدیق طلب و خلیفه اول انکار کرد و گفت که من و کیه میفرمایید و از این نیست که زهره که حضرت
 محمد صلعم فرموده که لا ینبذ و لا یورث مما ترکنا الا صدقه (رواه بخاری) جنگ جمل و واقعه فدک مابین اهل سنت و فرقه
 اثنا عشریه نزاع ترک ظاهر خود. سه بوی سر مراد حضرت یوسف دیده پیر شیم یعقوب پیغمبر علیه السلام.

ز محنت کشید و آن مژه برگشت همچنان
رسوائی مباد خود آردائی ترا
ترسم پیش زیند برون افکند مرا
از جلوه تا گداختن درد نساختن
میر بخدا بختل ما بر جفائے خویش

از ناتوانی جگر و معده پاک نیست

غالب دل و دماغ تو بسیار نازک است

امشب آتشین روئے گرم نند خوانی هست
تا در آب افتاده عکس قد دل جوش
در کشاکش ضعیف نکل روان اند تن
از خمیدن پشتم روئے بر قفا باشد
کشته دل خویشم کز سنگران یک سر
سوی من نگه دارد چنین فکند در ابرو
دامم از سر خاکم رخ نهفته به گزشتن
شویش در آئینه مجوآن دامن دارد
بعد و عقابستی و ز منش حجابستی
با چنین تهیدستی بهره چه بود از هستی
ایکه اندرین وادی مرده از همادادی

کز لبش نوا هر دم در شمر فشانی هست
چشمه پیمو آئینه فارغ از روانی هست
اینکه من نمی میرم هم ز ناتوانی هست
تا چهار دین پیری حسرت جوانی هست
دید و لفریها گفت هر بانی هست
با گران رکابی با خوش بک عنانی هست
بان بان خدا دمن ای چه بدگمانی هست
چشم سحر و دانش باب نکته دانی هست
ده چه دلربایی هله چه جانثانی هست
کارماه سستی آستین نشانی هست
بر سرم ز آزادی سایه را گرانی هست

ذوق فکر غالب را برده زانجمن بیرون

با ظهوری و صواب محو همزبانی هست

جیب مراد و ز که بودش نمانده است
سرگرمی خیال تو از ناله باز داشت
داد از نظمی که بگوشت نرسد
چون نقطه اختراصه از سیر باز ماند
مکتوب مابتار نگاه تو عقده ایست
دل را بوعده ستمی میتوان فریفت
افتادگی نماند دل نا توان ماست
دل جلوه می دهد هنر خود در انجمن
دل در غم تو مایه بر هزن سپرده ایست

غالب زبان بریده و آکنده گوشت نیست

اما دماغ گفت دشواری نمانده است

بلبل دلت بناله خونین به بند نیست
اندازه گیر ذوق غنم در مذاق من
عهد وفا ز سوئے تو نا استوار بود
از دوست میل قرب به کشتن غنیمت است
بر یاد تو کدام به یمن خوان بخور سوخت
آن لایه های بهر نزار محل نماند
ببخود نیز بر سایه طوبی غنوده اند
هنگامه دلکش است نویدم بجلد نیست

آسوده زنی که یار تو مشکل پسند نیست
تلخاب گریه برانمک زهر خند نیست
به شکستی و ترا به شکستن گزند نیست
گر تیغ در کمان به نشاط کنند نیست
گوشت مرسان دعوت نامود من نیست
بر خوان خود آن یکا که مارا پسند نیست
شکیر بهر دان تمنا نیست نیست
اندیشه به غش است نیازم به بند نیست

حے نوش و تکیہ بر کرم کردگار کن خط پیا له را رقم چون و چند نیست
 غالب من و خدا که سرانجام بر شگال
 غیر از شراب و انبه و برت آب قند نیست

منع ما از یاده عرض احتسایه بیش نیست
 رنج و راحت بر طرف شاه پرستانیم ما
 خادرج از هنگامه سرتاسر به بیکادی گزشت
 قطره و موج و کف و گرداب جیخو نیست پس
 خویش را صورت پرستان هرزه رسوا کرده اند
 شوخی اندیشه خویشست سرتاپای ما
 زخم دل لب تشنه و شور تبسم های تست
 نامه بر اندیشگاه ناز مکتوب مرا
 جلوه کن منت من از ذره کمت نیستم
 چند رنگین نکته و گلش تکلف بر طرف

دیدم ام دیوان غالب انتخابی بیش نیست

لذت عشق ز فیض بی لوانی حاصل است
 هم بقدر خوشش دریا تو من دست موج
 دایه لب گرد دل ز تاب شکنجی نگذازد
 در خم بند تغافل نالم از بیداد عمر
 بیکه ضبط شوق غم فرسود اعضا مرا
 شهری دل نیست که حسرت مرا بجا از پیرو
 با همه نزدیکی از دے کام دل نتوان گرفت
 آبخان تنگ است دست من که پذیری دل
 تیغ سیراب از داینها ی خون مسل است
 میگساران است من مخور ساقی غافل است
 پرده ساز فغانم پشت چشم قاتل است
 راز دل ز هم نشینانم نهفتن شکل است
 چشم اهل دل ز باندان نگاه سائل است
 تشنه ما بر کنار آب جویا در گل است

در نور گفتگو از آگهی و امانده ایم
عقل در اثبات وحدت خیر میگردد چرا
پیچ و تاب ره نشان دوری سر منزل است
هر چه جز نیست پیچ و هر چه جز حق باطل است

ما همان عین خودیم اما خود از دهم دومی
در میان ما و غالب ما و غالب حائل است

هم دعه دهم منع ز بخش چه حساب است
در مرده ز جوی غسل و کاخ ز مرد
جهان نیست کمر نتوان داد شراب است
چیزه که بدستگی از دمنه ناب است
لهر اسپ کجا رفتی و پردیز کجائی
آتش کده دیرانه دیخانه خراب است
از جلوه بهنگامه شکیبانتوان شد
لب تشنه دیدار ترا خلد سراب است
با این همه دشواری پندی چه کند کس
تا پرده برانداخته در بند حجاب است
دوشینه بستی که کمیدست لبش را
کامردن به پیمان نه در مشک آب است
آن قلزم داغیم که برماز جهنم
چندان که فتنه صاعقه باران در آب است
سرگرمی بهنگامه طامات ندارم
فیضی که من از دل طلیم بوسه کباب است
هم چینی آئینه نگند از نظر ما
مارا که ز بیداری دل دیده خواب است
تا غالب مسکین چه تمتع برد از تو
ماریا که ز بیداری دل دیده خواب است

برداشته آنچه خود از چهره نقاب است

بسکه از تاب نگاه تو ز آسودن رفت
باده چون رنگ خود از شیشه پالودن رفت
این سفال از کف خاک جگر گرم که بود
دشستیم ز صبا که به بیمودن رفت
خیزد در دامن باد سحر آدیز بسدر
گر ثبت تیزه بیاغ غزه نمشودن رفت

له لهر اسپ - بصم اول و سکون الف و صین نام پادشاه ایران

له پردیز - نام پادشاه که او را خسرو گویند و او را شش خورشید و نام پدرش هرگزین نو شیر و ال است (غیاث)

هر چه از گریه فشانندیم به نشمردن رنجیت
 ریگ در بادیه عشق روان ست هنوز
 باخت از بسکه زینجا به تماشای تورنگ
 بر تنک ما نیگیم رحم که یک عمر گمنام
 داغ تر دستی اشکم که ز افسردن دل
 مشست شو مشغله شوخی ابر کرم ست
 مدعی خواست رود بر اثر من غالب

هر چه زد بود بسودای چو من بودن رفت

نگه بچشم نهان در جبهه چین پیدا است
 نظاره عرض جمالت ز نو بهار گرفت
 رسید تیغ توام بر سر دز سینه گزشت
 بجرم دیده خونبار کشته مارا
 ز به لطافت پرواز سعی ابر بهار
 فقیله رگ جان سر بسر گداخته شد
 نفس گداختن جلوه در هواست قدش
 عیار فطرت پیشینیان ز ما خیزد
 ز به شکوه تو کاندرا طراز صورت تو
 شکر فانی از انداز هر دیکین پیدا است
 شکوه صاحب خرمن ز خوشه چین پیدا است
 ز به شگفتگی دل که از جبین پیدا است
 ترا ز دامن دمار از آستین پیدا است
 که هر چه در دل بادست از زمین پیدا است
 ز پیچ دتاب نفهائے آتشین پیدا است
 ز خوائے فشانی آن بے نازین پیدا است
 صفای باده ازین دشت نشین پیدا است
 ز خود بر آمدن صورت آفرین پیدا است

نهاد زرم ز شیرینی سخن غالب
 بسان موم ز اجزای انگبین پیدا است

گر باز نیست سایه خود از بید بوده است
شادم ز درد دل که بمنز شکیب رنجست
ظالم هم از هناد خود آزاد میکشد
شبهه کند ز روی تو در یوزه هنی
تلخ است تلخ رشک تمتائے خویشتن
در ماه روزه طره پریشان چه میردی
از رشک خوش نوالی ساز خیال من
هر گونه حسرتی که ز ایام می کشیم
حق را از خلق جو که نو آموز دید را

نادان حریفستی غالب مشو که اد

دردی کش پیاله جمشید بوده است

یار در عهد شبایم به کنار آمد و رفت
تا نفس باخته پیردی شیوه کیست
سبحه گردان اثر هله وجود دست خیال
طالع بسمل مابین که کماندار از پله
شادی و غم همه سرگشته ترا ندیکد گراند
هرزه مشتاق دپه جاده شناسان بردار
برق تمثال سراپای تو میخواست کشید
هله خافل ز بهار ان چه طمع داشته

بچه عیدے که در ایام بهار آمد و رفت
تند بادے که بتاراج غبار آمد و رفت
هر چه گل کرد تو گوئی به شمار آمد و رفت
بارہ بر اثر خون شکا آمد و رفت
روز روشن بودا شب تا آمد و رفت
اسے که در راه سخن چو تو هزار آمد و رفت
طرز رفتار ترا آئینه دار آمد و رفت
گیر کامسال بر نگینی پا آمد و رفت

بفریب اثر جلوه قاتل صد بار جان به پروا نگی شمع مزار آمد و رفت
غالبایین حنین مست به آغوش باد برود
موج این بحر مکرر بکنار آمد و رفت

اختر تو شتر از نیم بهمان میبایست
بزمی که به آهنگ غزل بنشینم
بر تابلو بسو باده زد و آورده دن
به گرایش خوشم اما به نمایش خوارم
تاب نهرم بکنده خسته دلی در ره شوق
زسد نامه در اندیشه بیبهاست بی
هرزه دل بر در دیوار نهادن نتوان
ساز هستی کنم و دل بفوسم گیسرد
یا تمنا من از غلده برین نه گزاشته
تا تنگ آید بدریوزه خود آرد نشود
قدر انفاس گرم در نظر سستی غالب
در غم دهر در غم به فغان میبایست

از فرنگ آمده در شهر فراوان شده است
چشم بد و چه خوش می بتم اشب که برود
در پیش جوی دور دیر درم نه شناسی
اب گز و بخود و با خود مشکر آبی دارد
داغم از مورد نظر بازی شوقش به مشکر
گفتم البته نه من شاد به مردن گردی
بر عهد دین بخش آید مری ارزان شده است
نفس سوخته در سینه پریشان شده است
تا چه رود داد که در زاویه پنهان شده است
تا چه گفت است که از گفته پشیمان شده است
کش بود پویه بدان پاسب که مرغان شده است
گفت دشوار که مردن توانا شده است

درد روغن به چراغ و کدو به به ایاغ
 شاید دمی زمیان رفته و شادم به سخن
 شهرم گر به مثل مائده گرد و بستی
 تا خود از شب چه بجا ماند که همان شده است
 کشته ام بید درین باغ که ویران شده است
 که بر آن مائده خورشید لکدان شده است
 غالب آذوده سر و شیت که از سستی قریب
 هم بدان دمی که آذوده غزل خوان شده است

فغان که برق عتاب تو آتشنا هم سوخت
 نذوق خلوت ناز تو خواب گشت تنم
 شنیده که با تشنه سوخت ابراهیم
 شرار آتش زردشت در نهادم بود
 عیار بملوه نازش گرفتن از دانی
 مراد میدان گل در گمان فلک و امر دز
 ز گل فردش نمانم کز اهل بازاء است
 چه مایه گرم بدون آمدی از خلوت غیر
 چو دارم فلک کاب در مقام نیست
 نفس گداختگیهای شوق را نازم
 نوید آمدنت رشک از تقاد دارد
 کس درین کف خاکسترم مباد از باز
 که راز در دل و مغز اندر استخوانم سوخت
 قضا بعربده در چشم پاسبانم سوخت
 بین که بی شرر و شعله میتوانم سوخت
 که هم بدایغ متفان شیوه دلبهرانم سوخت
 هزار بار به تقریب استخوانم سوخت
 که باز بر سر شاخ گل شیانم سوخت
 تپاک گرمی رفتار باغبانم سوخت
 که شکوه در دل و بیخاره بزبانم سوخت
 ز جوش گرمی بازار من دکانم سوخت
 چه شمعها بسرا برده بیانم سوخت
 فکفته روی گاهل دوستانم سوخت
 چه شد گر آتش همسایه خان ماتم سوخت

له زردشت نام پیغمبر آتش پرستان که بسیار معروف است که شش صد سال قبل مسیح در جهان بود
 کتاب ادست از دست که در کتاب آسمانی می گویند زردشت هفتاد سال زندگانی کرد

ز نیم آن که میاد ابرم از شادی
 شاد رخ روی دوست دور نظر دارم
 نه گوید از چه بمرگ من آرد و من دست
 درین نور دندانم که آسمان چندست
 که بنده خوبی اد خوبی خداوندست
 نه آن بود که وفا خواهد از جهان غالب
 بدین که برسد و گویند هست خورندست

ساخت راستی بغیر ترک فوگری گرفت
 شه به گدا کجا رسد ز آنکه چو فتنه رود داد
 ترک مرا از گیر دار شغل غرض بود نه سود
 آمد دانه غرور بود به بخلو تم نه داد
 ای که دلت از غصه سوخت سکو نه در خوردن
 جاده شناس کو نه خصم بودم دست راه چو
 سستی مرغ صحرایم بر رخ گل بهیست
 دای زدم که بار غم هم به دم زدل رود
 غالب اگر بترسم شعر دیر رسید و نیست
 کش به فراق حسرتی دل ز سخنوری گرفت

دل بردن ازین آید و عیانست معنیست
 در عرض غمت پیکر اندیشه لایم
 فرمان تو بر جان من دکار من از تو
 نازم بفریبی که دای اهل نظر را
 دانی که مرار تو گمانست فکمان نیست
 پاتا سرم انداز بیانست بیان نیست
 بے پره بهر پره دوانست روان نیست
 کز بوسه پیای بدایانست و دایان نیست

در اینم ز گلشن که بهارست و بقا بهج
 شادیم بگلخن که خزانست و خزان نیست
 سرای هر قطره که گم گشت به دریا
 سوریست که مانا زیانست و زیان نیست
 در هر مژه بر هم زدن این خلق جدیدست
 نظاره سگالدر که همانست و همان نیست
 در شاخ بود موج گل از جوش بهاران
 چون باده به مینا که نهانست و نهان نیست
 ناکس ز تو مندی ظاهر نشود کس
 چون سنگ سرده که گرانست و گران نیست
 پسو بشکافید و ببینید دل را
 تا چند بگویم که چسانست و چنان نیست
 غالب همه نظارگی خویش توان بود
 زین پرده بردن آ که چنانست و چنان نیست

دل بر دو حق آنست که دلیر نتوان گفت
 بیدار توان دید و ستمگر نتوان گفت
 در رزم آتش نایب و خنجر نتوان برد
 در بزم آتش باده و ساغر نتوان گفت
 رخسار کی ساعد و گردن نتوان جست
 ز بندگی یاره و پرگر نتوان گفت
 پیوسته دهد باده و ساقی نتوان خواند
 همواره ترا شد بت آذر نتوان گفت
 از جوشه یاری مطلب صاعقه تیزست
 پروانه شوا به نجا ز سمند نتوان گفت
 هنگامه سر آمد چه زنی دم ز قفل
 گر خود ستم رفت به محشر نتوان گفت
 در گرم روی سایه و سر چشمه بنجویم
 با ما سخن از طوبی و کثر نتوان گفت
 آن راز که در سینه نهانست و عظمست
 بردار توان گفت به منبر نتوان گفت

کار به عجب افتاد بدین شیفته مارا

مومن نبود غالب کافر نتوان گفت

اندوده بداعی دوسه پر کاله فرور بخت چون برگ شقایق جگر از ناله فرور بخت

آتشکده خور تو نازم که نه طریش
بر سادۀ دلانت بونا جلوه همی داد
گفتم ز که پرسم خبر عمر گزشتہ
بے سعی آنکه مستی آن چشم فسون گر
مشاطہ بہ آرایش آن حسن خداداد
با موج خوانش سخن از بادہ لگوئید
چون انجم دخورشید ز برق دم گرم
ریشک خط روے تو گرا نشردین ملک
در قالب ملامت اثرش پرده کشا شد

رفتم شرر ددا غ گل دلالت فردر یخت
بیداد تو آب اندر رخ دلالت فردر یخت
ساقی بقدرج بادہ ده سالہ فردر یخت
خونم بسیہ مستی دنیالہ فردر یخت
گل در چمن قند بہ بنگالہ فردر یخت
کاب رخ این جوہر سیالہ فردر یخت
شیرازہ جمعیت بتخت سالہ فردر یخت
بینی کہ مہ از دائرہ مالہ فردر یخت
خاکے کہ قضا در تن گوسالہ فردر یخت

دزدیدہ سراہل سخن از نیم تو غالب
گولی آگ ابی قلمت ڈالہ فردر یخت

خواست کز مار بخند و تقریب بخیدن ندانست
آمد از تنگی بجا جہم پرچین کرد و رفت
شد نگار از نازکی چند آنکہ ز قمارش نماند
گل فرادان بود دے پر زور دہم بر ساط
دیر خواندی سوسے خویش ندانم فہمدم رنج
جوش حسرت بر سر خاکم ز بس جانتنگ کرد
گر منافق وصل ناخوش در موافق ہجر تلخ
برد آدم از امانت ہر چہ گردون بر نتا
گر نیم آزاد خود را در تعلیق با ختم

جرم غیر از دوست پریدیم پرسیدن ندانست
بر خود از ذوق قدوم دست بالیدن ندانست
نازنین پایش بکوی غیر رسیدن ندانست
خود بخود پیانہ میگردید و گردیدن ندانست
ہیش ازین پایم ز گرد راہ پیچیدن ندانست
پہچو نبض مرده دد شمع جنبیدن ندانست
دیدہ داعم کرد و دے دستان یدن ندانست
رخیت سے بر خاک چون بہام بخیدن ندانست
سود زیر کوہ دامانے کہ بر چیدن ندانست

تا مرادی بود نوع آب و غالب در پیغ
در ہلاک خویش کوشیدیم و کوشیدن ندانست

بین که در گل دل جلوه گر بر آید تو کیست
 چه ناکسی که ز درد فراق میستالی
 کلید بستگی تست غم بجوش آید دل
 شکایت نفردشی و عشره مخزی
 ترا که مویبه گُل تا کمر بود دریاب
 بلا به صورت زلفت تو رود بها آورد
 تراست جلوه فرادان درین بساط و
 زواریشان شهیدان هراس یعنی چه
 با انتظار تو در یاس وقت خویشتم
 زلال لطف تو سیرابی هوسناکان
 ترا ز اهل هوس هر یک بجای من است

فرشته ای من ز یک منی فہم
 بمن بگوئی کہ غالب بگو خدا تو کیست

بود ای که در آن خضر را عصا خفتست
 بدین نیاز کہ با تست ناز میرسد
 به صبح حشر چنین خسته و دویہ خیزد
 خروش حلقہ زندان ز نازنین پس است
 ہوا مخالف و شب تار و بحر طوفان خیز
 غمت بشہر شب خون زنان بہ سنگہ خلق

بسینہ می سپرم وہ اگر چه پا خفتست
 گدا بسایہ دیوار پادشا خفتست
 کہ در شکایت درد غم و دا خفتست
 کہ سر ز انوبہ زاہد بہر یا خفتست
 گشتہ لنگر کشتی و نا خدا خفتست
 عس سجانہ و شرہ در حرم سر خفتست

۱۔ گویند کہ بعد از مرگ حکم خداوند تعالی فرشتے از روح مردہ چند سوالات می کنند متعلق ب عقائدش اول آنکہ
 من کیست؟ یعنی پروردگار شما کیست؟

دلم به سجده و سجاده و دردا، لرزد
 درازی شب بیداری من این همه است
 بیهوش ز دور و محو قرب تشنه که منظر را
 براه خفتن من هر که بنگرد و داند
 که در زایمنی راه و قرب کعبه چه خط
 که دزد و مرحله بیدار و پارسا خفت است
 ز بخت من خبر آرید تا کجا خفت است
 در یک باز و بدر و دانه آذ و خفت است
 که میر تقی قله در کار و انسر خفت است
 مرا که ناله ز رقتار ماند پا خفت است

بخوان چون خودم آسوده دل ان غالب
 که خسته غرقه بخون خفته است تا خفت است

کشته راه شک کشته دگر است
 ز داج سزای روزگار ز هام
 سستی انداز لغزشی دارد
 ناله را بالدار کرد اثر
 دوستان دشمنند در نه دمام
 پرده عیب جو دریده او
 عقل و دین برده دل و جهان نیز
 شه حریر و گدا پلاس برید
 منت از دل نمیتوان برداشت
 قفس و دام را گناهی نیست
 ریزد آن برگ داین گل نشاند
 من و زخمی که بر دل از جگر است
 روز و شب در تقای یکدگر است
 حیف یائے که آفتش ز سر است
 دل سختش دکان شیشه گریست
 تیغ او تیزتر و خون ماهر است
 نوک کلکم زد شنه تیز تر است
 آنچه از یابنبرده خبر است
 آنچه من قطع کرده ام نظر است
 شکر ایزد که ناله بے اثر است
 رختن در نهاد بال و پر است
 هم خیزان هم بهادر و گز است

کم خود گیر و بیش شو غالب
 قطره از ترک خوشتن گهر است

هند را ند سخن پیشه و گمنامی هست
 اندرین دیر کهن میگذر اشاعی هست

خسروی باده درین دوراگر میخوای
 نامه اند سوز در دلم برقم سوخته شد
 چغد و آزادی جاوید همرا را نازم
 گفته اند از تو که بر سادہ دلائل بخشائی
 که رخ آرائی دگر زلفت سیہ تاب دہی
 بے تو گر زیستہ ام سختی این درد - نسج
 کیست در کعبہ کہ رطلے زنبیلم بخشد
 عے صافی ز فرنگ آید و شاہد ز تبار
 بر دل نازک دلدار گرائی مکناد

پیش ما آئی کہ تہہ جہار جہارم ہست
 قاصدا دم ز نثار و صولہ پیغام ہست
 کش بہر سو کششے از شکن واسے ہست
 پختہ کاریست کہ مارا طمع خاں ہست
 یاد ناری کہ مرا تیرہ سرا بخاں ہست
 بگزرا ز مرگ کہ وابستہ بہ ہنگام ہست
 در گردگان طلبید جہار احرارم ہست
 ماند انیم کہ بغدادے و بطلام ہست
 خواہش ما کہ جگر گوشہ ابرارم ہست

شعر غالب نبود و حی و گویم دے

تو دیدن دان نتوان گفت کہ الہام ہست

عل تو خستہ اثر التماس کیست
 گیرم ز داغ عشق تو طرے نہ بست دل
 لزوم بگوے غیر ز بیتابی نسیم
 با او بساز وصلے و یا من بعزم قتل
 از بیکسان شہرم داند ناکسان دہر
 از پر نیان بعربدہ راضی نمی شود
 لطفت بشکوہ از ہوس بے شمار من
 گیرم کہ رسم عشق من آرزوہ ام بدہر
 صحن چمن نمونہ بزم منراغ تو

بخت من از تو شکوہ گزرا بر پاس کیست
 انیم نہ بس بود کہ جگر و دشنام کیست
 کاندرا سید واری بگوے لباس کیست
 آہ از امید غیر کہ ہم چشم یاس کیست
 گر کشد سر تو سلامت ہراس کیست
 خار پرہ تو چشم براہ پلاس کیست
 شو قم بنالہ از ستم بے قیاس کیست
 ظلم آفریدہ دل حق ناشناس کیست
 باد سحر علاقتہ ربط حواس کیست

غالب ہست مرا نگہ ناز و تحط نیست

تا بامنش مضایقہ چندین بیاس نیست

آنکه بے پرده بصد داغ نمایانم سوخت
نه بدر حبه شرار دند بجا مانده رماد
سینه اذ اشک جفا دیده جدا میسوزد
حاجت افتاد بر دلم ز سیاهی به چراغ
سودم اذار ز شمع افزون بود آن خاخوشم
کافر عشقم دود زخ بود در خود من
پایم از گرمی رفتار نمی سوخت براه
تا ندانی بفسون تو در آتش رفتم
کردم از سنگ جگر تا فشم خسته عشق

دیگر از خاتم کفر چگویم غالب
من که رخشه گئی جو هر ایام سوخت

در بذل لالی در قم دست کریم است
در شمع کف جم می چکد از مغز سقالم
از آتش لهر اسپ نشان می دهد امرد
از خون من اندیشه گلستان خلیل است
چشم دگمت گردش جلای زمین دست
در حسین مانند تو نظاره زیون است
ذوق طلبت جنبش اجزای بهار است
در نطق میعادم از خشم چه باک است
بے پرده ستم کن رخت ازباده دوزگست

بختم ندید کام دل غم زده غالب
گویی لب یار است که در بوسه لبم است

دیده پوشید و گمان کرد که پنهانم سوخت
سوختم لبیک ندانم بچه عنوانم سوخت
این رگ از شرر بار پریشانم سوخت
دل به بیر نفی مهر در خشانم سوخت
کز پله پشته توان در چنستانم سوخت
غیرت گرمی هنگامه صفا نام سوخت
در قدم سوختن خار بیا با نام سوخت
خود بد داغ تو دل دیر پشیمانم سوخت
هم بدان سنگ بهم خوردن پیکانم سوخت

نی نی نسبی کلکم رگ مرگان تیمم است
سیرابی نظم اثر فیض حکیم است
سوزی که بخاکم ز تو در غم ر میم است
از دوی تو آئینه کف دست کلیم است
کلک و در تم تاب سبیل برادیم است
در نادان همتای من اندیشه عقیق است
شور نفسم ر عشاء اعصاب نسیم است
در ناز ز خود میرای از غیر چه بیم است
بیم صدف بنالم دلم از غصه دو نیم است

له مراد شیخ صفای عارف بود که در عشق ز تو سراسر توشه و دل بس از خنده سال تا تاب شده حلقه بگوش اسلام از صاعقه شیخ عبید القادر جیلانی بود

در بنر تو چشم از دو جهان دوخته هست
 اتقان مرا بے هشی ساخته نیست
 و ز دیده ز رخ پرده بر انداخته نیست
 ز انسوی بمیدان و قاتاخته نیست
 در راه تو لبش قد افراخته نیست
 در بزم عتابش رخ افراخته هست
 در تاب مرد غالب اگر بیده گردد
 در کوی تو کوئی سگ پا سوخته هست

با من که عاشقم سخن از ننگ نام چیت
 مستم ز خون دل که دو چشم از آن پرست
 باد دست هر که باده بخلوت خورد مدام
 دل خسته غمیم و بود می ددائے ما
 در روز تیره از شب تارم نماند نیم
 با خیل مویرسی از ره خوش ست فال
 گفتی قفس خوش ست توان بال پر شود
 از کاسه کرام نصیب ست خاک را
 نیکی از قست از تو نخواهیم مزد کار

غالب اگر نه خرقه و مصحف بهم فروخت

پرسد چرا که ز رخ می لعل فام چیت

گل را بجرم عریده رنگ دلو گرفت
 لطف خدای ذوق نشاطش نمیدهد
 راه سخن به عاشق آرزوم جو گرفت
 کافر دلی که باستم دوست خو گرفت
 بیچاره خرده بر روش حسبتو گرفت
 چون اصل کار در نظر هم نشین نمود

در خلوت کشود خیالم ره دعا
شمرنده نوازش گردون نمائده ام
با خوشستن چه مایه نظر باز بوده است
گفتم خود اندر مشاهده بخشایش آورد
از یک سبوست باده و قسمت جداست
فرمان روانگشت سلمان به پنج قصر
ایمان اگر بخوف در جا کردم استوار
هرفتنه در نشاط و سماع آورد مرا

رضوان چو شهید و شیر به غالب حواله کرد

بیچاره باز داد و ده مشک بود گرفت

غبارِ طرب مزارم به پنج قتابه هست
بیانک صور سر از خاک بر نمی دادم
ز سروئی نفس نامه بر توان دانست
به هرزه جان به غلط دادم و ندانستم
نظر فردزا دایم بدشمن از زانی
ز شوری نمک پریش نهانی قست
خود اولین قدح به نوش ساقی شو
مگر دهم جگر تشنه را دله بیدر داغ
ز سر دهری ایام نیستیم نژاد

کز تنگی بساط نفس در گلو گرفت
گر چاک دخت جامه بمنز در نو گرفت
کز من دل مرا به هزار آرزو گرفت
خوش باد حال و دست که عالم نو گرفت
جمشید جام بر دو قلندر کد گرفت
گر رفت مرغ ز میکرده تر سافر گرفت
اخلاص در نمود و فایم دور گرفت

گوئی فلک بعربده به بخار اد گرفت

هنوز در رگ اندیشه اضطرابه هست
هنوز در نظم چشم نیم خوابه هست
که نارسیده پیام مرا جوابه هست
که یار دیر پند و دود یا بیه هست
بمن سار اگر داغ غمینه تابه هست
اگر مرا جگر تشنه عتابه هست
که آخر از طرف تست گر حجابه هست
نشان دهمید برایش اگر سرابه هست
که در خرابه مار و آفتابه هست

بهاره هست بود بر شگال بان غالب

درین خزان کده هم موسم شرابه هست

تا بسویم نظر لطف جمش تا من است
 ای که تا نام تو آرایش عنوان بخشید
 کلکم از تازگی مدح تو در باره خویش
 گهر افشانی مدح تو به جنبش آورد
 هر دم از رای منیر تو کند کسب ضیا
 به خیال تو به همتاب شکیم که مگر
 راست گفتارم یزدان نه پسند جز راست
 آنچه ان گشته یکه دل بزبانم که مرا
 راستی این که دم هر دو دلی تو بدل
 دوری از دیده اگر رو دید دور نه
 داد اگر چه همتا هم به همایون سخنی
 جز یا ندوه دل در پنج تنم نفسزاید
 سینه می سوزد از آن اشک که در دامن نیست
 بیکسی بای من از صورت عالم دریاب
 حیف باشد که دلم مردد پرش کنی
 چشم دارم که فرستی بجواب غم

سبزه ام تلین خاتم گل و خاکم چمن است
 صفت نامه بشا و ابی برگ سمن است
 شارح اَنْبَتُنا اللّٰهُ بنا تا من است
 خامه ام را که کلید در گنج سخن است
 هر تابان که فرو زنده این سخن است
 عکس روی تو درین آئینه را کلن است
 حرف تا راست است سر زدن و دل سپرن است
 میتوان گفت که نخته ز دل ندر دهن است
 با هم آینه نخته مانده روان بادن است
 زانکه پیوسته ترا در دلم ارم وطن است
 یک در دهر مرا طالع از غوغا سخن است
 ناله هر چند زانده دل پنج تن است
 بجگر می خلد آن خار که در پیرهن است
 مرده ام بر سر راه و کف خاکم کفن است
 به جهان پرشش ماتم زده رگم هن است
 آن رضا نامه که از لطف تو مطلوب است

غالب خسته بجان جائی بر آن در دارد
 گر به تن معکف گوشه بیت الحزن است

له خمس طامن والی اگر که غالب را دوست می داشت

اِنَّ اللّٰهَ نَبَا نَا حَسَن - حق تعالی ادرا نشود نه خوب تر کنایه این مقوله از آیت قرآنی ما خود است
 که در ذکر حضرت مریم علیها السلام جان آمده است اِنَّهَا اللّٰهُ نَبَا نَا

نه هر زده بخون از مغزم استخوان خالی است
 ردم به کعبه ز کس تو دزد حق محسوم
 بهجوم گل بگلستان هلاک شوتم کرد
 گریستم نگرستی بخون پشم کامرد ز
 نه شاهدی به تماشانه بیدل به نوا
 کنم به جنبش دل شیشه از پری لبریز
 گرش بدیدن من گریه روندا دچه جوم
 پر از سپاس ادا تو دفتر دارم
 امام شهر به مسجد اگر ره هم ندید

خراب ذوق بر دوش کیستم غالب
 که چون هلال سراپایم از میان خالی است

زمن گستی و پیوند مشکل افتاد دست
 رسد دح که خجالت کشم ز گرمی دوست
 به قدر ذوق پتیدن بکشته جابغشند
 شکاف از جگر ذره نم بردن ندید
 درین روش بچه امید دل توان بستان
 به ترک گریه برم دهشت اثر زدش
 به صبر کم نیم اما عیار ای تو بی
 چو دهنک و سمندر در آب آتش من
 بر دے صید تو از ذوق استخوان تنش
 چو اندر آئینه با خویش لایه ساز شوی

که جبهه ناله ناری درین میان خالی است
 ز سجده جبهه و از پوشش زباں خالی است
 که جانمانده و جبهه تو بچنان خالی است
 زیاره جگرم چشم خونچکان خالی است
 ز غنچه گلبن و از بلبل آشیان خالی است
 سرم ز باد فسون سخی زباں خالی است
 نهاد آتش شوق من از دهان خالی است
 که یکسر از رقم پر کش نهان خالی است
 نه جبهه من به نیایش که مغال خالی است

مرا بگیر بخون که در دل افتاد دست
 ز خصم دغم داندیشه باطل افتاد دست
 سخن به محکمه در کش قاتل افتاد دست
 بوا دی که مرا بار در گل افتاد دست
 میان من و او شوق جال افتاد دست
 که خود ز شبردی ناله غافل افتاد دست
 بقدر آنکه گرفتند کامل افتاد دست
 تنم به تسلیم کشتی بساغل افتاد دست
 بهما از تیزی پرداز بسمل افتاد دست
 ز خود بجوی که مارا چه در دل افتاد دست

حریف ما همه بے بذله می خورد غالب
مگر ز خلوت و اعطایه محفل افتادست

ایمنم از مرگ تا تیغ جراح است باز هست
ما د خاک راه گزر بر فرق عریان رختن
پاره امید و استم تکلف بر طرف
بر سر کوه تو با هر م بچنگ آرد همی
در خموشی تابش روی عرقناکش نگر
بینوایی بین که گرد و کلبه ام باشد چراغ
در پرستش سستم در کاجوی استوار
رازدید نهابجوی و از شنید نهابگوئی
گر نمودار است نقش سجده بر سیمای مرغ
دور باش از زینده های استخوانم له هها
کهنه نخل تازه از صحرای افتاده ام

باد برد آن گنج باد آورد و غالب را هنوز

نال الماس پاش و چشم گوهر بار هست

چشم از ابر اشکیار ترست
از عرق جبهه بهار ترست
گریه کرد از فریب زارم کشت
نکه از تیغ آید از ترست
می برانگیزدش بکشتن من
دشمن از دوست غمگسار ترست
دی مگر مست بوده کار مرد
شکر از شکوه ناگوار ترست

معنی باد آورد: بفتح واد، گنج دوم از هشت گنج خسرو پرویز و وجه تسمیه اش اینکه قیصر بود
از خوف پرویز چند کشتی از در سرخ شیر کرده بجز پرویز فرستاد و باد مخالف آن کشتیها را بوی ملک
پرویز آورد، پرویز آن مال را گرفت لهذا آن مال را گنج باد آورد نام کردند (غیاث اللغات)

اے کہ خوش تو ہو گوردے تو نیست
 نو بدولت رسیده را نگرید
 طفلی دیر دلیر جی شکنی
 ہمہ عجز دنیا ز مے خوہند
 خستہ از راه دور می آیم
 شکوہ از خوسے دوست نتوان کرد
 دیدہ از دل امید و ارادت
 خنک از زلف مشکبار ترست
 آہ عہدے کہ استوار ترست
 زاد تر ہر کہ حق گزارد ترست
 پازتن پارہ نگار ترست
 بادہ تہند ساز گار ترست
 میرسد گر بخویشتن نازد
 غائب از خویش خاکسار ترست

ظهور بخشش حق را ذبیحے سببی است
 ز گیر و داد چه غم چون بعالے کہ منم
 رموز دین نشناسم درست معذورم
 نشاط جم طلب از آسمان نہ شوکت جم
 بالتفات نیز زم در آرزو چہ زراع
 بود بہ طالع ما آفتاب تحت الارض
 نہ ہم پیا لگی ز اہدان بلا لے بود
 ہر آنچه در نگری جز بہ جنس مائل نیست
 کیکہ از تو فریب و فا خورد داند
 دگر نہ شرم گزہ در شمار ہے ادبی است
 ہنوز قصہ حلاج حوت زیر پٹی است
 نہاد من عجبا و طریق من عربی است
 قدح مباحش زیا قوت بادہ گزینی است
 نشاط خاطر مفلس ز کیمیا طلبی است
 فروغ صبح ازل در شراب نیم شبی است
 خوشست گرمی بغش خلان شہر عینی است
 عیار بیکسی ما شرافت نسب است
 کہ بیوفائی گل در شمار ہوا بعضی است

میان غالب و واعظ نزاع شد رسانی

بیابہ لایہ کہ ہیکان قوت بخشی است

نشاط معنویان از شراب خانہ قسمت
 فسون با بلیان فصلے از فساد قسمت

بجایم و آئینه حرف جم و سکندر چیست
 فریب حسن بتان پیشکش اسیر تو ایم
 هم از احاطه تست اینکه در جهان مارا
 سپهر را تو بتا راج ما گماشته
 مرا چه جرم گر اندیشه آسمان بهاست
 کمان ز چرخ و خدنگ از بلا و پر ز قضا
 سپاس خود تو فرض هست آفرینش را
 تو ای که محو سخن گستران پیشینی
 مباحش منکر غالب که در زمانه تست

که هر چه رفت بهر عهد در زمانه تست
 اگر خطیست و گر خالی ام داده تست
 قدم به بتکده و سر بر آستانه تست
 نه هر چه دزد ز ما برد در خانه تست
 نه تیز گامی تو سن ز تا زیانه تست؟
 خدنگ خورده این صید گم نشانه تست
 درین فرضیه دگتتی همان دو گانه تست

ردیف ثانی مشله

محو خودست لیک نه چون من درین چه بحث
 افسانه گوشت غیر چه هرا فکشی بر او
 همچون نیل نیست دل است از خدا ترس
 بیچاره بین که جان بشکر خنده داده است
 بے پروا ده شوز غصه و الزام ده مرا
 مژگان بدل ز ذوق نکه میر و دفر
 بت را بجلوه دیده و بر جای مانده است
 همسایه ناخوش ست خوشم هم نشین خموش
 بعد از حزن که رحمت حق بر دانش باد

او چون خودی نداشته دشمن درین چه بحث
 غم بر نتابد این همه گفتن درین چه بحث
 گر نیست خون دیده بمان درین چه بحث
 خوشاش از روندیشون درین چه بحث
 گفته که گل خوش ست گلشن درین چه بحث
 بے رسته نیست جنبش سوزن درین چه بحث
 گر بحث می کنم به بر همین درین چه بحث
 گر نامه ام نهاد بر دزن درین چه بحث
 ما کرده ایم پرورش فن درین چه بحث

ادجسته جسته غالب دمن دسته دسته ام
عربی کسے ست لیک چون بین چہ کث

ردیف چیم تازی

نقشم گرفته دوست نمودن چه احتیاج
با پیرهن ز ناز فرد میرود بدل
چون میتوان به ره گزرد دوست خاک شد
بجز که شعله از نفسم بال میزند
از خود بدوق زمزمه میتوان گزشت
در دست دیگرے ست سفید و سیاه ما
تالاب کشوده مزه در دل دویده است
بفکن در آتش دتب و تابم نظاره کن
آن کن که در نگاه کسان محشم شوی
خواب ست و چه همت آواره بیشان

تاب سہوم فتنه گرانست غالباً

گشت امید را بدردن چه احتیاج

جلوه میخوایم آتش شو هواے ماسنج
گر خودت نهرے بجنبه کام مشتاقان
ہم نشین دارد دہ و دل خندے پاک بند
مرگ مارا تا کہ تہید شکایت کر بہت
ای کہ فحش ما بری پندارم از ما بودہ
دستگاه خویش بین و دعاے ماسنج
در نہ نیروے قضا اندر ضلے ماسنج
میروی از کار در دے دولے ماسنج
رنج داند و ہے کہ دارد از بلے ماسنج
دستزداد چه داری خونہلے ماسنج

خوش را شیرین ستم دی خصم را پر دیزگیر
 آه از شرم تو و ناکامی مازود باش
 زاری مادر غم دل دید شادی مرگ شد
 کاها محوست عیش بے زوال ما پرس
 در گز زین پرده چون دساز غالبیتی
 مدعی بهنجار خود گیر دوائے ماسخ

روایف جیم فارسی

در پرده شکایت ز تو دایم دبیان بهج
 اے حسن گرا از راست نه رنجی سخته هست
 در راه تو هر موج غبار است ردائے
 بر گریه بیفزود دلدل هر چه فرد ریخت
 تن پروری خلق فزون شد ز ریاضت
 دنیا طلبیان عریده مفت ست بوشید
 پیمان زنگیست درین بزم بگردش
 عالم همه مرآت وجود است عدم چیست
 در پرده رسوائی منصور نوا نیست
 زخم دل با جمله دمان ست و زبان بهج
 ناز این همه یعنی چه کمر بهج و دمان بهج
 دل تنگ نگر دم زهر افشان جان بهج
 در عشق بود تفرقه سود و زیان بهج
 جز گرمی انظار ندارد رمضان بهج
 آزادی ما بهج و گرفتاری تان بهج
 هستی همه طوفان بهار است خزان بهج
 تا کار کند چشم محیط است و کران بهج
 رازت نشنودیم ازین خلوتیان بهج

غالب ز گرفتاری او دام بردن آمی

بالله جهان بهج و بد دنیا جهان بهج

اے که نبوی هر چه نبود در تماشایش بهج
 موج از دریا شعاع از مهر حیرانی چرکت
 نیست غیر از سیمیا عالم بودایش بهج
 محو اصل مدعا باش و بر اجرایش بهج

آسمان و همست از بر جیس که خوانش گوی
 آخر از مینا بجاه دپایه افزون نمستی
 صورتی باید که باشد نغز و زیبار و زرگار
 نامه عنوانش بنام تست ناز و تازه است
 دل از آن تست و نعمتهای او انش تراست
 لے ہوس کارت زگستاخی بہ بیرحمی کشید
 پیش ازین کے بود انهم التفاتے بودہ است

نقش ما هیچ هست بر پنهان پیدایش پیچ
 بندہ سانی شود گردن ز ایمانش پیچ
 گو بہ اکسوفش پوش دگوید بیانش پیچ
 داغ غم دارد دسوادش بر سراپایش پیچ
 سخت ہم چون سماط خوان یغمايش پیچ
 ناز کھماے میانش بین بر بالایش پیچ
 اینقدر بر خود ز بخشہاے بجایش پیچ

انفس غائب ہچنین بر جا گزار آخرت
 خیزد در کھلے پرند گوہر آمايش پیچ

ردیف حای حلی

بادہ پر تو خورشید دایا غ دم صبح
 آفتاب ہم ہم دشمن و ہمدرداے شمع
 بعد آنانکہ قریب اند بر افویت ماست
 زمین پس جلوه خورشید چرخان گیرد
 پیش ازین باد بہار اینہم سرست بنود
 سخن ماز لطافت ہمہ سرچشمہ است
 ذوق مستی زہم آہلکی بلبس خیزد
 حق آن گرمی ہنگامہ کہ دارم شناس
 بوس گل کر نہ نوید کر مست داشت چہ دشت

مفت آنان کہ در آیند ببارغ دم صبح
 مایلاک سرشایم و تو داغ دم صبح
 آخر کلفت شبہاست فراغ دم صبح
 شب اندیشہ ز مایافت سراغ دم صبح
 شبہم ماست کہ ترک کردہ داغ دم صبح
 کہ فردا نختہ از طرقت ایام دم صبح
 منگلن آوازہ بر آواز کلاغ دم صبح
 اے کہ در بزم تو ماقم بہ چراغ دم صبح
 اے بشب کردہ فراموش چنلغ دم صبح

غالب امروز بوقت که صبوحی زده ام

چیده ام این گل اندیشه زبان دلم

آب عشق قاریخ خیره کنیم طسرح	در گنبد سپهر مگر در کنیم طرح
در فصل دی که گشته جهان زهر یازد	بنشین که آب گردش ساغر کنیم طرح
تا چند نشنوی تو و ما حسب حال خویش	افسانه های غیر مکرر کنیم طرح
ما را از بون گیر گراز پا در آوریم	از ما عجب مدار گراز سر کنیم طرح
هوس بچرخ دادن گردن بر آوریم	عیشه بدایع کردن اختر کنیم طرح
خود را بشا هدی پر سیستم زین سپس	در راه عشق جاده دیگر کنیم طرح
از داغ شوق پرده نشسته نشان دهیم	در زخم رشک روزه در کنیم طرح
از تار و پود ناله تقایه دهیم سازه	وزد و دزد سینه زلف معنر کنیم طرح
برگ حلق ز شعله آذر بهم نهم	پیرایه از شراره و افکار کنیم طرح
از زخم و داغ لاله گل در نظر کشیم	از کوه و دشت حجله و منظر کنیم طرح
از سوز و سازه محرم و مطرب کنیم جمع	از خار و خار و خانه بالش و بستر کنیم طرح

آمین بر همین بهایت رسانده ایم

غالب بیا که شیوه آذر کنیم طرح

روین خال مجسمه

ای جمال تو بتاراج نظر با گستاخ دی خرام تو بیا مان سر با گستاخ

این قاریخ خیره لقب حضرت علی بن ابی طالب که از دست خویش در قلعه خیبر را از پای
در آورد و قلعه از جرات و شجاعتش مفتوح شد بود (تذکره الکرام تاریخ خلفاء عرب اسلام)
ذکر غزوه خیبر

داغ شوق تو به آرایش دلهاسم گم
مردم اند درد تو دور از تو و دایم از غیر
با خبر باش که در دے که زبید روی هست
خواستش وصل خود از غیر از خلاص منج
شاد گردم که بخلوت ز رسیدت قیب
گریه از زانی آن دل که به نیر و باشد
بے این پیچ که با جیب کشاکش دارد
تا ز دلهای زارش چه محایا باشد

زخم تیغ تو به گلگشت جگر با گستاخ
که رساند بتوان این گونه خبر با گستاخ
نال را که در اظهار اثر با گستاخ
کاین گدائے ست بدروزه در با گستاخ
بینش چون بتو در راه گزند با گستاخ
بشناد ز می سیلاب خطر با گستاخ
بود باد امن پاکت چه قدر با گستاخ
سر زلفی که به پیچد بکسر با گستاخ

طوطیان در سکر آینه به غلب کاد دست

بے از لطف بتاراج شکر با گستاخ

تا بشوید نهاد ماز و شیخ
تا چه بخشند در جهان دگر
هه که از گشت زار امیدم
دلیم اجزای ناله را بدفن
از دل آرام بساط من آتش
موس ماد دانه از یک دست
برگ در خور و بهمت فلک است
مور چون سازه میزبانی کرد
با تو شد هم سخن پیام گزار
در سخن کار بر قیاس مکن
قاصد من راه مرده و من

گشت گر مایه ساز از دونه
کشتگان ترا چمن بر رخ
بهره نور نیز بر دوح
درت اشخاص بقعه را صلح
از تو گویم برات من بر رخ
نفس ما و دام از یک رخ
بشکایت چه میسر نیم ز رخ
به سلیمان رسید پای رخ
چه شکیم به از ترش رخ
ترش گردد ترش نه تلخ رخ
همچنان در شماره فرخ

مرگ غالب دلت بدر آورد
خویش را گشت دهر زه گشتلخ

ردیف دال هلم

دگر فریب بهارم سر جنون ندید
گسسته تار امیدم دگر بخلوت انس
ز قاتلے بعد ایم که تیغ و خنجر را
بدان پری ست نیازم که بهر تنخیرش
جنون مگو ادبش نیست بلکه خود دارست
کفیل هوش خودم دقتی بزم حبیب
بوی گنج گزیدم خواب در نه جنون
شرکای کار نیادر دتاب سختی کار
بمن گرای و وفا جو که ساده برهم
ترا بگر به چه حاجت نه آن بود غالب
که جان به لذت آویزش درون ندید

نگاهش از بسر نامه و فاریزد
بفرق ما اگر شش تا گمان گزار افتد
خوشا بریدن راه وفا که در هر گام
ز ناله ریخت جگر پاره های داغ آلود
تستیم است بیالین کشتگان خودت
دماغ ما ز بلا میسر شد مگر ساقی
سواد صفحہ ز کاغذ چو تو تیار یزد
چو گرد سایه ز بال دیر همار یزد
جبین زیای مانند از نقش یار یزد
چو برگ لاله که در گلشن از هوا یزد
که گل بجیب تمنای خونهار یزد
گداز زهره مادر ایاغ ما یزد

خوش آنکه عجز منش بر سر عتاب آرد
بهشت خویش توانی شدن اگر داری
بروز وصل در آغو شمم آبخان بفشاد
بچاره درد تو اکیسری نیاز بهاست
بر لب عقده کادم بشکل برگ خزان
غبار شوق بخونابه امید سرشت
شباب و زهد چه نا قدر دانی هستی ست

بسجده بر دریا را و فشم تا غالب
خط جبین چو غبار از جبین ماریزد

بر بند پرکشش عالم نمی توان افتاد
فغان من دل خلق آب کرد و نه مهوای
من آن نیم که بتانم کند دل جو می
ز در شک غیر بدل خون قتاد نا که دمن
هم از تصرف بیتابی ز یحنا بود
حدیث می بدت و چنگ میان دارم
فرد نیامدم از بسکه نه خودم بطلب
بلوای یار ز پا افتادم و کنتم فریاد
شب اریه با تو بدعوئی شما نمائی داشت
نفس شراره نشانست و تعلق شعله درد

غریبم و تو زبان دان من نه غالب
بر بند پرکشش عالم نمی توان افتاد

خساک بر پیرهن شعله و جفا ریزد
دے که خون شود و رنگ مدعا ریزد
که بے من از لب من سکوۀ تو داریزد
که دل گذارد و در قالب دوا ریزد
ز لرزه ناخن دست گره کشا ریزد
دے که خواست قضا طرح این بنا ریزد
بلا بجان جوانان پار سا ریزد

غم چو بهیم در افتد کند و که مراد میدهد
 آخر منزل سخت خوی تو راه میزند
 ای که بیدار غم ز قست نیست که بر سینه غم نیست
 شوخی دلکش است برگ نبات می دهد
 مست عطا می خود کند سالی مانده مست
 دوست ز فتنه بگذرد لیک غبار ماهنوز
 آنچه به من پیشته نیست ز نامه بر نهان
 میبیم به خلد جوار خم کجاست ای خدا
 خوب بگفتا گرفته را تازه کند خراش دل

دانه ذخیره می کنند گاه بباد میدهد
 اول منزل دگر یوس تو زاد میدهد
 نازش غم که هم ز قست خاطر شاد میدهد
 سختی به وفادارت رزق جفا میدهد
 داده زیاد می بر و بسکه زیاد میدهد
 در پیش از فزون سری مالش باد میدهد
 شوخی نامه در کفش نامه کشاد میدهد
 آب و هوا ای این فضا که بباد میدهد
 در نه بهانه جو می چسبیت که دل میدهد

تو سن کلک خالیا مصرع فیضش نیست؟

صبح چو ترک مست من شیشه کشاد میدهد

دل اسباب طرب گم کرده در بند غم نماند
 گرفتارم کز تغافل طاقت تابانج می گیرد
 تو گستر دی بصر ادا می و از رشک فتادی
 جنون کردیم و مجنون شهر کشیم از خرد مندی
 بدین رنگست گر کیفیت مردن خوشا حست
 سراپا ز حمت خویشیم از هستی چه می پرسی
 فراغت بر تابد همت مشکل پسند من
 چه پرسی وجه حیرانی که هنگام تماشا نیست
 ز ما که مست این هنگامه بگر شور هستی را

زراعت گاه دهنقان بشود چون باغ ویران شد
 حرف یک نگاه بهیابا می تو توان شد
 کف خاتم برنگ قمری بلی افشان شد
 بردن دادیم از غم بعنوانی که پنهان شد
 لب ذوق کف پای تو عشرت خانه جان شد
 نفس دل دهم شیر دل رسیدن پیکان شد
 ز شوا می بجان می افتدم ملک که آسان شد
 نگاه از بن خود بهادست پالم کرد و مرگان شد
 قیامت میداد از پرده خاک که انسان شد

نشاط انگیزی انداز سعی چاک رانازم
 شب غربت همانا شیوه غم خواری دارد
 قضا از ذوق معنی شیرۀ مسرخت در جهانها
 دلم سوزت نهان دارد دلی در سینه کویها
 چو اسکندر ز نادانی هلاک آب حیوانی
 به پیراهن نمی گنجد گریه ای که دامن شد
 که هم در ساقم صبح وطن زلفش پریشان شد
 نمی از لای پالایش چکید آب حیوان شد
 چو غنچه جسته از پشمش گرداغ نمایان شد
 خوشا سوختن که هر کس غوطه زود روشن جان شد
 خدارا اے بتان گردش گردیدی دارد
 درینا آبروی دیر گر غالب سلمان شد

داغ از پرده دل رو بقفاس آید
 پتھر از آنکه که بستی ز دل آید بیرون
 جلوه اے داغ که دو تم ز نیک میبخرد
 سود غارت زدگیهای غمت رانازم
 زیستم بیتود زین تنگ بکشم خود را
 دعوی کشدگی تحضر و سوا آنهاست
 راناز سینه بهضرب ز زخم بیرون
 برگ گل پرده سازست قفاس ترا
 در هم افشردن اندام تو چون بامیخواست
 رفته در حسرت نقش قدح عمر بسر
 اتفاق سفر افتاد به پیری غالب
 آنچه از بای نیاید ز عصای آید

خوش است آنکه یا خوش جز غم ندارد
 دلی خوشتر است آنکه این هم ندارد

اے سوختن - نام دریای است که در علاقه بهار جاری است و نامش سون زبان زد خاص و عام است
 بهاتامرا دغالب همی دریا است زیرا که هیچ دریا که سوختن نام دارد در هندوستان نیست

قوی کرده پیوند تا سوره پستش
 سرابے که رخسار بویانه خوشتر
 بجوش عرق زنگد باخت رویت
 گلت را نواز گشت را تماشا
 چه ناکس شمرد آنکه خون ریخت مارا
 ز ماتم نباشد سیه پوش زلفت
 نگه دار خود را و ز آئینه بگزر
 سخن نیست در لطافت این قطعه غالب

همیشه بود همت کادم ندارد

مژده صبح درین تیره شبانم دادند
 رخ کشودند دلب هرزه سرایم بستانند
 سوخت آتشکده ز آتش لفسم بخشیدند
 گهر از رایت شاهان عجم برپیدند
 افسر از تارک ترکان پشتگی بردند
 گوهر از تاج گسستند و بدانشن بستند
 هر چه در جزیره ز کبر ان می ناب آوردند
 هر چه از دستگه یارس به یغما بردند
 دل ز غم مرده دشمن زنده همانا این مر

شمع کشتند و ز خورشید شام دادند
 دل ربودند و دو چشم نگراغم دادند
 ریخت بتخانه زنا قوس فغانم دادند
 بعوض خامه گنجینه فغانم دادند
 به سخن ناصیه فرکیانم دادند
 هر چه بردند به پیدای بهانم دادند
 بشب جمعه ماه رمضانم دادند
 تا بنالم هم از ان جمله زبانم دادند
 بود از زنده بماتم که امانم دادند

سه بیت بسم اقل نسخ ثانی - نام پدر افراسیاب ادلاوس را بستگی گویند

هم ز آغاز بخوف و خطر ستم غالب
طالع از قوس شمار از سر طانم دادند

تا کیم دود شکایت ز میان برخیزد
می ز می از من و خلقی بگمانست ز تو
گر دهم شرح عتابی که بد لها داری
با قدرت سر و چو شغفست که ناگه یکبار
بچه گیرند عیار هوس و عشق دگر
کشته دعوی پیدای خویشیم هم
زینهار از تعب دوزخ جاوید مترس
نال برخواست دم حبتن از آتش زبند
جز دے از عالم و از همه عالم بیشم
عمر یا چرخ بگرد که بگر سوختن
گر دهم شرح ستمهای عزیزان غالب

رسم امید همانا ز جهان برخیزد
گویم سخن گر چه شنیدن نشاند
از بند چه بکشاید و از دام چه برخیزد
گوهر چه شکایت کند از بے پروائی
سایق چه شگونی کند و باده چه تندی
مالذت ویدار ز پیغام گرفتیم
بے پرده شو از ناز و میندیش که مالا
صبحی ست ششم را که دیدن نشاند
ماییم و غزالے که رسیدن نشاند
ماییم و سرشکے که چلبیدن نشاند
خون باد دماغ که رسیدن نشاند
مشتاق تو دیدن ز شنیدن نشاند
چون آینه چشمی است که دیدن نشاند

بنیم چه بلا بر سر جیب و کفن آرد
 پیوسته روان از مژه خون جگر ستم
 دستان که بجز جامه دریدن نشناسد
 شو قمری گلگون بسو میزند امشب
 زنجیرست زخم را که پریدن نشناسد
 پیمان ز سیاقی طلبیدن نشناسد
 بالذات اندوه تو در ساخته غالب
 گوی همه دل گشت و پیدن نشناسد

هر دم ز نشاطم دل آزاد بجنب
 بر هم زدن کار من آسان ترا دانست
 تا کیست درین پرده که بے باد بجنب
 خواهم ز تو آزردگی غیر و چون بنیم
 کز باد سحر طره شمشاد بجنب
 مردم به دم ددا کنم از آن صید که دلم
 عرق حسد خاطر ناشاد بجنب
 بلن شیخ پریشان می گلگون بقدر حریز
 لخته پے مشغولی صیاد بجنب
 تا در نظرت بال پر زار بجنب
 زان دشته که اندر کف جلا بجنب
 زان تیشه که در پخته فرهاد بجنب
 چون طبع کجبت را گم بیداد بجنب
 هر چاره که در خاطر استاد بجنب
 وصل تو به نیروی دعا نیست ازین بعد
 خون باد زبانی که با و را بجنب
 غالب قلمت پرده کشای دم عیسی است

چون بر روشش طر ز خداداد بجنب

خوبان نه آن کنند که کس با زبان رسد
 دار و خبر دروغ و من از سادگی هنوز
 دل بر دتا در گرچه از آن دستان رسد
 سخنم همی که دوست گم ناگهان رسد
 هر جا کینم سجده بدان آستان رسد
 مقصود ما زدی در حرم جز حبیب نیست

له این غزل در نسخه "ب" موجود نیست.

درد می کشان بمیکده در هم فتاده اند
گم شد نشان من چو رسیدم به کنج دیر
در دامن بهر دانه نیستم مگر نفس
راست که تا من است همانا نه اینست
رفتم بودی دمره اندر جگر غلیظ
تیر نخست را غلط انداز گفته ام
امید غلبه نیست به کیش مفان در آبی
خوارم نه آبخنان که دگر خرد وصال
صاحبقران ثانی اگر در جهان نماند

نازم به خواری که بمن زمین برسان رسد
مانند آن صدا که بگوش گران رسد
چندان کنی بلند که تا آشیان رسد
خون می خورم که چون بخورم می چنان رسد
زان پیشتر که سینه نوک انسان رسد
اے داس که نه تیر دگر بر نشان رسد
منی که به جذب دست نداد و افغان رسد
یا در کفر اگر همه اند آسمان رسد
گفتار من به ثانی صاحبقران رسد

نوان نیست تاب برق تحلی کلیم را
کے در سخن به غالب آتش بیان رسد

عاشق چو گفتیش که برود می رود
اشب بزم دست کے نام مانبرد
از تالام مرج که آخر درست کار
شادم بزم و عطا که را نشا اگر نیست
فردوس جوی غم و سواس آده را
نخوت نگر که تی خلد اندر دشت شک
با هم به داغ و لاله قسلی شوم کاش
دشک و تا نگر که بدعوی گه اهنای

نازم بخوابگی غصب آدمی رود
گوئے سخن ز طالع صعود می رود
شمع خورشید و ز سرم دود می رود
بارے حدیث چنگار نه دعو می رود
سرمایه نیز در هوس بود می رود
تیرے کہ در پرستش معبود می رود
تاوان ز بزم دوست به نشود می رود
هر کس چگونہ در پے مقصود می رود

فرزند زیر تیغ پدر می هند گلو گر خود پدر در آتش فرد می رود

غالب خوشبخت فرصت بر موم فکریش

تا رے که نیست در سر این بود می رود

دانست که شهادت می امید خود بود بدگشتم ز دین دم بسیل ضرور بود

رفت آنکه ما ز حسن مدارا طبع کینم سر رشته در کف آرنی که طرد بود

مجرم مسخ رند آنا الحق سراسر ما معشوقه خود نهی زنگبان غیور بود

ساک نکفته ایم که منزل شناس نیست بیجا ده ماند راه اند آن رو که دور بود

نازم با متیاز که بگزشتن از گناه یاد گیران ز عفو دبا از غرور بود

اے آنکه از غرور بهیم نمی خوی زان پایه باز گوی کیش از ظهور بود

در دلم بخشود شدت نهفته ماند خون یاد ناله که هم آهنگ صور بود

دل اذ تو بود و تو پی الزام ما زما بر دی تخت ایچ ز بخش شور بود

قطع پیام کردی و دانستم آشفتیست دلاله خویر دے دلم نا عبور بود

دادی صلاے جلو و غالب کناره کرد

کو بخش آن گدا که ز غوغا غفور بود

ز گری نهگت خون دل بجوش آمد ز شادی سمت سینه در خودش آمد

بجان نوید که شرم از میان هم رفت به عیش مرده که دقت در داغ هوش آمد

خیال یار در آغوشم آبخنان بفشرد که شرم اشکم از شکوه بی ددش آمد

باستین بنشان در تیغ خوش بردار که جان غبار تن در بال درخش آمد

ندای شیهه رحمت که در لباس بهار بجزر خواهی رندان باده کوش آمد

لله مراد حضرت اسماعیل زنج الشریح حضرت ابراهیم خلیل الله

له مراد منصور و حلاج

ز دهل یار قناعت کنون به پیغامیست
 ز نام حوصله نگرفت و کو کین جان داد
 شهید چشم تو کشم که خوش سخن گوئی مست
 ترا جمال و مرایه سخن سازی مست
 خزان چشم رسید بهار گوشش آمد
 چه نرم شانه گذشت و چه سخت گوشش آمد
 هلاک طرز لبم شو که پر خموشش آمد
 بهار زینت دکان تکفردشش آمد

پرس دجه سواد سفینه با غالب
 سخن بمرگ سخن رس سیاه پوش آمد

به عشق از دو جهان بے نیاز باید بود
 بنجب حوصله نقد نشاط باید ریخت
 چو لب زهر زه لایان شوق نتوان شد
 چو بزم عشرت یان تازه رد توان جوشید
 کمر نهفته بتاراج خویش باید بست
 چو شوق بال کشاید توان بخود بالید
 به سخن میکده سرست میتوان گردید
 بکون تمیده ذوق نگاه نتوان زدیت
 نگه ز دیده بسیداد جو که سائل را
 مجاز سوز حقیقت گداز باید بود
 بجان شکوه تغافل طراز باید بود
 چو دل ز پرده سرایان از باید بود
 چو شمع خلوتبان جان گداز باید بود
 شریک مصلحت سعی ناز باید بود
 چو ناز جلوه گراید نیساز باید بود
 به رنج صومعه وقف نواز باید بود
 شهید آن مژه های دراز باید بود
 گدیه طالب در های باز باید بود

چه بر ز راحت آزادگی خوری غالب
 ترا که این همه بابرگ دساند باید بود

نعل از نیم خویت رشته پیچیده را ماند
 ز جوش دل هنوزش ریشه در آبست بندگی
 ز بس کز لاله گل حسرت ناز تو می جوشد
 خوشادلداده چشم خودش بودن در آینه
 نگاه از تاب رویت موس آتش دیدار ماند
 بترکان قطره خون غنچه ناپیچیده را ماند
 خیابان محشر دلمه خون گردیده را ماند
 ز سرگرمی نگه صیاد آهودیده را ماند

غبار از جاده تا اوج سپهر ساد میبالد
 ز جوشش دشت صحرادل رنجیده را ماند
 بهر جای خزان جلوده است پنداری
 دل از آئینه دار بهای شوق دیده را ماند
 چه غم از افتاد گها چون دان یا لاست اندوخت
 تن از مستی بکویت جان آرا میده را ماند
 بهار از رنگ بود در پیشگاه جلوه نازش
 گدایان نثار از ره گزر بر چیده را ماند
 رقیبش برده از راه و وفا بگر که در چشم
 غبار راه او شرکان بر گردیده را ماند
 همان و دلت از سودا میگرداندش غالب
 تو گویی گنبد گردن سر شوریده را ماند

شادم بخالت که زتابم بدر آورد
 از کشمکش حسرت خوابم بدر آورد
 فریاد که شوق تو بکاشان زد آتش
 و انگاه پله بردن آیم بدر آورد
 رسوائی من خواست مگر کاینهم سرست
 دور فلک از بزم شرابم بدر آورد
 افکنده بچون فلک از دای دشادم
 کز پیچ دخم سوج سرابم بدر آورد
 جان بر سر مکتوب تو از شوق فشاندن
 از عهد تحریر جوابم بدر آورد
 نازم به نگاهت که ز سرستی انداز
 از تفرقه مهر عقابم بدر آورد
 ساقی نیکی تابشاسم ز چه جامست
 آن باده که از بند مجابم بدر آورد
 نازم به گران بیگی سعی تحیر
 کز سر حد این دیر خوابم بدر آورد
 آن کستی شکسته ز موبم که تباهی
 انگند در آتش گم از آیم بدر آورد

غالب ز عزیزان وطن بوده ام اما

آوارگی از فرد حسایم بدر آورد

گر سینه به که بر آید ز فاقه جانفش درزد
 از آنکه در رسد از راه میهانش درزد
 نفس بگرد دل از مهری تپید بفرات
 چو طائر که بیوزانی آشیانش درزد

سرم بوصول به گنجینه راه یافته دزدی
و گر بکام خود اے دل چه بهره برد توانی
نترسد از دستن خدا نخواسته باشد
ز شور ناله دل دار و اضطراب روانم
ز جنبش مژه مانی دم نگاه به مستی
ز شیخ و جید بدوق نشاط غم نیایی
فغان ز غفلت صراف کم عیار که ناگه
که در ضمیر بود نیم پاش و لرزد
ز ساده که زنی بوسه برد پاش و لرزد
چرا رسد سر آن طره بر میانش و لرزد
چو راغی که ز کف رود عنانش و لرزد
که بے اراده جهد تیر از کمانش و لرزد
مگر بدل گردد مرگ ناگهانش و لرزد
بر آورد نذر قلب از دکانش و لرزد

گر از نشانن جهان شورش بر غالب
چرا به سجده هند سر بر آستانش و لرزد

آنانکه وصل یار همی آرزو کنند
دقت کز روانی می ساقیان بزم
مینالی از نه که به ناخن شکسته اند
دیوانه و جیه رسته ندارد مگر همان
خون هزار ساده بگردن گرفته اند
لب تشنه جوے آب شمار و سراب را
از بس بشوق روزه تو مست تو بهار
پیمانه را به ماتم صیافشان نیست
باید که خویش را بگذارد و او کنند
پیمانه را حباب لب آب جو کنند
اے دایه ناخن بدلت گرفت و کنند
تارے کشد ز جیب که چاکه رفو کنند
آنانکه گفته اند نکویان بنکو کنند
می ز بیدار بستی اشیا خلو کنند
بوسه می آید از دهن غنچه بو کنند
اے دایه گر ز خاک وجودم سبو کنند

آلوده ریانتوان بود غالب
پاکست خرقه که بے شست و شو کنند

چون گویم از تو بر دل شیدا چه می رود
خوابیده است تا که بگویت بیدار است
بگر بر آگینه ز عمار اچه می رود
گر سر رود بر آه تو از پا چه می رود

گوئی مباد در شکن طره خون شود
 پیدا است بے نیازی عشق از فکای ما
 آئینه خانه ایست بخارم ز انتظار
 گر جلوه رخ تو بسا غزندیده ایم
 باما که محو لذت بیداد گشته ایم
 یک ره اگر بادی بخون کند گزار
 اے شرم باز داشته از جلوه سازیت

دل زان تست از گره ما چه می رود
 گر تو درستی شکست ز دنیا چه می رود
 او جانب همین بتما شا چه می رود
 چندین بند تو با ده دلها چه می رود
 دیگر سخن زهر و مدارا چه می رود
 از ساربان تاته لیسلا چه می رود
 از پشت پایر آئینه آیا چه می رود

هفت آسمان بگردش مادر میان ایم

غالب دگر پسر کس که بر ما چه می رود

نه از شرم سست که چشمه آسان بر نمی آید
 ازین شرمندگی که بند سامان بر نمی آید
 گرا از رسوایی ناز تو پروا نیست حاشی را
 بزم سوختن دود از چراغان بر نمی خیزد
 سرت گردم بزین تیغ دوی بر روی دل بکشا
 شکفتن برهن بیتابست بان که غم میدهم
 همان خون کردن از دیده بیرون رفتن داد
 مگر آتش نفس دیوانه مرد از اسیرانت
 چه گیر است کاین تار ز مو باریکتر دارد
 جو آسودگی که مرد را ہی کاندیرین وادی
 برم پیش که یارب شکوه اندوه دل تنگی
 بدوش خلقی نعشم عیبت صاحبان باشد

نگاهش باد از یهله شرکان بر نمی آید
 سر شوریده ما از گریبان بر نمی آید
 چرا دل خون نمی گردد چرا جان بر نمی آید
 بباغ خون شدن بواز گلستان بر نمی آید
 دلم تنگ سست کا باز زخم پیکان بر نمی آید
 دولت با ناله مرغان سحر خوان بر نمی آید
 دل که ز غمده غمیل پنهان بر نمی آید
 که دود از دزدان دیوار زندان بر نمی آید
 کس از دام این نازک میانان بر نمی آید
 چو خار از پایر آید باز دمان بر نمی آید
 نفس چندان که میانم پریشان بر نمی آید
 بیای خود کس از کس جاتان بر نمی آید

بر آرد از بزم بحث اسب جذبه و غلبه
که ترک ساده مایه انقیاد بر نمی آید

چه پیش از دعد چون باور ز غلام نمی آید
دویرانی خورم لیکن جهان چون بهر دیوان
گزاشتم ز آنکه بر زخم دل صد یاره خون گید
روشن نگشته و در سایه دیوار تنگ شده
دعای خیر شد در حق کن نقرین بجان کردن
از آن بد خوندانم چون دهد دلاله در میدا
براه کعبه زادم نیست شادم که بیکبار می
دش خواهد که تنها سوسه من است آوردن
دیرم شاعرم مندم ندیم شیوه مادام
شود بر هم دلی نه زهر نهد ارد که در خواهم

ندارم باده غالب که سحرگاهش هر رايه
به بینی مست دانی که شبتانم نمی آید

چون پوی بزمین چرخ زمین تو شود
لهم از نام تو آن مایه پرست که اگر
چنان به سجده که نه آنست بکاها از شرم
صد قیامت بگذارد و هم آمیزند
تاب هنگامه در دآرم دگویم بهمات
به سخن پیچم داند ده گساده گروم
جلوه جز در دل آگاه سرایت نکند
خوش بشته مست که کس راه نشین تو شود
بوسه بر خنجر زخم غنچه رنگین تو شود
ماه یک چند ببالد که جبین تو شود
تا غیر دل هنگامه گزین تو شود
چه کنم تا غم بهجس تو یقین تو شود
برم از غیر دلی را که حزن تو شود
من در آتش فتم از هر که قرن تو شود

چشم و دل باخته ام داد مهر خواهد داد آنکه چون من همه دان همه بین تو شود
کفر دین چیست جز آلالیش پندار وجود پاک شوی پاک که هم کفر تو دین تو شود

دوزخ تا فتنه هست نهادت غالب

آه از آن دم که دم باز پسین تو شود

دیگر از گریه بدل رسم نغان یاد آمد
دل در افروختش منت دامن نکشید
تا ندانی جگر تنگ کشودن حد درست
داغم از گرمی شوق تو که صدها بدلم
خیر و در ماتم با سرمه فرو شوی ز چشم
رفته بودی دیگر از جای سخن سازی غیر
خجک و ترسوزی این شعله تماشادارد
دید پر ریخته و از قفسم کرد آزاد
بر دریا رچه غوغاست عزیزان بر دید

داده خوین نفسی درس خیالم غالب

بنگ بر روی من از سیلی استاد آمد

دش گز کردش بختم بر دے تو بود
انچه شب شمع گمان کردی دفتی بعثا
چرخ کج باخت من در خم دام تو فکند
دست دارم گمراهی را که بکارم زده اند
چه عجب صانع اگر نقش دمانت گم کرد
شب چه دانی ز تو در بزم بخوان چه گز

چشم سوے فلک دے سخن سوے تو بود
نفسم پرده کتای انتر سوے تو بود
نعل و اژدین بلا حلقه کیسوے تو بود
کاین همانست که پیوسته در این سوے تو بود
کو خود از حیرت یان رخ نیکوے تو بود
خاصه بر صدر نشینی که به پیلوے تو بود

مردن و جان بختلے شهادت ادا
 غلہ را از نفس شعلہ نشان میسوزم
 روش باد بهاری به گمانم انگند
 بکف باد مباد اینهمه رسوائی دل
 ہم از آن پیش که مشاطہ بد آموز شود

لالہ گل ددا از طرف مزاجش پس مرگ

تا جہا در دل غالب ہوئے تو بود

گر چنین ناز تو آما ده یغما ماند
 دل و دینے بہ بہائے تو فرستم حاشا
 ہم بود اسے تو خورشید پرستم آری
 باد جود تو دم از جلوہ گری نتوان زد
 شکوہ دوست زد دشمن نتوانم پوشید
 ساز آوازہ بدنامی از ہزن شدن نیست
 بندہ را کہ بفرا مان خدا راہ رود
 سر بباغ از افق سر و شبے کرد طلوع
 بعد صد شکوہ بیک عذر تسلی نشوم
 کلین چمن ز رسد ہر چہ زدار اماند
 دام گیر آنچه ز بیعتانہ نمود اماند
 دل ز مجنون بدو آہو کہ بہ سیلا ماند
 در گلستان تو طاووس بہ عنقا ماند
 گر غم بہر چنین حوصلہ فرسا ماند
 آہ از آن حسرت کہ از پیوہ برہ دامن ماند
 نگزارند کہ در بسند زینہا ماند
 سرہ گفتند بدان ماہ سراپا ماند
 کلین چمن ہر ز سرے بیدار ماند

در بغل دشنہ تھان ساخته غالب مرد

نگزارید کہ ماتم زوہ تنہا ماند

در کلبہ ما از جگر سوخته ہو برود
 خواہم کہ برود نالہ غبارم ز دل و دست
 ہمرہ رودش کوثر و حوران کہ دم مرگ
 با ما گلہ سنجید و شہادت بعد برود
 چون گریہ تن زار مرا از آن سر کو برود
 ذوق مے ناب و ہوس دے کو برود

بستند ره جرمه آبی به سکن در
 دی رند بهنگامه خجل کرد عین را
 بر ما غم تیمار دل زار سر آمد
 مارا بنود هستی و او را بنود صبر
 دلدار تو هم چو تو فرینده نگار نیست
 یک گریه پس از ضبط و صد گریه مضاد
 دیوانه مارا صنم سلسله مو برد
 دست که زماشتست بخون که فرد برد
 در حلقه و قایک دلم آورد و دور برد
 تا تلخی آن زهر تو انم ز گل برد

نازد به نکویان ز گزشتاری غالب
 گوئی بگرد برد و لے را که از دبرد

نادان صنم من روش کار نداند
 بے دشنه و خنجر بنود معتقد ز خم
 بر تشنه لب بادیه سوز دلش از مهر
 گویم سخن از رنج و راحت کندش طرح
 دل را بغم آشکده را از نسجند
 عنوان هواداری احباب نه بیند
 دشوار بود مردن دشوار تر از مرگ
 دامنم که ندانست و ندانم که غم من
 از ناکسی خویش چه مقدار عزیزم
 گردم سر آوازه آزادگی خویش
 فصلی ز دل آشوبی در مان بسراید
 به هر که کند رحم سرا از بار نداند
 دلمای عزیزان بغم افکار نداند
 اندوه جگر تشنه دیدار نداند
 روز سیه از سایه دیوار نداند
 دم را به وقت ناله شرار بار نداند
 پایان هوس ناکی اغیار نداند
 آفت که من میرم و دشوار نداند
 خود کتر از آنست که بسیار نداند
 در عریده خواهم کند و خواہ نداند
 صدره ندم بند و گرفتار نداند
 تا چند بخود پیچسم و غم خواہ نداند

پیمان بر آن رند حرامست که غالب
 در بنجودی اندازه گفتار نداند

خوشا که گنبد چرخ کهن فردا ریزد
 بریده ام ره دوری که گر بیفتاغم
 ز جوشش شکوه بیداد دست می ترسم
 و بدیه مجلسیان باده و بنویت من
 مرا چه قدر بگوئے که نازنینان را
 ز خار خار چنین کس چه نال می که خشک
 ترا که عالم ناز می بغزه بستايد
 کمن پر ششم از شکوه منع کابن خوشی
 بمن بساز و بدان غمزه می بجام مریه
 بذوق باده ز بس آب در دهن گردد
 بر سر از آنکه به محشر ز طره طرايد

اگر چه خود همه بر فرق من فردا ریزد
 بجای که گردد و دان ز بدن فردا ریزد
 مباد هر سکوت از دهن فردا ریزد
 بمن نماید در انجمن فردا ریزد
 غبار بادی از پیرمان فردا ریزد
 برخت خواب گل یا سمن فردا ریزد
 کسی که گل بکنار چمن فردا ریزد
 که خود ز رخسار دم و دختن فردا ریزد
 که بوشم از سر و تا بزم زن فردا ریزد
 می نخورده مرا از دهن فردا ریزد
 دل شکسته ام از هر شکن فردا ریزد

رواست غالب اگر در قائلش گوی

که از لبش زردانی سخن فردا ریزد

اگر بدل نه خلد هر چه از نظر گذرد
 به وصل لطفت با نذازه تحمل کن
 بیاک ناله ز خویشم که در دل شبها
 ازین اوریب نگاهان حذر که نادکشان
 نفس ز آبله های دلم بر آرد سر
 حریف شوخی اجزای ناله نیست شر

ز من زردانی غمزه که در سفر گذرد
 که مرگ تشنه بود آب چون ز سر گذرد
 دود بعریده چند آنکه از اثر گذرد
 بهر دلی که رسد راست از جگر گذرد
 چنانکه رشته در آمودن از گهر گذرد
 که آن بردن جهد و این ز خاره در گذرد

کند خدنگ تو قطع خصومت من و غیر
 ز شعله خیزی دل بر مزار ما چه عجب
 شکست ما بعدم نیز همچنان پیدا است
 خوشا گله که بفرق بلند بالا نیست
 دماغ حرمی دل رساندن آسان نیست
 مرا خود از دل و او را هم از نظر گزرد
 که برق مرغ بوار از بال و پر گزرد
 بصورت سر زلفی که از کمر گزرد
 دند ز شاخ و دازین سبز کاخ بر گزرد
 چها که بر سر خار از شیشه گر گزرد

حریف منت احباب نیستم غالب

خوشم که کار من از سعی چاره گر گزرد

شوخی چشم حبیب فتنه ایام شد
 تا تو به عزم حرم تا تو فلکندی براه
 پیچ دخم دستگاه کرد فرون حرص جاه
 هست لغات بسی هم از طلب تانید
 اے که ترا خواستم لب ز کمین نگار
 گر همه هرے بود در همه خشی خب
 ساده دلم در امید خشم تو گیرم بهر
 پوخته کش شرر چهره کشانی کند
 دیگرم از دوزگاه شکوه چه در خور بود
 قسمت بخت رقیب گردش صد جام شد
 کعبه ز فرش سیاه مردک احرام شد
 ریش چو آمد بدون دانه مادام شد
 لذت دیگر دهد بوسه چو دشنام شد
 خود لبم اندر طلب خسته ابرام شد
 صبح امید مرا روز سیه شام شد
 بوسه شود در لبم هر چه ز پینام شد
 صورت آغاز ما معنی انجم شد
 ناله شرر تاب شد اشک جگر فام شد

اے شده غالب بتای دشمنی بخت بین

خو صفت دشمنست آنچه مرا نام شد

نیست دقته که ببا کایه از غم نرسد
 دوری در دوز در مان شناسی هشدار
 عے به زاهد مکن عرض که این جوهر نایاب
 نوبت سوختن ما به جهنم نرسد
 کز پیدن دل افکار برکم نرسد
 پیش این قوم بشورایه زمزم نرسد

خواجہ فردوس بمیراث تمنا دارد
صله دمنزد میندیش که در ریش عام
بهره از سر خوشیم نیست ما غم عالی ست
هر چه بینی بکمان حلقه از نجیب است
فر خالذت بیداد کزین را بکزر
هر کجا دشنه شوق تو جراح است یار
طوبی فیض تو هر جا گل بار افشاند
وای گر در دشت نسل به آدم نرسد
لاله از داغ و گل از چاک به شبنم نرسد
باده گر خود بود از میسکده جم نرسد
بیمج جان نیست که این دایره با هم نرسد
بکمان میرسد آنکس که بخود هم نرسد
جز خراش بجگر گوشه او هم نرسد
جز نیمه پرستش که مریم نرسد

سوزد از تاب سموم دم گرم غالب
دل گرش تازگی از اشک دما نرسد

آزادگی ست سانس انا صد ندارد
عشق ست دنا توانی حسن ست سرگانی
فارغ کسی که دل را باورد و اگر دارد
در هم فشار خود را تا در رسد مانع
اس سینه سرده از جور پاچه نالی
صد مادرین کشاکش بگرفته در ضمیرش
هر مطلق که ریزد از خامه ام نقایت
جان در غمت نشانم مرگ ز قفا ندارد
بر خوشستن بخشای گفتم در تو دانی
کشتن چنانکه کوئی نشاخست ست مار
هرش نه بید ماعنی ماناست با تغافل
از هر چه در گزشتیم آواز پان ندارد
جور و جفا نتایم هر دو دفا ندارد
کشت جهان سراسر دارد گیاه ندارد
در بزم ماز تنگی پیمان جان ندارد
در کیش روزگار گل خون بها ندارد
در بخور عشق کوئی آه رسان ندارد
جز نفس محبت سازم توان ندارد
تن در بلا فکندن بیم بلا ندارد
دارم دلی که دیگر تاب جفا ندارد
بے ناتمام لطف کز مشکوه و اندارد
یاد بستم مبادا بر مار ندارد

چشمه سياه دارد یعنی بهمانه بنید
 چو کس چوماه دارد اما بما ندارد
 چون لعل تست غنچه اما سخن نداند
 چون چشم تست ز کسل اما حیا ندارد
 آتش گداز خاک بادش تفت بخاک
 دلی به مرگ غالب آب و هوا ندارد

شو قلم ز پند برد فریاد میزند
 تا افکنی چه دلوله اندر سادما
 از جبه شیر و عشرت خسر نشان نماند
 هرگز مذاق درد اسیری نبوده است
 ممنون کادش مشه و نیشتر نیم
 خونی که دی به چیم از د خاره خاره بود
 اندر هوا شمع همانا زبال ویر
 زین بیش نیست قافله رنگ رادنگ
 ذوقم بهر شراره که از داغ می جهد
 چون دید کز شکایت بیداد فارغم
 تادست برد آتش سوزان دهد بیاد
 غلب سرشک چشم تو عالم فرد گرفت

موجب است دجله را که به بغداد میزند

باید ز سهر آئینه پر بهیز گفته اند
 فصلی هم از حکایت شیرین شمرده ایم
 آن قصه شکر که به پرویز گفته اند
 مردم ترا براس چه خون ریز گفته اند
 آری دروغ مصلحت آئینه گفته اند

گویم ز سوز سینه و گوید که این همه
 نشکفت دل زیاد تو گویی دروغ بود
 انداخت خار در ره و انداز خوانده اند
 گفتا سخن زبیر و پایان ز زیر کی ست
 ناز به بعد مضائقه عجز به بعد خوشی
 گر از تو گفته اند ز مایه گفته اند
 غالب ترا بدید مسلمان شمرده اند
 آدمی دروغ مصلحت آمیز گفته اند

صبح ست خوش بود قدحی از شراب زد
 فشر به مغز پنبه مینا فرد برید
 ذوق نه مغانه ز کردار باز داشت
 تا خاک گشتگان فریب فائے کیست
 رنگی که در خیال خود انداختم ز دوست
 گفتم بگره ز کار دل و دیده باز کن
 گر بوشش با بساط ادائے خرام نیست
 تا در هجوم ناله نقش یا ختم به کوه
 اے لاله بردی که سیه کرده مناز
 غم مشربان به چشمه حیوان نمی دهند
 غالب کسان ز اهل حکیمش گرفته اند
 بیداشته که طعنه بر اهل کتاب زد

ننگ نیربادم بفرستگش و فاد و را فکند
 شادم از دشمن که از رشک گذارم و روش
 قربت خواهم بقاتل کا ستخوان سینه ام
 از شهیدان دیم کریم برق خنجرش
 شرم جو را خاصر خاصر دست لیکن جواب
 چون بجوید کام تانجی پرتاری کنم
 وقت کار این جنبش غلغالی کاندراست
 گرفتار سارتمانی در خور عشرت کند
 گر سلماتی یکمین زردشت است انکاد
 عشق کا فر شغل جان دادن بجز و را فکند
 نیست تیغی که چکیدن طرح ناسور افکند
 قرعہ قالی بنام زخم سا طور افکند
 لرزه در حور افتد و جام از کف حور افکند
 چون فروماند سخن در رسم جمهور افکند
 خویش را بر رخت خواب ناز و بخور افکند
 حلقه در غیت بگوش خون منضم افکند
 آه اذان خونابه کاندرا جام نفور افکند
 اختلاف در میان ظلمت و نور افکند

آدم بر راه و غالب کرد دل میگردم
 لغزش پای که باز از جاده ام در افکند

بره با نقش پای خوشم از غیرت می باشد
 نمی گیری بخون خلق بی پروا نکامان را
 چه گویم سوز دل با چو تو غم نادیده بستی
 رسد هر روزم از غلدرین ناخوانده سما
 نخواهد بود رسم آنجا بدیوان داور می آورد
 توان صیقل بهای تیغ قاتل هم ادا کردن
 مکیدم آن قدر که بوسه دشنام خالی شد
 بدوق لذت کز خار و خار است پلورا
 که ترسم دست جویان را بگوش میسر باشد
 تواند بود یارب بعد محشر محشر باشد
 مثالی دانایم که کباب اخلرک باشد
 جیم من گراز داغ بهشته پیکر باشد
 گر کنم کشور مهر و وفار ادا دای باشد
 اگر نصادر دارد هر فرد نشتر باشد
 لب یار است دهنی چند گو بادیرک باشد
 بنالم هم چنین کریم ز سرین بستر باشد

له نام بادشاه حسین اصل فتح پور است اول بمعنی بت و دوم بمعنی پسر یعنی پسر بت "چون مادرش و پدرش
 اورا بت پرست کرده بودند باین اسم مستحکم گشت "فرنگ رشیدی"

بجانے که خود از کو مست در بر ز داندازد
بخشے که خود از سامست گودی شک باشد
ستایم حق شناسی هک تجوی که در محفل
دلش با چشم پر خون دلش با ساق باشد
نمود از تیشه پیدا سر بسنگ میزدیم لیکن
ستم باشد که در بهوده میری همسر باشد

میاید هم ز کمال آنچه از ظهوری یافتیم غالب

اگر جادو بیاتان را از من استی باشد

دل نه تنها فراق تو فغان سازد دهد
رفتن عکس تو از آئینه آواز دهد
مغز جان سوخت ز سودا و بکام تو هنوز
ز هر سوالی ما جاشستی داند دهد
خاک خون باد که در معرض آثار وجود
زلف رخ در کشد و بیل گل باز دهد
داغم از پرورش چرخ که در بزم امید
سر شمع که فرد ز دبدبم گزند دهد
دل چون بند ستم از دست نشاط آغاز د
شیشه سازه ست که تابش کند آواز دهد
با پای پر گادی ساقی که بهار باب نظر
طره ات مشک بدامان نسیم افشاند
سعی زمین بال نشانی جگر سوخت در بیغ
عے که بر خوان دصال تو قناعت کفر
من سر از پانثا ستم بره سعه و سپهر
جلوه ات گل بکف آئینه پردازد دهد
پرده داران بر نه و ساز نشا بر شادند
کاش آبل ز غم خجالت پردازد دهد
هر نسی که ز کس تو بخاکم گردد
مان صلاب که مرا حوصله آزد دهد
یادم از دلوله عمر سبک سازد دهد
هر دم انجام مرا جلوه آغاز دهد
نال میخواست که شرح ستم سازد دهد
یادم از دلوله عمر سبک سازد دهد

چون زنا زد سخن از مرحمت دهنز کوشش

که بر دغری و غالب بعض باز دهد

کوفتا تا همه آتش پندار برد از صور جلوه و از آئینه زنگار برد

شب ز خود رفتم و بر شعله کشودم آغوش
گفته باشی که بهر حلیه در آتش فلکش
باز چسبیده لب از جوش حلاوت بام
عشوه مر حمت چرخ محرک این عیار
شوق گستاخ و تو سر مست بدان سوانی
خون جکان ست نسیم از اثر تاله من
آنیانی بلب بام و یکتا تو مدام
ناز را آینه مایم بفرماتا شوق
مژه ات سفت دل در رفت نگاه تو در
خاک از ره گزند دست بفرم ریزید

کو بد آموز که پیغامه بد دارد
غیر میخواست مرا به توبه گلزار برد
مرگ مشکل که ز بالذات گفتار برد
یوسف از جیاه بر آرد که بازار برد
هان اداست که دل دوست من از کار برد
کیست که سعی نظریه بدر یار برد
دیده ذوق نگه از روزن دیوار برد
بتواز جانب ما مژده دیدار برد
کز ضمیرم گله سرزنش خار برد
تا ز دل حسرت آرایش ستار برد

میزند دم ز فنا غالب تسکینش نیست
بو که توفیق از گفتار به کردار برد

چاک از جیبم بد امان میرود
جوهر طبعم در خشان ست لیک
گر بود مشکل مرجع اے دل که کار
جز سخن کفر و ایمان کجاست
هر شمیم را شاعی در خورست
آید و از ذوق نشاسم که کیست
می برد امان یک جامی برد

تا چه بر چاک از گریبان میرود
روزم اندر ابر پنهان میرود
چون رود از دست آسانی میرود
خود سخن در کفر ایمان میرود
بوس پیرایان به کفان میرود
تا رود دینداشته جان میرود
می رود اما پریشان میرود

هر که بنید در رهش گوید همی
 اول ماه است و اند شرم تو ماه
 قبله آتش پرستان میرود
 آخر شب از شبستان میرود
 بگذر اند دشمن دشمن سخت
 آب و دس تیر و پیکان میرود
 کیست تا گوید بدان ایوان نشین
 آنچه بر غالب ز دربان میرود

نومیدی ماگر دشمن ایام ندارد
 بوسم لب و لعل و گزیدن تو انم
 روزی که سیه شد سحر و شام ندارد
 زمست دلم حوصله و کام ندارد
 کز نکست گل بهامه احرام ندارد
 دیوانگی شوق سر انجام ندارد
 مرغ قفسی شکش دام ندارد
 ظرف قدش و شمع پیغام ندارد
 چون بستر خوابست که اندام ندارد
 آسایش عنقا که بجز نام ندارد
 شوق ست که در وصل هم آرام ندارد
 زان رشک که سوز بگر خام ندارد
 یا آنکه سرای توب بام ندارد
 لغزست دله لذت دشنام ندارد
 میخاد تو فنی خم و جام ندارد
 هر دمه باندازه هر حوصله ریزند

غالب که به است از غلم مصرع استاد

بادام صفای گل بادام ندارد

چه خیزد از سخنی کز درون جهان نبود
 بریده باز زبانی که خوشحکان نبود

حکیم ساقی دے تند و من زبده خو
 نگفته ام ستم از جانب خداست و
 ز نادر کی نتواند نفست را از مرا
 چو عشرتی که کند فاسق تنک مایه
 ز خویش رفته ام و فرصتی طمع دارم
 ز ما هم باقی بدست تصرف شوق مست
 فرد بر نفس سر و من جهنم را
 مرا که لب به طلب آشنا خواسته
 امید بوالهوس و حسرت من افزون شد
 بالقیات نگارم چه حال که تنیست مست

ز رطل باده بخشیم آیم اگران نبود
 خدا به عهد تو بر خلق مهربان نبود
 خیالی بوسه بران بک بنیشان نبود
 ز زخم خون بزبان بسیم اروان نبود
 که باز گردم و خود دست از معان نبود
 بسوی قیس گرایش ز ساربان نبود
 اگر نشاط عطش تو در میان نبود
 و دادم که شاید ضمیر دان نبود
 ازین نوید که اندوه جادوان نبود
 دعا کنند که نوسه ز امتحان نبود

غجب بود سر بخوابی کسے غالب

مرا که باشی بستر ز پر نیان نبود

بتان شهر ستم پیشه شهر یارانند
 بر ند دل با داسے که کس گمان نبرد
 بجنگ تاج بود خوی دلبران کاین قوم
 نه زرع و کشت شناسند نه حدیقه و باغ
 ز وعده گشته پشیمان و بهر دفع ملال
 ز دوسے خوی و منش نور دیده آتش
 تو سر مین و ورق در نور دوم درش
 ز دید و داد مزین حوت خرد سالانند

که در ستم و دشمنی موز و زر گارانند
 نغان ز پرده نشینان که پردارانند
 در آشتی نمک زخم دل فکارانند
 ز بهر باده هوا خواه باد و بارانند
 امید دار بمرگ امید دارانند
 بر تناب و بوی جگر گوشه بهارانند
 مبین که سحر نگاهان سیاه کارانند
 بگرد راه مننه چشم نوسارانند

له این غزل در نسخه نیست

ز چشم زخم بدین حیل که رهی غالب
دگر گو که جو من در جهان هزارانند

دستانان بکند از چه جفا نیز کنند
چون به بینند بترسند و بزدان گردند
خسته تا جان ندهد و عده دیدار دهند
خون تا کامی سسی ساله پدر خواهد بود
اندر آن روز که پرستش و دوازده هر چه گزشت
از درختان خزان دیده نباشم کاینها
گر بود کوهی از عمر تو دانی و اجل
فتوی رنج زرنندان به صیوچی کاین قوم
گفته باشی که ز ما خواهش دیدار نیست

حلق غالب نگرود شنه سعدی که سرود
خبر دیان جفا پیشه وفا نیز کنند

دماغ اهل فنا نشه بلا دارد
بوعده گاه خام تو کرد نمک کم
کشاد شست دای تو دشین برست
زمن ترس که تا که به پیش قاضی حشر
دل فرسید بفرابو عده ذوق وصال
پتقم ز رشک همانا به جیوه نسیست
پے عتاب همانا بهانه می طلبد

بفرقم آده طلوع پرهما دارد
بیا که شو قم از آوارگی حیا دارد
اگر خدنگ تو در دل نشست جاد دارد
بجو م ناله بهم راز ناله دا دارد
چراغ کشته همان شعله خونها دارد
که خور ز تاب خود آتش زیر پا دارد
شکایتی که زمان نیست هم بسا دارد

له این غزل در شوق نیست -

خوشش است دعوی آرایش مهر و ستا
ز جلود کف خاکی که نقش پا دارد
ز جور دست تپی ناله از نهادم حسرت
نمی که برگ ندارد دهمان نوا دارد
ز سادگی رمد از حرف عشق دین بندگان
که دوست تجویز دارد از کجا دارد
گلون پیدین گلهانشان یکرنگی است
چمن عزای شهیدان کر بلا دارد

فغان که رحم بد آموز یار خدا غالب

روانداشت که بر ما ستم روا دارد

نقاب دارد که آیین و هنری دارد
جمال یو سغی و فتر بهمنی دارد
دلف غیر گردش و نشین شدت چه غم
خوشم زد دست که بادوست دشمنی دارد
چه ذوق و بهر دی آنرا که خار خاک نیست
مرد به کعبه اگر راه ایمنی دارد
بدلفریبی من گرم بحث و سود منست
نگاه تو زبان تو همفنی دارد
بیاده گرد بودم سیل شاعرم نه فقیه
سخن چه ننگ ز آلوده داسنی دارد
خوشم بزم ز کرامت خویش و زین خاقل
که نه نمایند و ساقی فرد تنی دارد
نباشدش سخن کشش توان بکاخذ برد
برو که خواجه هر یک معدنی دارد
بیاد دیدگر بهیجا بود زبانه دانی
غریب شهر سخن های گفتنی دارد

سایه است رفیق از چنین بود غالب

غیای نیر ما چشم روشنی دارد

ز رشک است ساد که در عشق از دلم مردم باشد
تو جان عالمی حیف است که جان در تنم باشد
ز به قسمت که ساطع عیشم کند آنرا
اگر خود جزوی از گردون بکام دشمنم باشد
بیا ساسا حلقه تا بر دم تیغ کلو سالم
که از خود نیز در کشتن حق بر گردنم باشد
شناسم سعی بخت خویش در تا هر باهنای
بلرزم بر گلستان کربله در دامنم باشد
تو داری دین ایمانی ترس از دیو و نیرنگش
چون بود تو شته راهی چه باک از رهنم باشد

بدون حایت یاران نداز خوش چون منم
 بدان تا با من آویزد چو حوت ننگ بو گوید
 بدین آینه که پست نتوان غم برون آدن
 بسوایت همان نداز از خود رفتی دادم
 خلد در یک رخسار که در پیراهنم باشد
 دلم با اوسته اما زبان با گشتم باشد
 مگر صور قیامت ساز شور شیونم باشد
 اگر چون ناله ز بخیر بند از آنم باشد

بزرگ دشت قلرون خفتن از دون هستی خیزد

بیایا در سخن بچشم که غالب هم نم باشد

حور بستی زیاد آن بت کشیر برد
 شبیری غمزه صبر دل و دین ر بود
 ناله در ایوان شوق گوشه راه پنداشت
 شوق بلندی گرا پای مصور حبست
 زدنکست بر دلم مخزن اسرار دید
 جنبش ابرو نبود از پی قلم ضرور
 دینی داشت عشق چاشنی داشت
 خانه ز نور شد کلبه ام از دست چرخ
 سردی مهر کس آب رخ شعله خیزت
 عشق ز خاک درت سر بر بنش گرفت
 یا خود شعل فزاده کار باک نه طلب دار
 بیم صراط از نهاد آن دم شمشیر برد
 جان که از دیار ماند شعله تقدیر برد
 بست بغارت کمر فرصت شگیر برد
 حوصله ناز ساپله بسر تیر برد
 خواست کلیدش بر دطاعت تقریر برد
 غمزه زبانه طاعتی دست بمشیر برد
 آن خس از آتش گرفت این شکر از شیر برد
 بسکه ز آب و کلمه غبت تمیز برد
 گرمی نبض دلم عرض بتا شیر برد
 یاده در آمد هوس نسوز آکیر برد

با خود شعل فزاده کار باک نه طلب دار

ذوق فغانش ز دل و زش تا شیر برد

تا چند بوا هوس می و عاشق ستم کشد
 دل را بکار ناز حیر سر گرم کرده
 شکست و دفع دخل نقد و آب چیت
 کو فتنه تا ببادری هم علم کشد
 یعنی بخویش هم کند و از تو هم کشد
 بزار در دلم مژه چندان که نم کشد

صدیت ز نیم جان نرید بلکه میزد
 و شوار نیست چاره عیش گریز پای
 آنی کتاب جذب ذوق نگاه تو
 شوتم که روشنائش دل نازنین تست
 زشت آنکه تاز ز حمت پشت دکم دهد
 صبا حلال زاهد شب زنده داد را
 تا دشت راز شوق در آغوشم کشد
 دور قدح چو سلسله گر سر بهم کشد
 رنگ از گل سحر از زده صید از حرم کشد
 که منت فوشتن و ناز قلم کشد
 هم رنج کار سازی پشت شکم کشد
 اما بشرط آنکه همان صبح دم کشد
 از تازگی بدهر مکر نمی شود
 نقشه که کلاه غالب خونین رقم کشد

دوش بصل گرچه ز بانم ز کار برد
 تا خود پیرو ده ندیده کاجوئے را
 گفتند دور و دور دادند ذوق کار
 نقش مرا بسوز کم از بر تهن نیم
 گل چهره بر فروخت بد انسان که بادها
 و ادم بوسه جان خوشم کان بهانه جوئے
 عی داد و ندله حبت مگر ابر و قلز نیم
 تا فتنه راز گردش چشم سیاه گفت
 چشم از آن پسر که برسی و اهل کوئے
 نازم فریب صلح که غالب ز کوئے تو
 ناکام رفت و خاطر امید دارد برد
 لب در هجوم بوسه زبانش نگار برد
 در پرده رخ نمود دل ز پرده داد برد
 منع ست نام شاهد دسج آشکارا برد
 رنگ ز فوشتن نتوان در مزار برد
 پروانه را بوس بسر شاخسار برد
 ز خش دو چند کرد و شکر نه بکار برد
 کارد قطره و گهر شاخسار برد
 کینه که داشت بدل از روزگار برد
 گویند خسته ز حمت خود زین یار برد
 نازم فریب صلح که غالب ز کوئے تو
 ناکام رفت و خاطر امید دارد برد

اگر داغست وجودم را در آکیر نظر گیرد
 بعرض هر گسستن کر نفلس باله زیتابی
 سر پای من از جوش بهاران پرده برگیرد
 خیالم الفت مرغوله مویان راز سر گیرد

بدوق رخنه از هر قطره ره بر نیشتر گیرد
 چراغم گر بفرض از پر تو خورشید در گیرد
 غمش آینه را از چهره عاشق بزرگبرد
 که ترسم یا بداد را هر که از عالم خبر گیرد
 تنم از لایعنی صد خوده بر موئے کم گیرد
 نهش تو پیش روی خود را نامر بر گیرد
 که هر دم از شکست خود روانی بیشتر گیرد
 سبک در دام ذوق ناله مرغ سخا گیرد
 که از دستم کشد گاهیم بدو چشم بر گیرد

ز فیض نطق خوشم با نظیری هم زبان غالب

چراغی را که دود دے هست رسد در گیرد

آه از نه تیر تو که آواز ندارد
 دانی که چو ما طالع ناساز ندارد
 گفتی که عدد حوصله را از ندارد
 علت مزه دارد اگر اعجاز ندارد
 مسکین سخنه از تو در آغازه ندارد
 بتخانه بے خانه بر اندانه ندارد
 آینه ما حاجت بردانه ندارد
 مانا که نگاه غلط انداز ندارد
 رگم ست بران خسته که سخا ندارد
 تا بوسه لبم را از طلب باز ندارد

دل از سوداے مرقا گشته که خون گرد کزستی
 چشم مدعی یا بخون چراغ روزی نورم
 ریش نظاره را از رقص سبیل در چمن بچید
 کم دے ز شکست اینکه غمخواری نمی خواهم
 سرت گردم اگر پای زناکت در میان نبود
 نور دم نامه دل بار بار از بدگانی با
 خوشم گراستواری نیست بخون موج کارم را
 محبت هر دے را کز زناکت سرگران آید
 خوشا و زی که چون زستی آویزم بدامانش

ز فیض نطق خوشم با نظیری هم زبان غالب

چراغی را که دود دے هست رسد در گیرد

تنگ دست دلم حوصله را از ندارد
 هر چند عدد در غم عشق تو بساز دست
 دیگر من و اندوه نگاهی که تلف شد
 در حسن بیک گونه ادا دل نتوان بست
 گستاخ زند غیر سخن با تو دشادم
 تنگین برهن دلم از کفر بگرداند
 ماذره داد هر همان جلوه چسان دید
 هر دله از دوست در انداز سلسه ست
 بے حیل ز خوان نتوان چشم ستم داشت
 در عریده چشمک ندلب کز دانه ناز

با خویش بهر شیوه جدا گانه دو چار است پروای حریفان نظر باز ندارد
کیفت غری طلب از طینت غالب
جام دگران باده شیراز ندارد

نمک از زمزمه یاد تو خاموش مباد غیر شمال تو نقش درق پوش مباد
تنگ کش بهزار آب نشویند ز اشک محرم جلوه آن صبح بناگوش مباد
پوش چادر گل گشته خاکم باشد خاکم از نقش کف پای تو گل پوش مباد
دیده گردیده و فاطمه پریشانی را یارب شب بدرازی غل از دوش مباد
غیر گردیده بیدار تو محرم داد فارغ از اندوه خود می آغوش مباد
گهر کش نظر از همت پاکان نبود صحن پیرایه آن گردن آن گوش مباد
هر که ارادت نمازی نبود از نم می بجای در حلقه زندان قدح دوش مباد
بهر دایره شوق سلسله نیستند بار سر نیز درین مرحله بر دوش مباد
مفتیان باده عزیزت مرزید بخاک جوشد از پرده دگر خون سیاه دوش مباد

همه گرمیوه فردوس بخوانت باشد

غالب آن انبیه بنگاله فراموش مباد

هر ذره را فلک به زمین بوس میرسد گر خاک راست دعوی ناموس میرسد
آن می که صفات آن به بیان حق کرده اند دزد نه پیاله بطاوس میرسد
زینسان که خو گرفته عاشق کشی ست حسن مرشمع را شکایت فانوس میرسد
خود پیش خود کفیل گرفتاری من ست هر دم به پر کشش دل مایوس میرسد
بیرون میانه خانه به هنگام نیمروز رشک آیدم که سایه به پایوس میرسد
از باب جاه را از عنونت گریز نیست کلین نشه از شراب خم کوس میرسد
گفته بودیم پر کشش عبرت براس چه گفتا ز طوف دخمه کا کوس میرسد

سجاده دهنی پیر رفتی فردش کلین را نصب بخرقه سالوس میرسد
خون موجزن ز سفر دگ جان ندیده دانی که از ترادش کیموس میرسد

خشک ست گرد ماغ و رع غالباً چه نیم
کز ذوق سودن گفت افسوس میرسد

در یغا که کام دل باز کار ماند سخن های ناگفته بسیار ماند
گدایم نهانخانه را که دروس در اندیستگی با بدیوار ماند
جنون پرده دار دست مارا که مارا ز آشفته‌گی سر بدستار ماند
نگه راسیه خال طرف عذارش به تمغای هر و آزار ماند
اداسه است او را که از دلربائی هفتن ز شوخی به اظهار ماند
چه جویم مراد از شگرفی که او را نشستن ز شنگی بر رفتار ماند
در آئینه ما که ناساز بختیم خط عکس طوطی بزنگار ماند
گر دهنست درد هرستی که آنرا ز پیش نفس با بزتا ماند
بجز عقده غم چه بر دل شمارد ز بانے که در بند گفتار ماند

ز قحط سخن ماندم خامه غالب

به نخله کز آوردن بار ماند

ترا گویند عاشق دشمنی آری چنین باشد ز رشک غیر باید مردگر مهر تو کین باشد
از ان سرمای خوبی بوسلم کام دل جستن بدان ماند که مریب خمنی در کین باشد
محبت هر چه با آن تیشه زن کرد از ستم نبود چنین بافت جو عاشق سخت شاید نازنین باشد
بروزی کش بشی با مدعی باید بسر بردن بمن ضائع کند گر صد نگاه تشنگین باشد
نسوزد بر خودم دل گر بسوزد برق خرمین را که دامن آنچه از من رفت حق خوش چین باشد
بپیر خانه در روضه کجا خوش توان بودن بشرط آنکه از ما باده و ز شیخ انگبین باشد

جفا بپای تو آخر دقلم هست پندارم
درین سینه صاف می بجامد ایسین باشد
بری از شعله دل تا خون بریزی بے گنای را
نترسی از خدا آئین بے باکی نه این باشد
چه رفت از زهره با باروت خاکم در زمین بادا
تو مریم باشی و کار تو باروح الایمن باشد
ازان گرد که در راهش شید بر رخم غالب

چه خیزد چون هم از من بخشد هم از من استن باشد

از رشک کرد آنچه بمن روزگار کرد
در خستگی نشاط مراد بد خوا کرد
در دل همی زینش من کینه داشت چرخ
چون دیدگان مانند نهان آشکار کرد
بد کرد چون سپهر بمن گر چه من بدم
باید بدین حساب زینکان شمار کرد
ننگ گسست هر صرد کشتی شکست موج
و انا خود در ریح که نادان چه کار کرد
از بسکه در کشاکشم از کار رفت دست
بند مرا گسستن بند استوار کرد
عمر ب به تیرگی بسر آورده ام که مرگ
شادم به روشنائی شمع مزار کرد
نام برغم من فتد از دست من بجا ک
افراط ذوق دست مراد عشته دار کرد
کوته نظر حکیم که گفته هر آئینه
توان فزون از حوصله جبر اختیار کرد
نومیدی از تو کفر و تو را صنی نه بکفر
نومیدم و گر بتو امید دار کرد
غالب که چرخ را به نواداشت در سماع

امشب غزل سرودم را بیقرار کرد

بذوق سوزستی در قلم روان داد
که پنداری کمند یار همچون مار جان داد
نغم ساز ترا نیست که هر زخمه در دسب
همارا است آواز شکست استخوان داد
هوای راقی دارم کتاب ذوق رقعاتش
صریحی را چو طاووسان بیل پر نشان داد
بنازم سادگی طفل است خویزی نمیداند
بگلچیدن همان ذوق شمار کشندگان داد

له این غزل در نسخه "د" موجود نیست -

دل از هم ریزد و حسرت اساس محکم خواهد
 بدون مردم کلیم از موج دامن زیر کوه آمد
 بر نجد از دم تیغ تو صید در درمید نهسا
 دلم در حلقه دام بلا سیر قصد از شادی
 یگانه به ششم مرده توان داد در راهش
 بشرع آید زرق بچو کم از بخون نه باری
 رسم زان ترک صید انگن که خواهم هضم کرد

خدا را دقت برکش نیست نفتم بجز از غالب

که هم جهان بر بیم دستانها بر زبان دارد

صاحب دل است نامور عشقم با مان خوش کرد
 دانست بے حس ناختم الماس در پیش من
 آن خود بیازی کی بر دین داد و جوی نشود
 در نامه تا بنو شمش کز شهر نهان میروم
 دارم بوی آن پری کو بک نغمه و کس نیست
 فریاد زان شرمندگی کارند چون در محشم
 عاشق لطف لیلان جز خام نهند دل بران
 شمع از سلامت پیشگی عشق مجازی ابرت است
 با من میا ویرای پدر فرزند آذر را نگر

آشوب پیداننگ داند ده پنهان خوش نکرد
 سجد شست خود قوی در تیر پیکان خوش نکرد
 بنمودش دین خنده زو آوردش جان خوش نکرد
 دل بهست دمنه دین بے نامم بعنوان خوش نکرد
 زافسون سحر شد بے زاپه بر بخوان خوش نکرد
 گویند اینک خیره سر کرد دست فرمان خوش نکرد
 عاشق ز خاصا نش بدان گردن بجان خوش نکرد
 زاهد پنج صومعه بخوای سلطان خوش نکرد
 هر کس که شد صاحب نظر دین بزرگان خوش نکرد

له نام پدر ابراهیم علیه السلام که در بیت تراشی یگانه روزگار خوش بود و پیرش ابراهیم علیه السلام
 توحید پرست و بت شکن بود که حق تعالی از خلعت پیغمبری سرفراز نمود و بناد تعمیر کعبه هم از دست او است

گویند صنغان توبه کرد از نفر نادان بنده
کز خود فرو شهرای دینش نزدان خوش نکرد
غالب بین گفتگو تا زود بدین ارزش که او
نوشت در دیوان غزل تا مصطفی خان خوش نکرد

قدر رشتاقان چه داند در دما چندان بود
شاهد ما هم نشین آداسه در نگین محفل است
در نگارین روضه فردوس نکشاید دلش
آنکه از شنگی بخاموشی دل از مای برد
در ستم حق ناشناسش گفتن از انصاف نیست
پیچ دانی اینهمه شور عتاب از بهر چیست
نازم آن خود دین که ناید غم خوشیش در نظر
آنکه خواجه در صفت مردان بقای نام خوشیش
با خود گفتم نشان اهل معنی باز گوی

غالب از نهار بعد از ما بخون مانگیر

قاتل مادر که حاکم آرد دمندهش بود

بهر خواری بسکه سرگرم تلاشم کرده اند
ترسم از رسوائیم آخر پیشانی کشید
پاره نزدیک در هر دو را بشم کرده اند
رازم و این شاهدان مست غاشم کرده اند
تا قیامت نارس از فکر معاشم کرده اند

له مراد شیخ صنغان در دیته بود معدودت که هفت صد مرید داشت شیخ فریدالدین عطار هم از مریدانی
ادست گویند از بدعت غوث الاعظم بر دختر ترساعاش شده از اسلام در گذشت مگر با خبر هدایت غیبی دستش
گرفت (ما خود از غیاث اللغات)

له مراد ذواب مصطفی خان متخلص به شیفه معاصرو دست مرزا غالب

غیر گفتی روشناس چشم گوهر بار هست
 هر چه از بیطاعتی مزد ثباتم داده اند
 از لطف دانت بدل دوزخ ششم خوانده اند
 هم بصرای جنون مجنون خطایم داده اند
 چشم نوم از چه رخسار منکب افشاندند
 از چه غائب خواب گیمهای جهان ننگ نیست
 گرنه با سلمان دوزخ خواب تا ششم کرده اند

کسی بامن چه در صورت پرستی حرف دین گوید
 دلم در کعبه از تنگی گرفت آواره خواهم
 بخشم ناسزا میگوید از لطف گفتارش
 شناسد جگر غم دل را و خود را در باد اند
 چو خواهم داد از غم در جواب لب فرد بند
 در هم افتاده بهر دانه سوک دلم صیاده
 ز بیتابی بدون اندازد از خوش آستینش
 دل ز پهلوی بدون آرامش جام خود انگارد
 گزارد آنچه برق از خمین اندر دست گزارد
 چرا اندند غالب را از ان در هر دی باید
 که از خلوت شه با گدای ره نشین گوید
 من یو فامردم در قیب بدر زد
 نیمه لیش انگبین و نیمه تبر زد

حضرت سلمان فارسی از اصحاب حضرت محمد صلعم که اول آتش بدست بود و تماش روز به روز بود بعد بیول اسلام
 در اصحاب کبار شامل شدند حضرت علی او را بسیار دوست می داشت
 علیه حضرت ابوذر غفاری یکی از اصحاب حضرت محمد صلعم که در اصحاب مرتبه اول بسیار بلند است دوست معارف حضرت علی بودند

در شکش بین و اعتماد نفوذ نفس
کیست در سخنان کز خطوط شعاعی
دعوی ادرا بود و لیل بدی
غیرت پروانه هم بر دژ مبارک
شکر هوشم بر در می نه شکستی
زان بیت نازک چه جایی دعوی خوست
برگ طرب سایه تنم و بادیه گریستم
شاخ چه باله گرا را رفغان گل آورد

گر بے افکند هم بزخم جگر زد
هر نفس ریزه با بر وزن در زد
خنده دندان نمایا به حسن گهر زد
نال چه آتش ببال مرغ سر زد
غمزه ساقی سخت راه نظر زد
دست دی و دامن که او به کمر زد
هر چه ز طبع زمانه بهیده سر زد
ناک چه نازد اگر صلائے شمر زد

کام نه بخشیده گنه چه شمار می

غالب نسکین بالتفات نیر زد

غم من از نفس پند گو چه کم گردد
بدان معامله ادبید ما غ دمن بیدل
ترا تنی ست که بر دے سخن خاک باشد
نمانده تاب غش خاطر رقیب بجوے
ز ذوق گریه پرستم دل و توئی نگری
بدین قدر که بے ترا کنی دمن بمکم
بفصه را خیم اما بدشنه در یا بی
میسده ایم بکوبے تو جابے آن دارد
تو پا پرستش من کرده خاکے و ترسم
سک سرے ست بیدریوز طرب رفتن
رنج که در نظرستم بجلوه گل باشد

بر آتشم چو گل و لاله با دو م گردد
خوش آنکه معذرتے صرف هرستم گردد
مرادے ست که در دے نشاط غم گردد
کے چه در پے صید گسته زم گردد
نمکه مباد ز بار سرشک خم گردد
ترا ز باد و نوشین چه بایه کم گردد
دے که سینه و ناخن پلاک هم گردد
که غم صرف زمین بوسی قدم گردد
که خاک پائے تو تاج سرستم گردد
خوشا دے که ماند و تحت شمس گردد
تلفی که در جگرستم بدیده غم گردد

گرفته خاطر غالب زهند و اعمالش
بران سرست که آوازه عجم گردد

بیدل نشاد دل به بت خالیه موداد
سخت است دل غیر دگر از ننگ نگوئی
شاکسته همین ماد تو بودیم که تقدیر
ساقی دگر مبرد به میخانه ز مسجد
بر خیز که دیوئی من بر تو حرامست
زین ساده دلی دار که چون دیدن خواهم
حسن تو بسای گری آیین نشناسد
در گلشنم آرام ازان روسته نکو یاد
گفتن سخن از پای غالب نه هوشمست

امروز که مستم خبر خواهم از داد

نهم جبین بدرش آستان بگرداند
اگر شفاعت من در تصورش گزرد
بزم باده بسای گری از چه عجب
اگر نه ماکل بوس لب خود دست چرا
به بند دام بلائی تو صغوه را گردون
چو غمزه تو فنون اثر فرد خواند
بهار از رخت تاجه رنگ در نظرست
نشینش بسر ره عنان بگرداند
بزم انس رخ از هدمان بگرداند
که پیر صومعه را در میان بگرداند
بلب چو تشنه دامم زبان بگرداند
هما بگرد سر آشیان بگرداند
بلائی راهزن از کاروان بگرداند
که دم بدم درق از خوان بگرداند

تو نالی از خله خار و نگر می که سپهر
 بر دیشادی داند ده دل سینه که قضا
 یزید را به بساط خلیفه بنشانند
 اگر به باغ ز کلیم سخن رود غالب
 نسیم روئے گل از باغبان بگرداند

چوزه بقصد نشان بر کمان بجنباند
 دعا کدام وجه دشنام تشنه سخنی
 ز قتل غیر چه خواهد گرش غرض شغلست
 ز غیر نیست ز حسن ست کش مجال نداد
 بنابر ذوق سماع از تو چشم نتوان داشت
 که رفته از در زندان که بیقراری من
 بخانه چه کند تا پر یوسه که به باغ
 سپهر از رخ ناشسته تو شرمش یاد
 هنوز به بگیری ز انکه جبهه بر در تو
 نشسته ام بره دوست پرزد دوست میاد
 خبر ز حال اسیران باغ چون بنود

۱ که مراد امام حسین بن علی مرتضی، شهید کربلا.

۲ که حضرت علی ابن ابی طالب خلیفه دین عم حضرت محمد صلی الله علیه و آله.

۳ که یزید بن معاویه که در عهد خلافتش حادثه شهادت امام حسین را روئے نمود.

۴ که کلیم لقب حضرت موسی بن عمران علیه السلام که بر کوه طور از دیدار انوار الهی شرف
 شده شرف تکلم حاصل نمود.

جنون ساخته دارم چه خوش بود غالب
که دوست سلسله امتحان بچینانند

تیمقت ز فرق تا بگلویم رسیده باد
گر رفته ام ز کوه تو آسان رفته ام
نغمه و خود پسند به بهیم چسب میکنی
مردن ز راه داری شوئم نجات داد
بر روی و موی پر تو بینش تنافت مست
آتش بخانمان زده خواست صرصه
مرگم امان دهاد که از شوق بر خورم
ذوقیست بهدم بققان بگزرم ز رشک
چون دیده پای تا بسم تشنه کس مست

غالب شراب قندی هندی کباب کرد

زین بعد باد ده پای گوارا کشیده باد

پروا اگر از عریده دوش نکر دند
در تیغ زدن منت بسیار نهادند
از تیرگی طره شبرنگ نظر ها
داغ دلی با شعله نشان ماند به پیری
روز که به زرد در دهن شور نهفتند
گر داغ نهادند و گرد در دهن زدند
خون میخورم از حسن که این پنج ردان دا

اشب چه خطر بود که عیوش نکردند
بردند سر از دوش و سبک دوش نکردند
پروا در آن صبح بنا گوش نکردند
این شمع شب آتش خاموش نکردند
اندیشه بکار خود و هوش نکردند
نازم که به هنگامه فرا هوش نکردند
در کار تهنیتی دستی آغوش نکردند

له در نسخه ۵ ابن شعر نیست

اکنون خطر نیست که تا پر نشد از دل خود چاه ز نخلدان تو خش پوش نکردند
 گر خود بنگلای نه پذیرند گداهاش بر در بزن آن حلقه که در گوش نکردند
 غالب ز تو آن باده که خود گفت نظیره
 در کاسه ما باده که سر جوشش نکردند

تا جر شوق بدان ره به تجارت نرود چه نویسم بتو در نامه کز اینو به غم
 از حیا گیر نه از جور گران مایه ناز وصل دلدار نه خلدست همان به هدم
 دل بدان گونه بیالای که در خواهش دید قصر و هما نکه حاتم و کسری بگذار
 حج در دیش طمع پیشه نیر ز بقبول تو بیک قطره خون ترک هنو گیری و ما
 رمز شناس که هر نکته ادای دارد مزبشناس که هر نکته ادای دارد
 زاهد از خود هشتی بجز این شناسد که شود دست زد شوق و بکارت نرود
 غالب خسته بکوی تو راین تپش دست
 که به شاهای نشیند به زادت نرود

له مراد محمد حسین نظیری نیشاپوری شاعر بزرگ زبان فارسی متوفی ۱۲۸۵ هجری

به حاتم طائی در سخاوت نانش ضرب مثل است از قبیله بنی طے بود و هفتس سرزمین عرب

است تا چند سال قبل از ظهور حضرت محمد صلی الله علیه و آله زیست

کسری نو شیردان بادشاه ایران

دلیف ذال معجمه

ز بس تاب خرام کلکم آذر بیزد از کاغذ
 ندانم تا چه خواهد کرد با چشم و دل دشمن
 بکز لک از ورق چون بستم سطر کمر را
 ندانم حسرت روی که بخواهم رقم کردن
 من ناسازی خوی که در تحریر بیدارش
 چه باشد نامه گل جانب مرغ اسیران
 چو استیلائی شوتم دید کرد از نامه محرم
 ز بیتابی رقم سوش دود چون نامه بنویسم
 چگویم از خرام آنکه در انگاره قدش
 مباد اندر زم از دود که هر دم خیزد از کاغذ
 رم کلکم که در جنبش غبار انگیزد از کاغذ
 تو گویی سوش لعل دگر میریزد از کاغذ
 که هر جا بنگرم ذوق نگاهم خیزد از کاغذ
 مدح و حرمت از قلم که خود قلم نگریزد از کاغذ
 که کس گلدسته پیش نفس دیزد از کاغذ
 مگر بر آتشم بیدرد دامن میزد از کاغذ
 بعنوانی که دانی دود دل میخیزد از کاغذ
 صریح خامه شور و ستیخز انگیزد از کاغذ
 ظهور آمد تنزل بان بچشم کم مبین غالب
 به پیدائی از خاکستم چو نام آید از کاغذ

دلیف رای تملک

بته دارم نه شکی ر دز گاران خوباران
 خنجران منی به با بفرست دانکه هر قدر خواهی
 مرا گویی که تقوی در ز قربانت شوم خود را
 چه پرستی کاین چنین داغ از کد این تخم می خیزد
 دین بیوده میری آنچه با من در میان داری
 ندانم دیشتر خرام ذوق صهارحم می آید
 بستی خویش را اگر داری دگویی از پوشاران
 دوان کن جوی از شیر دل ز پر مهر گاران
 بیارای و بخلوت خانه تقوی شعاران
 دلم از سینه بیرون رویش لاله کاران
 بگو بخت و اند من زحمت انده گساران
 نشاط عیدان ما هدیه سوسه دانه داران

بیار هنوان گمراه جرمه بخت دست از ساغر
 پیشمان میشوی از ناز بگز زین گرا بخانان
 شک کم نیست این همت بیاد داد شوخی ده
 پسر لے قاصد اهل وطن از من که من جویم
 گل از گلبن بختیان به زم شاد خواران بر
 دل ز دلدادگان جوی قرار بیقراران بر
 غرور رنگ نهاده از نهاد ولفکاران بر
 سوارش نامیه از اغیار گریانی بیاران بر
 شکست با بود آرایش خویشان با غالب
 زنند از شیشه ساکل بفرق کوهاران بر

مرده اے ذوق خراب که بهار است بهار
 چه جنون تانزه اے گل خار است بهار
 نازم آیین کرم را که بسر گرمی خویش
 شوخی خوی ترا قاعده دانست خزان
 در غمت غازه رخساره هوش است بخت
 هم حریفان ترا طرف بساط است چمن
 جعد مشکین ترا غالیه سله است نسیم
 دشته میدد از گرد پراشانی رنگ
 بجهان گرمی بهنگامه حسن است ز عشق
 سنبل و گل از گلشنیان است چه غم
 خار بار در ره سودا از دکان خواهد بخت
 خرد آشوب ترا از جلوه یار است بهار
 کاین چنین قطره زان زام بهار است بهار
 دست را شمع و چراغ شب تار است بهار
 خوبی رده ترا آینه دار است بهار
 در رهت سانه کیسوی غبار است بهار
 هم شهیدان ترا شمع مزار است بهار
 رخ زنگین ترا غازه نگار است بهار
 از کین گاه که رم خورده شکار است بهار
 شورانندوز ز غوغا هه هزار است بهار
 بهر ما گلشنیان دود و شرار است بهار
 در نه در کوه و بیابان بچه کار است بهار

می توان یافتن از یزید ششم غالب

که ز رشک نفسم در چه فشار است بهار

بیاد جوش تمنای دید غم بنگر
 ز من بحرم تمیدن کناره می کرد می
 چو اشک از سر مشرکان چکید غم بنگر
 بیا بخاک من و آه میدم بنگر

گوشه کار من از رشک غیر شرمست باد
بیزم وصل تو خود را ندید غم بنگر
شونده ام که نه بینی و نا امید نیم
ندیدن تو شنیدم شنید غم بنگر
دمید دانه و بانی و آشیان که شد
در انتظار هما دام چید غم بنگر
نیاز مندی حسرت کشان نمیدانی
نگاه من شود ز دیده دید غم بنگر
اگر هوا تماشا کلماتان داری
بیاد عالم در خون تمید غم بنگر
جفا شانه که تار بکسته زان مهر لاف
ز پشت دست بدندان گزید غم بنگر
بهار من شود گل گل شکفتنم در یاب
بخلو تم بر و ساغر کشید غم بنگر
بداد من ز سیدی ز در جهان دادم
بداد طرز تغافل رسید غم بنگر

تواضع نکتم بے تواضع غائب

بسیای غم تیغش خمید غم بنگر

بمگر من که پس از من بمگر من یاد آرد
بکوه خوشن آن لغش بے کفن یاد آرد
من آن نیم که زمرگم جهان بهم خورد
فغان زاید فریاد بر من یاد آرد
بیام و در زبجوم جوان و پیر بگوی
بکوه و بر زن اندوده مرزدن یاد آرد
بسا ز ناله گرد بے ز اهل دل در یاب
به بند مرثیه جمعی ز اهل فن یاد آرد
ملال خلق و نشاط رقیب در هر حال
بخود شمار و فایده من ز مردم پرس
چه دید جان من از چشم پر خمار بگوی
خودش و زاری من در سیاهای شب
خودش و زاری من در سیاهای شب

له بها نام مرغی است که استخوان بوسیده بخورد (مؤلف الفضل) گویند سایه او بر

هر که بقیه باد شاه می شود بر حقیقت این روایت پنج دلیل نیست.

له در نسخه ۵ زمرگ

بسج تا ز تو بر من بران محل چه گزشت
نخوانده آمدن من در انجمن یاد آر
ز من پس از دوسه قسیم یک نگه و انگه
ز خود پس از دوسه دشام یک سخن یاد آر
هزار خسته در بخور در جهان داری
یکه ز غالب ز بخور خسته تن یاد آر

بے دست ز بس خاک نشانیم ابر بر
صد چشمه روان مست بدان را بگذر بر
غلطانی اشکم بود از حسرت دیدار
آبے مست نگاهم که به بیچد به گهر بر
از گریه من تا چه سرایند ظریفان
زین خنده که دارم بتمناے اثر بر
امید که خال رخ شیرین شود آخر
چشمے که سیه ساخته خسرو بشکر بر
از خلد و سقر تا چه دهد دست که دارم
عیشے بخیاں اندر و دلش بجگر بر
بالد بخود آن مایه که در باغ نه گنجد
سرے که کشته ش به تمنای تو در بر
غمرے که بسود اے تو گنجینه غم بود
اینک بتو دادیم تو در عیش بسر بر
جان میدهم از رشک بشیر چه حاجت
سیر پنجه بدامن زن و دامن به کمر بر

مطرب بغز لخوانی و غالب بهمار است

سانی می و آلات می از حلقه بدر بر

اے دل از گلبن امید نشانی بهن آر
نیست گرتازه گلے برگ خزانے بمن آر
تا دگر زخم بناسور تو انگر گردد
بدیه از کف الماس نشانی بمن آر
همدم روزگدالی سبک از جابر خیز
جان گرد و جامه گرد و طل گرانے بمن آر
دلیم لے شوق ز آشوب غمی نکشاید
نتبه چند ز هنگامه ستانے بمن آر
گیرم لے بخت بدت نیستم آخر گاهے
غلط انداز خدای ز کمانے بمن آر
اے نیاد و ده بکف نامه رشوتی ز کفے
بزمان مشروده وصلی ز زبانے بمن آر
اے در اندوه تو جان داده جهانے از رشک
مکش از رشک و اندوه جهانے بمن آر

اے زمار دم شمشیر تو ام بستر خواب
 شمع بالین ز درخنده سنانے بمن آرد
 یارب این مایہ وجود از عدم آید
 بوسہ چند ہم از گنج دہانے بمن آرد

سخن سادہ دلم را نفرید غالب

نکتہ چند ز پیچیدہ بیانے بہ من آرد

بر دل نفس غم سر آرد چون ناله مرا از من بر آرد

یا پایہ آرزو بیفزائے یا خواهش ما ز در در آرد

عمرے ز ہلاک تلخ تر رفت مرگے ز حیات خوشتر آرد

درے شکست ما بر انگیز نے نے علی بہ خیر آرد

بیکاری ما گذارش ماست زخمے تراوش اندر آرد

و انگاہ ز ما بہ عرصہ حشر چسپیدہ تنے بہ بستر آرد

ورزان کہ هیچ می نیرزم مارا بر بای و دیگر آرد

رنجین چمنے ز شعلہ آراے ابرا ہیستے ز آذر آرد

آثار سہیل ازین جوی خورشید ز طرقت خاور آرد

بہاے بکر در نشان را دہلے بغم تو انگر آرد

جان ہاے براحت آشارا طوے بنشان و کوثر آرد

اے ساختہ غالب از نظیری

با قطرہ ربای گوہر آرد

اے ذوق ذابخی بازم بگردش آرد غوغاے شبنم زنی بر بسنگ ہوش آرد

لے حضرت ابراہیم پیغمبر اذیت تراش بود ابراہیم علیہ بیت سکن بود بادشاہ فرود اودا

در آتش انداختہ دے از رحمت خداوندی آتش سوزان مبدل بگلزار شد

لے این غزل در نسخہ نیست۔

گز خود بخت از سران دیده فردیام
 بمان همدم فرزانه دانی ده دیوانه
 شورایه این دادی تسخیر اگر رادی
 دانم که زده داری هر جا گزیده داری
 گز مرغ به کد و ریزد بر کف نه دراهی شو
 ریحان دمد از مینا را مش چکد از قفل
 گاهی به سبک دستی از باد ز خوشم بر
 غالب که بقایش با و همپای تو گز ناید
 باره غزل فردی زان موی نه پوش آرد

در گریه از لب نازکی رخ مانده بر خاکش نگر
 بر تپه که جانها سوخته دل از جفا مشربین
 آن کو بخلوت با خدا هرگز نکرده استجا
 تا نام غم بر ده زبان می گفت یاد در میان
 آن سینه گز چشم جهان مانند جان بخت نهان
 بر مقدم صید انگلی گشته بر آواز شربین
 بر آستان در گز در شکر در بان شربین
 تا گشته خود نفرین شوق تلخ است بر لبش
 با خوبی چشم دلش با گز می آب دلش

خواند با معبد اثر اشعار غالب هر سحر
 از نکته چینی در گز ز فرنگ ادراکش نگر

ردیف زامی معجزه

یارب ز جنون طرح غمی در نظرم ریز
از مهر هانتاب امید نظرم نیست
دل را از غم گریه بے رنگ بجوش آر
هر برق که نظاره گدازست نهادش
سرست به لذت دردم بخرام آر
هر خون که عبث گرم شود در دلم افکن
هر جانم آید ست بترکان ترم بخش
از شیشه گرامین نتوان بست شیم را
گیرم که به افشاندن الماس نیزم
این سوز طبیعی نگدازد تقسم را
سکین خیر از لذت آزار ندارد
و بجای که به پامزد توان داد ندارم

دارم سر هر طرچی غالب چه جنون هست

یارب ز جنون طرح غمی در نظرم ریز

ای شوق بیا عریده بسیار میا موز
از نغمه مطرب نتوان بخت دل فشان
صورت کده شد کلبه من سر بر لب چشم
همت زدم تیشه فرهاد طلب کن
ای غمزه ز هر طرچی پنجر چهر خیزد
ایرام بدر دیزه دیدار میا موز
ای ناله پریشان رود بخار میا موز
ای گنجشک نقش ز دیوار میا موز
جنون مشو مردن دشوار میا موز
دم شیوه آهوست بدلدار میا موز

منگر بسوی نقش من دلب بگرا از ناز
 باغچه مگردان درق بخت شگفتن
 طوطی شکرش طمع و بلبل جگرش قوت
 از ذوق میان تو شدن سرسبز آغوش
 بلبل ز خراش رخ گلبرگ بیندیش
 سر رشته هر کار نگهدار به مستی
 جان دادن بهوده باغیا میاموز
 برداشتن پرده ز رخسار میاموز
 جان تازه کن از ناله و گفتار میاموز
 بهر فن ماست بز تار میاموز
 شغل نیکو شوق به منقار میاموز
 آشفتنی طره بدستار میاموز

غالب بله کردار گزاردان به کمینند

گفتم بتو آزاده رود کار میاموز

خون قطره قطره می چکد از چشم ترهنوز
 با آنکه خاک شد بسرا راه انتظار
 تا خود پس از رسیدن قاصد چه رود دهد
 بختم ز بزم عیش بغربت نگند و من
 دیدار جوست دیده و دارد چهل مرا
 شد روز رستخیز و بیا دشب وصال
 اے سنگ بر تو دعوی طاقست کم است
 پر دیزست تار کم از زخم خار یا
 بلبل سزد ز غیرت پروانه سوختن
 رنگسته ایم بخیه ز خم جگرهنوز
 پر میزند نفس بهواس اثرهنوز
 خوش می کنم دلی بامید خبرهنوز
 مستم چنانکه پان شناسم ز سرهنوز
 از جوشش دل نه بستن راه نظرهنوز
 محوم همان بلذت بیم سحرهنوز
 خود را ندیده بکف شیشه گرههنوز
 از سر بردن زلفه هواس سفرهنوز
 رنگین به شعله نیست ترا بال دیرهنوز

غالب نگشته خاک بر اهت تو و خدا

گر دے ست پر نشان بسره گزهنوز

یقین عشق کن و از سر گمان برخیز
 گل از ترا دشمنم به تست چشمک زن
 به آشتی به نشین یا به امتحان برخیز
 ز رخت خواب بلهاسی چکان برخیز

بزم غیر چه جوی لب کرشمه ستای
چرا بسنگ و گلیا پیچی اے زبانہ طور
تو دودی اے گلہ کام زبان درخوشت
گم از کشاکش جارفه خودی باقی ست
فناست آنکه بدان کین زرد ز گامی
رقیب یافته تقریب رخ بیا سودن
عیادت ست نه پر خاشاک تن درخوشت

سبویچه دہمت ہر سحر نے غالب

خداے را از سر کوچه مغان بر خیز

با ہمہ گم گشتگی خالی بود جایم ہنوز
تا سر خار کد این دشت در جان میخلد
خشاک شد چندانکہ جزو بدن شد شیشہ
بعد مردن مشت خاکم در نور و صرصرست
تازہ دور افتادہ طرف بساط عشرتم
چشم از جوش نگہ خون گشت از مژگان چکید
صد قیامت در نور و ہر نفس من گشتہ است
تا کی یارب ز دشت اشک من ظلمت زخا
با تغافل بر نیامد طاقتم لیک از ہوس

ہمراہان در منزل آرا میدہ غالب

پا بردن نارفہ از نقش کف پایم ہنوز

بد در باش تقاضائے الامان بر خیز
ز راہ دیدہ بدل در دوز جان بر خیز
بدل فرد شو از مغز استخوان بر خیز
بذوق آنکہ نباشی ازین میان بر خیز
غبار گرد و ازین تیرہ خاکدان بر خیز
ترا کہ گفت کہ از بزم سرگران بر خیز
بیا و غمزہ بہ نشین لب گزان بر خیز

ردیف سین هلمه

داغ تلخ گویا نم لذت ستم از من پرس
 محو تنم خویا نم حیرت دم از من پرس
 موبج از شل بستم لخته از کب بستم
 شور من هم از من جوی سوز من هم از من پرس
 نیست باغ نمودنها برگ پر کشود هنا
 از عدم بردن آمد سخی آدم از من پرس
 نفس چون زبون گردد دیو را بفرمان گیر
 محرم سلیمانم نقش خاتم از من پرس
 اے که در دل زاری پیش را کم انگاری
 در شمار غنچاری بیشی کم از من پرس
 بوسه از لبانم ده عمر حضرت از من خواه
 جامه بی پیشیم نه عشرت جم از من پرس
 تیغ غمزه با اختیار آنچه کرد میدانی
 خنجر تغافل را تیزی دم از من پرس
 خلد را نهادم من لطف کوثر از من جوی
 کعبه را سودم من شورش من از من پرس

ورد من بود غالب یا علی بو طالب

نیست بخل با طالب اسم عظم از من پرس

کاشانه نشین عشوه گزی را چه کند کس بے فتنه سر ره گزی را چه کند کس

۱. حضرت علیہ السلام، نام پیغمبر است که آب حیات نوشیده عمر جادوان حاصل کرده،
 جم - مراد جمشید، پادشاه ایران -

۲. خلد، بهشت، کوثر، نام حوضی است در بهشت، زمزم، چشمه آب شیرین در شهر مکه معظمه،
 این چشمه بعد از دعاء ابراهیم علیہ السلام اندر پائے حضرت اسماعیل جاری شده و این
 دائمی بے آب دگیا را سر سبز و شاداب کرده بود -

۳. یکے از اسماء باری تعالی است هر که از دواقت شود و خواندش به مقاصد خویش
 کامران می شود -

بگرداخت دل از ناله گمراهی نیست
 کیموس میباید و ز اغلاط مفرمای
 در هدیه دل و دین بصدایم پزیرد
 انصاف دهم چون نگراید بمن از مهر
 باخوشتن از رشک مدارا نتوان کرد
 گر سرخوشی از بادیه مرادست باشام
 نایافته بایرم به نراندن چهره شگیم
 آن نیست که صحرا به سخن جاده ندارد
 غالب بکمان بادشهان از پله دادند

فرمان ده بیدادگر را چه کند کس
 آرایش جبین شکر فان ز چین شناس
 لطف به تحت هر رنگه خشکین شناس
 باز آ که کار خود به نگاهت سپرده ایم
 بپرده تاب محرمی را ز ما مجوسی
 دائم که دشت تو بیفزود و انتظار
 میجواید انتقام ز باجران کشیدنی
 آرایش زمانه ز بیداد کرده اند
 در راه عشق شیده دانش قبول نیست
 از دهر غیر گردش رنگ پدید نیست
 حسرت غلاط ربط سر و دست میزنند

لے کیموس، نام صورت غذا که در طبع ددم در جگر بخته شود (غیاث اللغات)

بے غم نهاد مرد گرامی نمی شود ز نهاد قدر خاطر اندوگمین شناس
دور قدر نبوت دمی خوارگان کرده آویخ ز ساقیان لیسار از بزم شناس

غالب مذاق مان توان یافتن ز ما

رو شیوه نظیری دطر ز خیزن شناس

تیغ از نیام بپیده بیرون نکرده کس مارا به هیچ کشته و ممنون نکرده کس
فرصت ز دست رفته و حسرت نشوده پای کار از دوا گزشته افسون نکرده کس
داغم ز عاشقان که ستمهای دوست را نست بهربانی گردون نکرده کس
یا پیش ازین بلاے جگر تشنگی نبود یا چون من لغات به جیون نکرده کس
یا رب بزا هدان چه دهی خلد را ایگان جو ربتان ندیده و دل خون نکرده کس
جان دادن و بکام رسیدن ز ما و لے آه از هبای بوسه که افزون نکرده کس
شرمنده دیم در رضا جوے قاتلیم ما چون کنیم چاره خود به چون نکرده کس
پیچد بخود ز وحشت من پیش بین من تشبیه من هنوز به مجنون نکرده کس
گیر مرا بر پرشش بیزنگی سرشک گوی حساب شک جگر گون نکرده کس

غالب ز حسرتی چه سرانی که در غزل

چون ادتلاش معنی و مضمون نکرده کس

هر کز اینی ز معنی خود شنایش مینویس هر دفع فتنه جزئی از برایش مینویس
لے قلم سنج بزمین دوست بیکاری چرا خود پاس دست خنجر آرایش مینویس
انچه هلام هر شب غم بر سرم می بگذرد هر سحر یکسر بدیوار سرایش مینویس
گره بزمین ریود و غلو در رنگ نینک است لب هر کجایه ست کافر ماجرایش مینویس

لے بفتح و خائے بحر معنی آه و افسوس کلمه حجب (غیاث) ط محمد علی خنجر شاعر معروف

که در بنارس اقامت می داشت لے نواب مصطفی خان شیفته و حسرتی

خواری می کاند و طریق دوستداری در دود
 میفرستی نامه دین را چشم زخمی در سینه
 هر که بعد از مرگ عاشق بر مزارش گل
 رحمت از معشوق هر جا در کتابی بنگری
 اے که بایارم خرامی کرد دل و دست بهت
 هر کجا غالب تخلص در غزل بینی مرا
 می تراش آنرا و مغلوبه بجایش مینویس

دلیف شین معجزه

دشمن آهنگ عشا بود که آمد در گوش
 کاسه شعله آواز موزن زندهار
 سنجیده بر عالم و عابد نتوان کرد که هست
 نیست جز حرف دران فرقه اندر سرا
 جاده بگرارد پریشان رود در راه روی
 بوسه گر خود بود آسان بساز شاپست
 این نشیدست که طاعت کن زنده شود
 حاصل نیست ازین جمله نمودن که میباش
 من که بودی کلمه از مزد عبادت خالی
 نفتم از رنگ بهیرنگی اگر آرام دهی
 جسم از جای دلی بوش خود پیشاپیش
 تا بنحی که بیک وقت در آنجا دیدم
 ناله از تار دایه که مرا بود بدوش
 از پی گرمی هنگامه منه دل بخردش
 آن یک بهمه گوا این دگر بهمه کوش
 نیست جز رنگ دین طائفه اندک پوش
 به فریب می دمعشوق مشور بهزن پوش
 باده گر خود بود از زبان نخر از باده فروش
 این نهیب است که رسوا شود باده نوش
 مانده افسانه سراییم و تو افسانه ینوش
 چو در گشت تو ای نگر به ره آورد سرش
 ره دگر چون سپرم گفت از خود دیده پوش
 رفتم از خویش دلی علم و عمل دوشاوش
 باده بپیودن امر و زنجون خفتن دوش

خانقاه اندر دوش زهد و در ع قلم زور
شاید بزم در آن بزم که خلوت گاه است
بمحو خورشید کز دذره درخشان گردد
زنگها جسته ز سیرنگی دیدن ز به چشم
قطره ناریخته از طرب خم و رنگ هزار
همه محسوس بود این دو عالم معقول
غالب این زمره آواز نخواهد خاموش

نیست معبودش حریف تاب ناز آوردنش
موعظت را سنگ را قلقل مینا کند
تا خود از بهر نثار کیست می میرم ز رشک
رحمت حق باد بر هدم که داند مست نیست
شوق گستاخت من در لرزه کاخر تهل
واسه ما اگر غیر اندر خاطرش جا کرده است
استحسان طاقت خویش ست از بیداریست
چون نمیرد قاصد اندر ره که شکم ز تافت
مفت یاران وطن کز سادگی بایست
بے زبانی بایست غالب را چه آسان دیده

اے توانا سجده تاب ضبط را ز آوردنش

پیرس حال اسیری که در خم بوسش
بعرض شهرت خویش احتیاج ما دارد
بقدر کسب هوا نیست روزن قفسش
چو شعله که نیاز ادفند بخار و خشش
صفایافته طلب از عشق مرا غم است
که غوطه میدهم اندر گداز هر نفسش

زیاس گشته سگ نفس در تلاش دلیر
گر ز رسته طولی کم مرشش
ز رنگ بوئے گل و غنچه در نظر دارم
غبار قافله عمر و ناله جزشش
مرا به غیر ز یک جنس در شمار آورد
فغان که نیست ز پر دانه فرق تا گشش
جگر ز گرمی این جوعه تشنه تر گردید
فغان ز طرز فریب نگاه نیمر شش
خوشم که دست خود آناهیه یوفایا باشد
که در گمان سنگالم امید گاه گشش
بهار پیشه جوانی که غالبش نامند

کفون بهین که چه خون میچکد زهرشش
خوشا عالم تن آتش بستر آتش
سپند که افتانم بر آتش
ز شک سینه گریه که دارم
کشاد شعله بر خود خنجر آتش
به خلد از سردی هنگامه خواهم
برافروزم بگرد کوثر آتش
خاک شوقیکه در دوزخ بغلتد
می آتش شیشه آتش ساغر آتش
دل دارم که در هنگامه شوق
سرشش دوزخ ست دگر آتش
بسان موج میبالم به طوفان
برنگ شعله میر قصم در آتش
بدان ماند ز شاید دعوی مهر
که ریزد از دم انون گر آتش
دل و داد راغ سوز رشک پسند
مزن یارب بجان کافر آتش
چهار دست آنکه هر یک اذان چار
بود از ناخوشی آتش خور آتش

نمر در عقرب و غالب بد صلی

سمندر و رشت و ماهی در آتش

دو سودا لی رتق بست آسمان نامیدش
دیده بر خواب ایشان جهان نامیدش
دهم خاک رنجت در خم بیابان دیدش
قطره بگداخت بحر بیکران نامیدش

له نام برج که برج عقرب گویند داین مرکز هتاب است -

باد دامن ز دیر آتش تو بهاران بخواندش
قطره خونی گره گردید دل دافتمش
غریبم ناسازگار آمد وطن فهمیدش
بود در پیلو به تمکینی که دل می گفتش
هر چه از جهان کاست درستی بود افزودش
تا ز من بگست عمر خوشدلش پنداشتم
او به فکر کشتن من بود آه از من که من
تا نهم بر دایه سپاس خدایه از خوشی
دل زیبا را از داندان آشنایها خواست
هم نگه جان می تواندم تغافل می کشد
در سوک از هر چه پیش آمد گزشتن داشتم
بر امید شیوه صبر آه می زنیستم

داغ گشت آن شعله از سستی خزان نامیدش
موج زهر آبی بطوفان ز دربان نامیدش
کرد تنگی حلقه دایم آشیان نامیدش
رفت از شوخی به آیمه که جان نامیدش
هر چه با من ماند از هستی زیان نامیدش
چون بمن پیوستست لخته بد گمان نامیدش
لا ابالی خواندش تا هر بان نامیدش
بود صاحب خانه اما میهمان نامیدش
گاه بهمان گفتش گاهی فلان نامیدش
آن دم شمشیر این پشت کمان نامیدش
کعبه دیدم نقش پاک رهبران نامیدش
تو بریدی از من من امتحان نامیدش

بود غالب عندی لب از گلستان عجم
من ز غفلت طوطی هندوستان نامیدش

ز لکنت می تید نبض رگ لعل گهر بارش
ادای لا ابالی شیوه سستی در نظر دارم
نمانم راز دار کیست دل کرتا شکیبانی
بدین سوزم روا بجه نیست به فریاد رانام
چو بینم زلف خنم در خم بعارض هشته گویم
ز هم پاشیدن گل افکند در تاب ببل را

شهید انتظار جلوه خویش ست گفتارش
سر بر شورم از آشفتگی ماند ببتارش
کشم تا یک نفس لرزد بخود صد ره ببتارش
که از تاب شرارتش گریست بانارش
که اینک حلقه در گوش کند عنبرین تارش
اگر خود پاره های دل فرود زدنقارش

له در نسخه ۵ این شعر قبل از اشعار آمده (اول و دوم) نوشته است -

بسته دارم که گویی گریه بر دس سبزه بخرازد
بدان گرد دست زندان مرا تار یک بگرزد
بنای خانه ام ذوق خرابی داشت پندار
غم افکنده در دشته که خورشید درخشان را
وکالت کرد خواهم روز محشر گشتگان را
نه از مهرست که غالب مبردن نیستی را
سرت کردم تو میدانی که مردن نیست شوار

بیابان بیابان و نقاب از رخ چمن برکش
بیاد منظر بام فلک نشیمن ساز
سمن بجیب غنا از نواز مطرب ریز
نسیم طرزه خرام تو در نظر داد
هزار آینه ناز در مقابل نه
اگر بیاده گرای قدح ز زکس خواه
به لاله گوی که بان بدین قدح در ده
بدان ترانه که ممنوع نیست مستی کن
مذاق مشرب فقر محمدی داری
سرفرازی بخت جوان بخویش بهال
نشاط در زده اش شادمانی کن
ترا که گفت که منت کشی ز چرخ نبود
ز نقش بندی خویش در خردمندی

له این غزل در نسخه ۵ موجود نیست

زمین چون طوطی ببل تپد از ذوق رفتارش
بدین حسنه که در گیرد چرخ از تاب رخسارش
کز آمد آید سیلاب رقص ست یوارش
گدازد زهره وقت جذب شبنم از رخسارش
نباشد تا دران هنگامه جز با من لبر کارش
نه از مهرست که غالب مبردن نیستی را
سرت کردم تو میدانی که مردن نیست شوار

دل عدونه اگر خون شود در آذر کش
بیاد شاید کام دد کون در بر کش
تلق بر دس هوا از کوز مجسم کش
تو طیلان ردش را طراز دیگر کش
هزار نقش دل افروز در برابر کش
دگر به سحر ز شبنم برشته گوهر کش
بمزرع گوی که این خسر دی نوا بر کش
از ان شراب که نبود حرام ساغر کش
می مشاهده حق نوش و دم در کش
بر دس چرخ ز طرف کلاه انجیر کش
جهان ستان دقلم و کشای و شکر کش
بقهر کام دل خویشتن ز اختر کش
رقم به ناصیه و اس دویسگر کش

ز فرخی بخت در جهان داری علم بسر حد فرمان روای خاور کش
 سپس به تیغ تو خونم بدر که خواهم گفت
 بگیر غالب دل خسته را دور بر کش

من نظاره روی که دقت جلوه زتابش
 بدوق باده داغ آن حریف دوزخ آشام
 زلیخا چهره با یعقوب شد تا زم محبت را
 گیتی ترک ذوق کاجوی مشکست اما
 به فیض شرع بر نفس مزد ریا نتم دستان
 برستی چتر بستن با طاد مسست پندای
 خرابی چون پدید آمد بطاعت داد تن زاهد
 بساط نیست بزم عشرت تر باقی مارا
 ز تار شمع نیز آهنگ ذوق ناز می بلند
 منازای منعم و دی ماه گلشن تاب را بنگر
 همی بر خوشن لوزد پس آینه سیما بش
 که هر جا بنگرد آتش بگرد در دهن آتش
 بوی پیر یکن ماند قماش پرده خوابش
 نوید خرمی آنرا که گیرد دل ز اسایش
 چو آن دزد دے که گیرد دشمنه ناگاهان بش
 نشست ساقی دانگیز مینای نایبش
 خمید نهان دیوار سراگر دید محرابش
 بگر با نند از تار دم سا طور قصایش
 بشرط آنکه سازی اند پر بردانه مضرایش
 که خوابش مغل و خاکستر گریست سنجایش

ازین رخت شراب آلوده ات ننگ آیدم غالب

خدا را یا بشویا بفکن اندر راه سیلابش

خوشا روز شب کلکته و عیش مقیمانش
 سکندر با همه گردن کشی بهادش گاهش
 گور زهر دکنان بهادر ماه تابانش
 اسطوباهمه دانشوری طفل دبستانش

له یاد ایامی که غالب در کلکته مقیم بود (در سن ۱۸۲۵ تا ۱۸۲۹)

کند گردن شیران دم جولان شبدریش
 بانداز متناغبان رادل گرفتارش
 تن هر لب رستم و عشه دار از بیم شمشیرش
 ز با تها آنگین گردان پر شهل پیدانش
 بذوق لطف عاجز پروری دلهانکو خوانش
 شمار جوهر اسرار داناتی ز ایامیش
 هم از خوبی بزم اندر دل فردست گفتارش
 اگر گوی مردت گویم آن نگه ز گلزارش
 بحدش گرچه کم نفتم دله زان گونه در نفتم
 که در ملک غزل جاداده ام غالب بدویش

دلیف صادق مملو

چون عکس پل بیل بذوق بلا برقص
 نبود دقاع عهد دے خوش غنیمت ست
 ذوق ست جستجو چه زنی دم ز قطع راه
 سر سبز بوده و به چمنها چمیده ایم
 هم بر نوائے چغد طریق سماع گیر
 در عشق انبساط بیایان نمیرسد
 جارا نگاه دارد هم از خود جدا برقص
 از شاهان بنازش عهد دقاع برقص
 رفتار کم کن و بصداع در آ برقص
 اے شعله در گداز خس و خوار برقص
 هم در هوا جنبش بال هما برقص
 چون گرد باد خاک شود در هوا برقص

له در نسخه ۵ - این شعر بعد از شعر آئنده درج است -

فرسوده رسمه‌ای عزیزان فرد گزار
 در گور نوحه خوان و بزم عزرا برقص
 چون چشم صالحان و دلاے منافقان
 در نفس خود میباش دلے بر ملا برقص
 از سوختن الم ز شگفتن طرب بجوے
 بیوده در کنار سموم و صبا برقص
 غالب بدین نشاط که دا بسته که
 بر خویشتن بیال و به بند بلا برقص

ردیف ضا د معجزه

دل در غمش بسوز که جان میدهد عوض
 در جان دهی غم به ازان میدهد عوض
 فارغ مشوز دست به مع در ریاض خلل
 از ما گرفت آنچه همان میدهد عوض
 دائم ازان جولیت که چون خانمان بسوخت
 چشمی بسوز در نگران میدهد عوض
 سرمایہ خرد بختون ده که این کریم
 یک سود را هزار زیان میدهد عوض
 نبود سخن سرائی مارانگان که دست
 دل میرد ز ما و زبان میدهد عوض
 از هر چه نقش و هم و گمانست در گزر
 گو خود بردن زدهم و گمان میدهد عوض
 آن را که نیستی نظر از ماه و مشتری
 چشم سبیل و زهره نشان میدهد عوض
 نازم بدست سبزه شماری که عاقبت
 شوقش کف پیاله سستان میدهد عوض
 آه از غمش که چون ز دل آرام می برد
 ناسازی زدهم نفسان میدهد عوض
 یادش هر دقا به جفاے دگر کند
 غالب بدین که دست حیان میدهد عوض

له سبیل نام ستاره معروف

له نام ستاره معروف که دو خانه دارد یکے ثور و دم میزان و جاکے او بفلک سوم است و رنگ او سپید

در لفظ طای مطبقة

گوئی که جان وفا که وفا بوده است شرط
 ہے ہے نہ زیاد داشت نخستینہ شرط بود
 بس نیست اینکه می گزرد در خیال ما
 لب بر لب نهادن جان دادن اگر دوست
 میرم ز رشک گر همه بویت بمن رسد
 گو در میان نیامده باشد دلی بدهر
 گرمست دم بناله سرشکے فرد بیمار
 ہمدم نکم بزخم دلم مشت مشت ریز
 تا نگزرم ز کعبہ چہ بنیم کہ خود ز دیر
 آری ہمیں ز جانب ما بوده است شرط
 گفتی زیاد رفت چہا بوده است شرط
 گفتی بہ عشق آہ رسا بوده است شرط
 در عرض شوق حسن ادا بوده است شرط
 کامینرش شمال و صبا بوده است شرط
 اندازہ نہ بہر جفتا بوده است شرط
 پاکی پے بساط دعا بوده است شرط
 آخر نہ پرسشی بسزا بوده است شرط
 رفتن بہ کعبہ رو بقفا بوده است شرط
 غالب بعالی کہ توئی خون دل بنوش

از بہر بادہ برگ و ذوا بوده است شرط

نکسہ بر حسد زبان تو غلط بود غلط
 آنکہ گفت از من دختہ پیش تو قریب
 غنچہ را نیک نظر کردم ادائے دارد
 دل نہادن بہ پیام تو خطا بود خطا
 این سلم کہ لب پہنچ گوئی داری
 ہر حرفے تو بیادش وفا نیست ہنوز
 آخراے بو قلمون جلوہ کجائی کاینجا
 شوق میتافت سر رشته دہمے در نہ
 کاین خود از طر زبان تو غلط بود غلط
 کہ غلط بود بجان تو غلط بود غلط
 دین کہ مانند بدیان تو غلط بود غلط
 کام جستن ز زبان تو غلط بود غلط
 خاطر ہیچہ این تو غلط بود غلط
 دعوی ما بہ گمان تو غلط بود غلط
 ہر چہ دادند نشان تو غلط بود غلط
 ہستی ما و میان تو غلط بود غلط

آن تو باشی که نظیر تو عدم بود عدم سایه در میر دروان تو غلط بود غلط
می پسندی که بدین زمزمه میر و غالب
نکیه بر عهد زبان تو غلط بود غلط

ردیف طلب معجزه

مرا که باده ندارم زرد زگار چه حظ ترا که هست دنیا شامی از بهار چه حظ
خوش است کوثر دیاکست باده که در دست ازان ر حق مقدس درین غمار چه حظ
چمن پر از گل و نسرين و دلربائی ناله بدشت فتنه ازین گردلی سوار چه حظ
بذوق بے خبر از درد در آمدن محوم بوعده ام چه نیاز و ز انتظار چه حظ
دران چه من نتوانم ز احتیاط چه سود بدایچه دوست نخواهد ز اختیار چه حظ
چنین که نخل بلند است و سنگ ناپیدا ز سوه تا نقد خود ز شاخسار چه حظ
نه هر که خونی در هزن بپایه مضروب است بدین تحفیض طبعی زاد ج دار چه حظ
به بند زحمت فرزند دزن چه می کشیم ازین نخواره گلهای ناگوار چه حظ
تو آئی آنکه فثاتی بجای رضوانم مرا که محو خیالم ز کار و بار چه حظ

بعرص غصه نظیری وکیل غالب بس

اگر تو تشوی از ناله های زار چه حظ

تا در غمت وطن نبود از سفر چه حظ آنرا که نیست خانه به شهر از خبر چه حظ
از ناله مست زمزمه ام همنشین بود چون نیست مطلق ز نوید اثر چه حظ
در هم فکنده ایم دل و دیده ناز و رشک چون جنگ با خود مست ز فتح و ظفر چه حظ
دلها باده برده به نشاط نفس چه کار گلهای چیده راز نسیم سحر چه حظ
تا فتنه در نظر نمی از نظر چه سود تا دشنه بر جگر نخوری از جگر چه حظ

زانسوی کاخ روزن دیوار بسته اند بے دوست از مشاہدہ بام و در چہ حظ
 نزد بجان دوست دل سادہ ام زہر بیچارہ راز غمزہ تاب کمر چہ حظ
 چون پردہ محاذہ ببالا نمیزند از دے بدایمان سر رگزر چہ حظ
 باید نبشت نکتہ غالب بہ آب زر
 بے آنکہ وجہ می شود از سیم و زر چہ حظ

دلیف عین مہملہ

تاقت شوق تو انداختہ جان در تن شمع مشر از رشتہ خویش ست بیلین شمع
 جان بناموس رہی چند فراہم شدہ اند در نہ خود با تو چہ بود ست رگ گردن شمع
 بجھے از دل جان ست بگرد و دست تودہ از پروبال ست بہ پیرا ہن شمع
 روزم از تیرگی آن دوسرہ ریزد بہ نظر کہ شب تار بہ ہنگام فردا مردن شمع
 بے تو از خویش چاکم کہ بیزم طربم پردہ گوش گل افکار شد از شیون شمع
 نازم آن حسن کہ در جلوہ ز شہرت باشد خاطر آشوب گل و قاعدہ بر ہم زن شمع
 برنتابد ز بتان جلوہ گرفتار کسے صبح را کردہ ہوا داری گل دشمن شمع
 می گذارم نفسے بے شر و شعلہ دود داغ آن سوز ہناتم کہ نباشد فن شمع
 وقت آمدنش ایوان بہار ست کہ باز کوہ از جوش گل دلالہ بود معدن شمع

غالب از ہستی خویش ست عذابے کہ مرا

ہم ز خود خار غم آویختہ در دامن شمع

شادم کہ بر انکار من شیخ و برہن گشتہ جمع کز اختلاف کفر و دین خود خاطر من گشتہ جمع
 منقول خویشان خودم جوید خون ریز مرا زینان کہ بر نفس منند از بہرین گشتہ جمع
 در گریہ تار ہم ز خود اندوہم از سرتازہ شد بر ہیئت دل بخت دل بازم بدامن گشتہ جمع

رقصم بزدق و او چون بستم اندر کسے او
 اے آنکہ بر خاک کش تنہاے بیجان دیدہ
 نازم اداے پر فنش کر کشکان در مخزنش
 خطش بتاراج دلم کار تبسم می کند
 اے عاشق بیچارہ رادر کوہ و صحرا داده سر
 ہے ہے چه خوش باشد بدی آتش پیش دروغ
 ہم فتنہ نفست بوری یا ہم سنگ آہن گشتہ جمع
 بر گوشہ باش نگر جانہا سبے تن گشتہ جمع
 بکچے زمغفر گشتہ پر گنجے ز جو شش گشتہ جمع
 بر برق چمک میز غم مورم بحر من گشتہ جمع
 فوجے ز خوشاش نگر در کوی دبر زن گشتہ جمع
 از بدله سخنان چند کس در یک نشین گشتہ جمع
 صبح ست و گوناگون اثر غالب چه بی خبر
 نیکان بسجود رفتہ در ندان بگلشن گشتہ جمع

در دلیف غین معجمہ

بخون تپم بسرہ گزر دروغ دروغ
 مرد بگفت بد آموز ہم ناک مباحش
 فریب دعدہ بوس دکنار یعنی چه
 طراوت شکن جیب و استیت کو
 من بزدق قدم ترک سردست درست
 تو دز بیکسم اینہم شکفت شکفت
 اگر بہ ہر خواندی بناز خواہی کشت
 در کرشمہ در ایجا دشیوہ نگہ ست
 نشان دہم بہت صد خطر دروغ دروغ
 من دزنالہ تلاش اثر دروغ دروغ
 دہن دروغ دروغ دگر دروغ دروغ
 ز نامہ دم مزنی نامہ بردوغ دروغ
 تو دز ہر بخاکم گزر دروغ دروغ
 من بہ بندگیت اینقدر دروغ دروغ
 نہ ہر چه دعدہ کنی سر بر دروغ دروغ
 تو دز عریذہ قطع نظر دروغ دروغ
 درین سیتزہ ظہوری گواہ غالب بس
 من دز کوے تو غم مفرد دروغ دروغ

لے در نسخہ ن گنجے است و در نسخہ د گنجے -

هنگام بوسه بر لب حاجاتان خرم دروغ
آن ساده روستائی ششم محبتم
در شکم از صلا و ملولم ز دور باش
خواهم ز بهر لذت آزاد زندگی
رفتار گرم و تیشه تیزم سپرده اند
از خود بردن زلفه و در هم فتاده تنگ
زین دود و زین شراره که در سینه هست
دل زان تست هدیه تن کن کنار دیوس
کار ندید آنکه توان در من آفرید
در تشنگی به چشمه حیوان خورم دروغ
کز پیچ و خم بزلف پریشان خورم دروغ
بر خوان وصل و نعت الوان خورم دروغ
بر دل بلا فشانم دیر جان خورم دروغ
از خوشن بکوه و بیابان خورم دروغ
در راه حق بگیرد مسلمان خورم دروغ
سازم سپهر گز نه بسامان خورم دروغ
چند از تو بر نوازش پنهان خورم دروغ
در شوره زار خویش بیابان خورم دروغ

غالب شنیده ام ز نظیری که گفته است
نالم ز چرخ گز نه به افغان خورم دروغ

دلیفنا

گل و شمع بمنزله اگشت تلف
سعی در مرگ رقیبان گرا بخان کردی
با نکت مرگ پدر نجم دگویم بهیسات
آمدی دیر به پیش چه نشارت آدم
ناب بود ترا برگ دوزا بود مرا
گل و گل باید داعم که درین پنج درانه
بال و پر شاید میسر که درین بند لران
لطف یک روزه تلا فی نکند عمر را
نشدی را صنی و عمرم بدعا گشت تلف
میشناسم که چه از ناز دادا گشت تلف
نال که چند که در کار قضا گشت تلف
من و عمر که ماند ده وفا گشت تلف
زنگ و بو گشت کفن برگ دوا گشت تلف
هر چه بود از زرد و سیم بدعا گشت تلف
تاب و طاقت نجم داعم بلا گشت تلف
که بدر دیزه اقبال جفا گشت تلف

گیرم امروز دهمی کام دل آن حسن کجا
اجر ناکامی سنی ساله را گشت تلف

کاش پائے فلک از سیر بانید غالب

روزگار رے که تلف گشت چرا گشت تلف

ای که در غم پیچ شوزین نشانه یک طرف	رختم بسا حل یک طرف شستم بر یک طرف
از عشق و حسن ما و تو با هم گریه گفتگو	خسرو بجزون یک طرف شیرین به ایله یک طرف
تا دل بد نیا داده ام در کشمش افتاده ام	اندوه فرصت یک طرف فدق تماشا یک طرف
ای بسته در بزم اثر بر غارت بوشم کمر	مطرب بالخان یک طرف باقی به صبا یک طرف
خارا گلستان در راه من ترسان برق همن	طفلان نادان یک طرف پیران پلایک طرف
وامانده در راه دانا اند بخودی با جا بجا	نقدم به منزل یک طرف ختم به صحرایک طرف
بادیده و دل زد و سو ماندم به بند غم فرو	اندوه پنهان یک طرف آشوب پیدا یک طرف
هم هر دار دهم حیا بر غشم آری شش چرا	خویشان بشیون یک طرف خصمان غایک طرف
ای آینه پیش نظر ستانه بر خود جلوه گر	رحم بجان خویش کن غم خواری لایک طرف

غالب چه تسکینم دهمی در بحر آن سرد سبی

رنگ ترمیم میکند فرط تما یک طرف

رویت قاف

بگو نه عی نه پذیرد زهد گر تفریق	تجلی تو به دل پیجو عی بحام عقیق
براه شوق بران آب خون نامی کریم	که قطره قطره چو ابرم چلبیده از ابرق
بجز دمی نکند خسته ام چو سنگ در آب	بجوم ریزش غلبه سخت قلب رقیق
به پنج پایه گشت اضطراب مانده اکل	بود ستاره عاشق در اوج دست غرق

بهانه جوست کرم زان که در گزانش کار
 مرا که ذره لقب داده امی و قسم
 حدیث تشنگی لب به پیرو گفتم
 براه کعبه هلاکم نمی کنی با و
 ندیده به بیابان زیر غار بنی
 نبوده حسن عملی علاقه تو فوق
 که نسبت بزبان تو کرده ام تحقیق
 زیاده جگرم در دامن همدان تحقیق
 تو ای که بیده باز آمدی ز بیت عتیق
 شکسته مشرب آب دیاره از سویق

ترا به پهلوس میخانه جاد هم خالک
 بشرط آنکه قناعت کنی بهوئے رقیق

شدم پیاس گزار خود از تسکایت شوق
 بیزم باده گریبان کشودش نگرید
 هر آن غول که مرا خود بخاطرست هنوز
 دغان ز آتش یا قوت گردید عجبت
 غلط کند راه داید به کلبه ام ناگاه
 متاع کاسد اهل هوس بهم برزن
 بخود منازد به آموزگار هم به پزیر
 ممکن بورزش این شغل جبهی دهم
 تر اند پرکشش احباب بے نیاز کند
 غرور یکدی و نازش حمایت شوق
 نهی ز من بدل بے غش سلوایت شوق
 خوشا بهانه سستی خوشار عایت شوق
 بیانک چنگ دانی کند ز غایت شوق
 عجب ترست ازین برش حکایت شوق
 صنم فریب بود شوهر هدایت شوق
 کنون که خود شده شعله دلایت شوق
 من د نهایت عشق د تو دیدایت شوق
 که چون رسی بخط خطوه نهایت شوق
 غرور یکدی و نازش حمایت شوق

بر تو نیز تر از حوت غالب است بدر
 نجسته باد بفرق تو ظل رایت شوق

ردیف کاف عربی

مرد آنکه در هجوم تمنا شود هلاک
 از رشک تشنه که بدریا شود هلاک

گردم هلاک فزّه فرجام هر د
 نازم به کشته که چو یابد دوباره عمر
 دارم به کنج غم کرده رشاک کسب که او
 منمای رخ بسا که بدعوی نشسته ایم
 با عاشق امتیاز تغافل نشان دهد
 تا مرد را بلبلخانه آسایش مشام
 با خضر گریه دم از نیم ناکسی ست
 غم لذت است خاص که طالب ندق آ

کاندر تلاش منزل عفتا شود هلاک
 در عذر التفات میجا شود هلاک
 در جلوه گاه دوست بغوغا شود هلاک
 در خلوتی که ذوق تماشا شود هلاک
 تا خود ز شرم مشکوه بیجا شود هلاک
 مرد از لطف سموم به صحرای هلاک
 ترسم ز رنگ همراهی ما شود هلاک
 پنهان نشاط در زد و پیدا شود هلاک

فالب ستم نگر که چو دیم فریز ز ر

ز نیشان به چهره دستی اعدا شود هلاک

بحر اگر موج زن ست از خس خاشاک چه پاک
 فیض سرگرمی دور قدح می در یاب
 دشته نیست اگر خانه چراغ دارد
 حاش بشکر که درین معرکه رسوا گردی
 غافلین برق بر اجزای وجودم ده است
 بار صلت تو ز ناسازی ایام چه نیم
 مان بگو تا خیم زلفت به فشار دل ما
 در دم از چاره گری مان پذیرد تسکین
 کلاب ماتا به کف ماست ز دمن چه هراس

با تو ز اندیشه چه اندیشه داز پاک چه پاک
 برگریز ست به دی ماه اگر ناک چه پاک
 بادل از تیرگی زاد به خاک چه پاک
 با چنین خستگیم از جگر جاک چه پاک
 مرترا از نفیس گرم اثر ناک چه پاک
 با دفای تو ز بیهوشی افلاک چه پاک
 خون صیدار چکد از حلقه فزاک چه پاک
 با چنین بهر زدم سردی تر پاک چه پاک
 چون فریدن علم راست نصحاک چه پاک

طبعم از دغل خان باز نه است در سخن
شعله را خالت از آویزش خاشاک پاک

سبک رو دهم بود بار من اندک	چرا فشار می آزار من اندک
تنم فرسوده در بند تو بسیار	دلت بختوده بر کار من اندک
ازین پرکشش که بسیار است از تو	شد اندوه دل زار من اندک
همانا زان حکایت ها که دارم	شنیدستی ز غم خوار من اندک
ز خاصانت گرامی گوهر هست	که میداند ز اسرار من اندک
سر کو چاک دلیهای تو کردم	که آسان کرده دشوار من اندک
بر آئی از نورد موج تشنه بر	نهی کرد دل به گفتار من اندک
دران کز دستبردت گریه هست	متاع صبر در بار من اندک
و بودم خوان یغما بود غم را	تو هم بردی زیبار من اندک

نگویم تا نباشد نغمه غالب
چه غم گریه است اشعار من اندک

ردیف کاف

پارسی

اے ترا دمرادرین نیرنگ	دهن چشم دست دل همه تنگ
هم تو خود در کین خویشی	اے برخ ماه دای بگفته تنگ
بان مفتنی که در هوای شراب	می سرائی غزل بناله تنگ
زخمه می ریزم بدین انداز	نغمه می سنج هم بدین آهنگ
فرصت باد سانی چالاک	اے بدفع غم از دی سرسنگ

له اشارت کردن و خجالت و شرمشاری

شیشه بشکن قدح به خم در زن تا نلنجد درین میان درنگ
 شود انبان ادیم، گو آن فنهن گرد و اندوه نشاط کو آن رنگ
 پر تو خاص در نهاد سهیل باده ناب در دیار فرنگ
 شکر هرزه و باطل
 غالب و دوست آبگینه و سنگ

ردیف لام

نه مراد دولت دنیا نه مرا اجر جمیل نه چون فرد تو انا نه شکلیا چو خلیل
 بار قیامان گفت ساقی به می ناب کریم باغ زبان لب چون بدی آب بخیل
 مینه دبار به شب گیر در افکند براه آنکه دانست سرا سبکی صبح حیل
 بان دهان اے گهرین پاره سیمین سار کز دم تیغ به لبی زبان خون قتل
 بس کن از عریده تا چند ربانی بفسوس از گدایان سرد از تارک شاهان اکیل
 تو نباشی دگرے کوے تو نبود چمنی کے شد ستم به دل تنگی جاوید کفیل
 ترس موقوف چه شد رشک نهی که دگر دارم آهنگ نیایش گوی رب جلیل
 اے به سمار قضا و دخته چشم ابلیس بدم گرم بدان سوخته بال جبریل
 با تو ام خمی خاطر موسی بر طور با خودم خستگی شکر فرعون به نیل
 بر کمال تو در اندازه کمال تو محیط بر وجود تو در اندیشه وجود تو دلیل
 نه کنی چاره لب خشک سلمانے را اے بتر سا بچکان کرده می ناب سبیل

غالب سوخته جان را چه بگفتار آری
بیدارے که ندانند نظیری از قتیله

راهیست که در دل فتنه خون رود اذدل
آتش بدم آب تسلی شود و من
خواهم که غم از کلبه من گردد بر آرد
سیل آمد و جوش زد و در بحر فرو شد
یا من سخن از سستی ادبام سراپد
شخص بخیا لم زند پایچس بالا
در طبع دگرده ندیم پنج بوس را
گیرم ز تو شرمند آه زم نباشم
زان شعر که در شکوه خوے تو سرایم

غالب نبود کشت مرا پاره ابرو

جز دود فغانی که بگردون رود اذدل

گفتم ز شادی نبودم گنجین آسان در غل
نازم خطر در زید نشدان هرزه دل لرزید
آه از تنک پیراهنی کافزون شدش و آه
دانش بهی دور باخته خود را ز من نشناخته
تا پاس دارد خویش را می در گریبان رفتی
گاهم به پیلو خفته خوش بستی لب از حرف دشمن
تا خوانده آمد صبح که بند قبالتش بے گره
تنگم کشید از سادگی در وصل جانان در غل
پیلو بیبازی بر جبین دست بدستان در غل
تا خمی برون داد اند حیا کردید عریان در غل
رخ در کنارم ساخته از شرم پنهان در غل
خستی چو رفتی زان میش کل از گریبان در غل
گاهم بیاز و مانده سرودی ز نخلدان در غل
واندر طلب منشور شسته نکشوده عنوان در غل

له محمد حسن قیل - فاضل هندی که در ادبیات فارسی مهارت می داشت اول نامش دوائی سنگ بود و طبعش قریباً پاک در نواح
دهلی واقع است و در ادب و شایب طلقه بگوشت اسلام شده و در کتب و کلمات و در زبان فارسی کتب و زبان فارسی تصنیف نمود

بادشاهی رسوایی روان کش خنجر در چین بکف
 وز پس جلوداری ددان کش گوشت چوگان درغل
 مے خوره درستان سرستانه گشتی سوبسو
 خود سایه اورا از دھند باغ دستان درغل
 چون غنچه دیدی در چین گشتی به گلشن کت من
 چون رفته نادک از جگر چون نند پیکان درغل
 بان غالب خلوت نشین بی چنار چشمه چین
 جاسوس سلطان در کین مطلق سلطان درغل

داریم در هواے تو مستی بوسے گل
 اندازہ سنج رشکم و ترسم ذات مقام
 بر گوشه بساط غریب ست آشناست
 اندیشه را به نیم ادای تو ان فریفت
 تا گل برنگ دلوے که ماند که در چین
 جوش بهار بیکه مهارش کسته است
 بے زود گیر زود گسل ہے جگے جگے
 زانگه که عنذیب لقب داده مرا
 در موسم تموز گلانی به تن بریز
 تا آب رفته باز بیاید بجوے گل
 افزوده امید من و آبروے گل

غالب زد صبح طالبم آید حیا که داشت

چشمے بوسے بلبل و چشمے بوسے گل

تن بر کرانه ضایع دل در میانہ غافل
 داغم به شعله زلے انداز برق خالط
 چون غرقه که ماند رختش بوسے ساحل
 سیم بنارسانی پرداز مرغ بسل

لے ژدین، بواد بھول دیائے فارسی دیائے معروف تسمیہ از نیزہ کوچک اہل ہند آخر اسیل
 ببائے بھول گویند "فرنگ جہانگیری"

ذوق شهادتم را دست قضا به خفت
اندیشه را سر اسر خشرمت در برابر
فرسوده گشت پاتم از پیوه های هرزه
هم در شمار دشمن عالم تبس به صحرا
شمعم ز رویا های داغ جبین خلوت
را از تو در نهفتن بتجالد ریخت بر لب
نظاره با ادایت موسی و طور سینا
با من نموده مجنون بیعت به فن سودا
غالب بقصه شادم مرگم بخوش آسان
در چاره نامرادم کارم زد دست مشکل

در دین میم

رفتم که کهنگی ز تماشا بر انگنم
در وجد اهل صومعه ذوق نظاره نیست
ممشوقه را ز ناله بد انسان کنم حزن
هنگامه را بچشم جنون بر جگر زخم
خشم که هم بجای رطب طوطی آوردم
در بزم رنگ و بو غلط دیگر انگنم
ناپید را بزم مزه از منظر انگنم
کز لاغری ز ساعداد زیور انگنم
اندیشه را هوای فنون در سر انگنم
ابر م که هم بر دس زمین گوهر انگنم

له نام یکایان و فرشته که در چاه بابل آویخته شده اند اگر کسی بر سر آن چاه بطلب جاد و رود او را تعلم کنند
و غیث اللغات، ذکر باروت و باروت در قرآن مجید موجود است که بپای آن دانش و امتحان بر زمین
آمده بودند و در دیگران آنها که به ایشان غیب می کنند اکثر از باب اعتبار ساقط اند

باغاذیان ز شرح غم کارزار نفس
 بادیریان ز شکوه بیداد اهل دین
 ضعیفم به کعبه مرتبه قرب خاص داد
 تا باده کین تر شود وسیله ریش تر
 راستی ز کین دیر به مینو کشوده ام
 منصور فرقه علی الهیان منم
 از زنده گوهری چون اندر زمانه نیست
 شمشیر را بر عشه ز تن جوهر انگنم
 هر ز خوشتن بدل کانرا انگنم
 سجاده گسری تو و من بستر انگنم
 بگردازم آبگینه و در ساغر انگنم
 از خشم کشم پیاله و در کوثر انگنم
 آواز که انا اسد الله در انگنم
 خود را بخاک ره گز حیدر انگنم

غالب به طرح منقبت عاشقانه
 رفتم که کهنگی ز تماشا بر انگنم

بسکه به پیچید بخوش جاوه ز گمراهیم
 شعله چکه غم کرا گل شکفته مزد کو
 جود بتان دلکش ست محو بداندیشیم
 گوشه دیرانه را آفت هر روزه ام
 دور فتادم زیار ماهی بے دجله ام
 بنده دیوانه ام مخطی و ساهی خوشم
 آن تن چون سیم خام دانه انگیز تن
 ره بدرازی دهد عشو کوتاهیم
 شمع شبستانیم باد سحر گاهیم
 چند کسان آتش ست داغ نکو خواهیم
 منزل جانانه را فتنه ناگاهیم
 نیست دلم در کنار دجله بے ماهیم
 حکم ترا عظیم تمسیر ترا ساهیم
 تا چه فراهم شد ست اجوت جانکاهیم

ا. انا اسد الله "من شیر ستم" (نام مرزا غالب)

از صفت طفلان سنگ شده بر خلق تنگ
ز دزدان کو نگرزد کو کبیر شاهیم
جذب تو باید قوی کان بر دیاک نیست
گر نتواند رسید بخت به همراهیم

غالب نام آورم نام دشانم میر

هم اسد اللهم و هم اسد اللهم

یارب یا علی سرای باده روانه کرده ایم
در رهت از یک روان پیشتریم یک قدم
بو که به خوشنوی قصه ما و مدحی
ز هم رقیب یک طرف کوری چشم خویشان
باده بوام خورده دزد بقمار باخته
نال به لب کسته ایم داغ بدل نهفته ایم
تا بچه مایه سر کنیم ناله بعد ز بے غمی
خار از جاده باز چین سنگ بگوشه فلک
ناخن غصه تیز شد دل بستیزه خو گرفت

غالب از آنکه خیر و شر جز بقضا نبوده است

کار جهان ز پیر دلی بے خبرانه کرده ایم

نو گرفتار تو دیرینه آزاد خودم
معنی بیگانه خوشم تکلف بر طرف
جو هر اندیشه دل خون گشتنی در کار داشت
از بهار رفته درس رنگ بودارم هنوز
ده چه خوش بود که بودی ذوق بهیاد خودم
چون نه نو مصرع تارخ ایجاد خودم
غازه رخساره حسن خداداد خودم
در غمت خاطر فریب جان ناشاد خودم

له جریه بند و کج که از سراقی غلامی مصطفی آویزند پیش سوار می برند آن اندوایم
ملو شاهن است (برهان قاطع)

گر فراوشی بفریادم رسد و قست دقت
رفته ام از خوشی چندانکه دریاد خودم
گرم ستن است با من گرچه هرش در دست
تا نباشد دعوی تا شیر فریاد خودم
هر قدم هستی ز دور فتن بود در بار من
پنجو شمع بزم در راه فتاداد خودم
تا چه خوانها خورده ام شرمند از دوسه لم
غنی آسایش طومار بیداد خودم
میدهم دل را ز بیدادت فریب التفات
سادگی بنگر که در دام تو صیاد خودم
عالم توینق را غالب سواد اعظم

یاد باد آن روزگار آن کجایم
فهر حیدر پیشه دارم خیر آباد خودم
آه آتش ناک چشم اشکبارم داشتم
آفتاب روز رستاخیز یادم میدهد
تا که این جلوه زان کار ادای خواستم
کز بهجوم شوق در وصل انتظارم داشتم
ترکها ز صبر شوق تو ام از عیار بود
دورنه یا خود پیاس ناموس غبارم داشتم
خون شد اجزای زان در فشار بخودی
رفت ایامی که من امسال دیارم داشتم
چون سر آمد پایه از عمر قامت خم گرفت
این منم کز خوشی بر خوش یارم داشتم
آنهم اندر کار دل کردم فراختان تست
برق پیا ناله الماس کارم داشتم
خوسه تو دانستم اکنون بهر من زحمت کمش
رام بودم تا دل امید دارم داشتم
دیگر از خوشی خبر نبود تکلف بر طرب
اینقدر دانم که غالب نام یارم داشتم

دیدم آن هنگامه بیجا خون خشر داشتم
خود جهان شورست کانداز نیست سرداشتم
طول روز خشر قباب هر ذوق بوده بس
جلوه برقی در ابردا من ترداشتم
تا چه غم دوزخ و کوتر که من نیز چنین
آتش در سینه و آبی بساغ داشتم

دوش بر من عرض کردند آنچه در کونین بود
از خرابی شدن حاصل خوشم زین اتفاق
یاد ایامی که در کوش ز بیم پاسبان
بر سر دامنش نشستم بر دوش را هم نبود
نامه بشا بداد عنوان شاهی دیگرست
کور بودم که حرم راندند رفتم سوئے دیر
سوزم از حرمان می بایکده آیم در بیست

زان همه کالائے رنگارنگ دل برداشتم
بود مقصودم محیط دسل رهبر داشتم
بستر از خاک ره و بالشت بستر داشتم
خوش را از خوشی تن لخته نکوتر داشتم
آنچه ناید از هما چشم از کبوتر داشتم
از جمال بت سخن میرفت باور داشتم
تا چه می کردم اگر بخت سکندر داشتم

پیچ میدانی که غالب چون بر بدم بدهر

منکه طبع بلبل و شغل سمندر داشتم

اینچه شورست که از شوق تو در سردارم
آهنگ از پرده دل بیتو شرمنه بیزد
لے متاع و دیهان رنگ بعضی درده
من دپشته که بخورشید قیامت گرمست
آن چرا در طرب این ز چهره در تعبست
کیست تا خار و خن از زگرش بر چنید
پر تو هر سیاه ز کلیمم نبسرد
سوخت دل بیتو و صلم چه کشاید اکنون
که نه تار کجی دایم نفسم شعله در است
هم ز شادابی ناز تو بخود می بالم
راز دار تو و بدنام کن گردش چرخ

دل پر دانه و شکین سمندر دارم
شیشه لب ز می دسینه پر آذر دارم
هان صدائے که ازین جمله دله بردارم
تکیه بر دادر می عرصه محشر دارم
خنده بر غفلت درویش و توانگر دارم
دگر امشب سر آراش بستر دارم
سایه ام سایه شب و روز برابر دارم
حسرت بیشتر و ذوق تو کمتر دارم
شرح کشاف صد آتش کده از بردارم
ریشه در آب ز تار دم خنجر دارم
هم پیاس از تو دهم شکوه ز اختر دارم

مرحبا سوین و جان بخشی آتش غالب
خنده بر گریه خضر و سکند دارم

شبهای غم که چهره بخوناب شسته ایم
افسون گریه بر دوزخیت عتاب را
از دیده نقش دسوسه خواب شسته ایم
از شعله تو دود بهفت آب شسته ایم
کاین خرقة با رمل به می تاب شسته ایم
غافل که امشب از مژه خوناب شسته ایم
کاشانه را از رخت به سیلاب شسته ایم
از ردی بحر موج و گرداب شسته ایم
از خویش گرد رحمت اسباب شسته ایم
خون از جبین دست ز قصاب شسته ایم
غالب رسیده ایم به کلکته و به س

از سینه داغ دوری احباب شسته ایم

بخت در خوابت میخوام که بیدار شش کنم
با تو عرض وعده ات حاشا که ابرام نیست
جان بهایش گفتم داند رادایش کاظم
بر لب جوش خرامان کرده شوقم در نیست
مردم دیرین نه بخشود کنون باز از هوس
راحت خود خستم در پنج فرادان یا خستم
در غمش عمر به سر بردم ز دعوی شرم نیست
پاره نهوغاس محشر کو که در کارش کنم
هر چه میگوئی ای میخوام که تکرارش کنم
تا دگر دلسرد زین شسته خریدارش کنم
کز هنر چون خود اسیردام رفتارش کنم
استحان تازه می خواهم که در کارش کنم
مرده دشمن را اگر همدی در آزارش کنم
فرستد کو کز دلف خود خبردارش کنم

۱. مراد دریائے سوین که در صوبه بهار (هند) است.

۲. مرز غالب در سن ۱۸۲۹ کلکته رفته بود.

اختلاطِ شبنم و خورشید تابان دیده ام
جراتی باید که عرض شوق دیدارش کنم
تا بیاگایا منت از ناتوانیهای خویش
طاقت یک خلق باید صرف اظهارش کنم

نکته هایش بے دهن میریزد از لب غالباً
بے زبان گردم که شرح لطف گفتارش کنم

بے خوشتن عزان نگا هیش گرفته ایم
از خود گزشتہ دوسر را هیش گرفته ایم
دل با حریف ساخته دما ز سادگی
بر مد علی خویش گوا هیش گرفته ایم
آوارگی سپرده بها قهرمان شوق
ما همتی ز گرد سپا هیش گرفته ایم
از چشم با خیال تو بیرون نمیرود
گوئی بدام تار نگا هیش گرفته ایم
در هر فردش از دل غیا و محض است
صد خرده برد و زلف سیا هیش گرفته ایم
در عرض شوق صرفه نبردیم در دصال
در شکوه باے خواه بخدا هیش گرفته ایم
با حسن خویش رایچه قدر میتوان شکست
عبرت حال طرت کلا هیش گرفته ایم
دیگر ندام ذوق تماشا نمی رود
در حلقه کشاکش آه هیش گرفته ایم
دل تنگی پی رخ کنتان ز رشک دست
دائیم ماکه در بن چا هیش گرفته ایم
حرفی مزین ز غالب و رنج گران اد

کو به معارض پر کا هیش گرفته ایم

تا فصلی از حقیقت اشیا نوشته ایم
آفاق را مراد ن غنقا نوشته ایم
ایمان یغیب تفرقه با رفت از ضمیر
ز اسما گزشتہ ایم و مسما نوشته ایم
عنوان را از نامه اندوده ساده بود
سطر شکست رنگ بسا نوشته ایم
تلازم نشانی مرثه از پهلوی دست
این ابر را برات بدریا نوشته ایم
خاکه بروی نامه نیفشانده ایم
رخصت بدان حریف خود آرا نوشته ایم

له مراد حضرت یوسف پیغمبر علیہ السلام

در پیچ نسخه معنی لفظ امید نیست
آئنده دگر شسته تمنا دست است
دارد درخت بخون تماشا خطی ز حسن
رنگ شکسته غرض سپاس بلبا تست
آغشته ایم هر سر خاری بخون دل
کویت ز نقش جبهه مایک قلم پرست
غالب الف همان علم وحدت خودست

بر کلا چه بر فرد و گرا لا نوشته ایم

صبح ست خیزتا نفس در هم انگنم
آتش فرو نشاند نیم دامنم بیا
با من ز سر کشتی زرد راست لاجرم
بر تراهی پرد ز ملک بهر کسر نفس
پرسد ز ذوق گرم بوی باد خاشم
خواهم ز شرح لذت بیداد پرده دار
خوشنودم از تو و ز پی در ریاض خلق
از ذوق نامه تو رود چون ز کار دست
دو زندگر به فرض زمین را با آسمان
سلطانی قلم و عنقا به من رسید
از ناله لرزه در فلک اعظم انگنم
کاین دلق نیم سوخته در زمزم انگنم
دل را به طره های خم اندر خم انگنم
خود را به بند سلسله آدم انگنم
دو زرخ کجاست تا بره هدم انگنم
خونشابه حسد بدل محرم انگنم
آدازه جفا تو در عالم انگنم
از بال بدش به کبوتر دم انگنم
حاشا کزین فشار در ابرو خم انگنم
کو نقش ناپدید که بر خاتم انگنم

غالب ز کلک تست که یا بم همی بدهر

مشکلی که بر جراحت بند غشم انگنم

بے پردگی محشر رسوائی خویشم در پرده یک خلق تماشائی خویشم

نقش به ضمیر آمده نقش طرازم
 نه جلوه ناز نه تف برق عتابی
 از کشمکش گریه ز هم ریخت وجودم
 ذوق لب نوشین که آ میخسته با جان
 آسودگی از خس که به تپ ز میان رفت
 تار شده از صفت سراپایم اکنون
 بابو تو جولان سبک خیزی شوقم
 عرض همزم زرد کند روی حریفان

حاشا که بود دعوی پیدانی خوشم
 او فارغ من داغ هکلیبانی خوشم
 هر قطره فرد خوانده بهمتانی خوشم
 کاین مایه در انداز جگر خانی خوشم
 چون شمع در آتش ز توانانی خوشم
 از گریه به بند گسر آمانی خوشم
 در کوچه تو همان گران پانی خوشم
 هت تاب کف دست تماشای خوشم

غالب ز جفا نفس گرم چه تالی

پندار که شمع شب تنهای خوشم

گم گشته بگو تو نه دل بگو خبر هم
 یا رب چه بلا که دم عرض تمنا
 در آینه با خویش طوت گشته امرو
 دیدیم که میستی اسرار ندارد
 اے ناله نه تنها شب غم گرد در هفت
 با گرمی داغ دل ما چاره زبون ست
 تا حسن به بی پردگی جسلوه صلا زد
 چون مست که در عرصه دهر اهل نیست
 اسکندر و سرچشمه آبی که زلال ست
 تنه من از شوق تو در خاک تپانم
 آن خانه بزاندا بدل پرده نشین ست

در لرزه زخوی تو نه دم بگو اثر هم
 اجزای نفس میخیزد از بیم تو در هم
 بان تیغ نگه دار و بسند از سپر هم
 رفتیم و به پیمانه فشر دیم جگر هم
 شبگیر ترا مشعل دار ست سحر هم
 پردانه این شمع بود پند به مرهم
 دیدیم که تار ز نقابست نظر هم
 در بحر کف موج جابست و گهر هم
 مایه لب لعل که شرابست و شکر هم
 نشتر برگ سنگ مزار ست شر هم
 اے دیده تو نا محرم حلقه در هم

تا بند نقاب که کشود دست که غالب

شماره بناخن صند دادیم و بجز هم

جلوه معنی بحیب دهم پنهان کرده ایم
پشت بر کوه هست طاقت تکیه بر رحمت است
زنگها چون شد فراهم مصر فیه دیگر نداشت
ناله را از شعله آئین چراغان بسته ایم
از سر رگل در گریبان نشاط افکنده اند
میگساران قحط دما بے صبر عشرت مفت کسیت
زاهد از ما خوشه رستا که به چشم کم مبین
رازها از پرده چاک گریبان باز جوئے
حیف باشد خار بدر راه همان ریختن
حق شناس صحت بیتابی پروانه ایم
می دهد چشمش بیک پیمانه هر میخوار را

یوسف در چار سوس دهر نقصان کرده ایم
کار دشوار است ما بر خویش آسان کرده ایم
خلد را نقش و نگار طاق نسیان کرده ایم
گریه را از جوش خون تسبیح مرجان کرده ایم
خنده بایر فرصت عشرت پرستان کرده ایم
باده ماتا کن گردیدار زان کرده ایم
هے نمی دانی که یک پیمانه نقصان کرده ایم
ناله شوق تو باز از طرغ عنوان کرده ایم
باخیالش شکوه از بیداد مژگان کرده ایم
گرچه مشق ناله با مرغ سحر خوان کرده ایم
عشوه ساقی بکار کفر و ایمان کرده ایم

غالب از جوش دم ما تر تش گل پوش باد

پرده ساز ظهوری را گل افشان کرده ایم

هم بعالم ز اهل عالم بر کنار افتاده ام
ریزم از دصف رخت گل را شمر در پیرین
میفشانم بال و در بند ربانی نیستم
کار و بار موج با بحر مست خود داری مجھے
سر بر سیناست اجزایم چو کوه اما هنوز
هر گشت ستوانم خنده دندان ناست

چون امام سجد بیرون ز شمار افتاده ام
آتش رشکم بجان ذبهار افتاده ام
طار شوقم بدام انتظار افتاده ام
در گشت خویشتن بے اختیار افتاده ام
بر نمی خیزم ز بس سنگین خار افتاده ام
را از غم را بخیه بر رده کار افتاده ام

هم ز من طر ز آشنای عشقبازان گشته
تا زستی میزنی بر زبنت اغیار گل
یک جهان معنی تو مندست از پهلوی من
جان بنم می بازم و مینالم از جور سپهر
کشتی بے نا خدایم سرگزشت من پیر
تا توانی محو غم کرد دست اجزای مرا
رفته از خمیازه ام بر باد ناموس چین
از داینها طبعم تشنه خون است دهر

هم ز تو عاشق کشان را را ز دار افتاده ام
خوشتن را بهجو آتش در مزار افتاده ام
چون قلم هر چند در ظاهر زار افتاده ام
وہ کہ ہم بد نقشم دہم بد قمار افتاده ام
از شکست خویش بر دریا کنار افتاده ام
در پرند ناله نقش ز رنگار افتاده ام
خاک اندر خرقة صبح بہار افتاده ام
آیم آب اما تو گوی خوش گوار افتاده ام

این جواب آن غزل غالب کہ صاحب گفت

در نمود نقشہا بے اختیار افتاده ام

سوخت جگر تا کجا رنج چکیدن دہم
عرصہ شوق ترا مشقت غباریم ما
جلوہ غلط کردہ اندر رخ بکشا تا ز ہر
مبصرہ مادر عدم تشنہ برق بلاست
بو کہ بستی زہیم بر سر دستان گل
براثر کوہن نالہ فرستادہ ایم
شیوہ تسلیم ما بودہ تو اضع طلب
دامن از آلودگی سخت گراں گشتہ است
خیز کہ را ز درون در جگر نے دہم

رنگ شوائے خون گرم تا پیریدن دہم
تن چون بریزد زہم ہم بہ تپیدن دہم
ذرہ دیر دانہ را حذرہ دیدن دہم
در رہ سل بہار شرح میدن دہم
تا حے گل فام را مزد رسیدن دہم
تا جگر سنگ را ذوق دریدن دہم
در خم محراب تیغ تن بہ خمیدن دہم
وہ کہ در آرد زیا بہ کہ بہ چیدن دہم
نالہ خود را ز خویش داد شنیدن دہم

غالب از اوراق با نقش ظهوری دمید

سر مه حیرت کشیم دیده بدینک دیمیم

بودید گو سادۀ با خود هم زبانش کرده ام
بر امید آنکه اختر در گز باشد مگو
گوشه چشمش بزم دل بایان بایست
جان بتاراج نکلی دادن از عجزم شمر
دل ز جوش گریه گر بر خوشن بالدر است
در حقیقت ناله از مغز جان نمیده ایست
بدگان دیکته چین و عیب جوشش دیده ام
در تلاش منصب گل چینیم دار دهنوز
جوهر هر ذره از خاکم شهید شیوه ایست
تا نیارد خورده بر بدستی و دشمن گرفت
در طلب دارم تقاضای که گویی در خیال

غالب از من شیوه نطق ظهوری زنده گشت

از ذوا جان در تن ساز بیانش کرده ام

میر بایم بوسه و عرض ندامت می کنم
تا تو انم بر نتایم صدمه لیک از فرط آذ
گویی از دشواری غم اندکے دانسته هست
در تیش هر ذره از خاکم سویدل دل ست
غافلیم زان پنج و تاب غصه که غم در دل ست
سنگ دشت از مسجد دیرانه می آدم به شهر
اختر اسع چند در آداب صحبت می کنم
تا در آذین من انظار طاقت می کنم
میکشد بیحرم دمید اند مرآت می کنم
هر چه از من رفت هم بر خویش قسمت می کنم
دل شکاف آه بامید فراغت می کنم
خانه در کعبه ترسایان عمارت می کنم

مکرده ام ایمان خود را دستمز و خویشتن
چشم بد دور افتاتے در خیال آورده ام
دستگاه کلفشانهاست رحمت دیده ام
زنگ غم ز آئینه دل جز به من نتوان زدود

غالبم غالب هم آئین برنتابم در سخن

بزم برهم میزنم چند آنکه خلوت میکنم

صبح شد خیز که روداد اثر نبالم
پنبه بکونم از داغ که رخسار چون رود
خویشتن را دگر از گریه نگذاشت به زور
حد من نیست که نباشم آدمی از دور
نی کند تا ز گمان کرده که خط دیر دم
آتش افروخته و غلغله بحیرت نگران
چون به محشر اثر سجده ز ساجویند
دل ربایانه بزدان همه رد زم گز رد
بر رقم سنج رسا تو ز من بانگ به حشر
غالب این لعب بگل مهره رضا جویی

تو خریدار گهر باشش گهر نبالم

تا بکے صرف رضا جویی دلسا باشم
گاه گاه از نظرم مست غزلخوان بگزر
سخت جانان تو در پاس غم استاد خودند
بادل چون توستم پیشه را در فنا کس
فرستم باد کزین پس همه خود را باشم
در نه بر عهد من نیست که رسوا باشم
شر را از من بپند گم رنگ خار را باشم
چکتم گم همه اندیشه فردا باشم

حسرت ددے ترا حور تلافی نہ کند
 ہوش پر کار کشاے درق بھیری ست
 با چنین طاقتم آیا کہ برین داشت کہن
 در کنارم خرد ز الالیش دامن ہراس
 بچو آن نظره کہ بر خاک نشانہ ساقی
 از تو آخر بچہ امید شکیباشم
 گم شوم در خود در نقش تو پیدا باشم
 طرت فتنہ دلہائے تو انا باشم
 تاب آن کو کہ ترا یابم و خود را باشم
 دوزم از گنج لببت گر ہبہ صبا باشم
 قبلہ گم شدگان رہ شو قسم غالب
 لاجرم منصب من نیست کہ بچا باشم

دگر نگاہ ترا مست ناز می خواہم
 دغا خوش ست اگر دغا غمغنی نبود
 گزشتہم از گلہ در وصل فرستم با دا
 گرفتہ خاطر از اسباب سرخوشی بایست
 دنی نامندہ دین شکوہ بنجم اینت سگفت
 بردن میا کہ ہم از منظر کنارہ بام
 چو نیست گوش حریفان سزای آویزہ
 زمانہ خاک مرادہ نظر نمی آرد
 ہمین بس ست کہ میرم ز رشک خواہش غیر
 حساب فتنہ ز ایام جانہ میخواہم
 زبانہ ہای سمندر گدازہ میخواہم
 زبان کوتہ و دست درازہ میخواہم
 ترانہ کہ نہ گنجد بس از میخواہم
 میانہ تو و خویش امتیازہ میخواہم
 نظارہ زور نیم بازہ میخواہم
 همان فسفہ گہر ہای لالہ میخواہم
 ز نقش پای تو اش سرفرازہ میخواہم
 ز عرض ناز ترا بے نیازہ میخواہم
 وکیل غالب خوین دلم سفارش نیست
 بشکوہ تو زبان را مجازہ میخواہم

ز من حذر نہ کنی گر لباس دین دارم
 ز مردین نبود خاتم گدا دریاب
 نہفتہ کا فرم دبت در آستین دارم
 کہ خود پیہ نہ ہر بود کان نہ نگین دارم

اگر به طالع من سوخت خرمم چه عجب
 نشسته ام بگدائی بشاهراه و هنوز
 ز وعده دوزخیان را فزونی نیارند
 ترانه گفتم اگر جان و عمر معذورم
 بمطلع بود آهنگ زده بندی مدح
 طلوع قافیه در مطلع از جبین دارم
 علی عالی اعلی که در طواف درش
 از آنچه بر لب درفته در شفاعت من
 بدشمنان ز خلایق و بدستان ز حد
 بکوثر از تو کراخوت بیش قسمت بیش

عجب ز قسمت یک شهر خوشه چیں دارم
 هزار دزد و بهر گوشه در کیس دارم
 تو قع عجب از آه آتشین دارم
 که من و فائے تو با خوشتن یقیں دارم
 ز تحط ذوق غزل خویش را بریں دارم
 بذکر سجده شه حرمت دلشیں دارم
 خرام بر فلک دپایه بر زمین دارم
 فسانه بلب جوئے انگبیں دارم
 بحکم مهر تو بار دزد گار کیس دارم
 بباده خوئے کنم عقل و دریں دارم

جواب خواجه نظیری نوشته ام غالب

خطا نموده ام و چشم آفریں دارم

بیا که قاعده آسمان بگردانیم
 ز چشم و دل بتماشا تمتع اندوزیم
 بگوشه بشنیم و در فراز کنیم
 اگر ز شهن بود گیر داورند بشیم
 اگر کلیم شود هم زبان سخن نه کنیم
 گل افکنیم و گللابی بره گزیرا بشیم
 ندیم و مطرب و ساتی زانجمن را بشیم

قصابه گردش رطل گران بگردانیم
 ز جان دهن بیدار ازیان بگردانیم
 به کوچه بر سر ره پاسبان بگردانیم
 دگر ز شاه رسد از منان بگردانیم
 دگر خلیل شود میهمان بگردانیم
 می آوریم دلق در میان بگردانیم
 بکار و بار زنی کاروان بگردانیم

ع لقب حضرت موسی علیه السلام -

ع لقب حضرت ابراهیم علیه السلام -

نگه به لایه سخن با ادبیا میسریم
 نهیم شرم بیک سوسه دبا هم آذریم
 ز جوش سینه سحر را نفس فرد بنیم
 بوهم شب همه را در غلط بیندازیم
 به جنگ باج ستانان شاخساره را
 به صلح بال نشانان صبح گاهی را
 ز حیدریم من و تو ز ما عجب نبود
 گریه به بوسه زبان در دهان بگردانیم
 بشوخی که رخ اختران بگردانیم
 بلا گریه روز از جهان بگردانیم
 ز نیمه راه رسته را با شبان بگردانیم
 حتی سبز در گلستان بگردانیم
 ز شاخساره سوسه آشیان بگردانیم
 گر آفتاب سوسه خادران بگردانیم

بمن وصال تو باور نمی کند غالب

بیا که قاعده آسمان بگردانیم

رفت بر ما آنچه خود ما خواستیم
 دیگران مشتند رخت خویش و ما
 دانش و گنجینه پنداری یکے مست
 چون به خواهش کارها کردند راست
 غافل از توفیق طاعت کان عطا
 گر گنهگاریم و اعظ گو مرج
 سینه چون تنگست پر خون بود دل
 رفت و باز آمد هما در دام ما
 هم به خواهش قطع خواهش خواستند
 دایه از سلطان بغوغا خواستیم
 ترسی دامن ز دریا خواستیم
 حق نهان داد آنچه پیدا خواستیم
 خویش را سر مست و رسوا خواستیم
 مزد کار از کار نفسر ما خواستیم
 خواجه را در روضه تنها خواستیم
 دیده خونابه پالا خواستیم
 باز سر دادیم و عنقا خواستیم
 عذر خواهش با بیجا خواستیم

قطع خواهشها ز ما صورت نداشت

همت از غالب همانا خواستیم

اگر بر خود نمی بالد ز غارت کردن نهوشم
نیم در بند آزادی ملامت شیوه با دارد
نیرزم هیچ چون لفظ مکر رضا نعم ضائع
خدایا زندگی تلخ است گر خود نقل می بود
مرج از دعه دص که بامن در میان کی
گراشب میرم در هفت دوزخ سرگون غلتم
بخندم بر بهار و درستانی شیوه شمشادش
بهار گلشن کوئی توام سپارد رخاکم
ادایه می بساغر کردنت نازم نه ساقی
مرج از من اگر نبود کلام را صفا غالب

خمستان غبارم سر بر در دیست سر جوشم

و خسته در سفر از بگ سفر داشته ایم
لغز از تاب بنا گوش تو مستانه و ما
زخم تا خورده مار دزدی اغیار کم
نال ما گم نمکند راه لب از ظلمت غم
تو ماغ از می پوزور رسانیده و ما
جا گرفتار بدل دوست نمانده ماست
مژه تا خون دل نشانند زیرش استاد
واغ احسان قبولی زلیکانش نیست
پیش ازین مشرب ماینز سخن سازی بود
تو شسته راه دلی بود که برداشته ایم
تکیه بر پاکی دامن گهر داشته ایم
کان با رانش دامن نظر داشته ایم
جاں چراغی مست که بر رهگذر داشته ایم
بر در شکله خسته به سر داشته ایم
تو همان گیر که آهیم اثر داشته ایم
ما تم طالع اجزاس جگر داشته ایم
ناز بر خرمی بخت هیز داشته ایم
مخه از خوش دلی غیر خبر داشته ایم

دارسیدیم که غالب بمیان بود نقاب
کاش دایم که از دے که برداشته ایم

خود را همی نقش طرازی علم کنم
خواهی فراغ خویش بیفراے برستم
قاتل بهانه جوے و دعلی اثر بیا
طفل مست و تند خوے به بینم چه می کند
گردن و بال گردن من ساخت میست
یار بیهوش و غضبم اختیار بخش
تا دخل من به عشق فردن تر بود ز خرج
غلتد و هم بشاک ز فیض هوای زلف
خشاک مست کشت شیوه تحریر رفتگان
غالب به اختیار سیاحت ز من نخواه
گفتند که سیر بلاد عجم کنم

نشاط آرد بازادی ز آرایش بریدن هم
بیا لطف هوا بنگر که چون موج طازمینا
دلا خون گشتی و گشتی که ہے گردیکار آخر
نه از هر مست گر برداستانم می نهد گشته
چهری کز لبب و قفج نوشی چه می خواهم
باینم رسیدنی نه ہے بیکس فوادی می
سرت گردم شکار تازه گر هر دم بویادی
گلیم بر گوشه دستار ز دامن زچیدن هم
گل از شاخ گل استی جلوه گر پیش زمین هم
مشو افسرده غافل عالمی دار و چکیدن هم
همان از نکته پستی خیزدش ذوق شنیدن هم
همین بوسیدنی چون مست تر گردی مکیدن هم
فدایت یکدوم عمر گرامی دار سیدن هم
هر بندم را نمی کن بقدر یک رسیدن هم

ز تیغ منت زخمی ندارم خویش را نازم
 که حسرت غرق لذت دارم ز لب گزیدن هم
 ادب آموزش در پرده محرابی تنم
 نخست از جانب حق بوده انداز خمیدن هم
 چه خیزد گونقابی از میان برخاست گوین
 که می بینم نقاب عارض یارست دیدن هم
 نخواهد روز محشر داد خواه خویش عالم را
 بویخشد ایزد شیوه تازه آفریدن هم

دل از تنگین گرفت تا به حشت نبودم غالب

نگین در گریبان من از تنگی وزیدن هم

آنم که لب ز مزه فرسای ندارم
 در حلقه سوهان نفعان جاس ندارم
 خاموشم در دل ز ملالم اثر نیست
 سر جوش گدازد نفسم لای ندارم
 خود رشته ز ند موج گهر گرچه من اکنون
 جز رسته بدست گهر آما ندارم
 لرزد ز فرورختنش خامه در افشا
 آن نیست که حرفه جگر آلا ندارم
 ناز تو فراوان بود و صبر من اندک
 تو دست ددلی دای من پای ندارم
 بجز آنکه از راه نشینان تو باشم
 پای که شود مرحله پیما ندارم
 خاشاک مرا تاب شرر چهره فرد زست
 در جلوه سپاس از چمن آرا ندارم
 بے باده خجالت کشم از باد بهاری
 صبح سب و دم غالیه اندا ندارم
 داعظدم گیرای خود آمد بمصافم
 گوئی دل خود کامه خود را ندارم

غالب سرد کام بگدایی به کریم ست

گمردای من دیر رسد اے ندارم

در وصل دل آزاری اغیار ندارم
 دانند که من دیده ز دیدار ندارم
 طعنم نسزد مرگ ز بهران نشاسم
 رشکم نگزد خویشتن از یار ندارم
 پرسد سبب بخودی از هر و من از بیم
 در عذر بخون غلام و گفتار ندارم
 بوسم به خیالش لب و چون تازه کند جور
 از ساد گیش بے سبب از ازار ندارم

هر خون که نشاند مژه در دل قدم باز
آویزش جعد از ته چادر بر دم دل
بوی جگر میید هدا از خون سر هر خار
زخم جگر می بجیسر و مرهم نه پسندم
نقد خردم سکه سلطان پیرم
غالب نبود کوهی از دوست هانا

ز انسان دهم کام که بسیار ندانم

در هر انعام محبت طرح آغاز انگنم
در هوا قتل سر بر آستانش می نهم
لایت پر کار نیست صبر و ستایی شیوه را
صعوه ز من هرزه پر دانت بوز فراطهر
بے زبانم کرده ذوق التفات از ده
هر قدر که حسرت آیم در دهن گرد دماهی
مردم از افسردگی بهنگام آں آمد که باز
همزبانم با ظهوی مطلع کوتا ز شوق
نامه برگم شد در آتش نامه را باز انگنم
از نیک جان در تن طرز نکویاں کرده ام
رنج دارد صورت اندیشه یاران مرا
ترک صحبت کردم و در بندگی خردم

هر بر دارم از دتا هم بر او باز انگنم
تا بلورج مدعا نقش خدا ساز انگنم
خواهش کاندر سواد اعظم ناز انگنم
نی خودش در آشیان چنگل باز انگنم
لاجرم شغل دکالت را به غماز انگنم
هم ز استغنا بر دے بخت ناساز انگنم
رستخیز در دل ز خون کرد و گداز انگنم
باجرس در ناله آواز باز انگنم
چون کبوتر نیست طاووس پر داز انگنم
زمین سپس در مغز دعوی شور عجا ز انگنم
مفت من کاینه خود را ز پر داز انگنم
ندام جان گشت خواهم در تن ساز انگنم

۱. صعوه - نوعی از مردغان کوچک که به پندی مولا می گویند

۲. باز - نام مرغی بزرگ مانند کرگس که مرغغان کوچک را جید می کند

تا زود دوا بیل نظر چشمی توانند آب داد
رخنه در دیوار آتشخانه راز انگنم
بگسلم بند دهم اوراق دیوان را بباد
خیل طوطی اندرین گلشن به پردانه انگنم
غالب از آب و هواست هند بیل گشت نطق
خیز تا خود را به اصفایان و شیراز انگنم

دلایف نون

ای ساز زنجیرم در جنون نواگر کن
بند گرد بدین ذوق مست یاده گراں تر کن
فیض عیش نور دوزخ جادوانه خوش باشد
روز من ز تار یکی با ششم برابر کن
ز آنچه دل ز هم پاشد لب چه طرف بر بند
یا مجال گفتن ده یانه گفته با در کن
در روانی کارم فتنه هاشنا در کن
زخم راز خویش بخیه را پر آذر کن
اے که از قومی آید خس مشر نشان کردن
سینه من از گرمی تابیه سمندر کن
خوے سر کشم وادی عجز رشک پنجم
کن بیارسی گفتی سانه مدعا کردم
زین درونه کا دیها گوهرم بکفت نام
از درون روانم را در سپاس خویش آید
بخشش خداوندی که فراخور ظنون است
هم بپوش بیشه ده هم بهی توانگر کن

بهر خویشتن غالب هستی ترا شاید است

قهرمان وحدت را در میانه داد کن

با پری شیوه غزالان در مردم رم شان
دل مردم بخیم طره خیم در خم شان
کافرانند جهان جوس که هرگز نبود
طره حور دلاویز تر از پرچم شان

آتشکار آتش دید نام و نکونامی جوئے
 رشک بر تشنه تنهار و دادی دارم
 بجز از خسته دلانی که ندانی هشدار
 و ابرغ خون گرمی این چاره گرانم گوی
 ای که راندی سخن از نیکی سرایان عجب
 هند را خوش نفاختند سخن و ر که بود
 مومن و نیز و صہبائی و علوی دانگاہ
 آہ ازین طائفہ دانکس کہ بود محرم شاں
 نہ بر آسودہ دلان حرم دزد مزہم شاں
 خستگانند کہ دار تی ونداری غم شاں
 آتش ست آتش با گرمیہ و گرم شاں
 چہ بہا منت بسیار نہی از کم شاں
 باد در خلوت شاں مشک نشان از کم شاں
 حسرتی اشرف و آزرده بود اعظم شاں

غالب سوخته جان گر چه نیرزد بہ شمار
 بہت در بزم سخن ہم نفس و ہمدم شاں

جنوں مستم بہ فصل تو بہارم میتوان کشتن
 گرفتہ کئے بشرع ناز دارم میتوان کشتن
 بحر امینکہ درستی بیایاں برودہ ام عمرے
 بہ ہجراں زیستن کفرست خونم را دیت بنود
 تغافل ہائے یارم زندہ دارد ورنہ در بریش
 جفا بر چوں منے کم کن کہ گر کشتن ہوں باشد
 بیا بر خاک من گر خود گل افشانی روا بنود
 منت معذرت دارم لیکن اے ناہرباں تر
 بخون من اگر ننگست دست و خنجر آلودن
 خدایا از عزت ترا منت شیون کہ برتابد
 پس از مردن اگر بہر منی سائش گماں داری
 صراحی بر کف و گل در کنارم میتوان کشتن
 بہ فتوای دل امید دارم میتوان کشتن
 بکوسے فرد شاں و خوارم میتوان کشتن
 چراغ صبح گاہم آتشکارم میتوان کشتن
 بہ جرم گریہ بے اختیارم میتوان کشتن
 بذوق مرده بوس و کنارم میتوان کشتن
 بیاد دامنے شمع مزارم میتوان کشتن
 بدیں جان و دل امید دارم میتوان کشتن
 نوید دعدہ کنز انتظارم میتوان کشتن
 جدا از خانہاں دور از دیارم میتوان کشتن
 اگر دم بقصد بیع خوارم میتوان کشتن

لے حکیم مومن شاں، مومن دہلوی متبرک الشیخ الامام بخش صہبائی۔
 سر۔ نواب مصطفیٰ خاں۔ سر نواب خاں الدین احمد خان۔ آزرده مثنوی عبداللہ بن علوی۔ نوری عبداللہ خاں

مگر قسم یار باشد بے نیاز از کشتنم غالب

بدرد بے نیاز بهای یارم میتوان کشتن

نہ ہے باغ و بہار جاں نشاناں	عنت چشم و چراغ را ز داناں
بہ صورت ادتاد دل فریباں	ہر معنی قبلہ و ناہم سرایاں
نہمن کوے ترا از رہ نشیناں	خفتن موسے ترا از باد خواناں
بلا میت چہرہ با مشکیت مویاں	ادایت چہرہ بر نازک میاں
عنت را بختیاں ز نار بنداں	گلت را عند لیباں بید خواناں
وصالت جاں تو انا ساز پیراں	خیالت خاطر آشوب جو اناں
دل دانش فریبت را بگر دن	دباں ردق جاد و بیاناں
غم دوزخ نہیبت را بدامن	گداز زہرہ آتش زباناں
میانیت پائے لغز موشگافاں	دہانت چشم بند نکتہ داناں
دل از داغنت بساط گل فردشاں	تن از زخمت ردای باغباناں
سگ کوے ترا در کاسہ لیبی	لب پر دعوے شیریں دہاناں
سر راہ ترا در خاک رد بے	نسیم پرچم گیتی ستاناں
ہر پستے بانی لطف تو امید	قوی ہم چوں ہنار سخت جاناں
ببالا دستی عقب تو عصیاں	زبون ہم چوں نشست نا تواناں

ز ناحق کشتگان راضی بجانت

کہ غالب ہم یکے باشد از آناں

طاق شد طاقت ز عشقت بر کہاں خواہم شدن	ہمراہ شود در نہر خود ہمراہ خواہم شدن
خار و خس ہر گہ در آتش سوختن آتش می شود	مردم از ذوق لبست چنداں کہ جاں خواہم شدن
در بلند از تاب رشک طاقت نظارہ ام	خوش بیا کاشب بہشت دشمنان خواہم شدن

محو شستم در تغافل بر متابم التفات
گر به چشم جاد هی خواب گراں خواهم شدن
آبم ز شرم دفاد از خودم پادر گل سست
تا نه پنداری که از کویت دامن خواهم شدن
پیش خود بسیارم و بسیار مشتاق توام
تا کجا صفت گذار استخوان خواهم شدن
گرم باد از نغمه بزم دعوت بالی هما
ساز آواز شکست استخوان خواهم شدن
با هوس خویش رست حسن از دفا بیگانه است
هر کم کن در نه بر خود بدگراں خواهم شدن
بسکه فکر معنی نازک همی کا به مرا
شاید اندیشه را موس میاں خواهم شدن

لذت زخم چو خون غالب در اعضا می دود

در بخ اگر اینست است اعضا خواهم شدن

دل زان مژه تیز یک بار کشیدن
دامن بد شستی بود از خار کشیدن
دارم سر این رشته بد انساں که ز دیرم
تا کعبه توان برد بز تار کشیدن
در خلد ز شادی چه رود بر سرم آیا
چون کم نه شود باده ز بسیار کشیدن
حق گویم و نادان بزبانم دهد آزار
یارب چه شد آن فتوی بردار کشیدن
گنجینه حسن است طلسمی که کس از دوس
چون عقده نیارد گهر از تار کشیدن
ز آسایش دل گر چه مراد دگر نیست
بار نفس چند به هجر کشیدن
از بس که دل آویز بود جاده را همش
زحمت دهم پای ز زقار کشیدن
از مطلع تابسته نهم پاره وصل
در رسته دم گوهر شوار کشیدن
در یاب که با این همه آزار کشیدن
جان دادم و دادم که پس ازین ز که خواهی
مشتاق قبولم من و دل تاب نیارد
من کافر ز نهاری شاهم بمن ارنزد
مخجلت ز گراں جانی اغیار کشیدن
آری ز لب نازک دلدار کشیدن
مخجلت ز گراں جانی اغیار کشیدن

فرجام سخن گوئی غالب بنو گویم
خون جگرست از رگ گفتار کشیدن

رنگ سمنم چیست نه شهد موس مست این
لے تالہ جگر در شکن دام میفشان
مستم بکنارم خروتن زن که درین وقت
داعظا سخن از توبہ مگو اینکہ پس از تے
تقوی اثرے چند بعمر دگر سستش
با غیر نشانی و بمانیسیزی
لب برب دلبهرنم و جان بسیارم
شوریت و خوابانیدن جہازہ بہ منیزل
تلخا بہ سر جوش گداز نفس ست این
سربایہ آرایش چاک نفس ست این
ہرگز نشا ستم کہ چہ بود و چہ کسست این
دست دہنتے آب کشیدیم بس ست این
نازم مے ربغش چہ بلا زد در ست این
یک آن گل و خار آمد و فرین دشت این
ترکیب یکے کردن حد ملتمس ست این
امانہ دم سازی با بگ جرس ست این

داغ دل غالب بد و چارہ پذیر ست

این را چکنم چارہ کہ مشکین نفس ست این

بسکہ بریز ست زانودہ تو سرتاپای من
مست در دم سازد و برگ انتعاشم تالہ ست
فصلے از باب شکست رنگ نشا کردہ ام
رفتم از کار و دہمان در فکر صحرا گویم
دانش در انتظار غیر و تالم زار زار
بسکہ ہامون از تب و تابم سراسر است
زلف می آراید و از نازیاد می کند
خاطر منت پذیرد خوئے نازک دادہ
مدتے ضبط شرر کردم بیاس غم وے
نالہ میردید چو خار ماہی از اعضائے من
بے شکستن بر نیاید بادہ از مینائے من
میتوان راز درو نم خواند از سیمائے من
جوہر آئینہ زانوست خسار پائے من
دلے من گرفتہ باشد خواہش از غوغائے من
بر ہما چون دود لرزد سایہ در صحرائے من
در خم آن طرہ خالی دیدہ باشد جائے من
گر بہ بخشی شرمسارم در نہ بخشی وائے من
خون چکیدن دارد اکنون از رگ خارائے من

در بهجوم ظلمت از بس خویش را گم می کند قطره در دریا است گوی ساید در شهباء من

حسن لفظ و معنی غائب گواه ناطق است

بر عیار کامل نفس من و آبای من

خوش بود فارغ از بند کفر و ایمان زیستن حیف کافر مردن داد رخ مسلمان زیستن

شیوه زندان بی پروا خرام از من پرس این قدر دادم که دشوار است آسان زیستن

بر دو گوی خرمی از هر دو عالم هر که یافت در بیابان مردن در قصر و ایوان زیستن

راحت جادید ترک اختلاط مردم است چون خضر باید ز چشم خلق پنهان زیستن

تا چه را از اندر ته این پرده پنهان کرده اند مرگ مکتوبی بود کوراست عنوان زیستن

روز وصل یا رجاان ده در نه عمر بعد ازین با چو ما از زیستن خواهی پیشمان زیستن

بار قیام مضمینم تا بدعوئی گاه شوق مردن است ز ما دزین شسته گرانجاان زیستن

بر فوید مقدمت صد بار جهاان باید نشاند بر امید و عده ات ز هزار نتوان زیستن

دیده گر روشن سواد ظلمت نور است چیست فارغ از اهریمن غافل نه ز داناان زیستن

ابتدای دار دامن مضمون توارد عیب نیست نگردد در خاطر نازک خیالان زیستن

غائب از هند و ستاان بگریز فرست مفت است

در نجف مردن خوش است در صفایان زیستن

چیت بلب خنده از عتاب شکستن ردنی پردیس ز آفتاب شکستن

گم نه درق راست ز انتخاب شکستن چیت برخ طرف آن نقاب شکستن

خانه بران رده تا بناک فرودن ردنی بازار آفتاب شکستن

شانه بران طره سیاه کشیدن قیمت کالای مشک ناب شکستن

جوشش نر مستیسم ز برق پسند بیشتر اندر رگ سحاب شکستن

نیک بود گر بحکم حوصله باشد جام بیای خم شراب شکستن

شغل ندارد فراق ساقی و مطرب
تو خط می ست امشب از کجا که نخواهم
تیمغ تو ناز و بسر نشانی عاشق
از گل رده تو باغ باغ شکفتن

جر قدح و بر بطور باب شکستن
شیشه خاکی برخت خواب شکستن
موج های بالدار حساب شکستن
دزد خم موی تو فتح یاب شکستن

طره میار ابر غم خواهش غالب
چسبست دشت راز پیچ دتاب شکستن

خیره کند مرد را مهر درم داشتن
دای ز دل مردگی خوب بد انگیزان
رازد بر انداختن از روشش ساختن
جوهر ایماں ز دل پاک فراد رفتن
تازگی شوق چسبست رنگ طرب ریختن
با همه شکستگی دم ز درستی زدن
در خم دام بلا بال نشان زیستن
دل چو بخوش آید عذر بلا خواستن
بهر فریب از ریادام تو ا صنع مجیس
نقش پے رفتگاں جاده بود در جهاں
بانگ خوشی شستن چهره نیارست شد
اشک چناں بے اثر ناله چنیں نارسا
نجلت کرد از دشت گشته بعاصی بهشت

حیف ز پانچوں خودے چشم کرم داشتن
آه ز افسردگی رده دژم داشتن
دیدہ ددل با ختن پشت دشنام داشتن
گردے ازاں در خیال بهر قسم داشتن
چهره ز خوناب چشم رشکسارم داشتن
با همه دل خستگی تاب ستم داشتن
باسر زلف دوتا عریده هم داشتن
جاں چو بیاسایدی شکوه ز غم داشتن
دل ز باید های تیمغ ز حسم داشتن
هر که زلف بایش پس قدم داشتن
عشوه دگر حیاست ز امنه رم داشتن
دیدہ ددل را سزد ماتم هم داشتن
بانج ز کوثر گرفت جبهه ز غم داشتن

گرچه نام از بے کسی است بگویم هیچ دانا
تن برداتی و بدنامی ز غم داشتی
غالب آواره نیست گرچه به بخشش مزا
خوش بود از چوں توئی چشمم گرم داشتی

چه غم آرد به جد گرفتن ز من احترام کردن
نکست بموشگانی ز فریب رم نخوردن
تو در کنار شوقم گره از جبین کشودن
قره راز خویشانی بدست همسر بانی
به نورد پاس رازت خجل از غبار خویشم
ز غم تو باد شرمم که چه مایه شوخ چشمی ست
نفسم گداخت شوقست ستم ست گر تو دانی
بفشاید رشک بزم پنهان گداخت گلشن
رخ گل ز غازه کاری به نگاه بند دامن
همه تن ز شوق چشمم که چو دل فشانده گردد
به تازده کشته غالب روشن نظیری از تو

مزدای چمن غزل را به سفینه ناز کردن

چوں شمع رود شب همه شب دوز سر
زین گونه کرا در ز بسیر رفت بگرماں
آذر پرستیم و رخ از شعله نتابیم
لے خوانده بسوے خود انیس را بگرماں
در عشق تو ضرب المثل را هر دایم
بگزار بره خفته و از پیشه بگرماں
از بنجر دی کوے ترا خلد شمر دیم
چون ست که در کوے توره نیست دگرماں
مستیم بیا تن زن دلب برب مانی
حاشا که بود تفرقه لب ز شکرماں

له این شعر در نسخه ۱۵ ، شعری از دهم است -

طول شب ہجراں بود اندر حق ما خاص
از ہم نفساں کس نشناسد بہ سحر ماں
بے وجہ می آشفستہ و خواریم بد اما
در میکہ از ما نستانستہ اگر ماں
از اندیش ما بے ہنراں ماندہ شکفتہ
در سبند غم انداختہ گردوں بہنراں
چوں تازگی حوصلہ و خویش نداند
داند کہ بود نالہ با مسید اثر ماں

غالب چہ زیاں نالہ اگر گرم روی کرد

سونے بدل اندر نہ ددا غنہ بہ جگہاں

نخل ز راستی خویش میتوان کردن
ستم بجان کج اندیش میتوان کردن
چو مزد سعی دہم مرده سکون خواہد
ز بوسہ پادرت ریش میتوان کردن
دگر پیش دے اسے گل چہ ہدیہ خواہی برد
مگر بہ گدیہ کفہ پیش میتوان کردن
تو جمع باش کہ مراد رین پریشانی
شکایتے ست کہ با خویش میتوان کردن
سرا از حجاب تعین اگر بردن آید
چہ جلوہ ہاکہ بہر کیش میتوان کردن
بہر کہ ذبت ساغر نمیرسد ساقی
خواب گردش چشمیش میتوان کردن
خوام ناز تو با صحن گلستاں دارد
رعایتے کہ بدر دیش میتوان کردن
اگر بقدر وفا میکنی جفا حیف ست
بمرگ من کہ اندیش میتوان کردن

کسے بچو کہ مراد را دریں سفر غالب

گواہ میکنی خویش میتوان کردن

حیف ست قتل کہ گلستاں شناختن
شاخ از خدنگ و غنچہ ز پیکاں شناختن
لب و دہتم ز شکوہ ز خود فارغم شہر د
شناخت قدر پریش پنهان شناختن
از شیوہ ہائے خاطر شکل پسند کیست
کشتن بحر دم درد ز دریاں شناختن

لہ در نسخہ ۵ - نازکی، است -

لہ در نسخہ ۵، ترتیب اشعار قدرے مختلف است -

از پیکرت بساط صفای خیال یافت
 نازم دماغ نازندانی ز سادگی ست
 یاد آیدم بوصول تو در صحن گلستان
 خاکے بروے نامہ نشانیم مفت تست
 مایم و ذوق سجده چه مسجد چه بستکده
 مینا شکسته دے گلغام ریخته
 سخت دلم بدامن و چاک غم بجیب
 بگداخت بسکه انداخت تاب بروے تو
 وصل تو از نسراق تو توان شناختن
 کشتن به ظلم و کشته احساں شناختن
 آن جلوه گل آتش سوزاں شناختن
 ناخوانده صفو حال ز عنواں شناختن
 در عشق نیست کفر زایماں شناختن
 محوم هنوز در گل و ریکاں شناختن
 اینک سزای حبیب ز داماں شناختن
 هراز شفق بکوی تو توان شناختن

غالب بقدر حوصله باشد کلام مرد

باید ز حسن نبض حریفان شناختن

بخونم دست و تیغ آلود جانان
 چگویم در پیاس بے کسی ما
 گرا از خود خوشترے سنجیده باشند
 نغانا بیگساران و جله نواشان
 بهار آید بجز نگاه نازش
 دم مردن بر شکم تنگ گیرد
 گلے بر گوشه دستار داری
 غمت خو نخواهد دلها بے بضاعت
 گزشت از دل دے نگرشت از دل
 نواے شوق خواه از بے نوا یاں
 بر غم تا فردا آرد به من سر
 بد آموزاں و کیل بیزبانان
 ز بے ناهربانان مهربانان
 نواز شهابست با این بدگسانان
 دریغ اساقیان اندازه دانان
 ز بوی گل نفس بر ره نشانان
 فراخیمای عیش سخت جانان
 خوشا بخت بلند باغبانان
 دریغ آبروے میسر بانان
 خد بک عمره ز دریں کسانان
 نشان دوست جوی انبے نشانان
 بخوار می بنگرم در نا توانان

میک بر خیز زین هنگامه غالب
چه آدیزی بدین مشت گرانان

تا ز دیوانم که سرمست سخن خواهد شدن
گویم را در عدم ادج قبولی بوده است
هم سواد صفحہ ملک سوده خواهد بخن
مطرب از شعرم بهر نعلی که خواهد زد و نوا
حرف حرفم در مذاق فتنه جا خواهد گرفت
ہے چه حی گویم اگر این مست وضع در زگار
آنکه صور ناله از شور نفس موزدن و مید
کاش سجیہ که بہر قتل معنی یک تسلیم
چشم کو آئینہ دعوی بکف خواهد گرفت
شاہد مضمون کہ اینک شہری جان ددست
ذراغ راغ اندر ہواے غمہ بال پر زنان
شاد باش ایل دریں محفل کہ ہر جا غمہ ایست
ہم فروغ شمع ہستی تیسرگی خواہد گزید
از تب تاب فنا یکبارہ چون مشتے سپند
حسن را از جلوہ نازش نفس خواہد گداخت
دہریے پر داعیہ رشیدہ ما خواہد گرفت
پردہ ما از ردے کار ہمہ گر خواہد فتاد
ہم بفرش خاک حرمان ما بدخواہند رخت

ایں ع از قحط خیرداری کہن خواہد شدن
شہرت شعرم بگیتی بعد من خواہد شدن
ہم دو اتم نالت آہوے ختن خواہد شدن
چاکہا ایشار جیب پیرمان خواہد شدن
دستگاہ ناز شمع و برہمن خواہد شدن
دفتر اشعار باب سوختن خواہد شدن
کاش دیہے کایں نشید شوق من خواہد شدن
جلوہ کلک در قم دار و رسن خواہد شدن
دست شل مشاطہ از لع سخن خواہد شدن
ردتا آوارہ کام و دہمن خواہد شدن
ہمنوالے پردہ سخنان چمن خواہد شدن
شیون رنج فراق جان دتن خواہد شدن
ہم بساط بزم مستی پر شکن خواہد شدن
ہمیکے گرم دد اراع خویشتن خواہد شدن
غمہ را از پردہ سازش کہن خواہد شدن
داد رسے خون در نہاد ما دمن خواہد شدن
خلوت گبر و مسلمان انجمن خواہد شدن
مرگ عام ایں بیستون را کو کہن خواہد شدن

گر دیندار و بود اندر گهز خواهد نشست بحر تو حید عیانے موج سزن خواهد شدن
در تہ ہر حسرت غالب چیدہ ام میخانہ

تا ندو انعم کہ سرست سخن خواهد شدن

سر شکاف نشانی چشم ترش ہیں	شہ خوبان و گنج گو ہر ش ہیں
اداسے دستانی رفتہ از یاد	ہواسے جالفشانی در سرش ہیں
بدرشت آورده ردیلے ست کوئی	روادہ در گدایان درش ہیں
صفائے تن فزون تر کردہ رسوا	دل از اندیشہ لرزان در برش ہیں
بجا مانده عتاب دگنہ زنہ و ناز	متاع نار و اسے کشورش ہیں
رقیب از کوچہ گردی آبرو یافت	بکوسے دوست دشمن ہر ش ہیں
زمن آئین غم خواری پسندید	بشہا جاسے من بر بسترش ہیں
گزشت آں کز غم ما بیخبر بود	بجویشل از خویش بے پردہ ایش ہیں
مہ لو کردہ کا ہش پیکر مش ما	بچشم کم ہمان مہ پیکر مش ہیں
چکدر سجدہ خوں از چشم ستش	گدا از شہائے نفس کا فرش ہیں
گر از غم بر لبش جا کر دغم نیست	ز جہاں تن زن لب جہاں پردش ہیں
خدا دندش بخون مانگی سراو	بہ بیتابی نگہ بر خنجرش ہیں

بر رسم چارہ جوی پیش غالب

شکایت سنجہ رخ داخترش ہیں

ردیف داؤ

حق کہ حق است سمیع ست فلانی بشنو بشنو گر تو خداوند جہانی بشنو

لہ این غزل در نسخہ ۵، نیست۔

من ترا نی بکواب ار نی چند و چرا
سوی خود خوان و بخلوت گم خالصم جاده
پرده چند به آهنگ نیکو بسرا
لحظه آینه برابر نه و صورت بنگر
هر چه بستم بتو ز اندیشه پیری پیر
داستان من و بیداری شهباز نسراق
چاره جو نیستم و نیز فضولی نکتم
زینکه دیدی به حکیم طلب رحم خطاست
من نه اینم بشناس و تو نه آنی بشنو
آنچه دانی به شمار آنچسم ندانی بشنو
غزل چند به هجران فغانی بشنو
پاره گوش به من دار و معانی بشنو
هر چه گفتم بتو از عیش جویانی بشنو
تا نه خشی و بیاسم نیشانی بشنو
من داننده تو چند آنکه توانی بشنو
سخن چند ز غم های هنایانی بشنو
نامه در نیمه ره بود که غالب جان داد
دورق از هم دور داین مرده زبانی بشنو

عرض خود برد که رسوائی ما خیزد اذو
تا ازین بے ادبی قهر تو افزد و گردد
نم اشک چو بخت کم بفتانی از مهر
پیش ما دوزخ جاوید بهشت بهشت
بینوایان تو درد سر دعوی ندهند
دل بیاران چه ره آورد سفر عرض کند
بخند زیر سر انگشت تو بنظم که مرا
بشام که رسد نکبت زلف سیه
بوسه بعد از طلب بوسه نه بخش لذت
مخوافسون گر نازیم که اورا با ما
فتنه خوسه ست ندانم چه بلا خیزد اذو
گل ساز نیست که آهنگ عا خیزد اذو
خاک باله بخود و مهر گیس خیزد اذو
باد آباد دیار که دنا خیزد اذو
بکند ساز و فلک که صد خیزد اذو
مگر آه که ز جور رفت خیزد اذو
نیست درد که تمنای دنا خیزد اذو
که همه بے خودی باد صبا خیزد اذو
چون جوابی که باله از حیا خیزد اذو
دور باشی ست که آهنگ حیا خیزد اذو

دگر ا مرد ز بسایر سر جنگ آمده است یاد اے که همه صلح و صفا خیزد از د
بلبل گلشن عشق آمده غالب از دل

حیف گر زمزمه مدح دشنا خیزد از د

گوئی به من کسیکه زد دشمن رسیده کو آن پیر زال سست پے قد خمیده کو
یادت نکرده خصم بعنوان یلفظ دوست آن نامه خوانده ز صد جا دریده کو
دعنا دلت به دختر همایه بند نیست آن سر رخ بگوشه ایوان خزیده کو
دوشینه گل به بستر و بالین نداشته آن برگ گل که در تن نازک غلیبه کو
کس داوری نبوده ز جورت بدادگاه آن بے گنه که شاه زبانش بریده کو
گوئی به شهنه گوئی که کس را نمشته ایم آن لغش نیم سوخته ز آتش کشیده کو
گوئی غمش شوی چون کویم بدرودی آن دل که جز بناله به هیچ آرمیده کو
گوئی دے ز گریه خونین بسا بر آرم آن مایه خوں که سرد هم از دل بریده کو

بشنو که غالب از تور میدد به کعبه رفت

گفتی مشکفته که بود ناشنیده کو

بالم به خویش بسکه به بند کمند تو مردم گمان کنند که تشکم به بند تو
آزادیم نخواهی و ترسم کزین نشاط بالم بخود چنانکه بنگم به بند تو
تر خویش ناسپاسی و غز سایه در هلاس گوئی رسیده ام بدل درد مند تو
رنج قضا است همت آساں گزاردا قهر خداست خاطر مشکل پسند تو
از ما چه دیده که بها از گداز دل هم چون شکر در آب بود نوش خند تو
اے مرگ مر حیا چه گرانمایه دل بری چشم بد از تو دور نکویاں سپند تو
اے کعبه چون من از دل یار افتاده است این بت که ادستاده ز طاق بلند تو
در رهگذر به پرستش ماگر کشی چه باک آخر شراب نیست عنان سمند تو

آن که تو دل را بوده ندانم که بوده است یارب که دور باد ز جاننش گزند تو
 هر گونه را بچ کز تو در اندیشه داشتم هم با تو در مباحثه گفتم به پسند تو
 غالب ساس گوی که ما از زبان دوست
 می بشنویم شکوه بخت نژاد تو

گستاخ گشته ایم غرور به جمال کو پیچیده ایم سر ز دفا گو شمال کو
 تا که فریب علم خدا را ندانند آن خوی شکمگین داد لای سوال کو
 برگشته ام ز هر دغی گیریم به تهر دارم دو صد جواب به یک سوال کو
 یامی گریست صحبت و یامی فرد در ربط لیکن مرا ملال و ترا انفعال کو
 خواهی که بر فردزی دسوزی در رنگ چشیت خواهیم که تیسر سوے تو بینم مجال کو
 گر گفته ایم کشتن و بستن بهما مخند ما را تدار کی بسزا در خیال کو
 دانم ز رشک شوکت صنعان دله چه سود آن دستگاه طاعت هفتاد سال کو
 من بوسه جوے و توبه سخن دارم نگاه لب تشنه با گهر چه شکیه زلال کو
 دل فتنه جوے و فرصت تکمیل عشق نیست هنگامه سازی پوس زود بال کو
 لب تاجگر ز تشنگیم سوخت در تموز صاف شراب غوره و جام سفال کو
 در بادیه ظهور غم محتسب کجا در عیش خلد لذت بیم زوال کو

غالب به شعر کم ز ظهور می نیم دله
 عادل شه سخن رس دریا نواں کو

دولت به غلط نبود از سعی پشیمان شو کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو
 اند هر زده رواں کشتن قلم نمان گشتن جوئے به خیابان روسیله به بیابان شو
 هم خانه بسا مان به هم جلوه فرادان به در کعبه اقامت کن در مشکده همان شو
 آدازه معنی را بر سازد بستان زن بهنگامه صورت را با ز پچه طفلان شو

افسانہ شادی را یکسر خط بطلان کش
گر چرخ فلک گردی سر بر خط فرمان نه
آوردہ غم عشقم در بستگی ایزد
در بستہ شکیبائی مردم ز جگر خائی
سرمایہ کرامت کن دانگاہ بغارت بر
جان داد بغم غالب خشنودی روحش را
در بزم عزائم نکش در نوحہ غزل خواں شو

رویت ہائے ہوز

میرد دختہ بسا مان بہاراں زدہ
شور سوداے قوتنازم کہ بہ گل ہی بخشد
آہ از بزم وصال تو کہ ہر سودا درد
شور اشکے بہ فشارِ بے مرگان دارم
اندریں تیرہ شب ز پرودہ بردن تاختہ است
ز صتم باد کہ مرہم نہ زخم جگر ست
خوش بسر میدردانہ ضربت آہم ہر سو
خوش تو ابلبل پردانہ نژادے دارم
آہ انداں نالہ کہ تا شب اثرے باز نداد
چمن از حسرتیان اثر جملوہ نست
خاک در چشم ہوس ریزہ جوی از دہر

خون گل ریختہ دے رگلتاں زدہ
چاکے از پردہ دل سرگریباں زدہ
نشترا از ریزہ سمینا برگ جاں زدہ
طعنہ بر بے سر و سامانی طوقاں زدہ
مے روشن بطرب گاہ حویفاں زدہ
خندہ بر بے اثری ہائے نکداں زدہ
چسرخ سرگشتہ ترا از گونہ پوگاں زدہ
شعلہ در خویش ز گلبانگ پریشاں زدہ
بہم آہنگی مرغان سحر خواں زدہ
گل شبنم زدہ باشد لب دندان زدہ
بارگاہے بہرا از سر کیواں زدہ

بنگر موج عیار سے دزد غالب بگزر

ایک آندم نہ ہواداری خوبان زدہ

بے دارم از اہل دل ہم گرفتہ	بشوخی دل از خوشترن ہم گرفتہ
ز سفاک گفتن چو گل بگفتہ	دریں شیوہ خود را مسلم گرفتہ
رگ عنزہ از بیش ترگان کشودہ	سرفتنہ در زلف پر ختم گرفتہ
بر خسارہ عرض گلستان بودہ	بہ ہنگامہ عرض جہنم گرفتہ
فون خواندہ دکار عیسے نمودہ	پرمی بودہ د خاتم از جم گرفتہ
زنا ز دادا تن بہ معجز ندادہ	بہ شرم و حیار رخ ز محرم گرفتہ
دش رختہ در زہد یوسف فلندہ	غش گندم از دست آدم گرفتہ
گئے طعنہ بر سخن مطرب سرودہ	گئے خردہ بر نطق ہمد گرفتہ
ببیداد صد کشتہ بر ہم نہادہ	بیان یکہ صد گوہ ماتم گرفتہ
بردیش ز گرمی نگہ تاب خوردہ	بکوشش برفتن صبا دم گرفتہ
نیارد، زمین پہنچ گے یاد ہرگز	مگر خوسے خاقان اعظم گرفتہ

ظفر گزدم دوست در نکتہ سخن

کہ غالب با دازہ عالم گرفتہ

گاہے بہ چشم دشمن گاہے در آئینہ	پر کار عیب جونی خویشم ہر آئینہ
حیرت نصیب دیدہ ز بیابانی دلست	سیاب را حقست ہمانا بر آئینہ
تا خود دل کہ جلوہ گہر دے یار شد	خنجر بکوشش می کشد از جوہر آئینہ
باشد کہ خاکساری ما برد ہد فروغ	گوئی سپردہ ایم بہ دشمن گر آئینہ
محو خودی و داد و رقیبان نمبہی	اے بر رخت ز چشم تو حیران تر آئینہ

۱۔ مراد بہادر شاہ ظفر، آخرین تاجدار سلطنت مغلیہ ہند

دور تر بوده ناز بخود هم نمی رسی
 در داکه دیده را تم اشک نمانده است
 در هر نظر برنگ دیگر جلوه می کنی
 هر یک گدای بوسه نظاره کس است
 تا چند در هوا تو یزد پر آئینه
 کاندرد دایع دل زند آبی بر آئینه
 حسنت طلسم فتنه و افسون گر آئینه
 از جهم پیاله بین و ز اسکندر آئینه

آهمن چه داد غمزه سحر آفرین دهد

غائب بجز دلش نبود در خور آئینه

شایان به بزم جشن چو شایان شراب خواه
 بزمست بهشت دباوه حلال مست در بهشت
 تو پادشاه عهدی و بخت تو فوجوان
 در روزهای فرخ و شبهای دل فروز
 در خور بناشد ارغی گلگون به هیچ رو
 خون حسود در دم شادی شراب گیر
 گل بوسه و شعر گوئی و گریاش شاد باش
 خون سیاه نافه آهوی چهره بود دهر
 خواهش ازین گرده پری پهره رنگ نیست
 از رازها حکایت ذوق نگاه گوئی
 هر چند خواستن نه سزاوارشان تست
 در رنگ ناله غنچه کشایش ز باد جوی
 در برگ و ساز گوئی نشاط از بهار بر
 از شمع طور خلوت خود را چسب غنچه
 از آسمان نشیمن خود را بساط ساز
 زربے حساب بخش و قدر بجای حساب خواه
 گر باز پرس رود دهر از من جواب خواه
 بر خور ز عمر و باج نشاط از شباب خواه
 صبا بر روزا بر دشب ماهیتاب خواه
 شربت بجام لعل ز قند و گلاب خواه
 چون باده این بود دل دشمن کباب خواه
 مستی زبانگ بر بط و چنگ و رباب خواه
 از حلقه های زلف بتان مشک تاب خواه
 از چشم غمزه و ز مشکن طسره تاب خواه
 از کارها کشایش بسند لفتاب خواه
 قوت ز طالع و نظر از آفتاب خواه
 در جوی بار بار غرور دانی ز آب خواه
 در بزل وجود بهیبت خویش از سحاب خواه
 از زلف حور خیمه خود را طناب خواه
 از ماه نو جنبیت خود را رکاب خواه

در حق خود دعال مراستجاب دان در باره من از کف خود شمع بآب خواه

غالب قصیده را به شمار غزل در آور

و ز شمع برین غزل رقم انتخاب خواه

دارم دله ز غصه گر انبار بوده
دل زان بلا کز دغصه برق خرمی
از بهر خویش ننگم دارم ز بخت چشم
گنهام ز زهد کیشم و خواهم به من رسد
خواهم ز خواب بر رخ لیل کشایم
خواهم شود به شکوه دیواره رام من
بادین و دافش چو من تا پها کند
باد دستان مباحثه دارم ز سادگی
خجالت نگر که در خناتم نیافتند
جز روزه درست به صبا کشوده

در بزم غالب آی و به شعر و سخن گرا نی

خواهی که بشنوی سخن ناسنوده

چون زبانه لال دجانه پاز غوغا کرده
گر نه مشتاق عرض دستگاه حسن خویش
بهفت دوزخ در نهاد شرمساری مهر
صد کشاد آنرا که هم امرد ز رخ بنموده
خوردیاں چوں مذاق خوب ترکان اشند
خستگان را دل به پر کشش بلای پنهان برده
بایدت از خویش پرسید آنچه با ما کرده
جان فدایت دیده را بهر چه بینا کرده
انتقام ست اینکه با مجرم مدارا کرده
مخرده باد آنرا که محو ذوق فردا کرده
آفرینش را برایشان خوان بنما کرده
باد بستان گر نوازش بلای پیدا کرده

سعه مراد بهادر شاه ظفر

چشمه نوش مست از زهر عتابت کام جان
 زره را در شناس صد بیابان گفت
 دجله می جوشد همانا دیده با جویایست
 جلوه و نظاره بنداری که از یک گوست
 چاره در رنگ دگیاه در نج با جاندار بود
 پیش ازان کایس در رسد آنرا همیت کرده

دیده میگرد زبان مینال د دل می تند

عقده با از کار غالب سر بسر داده

در زهر سینه آسودگان نه
 لے دیده اشک ریختن آئین تازه نیست
 بلبل به گوشه قفس از خستگی منال
 دلم زنا کسی که به تمهید آشتی
 گوئی یکست پیش تو بود و نبود من
 آخر نموده ایم در اول خدا پرست
 با خویش در شمار جفا همدم منی
 دانسته که عاشق زارم گدا نیم
 نازم تلون تو به بخت خود در قیاب
 بادیده چیت کار تو بخت جگر نه
 در دل چراست جایی تو سوزنها نه

غالب بود تست که تنگ ست بر تو دهر

بر خویشتن ببال اگر در میاں نه

مرز فنا فراغ را مژده برگ دسانده
 سایه به مهر را گزار قطره به بحر بازده

له این غزل در نسخه "د" نیست

طره جیب را از چاکشانه التفات کش
 داغ به سینه ز لورست دل به جفا حواله کن
 از نم دیده دیده را درونی جو یار بخش
 شرم کن آخری حیا این همه گیرد از چسبیت
 لعل گل تر برنگ بوی این همه نازش از چه رود
 یا به بساط دلبری عام مکن ادای لطف
 لعل تو که غنچه تر از بخت شگفتن از برست
 گر به غمی که خورده ام رخصت اشک آه نیست
 ای که بحکم ناکه تیره ز عیش غافل
 خیزد ز راه دادری بال هما به گانه ده

کیستم دست به مشاطگی جان زده
 پاس رسوائی معشوق همین ست اگر
 شوق را عریده با حسن خود آرا بانی ست
 دل صد چاک نگهدار بجایش به فرست
 بو که در خواب خود آبی و سحر بر خیزی
 بهر سرگرمی ما خانه حسد ابا ن باید
 فارغ از کشمکش عشوه جنون دارم
 حسن در جلوه گری با نکش منت غیر
 تا پها مرده خون گرمی قاتل دارد
 خواستم شکوه بیداد تو انشا کردن
 دل بر من که رقیب از توبه من به نماید
 گوهر آماے نفس از دل دندان زده
 دای ناکامی دست به گریبان زده
 من دصد پاره دلی بر صف مرگان زده
 شانه در خیم آن زلف پریشاں زده
 ساغر از باده نظاره پنهان زده
 حسنه از تاب خود آتش به خبستان زده
 پشت پای بر سر کوه و بیابان زده
 هر گل از خویشتن ست آتش داناں زده
 نادر در ره دل قطره ز پیکان زده
 قلم از جوشش رقم شد خس طوفان زده
 نامه داشت شده هر به عنوان زده

بدیه آورده اند بزم حریفان را رخ خوی کرده ز شرم لب دندان زده
بر دور انجمن شعله رخسار خائب

ذوق پر دانه بر دس چراغان زده

بر دست دیاس بند گران نهاده تا زرم به بندگی که نشان نهاده
ایمن نیم زمرگ انگر رسته ام ز بند دل دزد نادک به کمان نهاده
گوهر ز بکر خیزد و معنی ز فکر زدن بر ما خراج طبع روان نهاده
تا در امید عمر به پندار به گزرد از لطف در حیات نشان نهاده
تا خسته بلا نبود بے گریز گاه در مرگ احتمال مان نهاده
را دست گردان به جفا شکسته داد دست گر سر بهستان نهاده
دو رخ به داغ سینه گداز به هفته قلزم به چشم اشک نشان نهاده
بر هر دلی فسون نشا طی و میده بر هر تن سپاس دان نهاده
هر دیده را در به خیال کشوده هر فرقه را در به گمان نهاده

فالب ز غصه مرد همانا خبر نداشت

کاندر خرابه گنج نهان نهاده

رویت یای تحتانی

نفس ابر در این خانه صد غوغاست پنداری دلی دارم که سر کار تمنا هست پنداری
حساب از فرق عشاق است موج از تیغ خوابش شهادت گاه ارباب فادری است پنداری
بگو شمع میرسد از دور آواز را امشب دلی گم گشته دارم که در صحر است پنداری
از دیوار ندارد دعوی ذوق شهادت را نگاهش بار قیاس طرش با ما است پنداری
درد دیوار را در زگر گفت آه شره با دم شب آتش فوایا آفتاب اند است پنداری

فدایش جان که بهر کشتنم تدبیر ما دارد
 کتاب من به بخت خوشین بیاست پذیری
 گویستم آن قدر که خون بیا با لاله زای شد
 خزان ما بهار دامن صحر است پذیری
 خون الفت همچون خودی دارد تا شاکن
 شکست صد دل زنگ خش پیدا است پذیری
 نوید دعدہ قتلے بگو شتم میرسد غالب
 لب لعش به کام بیدلان گویاست پذیری

گر نه فدا ما سرودے چہ غمستی
 رنگ زردن نبرد ز آیت کلفت
 گر غم دل بودے کہ تا دم مردن
 بخت خودار بودے کہ تا به قیامت
 نے به سخن مزدنی ستایش اگر من
 نیست مشاع شمیم جوے اگر من
 چون درد عوی توای به لنو کشودن
 چون دل یاران توای بهزل بودن
 گر به مثل لال کشته که سخن ما
 گر به سخن مست گشته که به مستی
 حیف ز جیے که دور رفت دگر نه
 آه ز داود کان نمساند دگر نه
 من که نیم گر نمودے چہ غمستی
 گر همه صورت زدودے چہ غمستی
 ہم بخود از خود فرودے چہ غمستی
 بے خبر از خود غنودے چہ غمستی
 کشت کدیور درودے چہ غمستی
 غالیہ چندین سودے چہ غمستی
 من به ہنر گر کشودے چہ غمستی
 من به سخن گر بودے چہ غمستی
 گفتے و خود شنودے چہ غمستی
 گفتے خود راستودے چہ غمستی
 معجزہ دم نمودے چہ غمستی
 تالہ به سخن آزمودے چہ غمستی

(لغات کشوری)

لے کدیور دیاسے مجھول کسان۔ مالی۔

لے دم عیسیٰ۔ ایک معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام،

لے داود نام پیغمبر کے پدر سلیمان علیہ السلام۔ بود، و لحن ادبیاں اثر آفریں بود۔

قافیه غالب چو نیست پرس ز عرفی
گر من فرہنگ بودے چہ غمستی

در بستن تمثال تو حیرت رستی
غم رہی تو مندی سہراب گزشتہ
بیداد بود یکسرہ ہشتن بہ کمر
خو مندی دل پردہ کشائے اثرے ہست
گفتن زمینان رفتہ و دامن کہ ندانی
این ایر کہ شوید رخ گلہائے بہادی
در بادیہ از ریزش خونابہ مژگان
زاں سان کہ نظر خیرہ کند برق بہانسون
در عہد تو ہنگام تماشاے گل از شرم

زمین نقش نو آئیں کہ بر اینجختہ غالب

کاغذ ہمہ تن وقف پاس تلمستی

ایں قدر گراں نبود نالہ ز بیمارے
پای بر نمی تابد رنج کاوش خارے
نالہ کہ بر خیزد از دل گرفتارے
سینہ داند دہے خاطرے فزارے
ہم ز خلق تو میدے ہم ز خویش بزارے
پاد داغ رفتائے دست دہر کارے
سجود مسوا کے تشقہ و زنا رے
دادہ ز نامردی سر بہ بند دستارے

ایں بہ صدمہ آپے بردست ناباے
دہ کہ با چنین طاقت راہ بردم نفع مست
وہ جنون بمن ماناست کہ ز بحر خون گردد
غم چہ در بود از ما اینک اینچہ بود از ما
ایں فنادارے بختا بو کہ در تو بہ گریزد
بہرہ از وجودم نیست زین کشش شود نیست
ناز مومن و کافر بر چہ دستگاہ آخر
بر جنون صلائے زن عقل را قفائے زن

شوخی شمیمش بین جنبش نسیمش بین غنچه راست آهنگی سر راست فتا
 کاش کان بیت کاشی در پزیر دم غالب
 بنده توام گویم گویدم ز ناز آری

بدین خوبی خرد گوید که کام دل نخواه از دے
 نگارم ساده دمن رندرنگ آمیز رسوایم
 بوج ناله میردم غبار از دامن زینش
 جنون رشاک نازم که چوں قاصد روان گردد
 چه خیم دادری با سامری سرایه محبوبے
 زهم دوریم با اینمایه نسبت نامرادی بین
 شکستن را خدایا هم بدین اندازه قسمت کن
 بتان را جلوه نازش بوجد آرد شکر فیه بین
 شدم غرق شط نظاره و با غیر در تائبم
 نگاہش شرمگین باش چو شرکان سرکش ست آری

به غالب آشتی کردیم دیگر دادری نبود

گزاف دایمی از ما شراب گاه گاه از دے

خواهم از صف حوران صد هزار یکے
 مرا بس ست ز خوبان روزگار یکے
 سر غ و حدت فتنه تو ان ز کثرت
 که سائر ست در اعداد بشمار یکے
 کسے که مدعی سستی اساس فاست
 نشان دهد ز بنا هاس استوار یکے
 چگویم ز دل جانے که در بساط منست
 ستم رسیده یکے نا امید دار یکے

له مراد از کاشی شهر بنارس است شهر سست مشهور در خطه شمالی هند که در آن معاہدہ

امداد راہل ہنود بسیار اندازین سبب این شهر را مقدس شمارند۔

دو برق فتنہ نہفتند در کف خاکے بلبل جبر کے رنج اختیار کے
 دلا منال کہ گویند در صفت عشاق ستوہ آمدہ از جور خوش یار کے
 ز نالہ ام بدلت میرسد ہزار آسیب نہ شد کہ سنگ تو بیرون ہڈی کے
 مرد ز آئینہ خانہ کہ خوش تماشے ست یکے تو خودی دچو تو ہزار کے
 نہی نگاہ سبک سیر دشرم دورانیش یکے بدزدی دل رنت پرودہ دار کے
 تماش مستی من یکسر آتش ست آتش مرا چو شعلہ بود پشت روے کار کے
 چہ شد کہ ریخت بال نگ صد ہزار سخن بخون سر شستہ نواسے دل برآر کے

دم از ریاست دہلی نمیسز نم غالب
 منم ز خاک نشینان آن دیار کے

اندوہ پر افشانے از چہرہ عیاںستے خون ناشدہ رنگ اکون از دیدہ روانستے
 غم راست بدل سوزی سعی ادب آموزی اندا خنکانش را اندازہ نشانستے
 صدر زہ بھوس خود را باد وصل تو سنجیدم یک مرحلہ تن دانگہ صد قافلہ جانستے
 ذوق دل خود کاش در یاب زفر جامش ہر حلقہ گلداش چشمے نگرانستے
 رد تن بخرابی دہ تا کار رواں گردود طوفاں زدہ نقد را ہر موج عیاںستے
 چشمے کہ یما دار وہم رد بقفا دارد خود نیز رخ خود را از حیرتیاںستے
 جاں باغ وہارا مادریش تو خاکستے تن مشت غبارا مادر کوے تو جانستے
 راز تو شہیدال را در سینہ نمی گنجد ہر سبزہ دریں مشہد مانا بربانستے
 ساقی بزرافشانے دامن ز کریمانے پیما نہ گراں تر بہت گر بادہ گرانستے
 فیض از لے نبود مخصوص گرد ہے را حرفے ست کہ مے خوردن آئین مغانستے
 ہم جلوہ دیدارش در دیدہ نگاہستے ہم لذت آزارش در سینہ روانستے

غالب سر خم بکشا پیما نہ بے درزن
 آخونہ شب ما بہت گیرم رمضانستے

تا بزم زد دل برد کا فرادائے
 اندوختے ناخوش دوزخ نیبے
 دردیر گیرے خافل نوازے
 زردشت کیشے آتش پرستے
 چون مرگ ناگہ بسیار تلخ
 در کام بخشے ممسکایرے
 گستاخ سازے پورش پندے
 در کیمینہ درندے تفسیدہ دشتے
 اند زلف پر خرم مشکین نقابے
 بالا بلندے کو تہ قبائے
 دزد دے دلکش مینو نقابے
 درد و دیر عاقل نوازے
 برسم گزارے زمزم سراے
 چون جان شیرین اندک دناے
 دردستانے میسر مگداے
 طاقت گدازے صبر آزماے
 در مهربانی بستان سراے
 از تابش تن زرین رداے

در عرض دعویٰ لیلے نکو ہے

بر زعم غالب مجنوں ستاے

بدل ز عریضہ جانے کہ داشتی داری
 بہ لب چہ خیزد از انگیزد وعدہ ہلے وفا
 تو کے ز جوریشماں شدی چہ میگوئی
 بہ سینہ چون دل درد دل چو جان خریدی دیار
 عتاب ہر تو از ہم شناختن نتوان
 خراب بادہ دوشینہ سرت گردم
 بہ کردگار نگردیدی دہمان بفسوس
 کہ چشمہ بار نہالے کہ بودہ ہستی
 ہنوز نار پے غمزہ گم نداند کرد
 شمار عہد وفاے کہ داشتی داری
 بدل نشست جفاے کہ داشتی داری
 درد رخ راست نہالے کہ داشتی داری
 نگاہ مہر فزائے کہ داشتی داری
 خود فریب اداے کہ داشتی داری
 اداس لغزش پایے کہ داشتی داری
 حدیث روز جزائے کہ داشتی داری
 بسر نہ فتنہ ہوائے کہ داشتی داری
 ادائے پردہ کشائے کہ داشتی داری

جہانیاں ز تو برگشتہ اند گر غالب

ترا چہ باگ خداے کہ داشتی داری

اگر بشرع سخن در بیاں بگردانی
 بهیم ناز که طرح جہان نو فکشی
 بیاب کرشمہ کہ بر گلبن خزاں ریزی
 بخاطرے کہ در آئی بجلوہ آرائی
 به گلشنی کہ خوامی ببادہ آشامی
 بکوے غیر دے چون مرا برہ نگر می
 دفاستای شوی چوں مرا بیاد آری
 بهیم خوئے خودم در عدم به خوابانی
 به بذلہ خاطر اسلامیال بیازاری
 ز سوسے کعبہ رخ کارداں بگردانی
 زمین بگترے د آسماں بگردانی
 بہار را بدر بوستاں بگردانی
 بلاے ظلمت مرگ ازرداں بگردانی
 قدح ز جوش گل دارغواں بگردانی
 بجہمہ چین فکشی د عناں بگردانی
 بہ خویش طعنہ زنی دزباں بگردانی
 بہ ذوق دے خودم در جہاں بگردانی
 بہ جلوہ قبلہ از دشتیاں بگردانی

اجازتے کہ کنم نالہ تا کجا غالب

ذلب بہ سینہ تنگم نغان بگردانی

اے موج گل نوید تماشاے کیستی
 یہودہ نیست سعی صبا در دیار ما
 انگارہ مشال سرا پاے کیستی
 اے بولے گل پیام تمنائے کیستی
 خوش گشتم از تو باغ و بہار کہ بودہ
 یادش بہ خیر تا چہ قدر سبز بودہ
 اے داغ لالہ نقش سویداے کیستی
 اے حشر محو عسل شکر خائے کیستی
 از خاک عزتہ کف خونے دمیدہ
 نشیدہ لذت تو فرد میرود بدل
 اے فرست کارخانہ یغماے کیستی
 بے پردہ صید دام تپشہائے کیستی
 اے دیدہ محو چہرہ زیبائے کیستی
 اے شب بمرگ من کہ تو فردائے کشتی
 اے سحر نوید تماشاے کیستی
 یہودہ نیست سعی صبا در دیار ما
 خوش گشتم از تو باغ و بہار کہ بودہ
 یادش بہ خیر تا چہ قدر سبز بودہ
 از خاک عزتہ کف خونے دمیدہ
 نشیدہ لذت تو فرد میرود بدل
 با تو بہار ایں ہمہ سامان ناز نیست
 در شوخی تو چاشنی پر نشا نیست
 از پیچ نقش غیر نکوئی ندیدہ
 با پیچ کا نراینہم سختی نمی رود

غالب نواس کلک تو دل می برد دست
تا پرده سبج شیوه انشای کیستی

کافر مگر از تو باور باشد غم خواری
از کنار دجله آتش خانه چندان دور نیست
شاد باش ای غم ز بیم مرگم ایمن ساختی
ریشک نبود گر خدنگت جانب دشمن گرفت
برق از تهرت کباب بے محابا سوزی
با خرد گفتم چه باشد مرگ بعد از زندگی
ای دل از مطلب گزاشتم دستگاہت ایچ شد
دارد انداز و تسلسل در ضمیرم شوق دوست
دل نفس در دید و خون گردید بخت چشم بین

ز لہ برد از ظہوری باش غالب بخت چیت
در سخن درویشی باید نہ دکان داری

رفت آنکه کسب بوی تو از باد کردی
رفت آنکه گریه تو جان دادی ز ذوق
رفت آنکه گریه تو بنقرین نواخته
رفت آنکه قیس را بسترگی ستود
رفت آنکه جانب رخ دقت گرفت
رفت آنکه در ادای سپاس پیام تو
اکون خود را و فاسے تو آزار می کشم
بندم منہ ز طره کہ تا بم نمانده است

گل دیدی در دے ترا یاد کردی
از موج گرد ره نفس ایجاد کردی
رخسار دے و عریضه بنیاد کردی
در چاکے ستائش فریاد کردی
در جلوہ بحث با گل و شمشاد کردی
هر گونه مرغ صد نفس آزاد کردی
رفت آنکه از جفای تو فریاد کردی
رفت آنکه خویش را ببلا شاد کردی

آخر بیداد گاہ دگر اونداد کار رفت آنکه اند تو شکوہ بیداد کردے
 غالب ہواے کعبہ بسر جا گرفتہ است
 رفت آنکہ عزم خلج و نوشاد کردے

مژدہ خسری دے خللی رامانی ابدی جنت و فیض ازلی رامانی
 بسکہ ہموارہ دلا دیزی د شیریں حرکات سایہ طوبے و جوے غلی رامانی
 جلوہ فرمائی و جا دید نمائی بہ کسے سیمائی و بہشت عملی رامانی
 بستم معنی پیچیدہ نازک باشی اے کہ در لطف رتہاے جلی رامانی
 بہ توانائی کوشش نتواں یافت ترا سرخوشیہاے قبول ازلی رامانی
 جز بہ چشم ددل دالا گہراں جاناہ کنی جلوہ نقش کف پای علی رامانی
 بدل ہر کہ بہ چشم تو در آید ناگاہ داری آں مایہ تصرف کہ دے رامانی
 اے کہ در طالع مانقش تو ہرگز نہشت زہرہ طوئی و شمس جلی رامانی

اندرین شیوہ گفتار کہ داری غالب

گر ترقی نکسم شیخ علی رامانی

اے کہ گفتی ندہی داد دل آ رہے ندہی تا جو من دل بہ جفا شیوہ نگارے ندہی
 چشمہ نوش ہما نانترا و در دے کش نیگری و در اندیشہ نثارے ندہی
 ماہ دخور شید درین دارہ بیکار نمند تو کہ باشی کہ بہ خود رحمت کارے ندہی
 پای را خضر قدم سبخی کوئے نشوی دوش راقدر گرانسنگی بارے ندہی
 سربراہ دم شمشیر جوئے نہ نہی تن بہ بند خم فتراک سوارے ندہی
 سینہ را خستہ انداز فغانے نہ کنی دیدہ راماش بیداد غبارے ندہی

اے مراد برج حوت و برج حمل

بخون بزدق غم بزدان نه شناسی نخوری
 آخ کار نه پیدا است که در تن ضرر
 حیف گرتن به سگان سر کوفته زسد
 زهزناں اجل ز دست تو ناگاه برسد
 بجم طره حوران بهشت آویزند
 نقد هوشه که بسودای بهار سے ندھی
 ناز پر درده دے را کہ یا رے ندھی

گر تنزل نمود ابر بهاری غالب

که در انشانی و زانسانده شمار سے ندھی

ہم نشین جان من و جان تو این انگیز ہے
 سینه از ذوق آزار منش لبریز ہے
 غیر دائم لذت ذوق نیک دانسته است
 کرپے قلم بدستش داد تیغ تیز ہے
 میچکد خوغم رگ برستان قراک ہاے
 می تپد خاکم رم بادستان شبدیز ہے
 بر سر کوفت تو بخود گشتنم از صفت نیست
 کشتہ رشکم نیارم دید خود را نیز ہے
 ننگ باشد چشم بر سا طور و خنجر و خن
 غنچہ آسائینہ خواہم جرات خیز ہے
 تیشہ را نازم کہ بر فر باد آساں کردم گل
 بنجر شیر دید و جان دادن پر دیز ہے
 غمزہ را زان گوشہ ابر و کشاد دیگرست
 آں خوام تو سن دایں جنبش ہمیز ہے
 ریش خشت ز در و دیوار برگ است
 خاک را کاشانہ ما کردہ بالیں خیز ہے
 گفتم آسے رونق بازار کسری بشکنے
 گرم کردی درجہاں ہنگامہ چنگیز ہے

غالب از خاک کہ در دست خیز سہم دل گرفت

اصفہاں ہے یزد ہے شیراز ہے تبریز ہے

خشنود شوی چون دل خشنود نیابی ترسم کہ زیا نکار کسے سود نیابی

لے چنگیز خاں شہشاہ مگول کہ لرزندہ جہان تامند
 در ظلم و ستم و غارتگری یگانہ
 عہد خویش بود

از قاتل و گرم روان تو نباشد
 رختی که به سیاحش شراند و نیایی
 فرقیست نه اندک زدلم تا بدل تو
 معذوری اگر حسن مرازد و نیایی
 بر ذوق خداداد نظر و درخشانیم
 در سینه ما زخم نمک سود نیایی
 در دجده به هنجار نفس دست نشانیم
 در حلقه مار قصه دت و خود نیایی
 در مشرب ما خواهش فردوس بخوی
 در مجمع اطالع مسود نیایی
 در باد و اندیشه مادر و نه بینی
 در آتش هنگامه ما و دد نیایی
 چون آخر حسنت بهما ساز که دیگر
 آن شرم که در پرده گری بودنداری
 آن شوق که در پرده در می بود نیایی

غالب به دکائی که با امید کشودیم

سرمایه ما جز هوس سود نیایی

سر چشمه خون ست ز دل تا زبان های
 دارم سخن با تو و گفتن نتوان های
 سیرم نتوان کرد ز دیدار نیکو یان
 نظاره بود شبنم دل ریگ رواں های
 ذوقیست دریں مویه که بر نقش منستش
 بدل شده هیچ مگوئے همه داں های
 در خلوت تا بوقت زلفت ز یاد م
 بر تخته درد و خسته چشم نگراں های
 لے فتوی ناکامی ستاں که تو باشی
 هتآب شب جمعه ماه رمضان های
 باد اور ناگفته مشغورفت حوالت
 دردی که به گفتن نه پذیرفت گراں های
 از جنت و سر چشمه کوثر چه کشاید
 خون کشته دل دیده خونا به فشاں های
 در زمزمه از پرده و هنجار گزشتیم
 را شگری شوق با هنگ نساں های
 سیاب تنه کز رم برق است هداش
 گردیده مرا مایه آدماش جاں های

غالب بدل آویز که در کار که شوق

نقشه ست درین پرده بصد پرده نهاں

زاهد که مسجد چه و محراب کجائی
 عیدست و دم صبح من تاب کجائی
 دریا ز حباب آبله پائی طلب تست
 نور نظراس گوهر نایاب کجائی
 بوس گل و شبنم نسزد کلبه مارا
 صرصر تو کج رفتی و سیلاب کجائی
 حشرست خدا داد و دهنگامه بیایاں
 اے شکوه بے هری احباب کجائی
 آن شور که گرداب جگر داشت نداده
 اے تخت دل عزقه بخوناب کجائی
 با گرمی هنگامه خواهش نه مشکیم
 آتش بهشتان زدم اے آب کجائی
 چون نیست حکمای اشکم بغضام
 کاسه دشمن دیده بلیخواب کجائی
 غوامی اجزای نفس دیر ندارد
 از دل ندیده داغ جگر تاب کجائی
 شورشیت فواریزی تارِ نفسم را
 پیدانه اے جنبش مضراب کجائی

بنائی به گوساله پرستان ید بیضا
 غالب سخن صاحب نرتاب کجائی

دل کاز من مر ترا فرجام ننگ آرد همی
 بر سر راه تو یا خوشم به جنگ آرد همی
 پیچیده نازک ادایش مانگارے دیگرست
 خون کند دل را غنچه ننگ به جنگ آرد همی
 بوسه گر خواهی بدین شنگی به پیچید تنگ
 خرد اگر باید بستی ننگ ننگ آرد همی
 آنکه جوید از تو شرم دانه خواهد از تو مهر
 تقوی از میخانه داد از ننگ آرد همی
 باز دے تیغ آنک دشتی الفغان نیست
 کز تو بخت مرده زخم خدنگ آرد همی
 گر نه در تنگی دهان دوست چشم دشمنست
 از چه رود بر کام جوان کار تنگ آرد همی
 تا دران گیتی شوم پیش شهیدان شرمسار
 رنج و دیهوده در قلم دنگ آرد همی
 خواهدم در بند خویش اما بفرجام بلا
 حلقه دایم سن از کام ننگ آرد همی
 همچنان در بند سامان مرادش بسخه
 گریه بجا شیشه بخت از دست ننگ آرد همی

چشم خلقی سر زخمی رفی غالب میراں

در دیش اندیشه با ادم پکنک آرد تہی

دیدہ در آنکہ تا نهند دل بشمار دلبری
فیض نتجہ در رخ از منی و نغمہ یا ستم
تا نبود بہ نطفہ تہرہیج بہانہ در میراں
لے تو کہ ہیج ذرہ را جز برہ توئی نیست
ہر کہ دل ست بر شس داغ تو در دیش ز دل
بسکہ بہ فن عاشقی غیرت غیر جہاں گزاشت
ر شک ملک چہ دچہ اچوں تیرہ نمی برد
حیف کہ من بچوں تیم دزد تو سخن رود کہ تو
کو تراگر بہ من رسد خاک خورم زبے نمی
در در اوقت جنگ تا حدہ نمنشی

بہی ام از گداز دل در جگر آتشہ چو سیل

غالب اگر دم سخن رہ بہ ضمیر من بری

ز بسکہ با تو بہر شیوہ آشناسی
امید گاہ من دہجو من ہزار یکے ست
سخن ز دشمن دہنہاے ناگوارش نیست
دیت گوئی و ملاست مسجہ دفتہ گیر
بہ سرمہ خطہ و ہبیدم کہ در سہ سستی
ستم نگہ کہ بدیں بخت تیرہ کہ مراست
چگونہ تنگ تو انہ کشیدنت بہ کمنار
بہ عشق مرکزہ پر کارفتہ ہستی
ز رشک صد دو ترک مدعاستی
زد دست داغ ستمہاے نار داستی
چہ شد کہ ہیج کسم بندہ خداستی
ز شر میگنی چشم سخن مراستی
ز بہر فرق عدد سایہ ہماستی
کہ با تو در گلہ از تنگی قباستی

نہ کردہ وعدہ کہ بر عاجزاں بخشاید
امید سنج فنا نہاے نار ساستے
یہ بادہ داغ خودی اندر رواں فرودشستہ
ہلاک مشرب زندان پار ساستے

بہرہ ذوق طلب می فراہم غالب
کہ باد در کف داشتش بہ زیر پا سستے

دلم در ناله از پہلوے داغ سیدہ تپستے
بر آتش پارہ پچپیدہ بخندے از کباب سستے
بہارم دیدن و رازم شنیدن بر نمی تابد
نگہ تادیدہ خوشستے دل تازہ ہر قاب سستے
بجوہر جلوہ گل کاروانم را غبار سستے
طلوع نشہ سے مشرقم را آفتاب سستے
فخام را فکے صور محشر ہم عنایت سستے
بیانم را در و ارج شور طوفان رکاب سستے
ز خاکم ناله می رود ز داغ شعلہ می بالد
سیدے گرد را ہستے و دیوے خطر اب سستے
خطاے سرزد از بے صبری و شرمندہ زاندام
بجسرت مردن استغنائے قاتل رہو اب سستے
دلم صبح شرب وصل تو بر کاشانہ می لرزد
در دیانم بوجہ از ذوق بوے خوشی اب سستے
نہے جان دلم کز ہفت دوزخ یادگار سستے
خوشایا تا مرست کز ہشت گلشن انتخاب سستے
دلم می جونی داند رخسار می میرم کہ در
چو ازاں گوشہ ابر و اثبات کامیاب سستے
محبت بلا اندازہ می جوید مقابل را
کتان پوشش را مر جلوہ گل ماہتاب سستے
گلیم تشنہ و جان و دلم افسردہ ہے سانی
بدہ نوشینہ داردے کہ ہم آتش ہم آگے
سپاس از جامگی خواران استغنائے ناستے
شکایت از دعا گو یان اندازہ عتاب سستے
نگویم ظالمی اما تو در دل بودہ دال کہ
دے دارم کہ بہجوں خانہ ظالم خواہے
منال از عمر دساز عیش کن کز بادِ فوری
پکھن جلوہ رنگینی عہد شباب سستے

طفیل دست عالم غالب دگر نمی دامن
گر از خاکست آدم پائے نام بوتر استے

متفرق غزلیات

لے خداوند خردمند جهان داور دانا
 لے بر رفتار و بیدار ز زیبایی و خوبی
 به ادا پایہ فرایا، بنظر عقد کشایا
 به نیکو خسته و آزار، به سخن بذله طرار
 شہ نشان کلب علی خان که توئی یوسف ثانی
 دامن از حال و آلم خبرے داشته باشی
 دشمنم چرخ تو بینی و سوزی بعباش
 جانشین تو کند نام ترا زنده به گیتی
 لے به نیرے خود بر همه کردار توانا
 سرود تو خاسته آسامیه ناکاسته مانا
 بکرم ابر عطایا، بغضب برق سنانا
 به قلم خالیہ سایا، به نفس عطر نشانا
 نبود ثانی و ہمتاے تو در دہر ہسانا
 سر نوشت از لی گر چه ندار خط خوانا
 به عدد صاعقه ریزا، به محب نفیسانا
 باد زدس برین جلے تو فردوس مکانا
 غالب از غم چه خودشی تو زیاست خموشی
 با کہیم ہمہ سردان، تیج مگو، پیچیدانا

۲

بوز دفع غم ز بادہ نبود دست کار ما
 در خلوتش گزر نبود باد را مگر
 لے باد صبح عطری ازان پیراہن بسیار
 ہر بار دانہ ہر ہما انگینم و موثر
 گفتمی چو حال دل شنود مہربان شود
 گوی چو ابرغ ز دیر سیاه است جامہا
 صرصر بخاک راہ رساند پیامہا
 تسکین ز بوسے گل نہ پذیرد مشامہا
 آید بدام و دانہ ربایند نہ دامہا
 مشکل کہ پیش دوست توان برد نامہا

لے این غزلیات و اشعار متفرق از سید حسین "ما خود اندر یک نسخه مطبوعہ کلیات
 شامل نیستند و ہمیں نہ غزلیات در بارغ دود در "موجود اند و بارغ در مطبوعہ داد در کالج لاہور ماہ نومبر ۱۹۵۹ء مرتبہ ذریعہ حسن تعلیمی
 لے در بارغ دود در "مہ نور" است

از ما با پیام و هم از ما با سلام
 رنج دلی مباد، پیام و سلامها
 مقصود ما ز دهر هر آئینه نیستی است
 یارب که هیچ دوست مبادا کلام ما
 غالب بقول حضرت حافظ فیض عشق
 ثبت است بر جریده عالم دوام ما

منع ز صیبا چرا، باده رزان پر در است
 خوں ز حصیان عبث خواجہ شفاعت گریست
 پر تو هر دم دست نوز بچشم اندرون
 گر چه بود در قدح اصل سے از کوثر است
 عهد جوانی گوشت توبه نکردم هنوز
 باده به پیران سری نیک بمن خور است
 اے بمن آدینچه پاره از جبا بگردد
 تا نه فتد بر زمین باده که در ساغر است
 هندی به هنگام دی خوش بود آب هواش
 در نه بود گل ز گل تحمل گل خوشتر است
 ای که ز نظاره حسن بتان ما نفی
 چشم تو کر بسته اندر که دو گو شمع کمتر است
 خسته یار خودم، باغ و بهار خودم
 هر مژه خوشنشان شاخ گل احمر است
 صبح رسیده هوا، مرغ هایون هما
 گفت که مکتوب تو در خور این شهر است
 اگر گفتم اگر خوش کنی در نیکمن حوت من
 در لبوس جادوه میردی البسته رو
 نامه من بس دوست خان جهان خان بهر
 خود ز گفت نامه بر نامه رساند بهر
 ابر بهارش جوان بگردانش مردان
 آن شه خوبان چو انا زه انسر کشد
 نامه که بے نام ادست طایر بے بال دپر
 خوں ز حصیان عبث خواجہ شفاعت گریست
 گر چه بود در قدح اصل سے از کوثر است
 باده به پیران سری نیک بمن خور است
 تا نه فتد بر زمین باده که در ساغر است
 در نه بود گل ز گل تحمل گل خوشتر است
 چشم تو کر بسته اندر که دو گو شمع کمتر است
 هر مژه خوشنشان شاخ گل احمر است
 گفت که مکتوب تو در خور این شهر است
 بال تو از هر دست مرد در خور است
 سایه بفرش فلک آنکه هما یون فرست
 آنکه ز پهلوس دوست نامی نام آورست
 آنکه همان را، مه است آنکه سران راست
 مختشم الدوله را دست دے دیگر است
 خود کله از فزخی بر سر ادا فرست
 شعر که بے مدح ادست شاهد بے زیور است

له در سید حسین مرتبه ملک دمام «برد» است و در باغ و در ریخته صبح است

مدح چنین شه نشان سهل شمار و همی
فالب وحشی نگویش چه هوا در سر مست

هم انا لشروان در خت را بگفتا آورد
ایکه پنداری که ناچار است گردن در
نکته داریم و یا یاران همی گوئیم فالش
دانه چون ز دانه تسبیح تارے میں نیست
جذب شرفش بین که در هنگام گشتن دیر
آن کند قطع بیابان این شکاند مغز کوه
آه ما را بین که نارد اند دل سختش خبر
ز دما صحت است گو ز د ز بخیل باش
هر انا سے را که افشاریم از دے خون چکد
نیست چون در منطقش جز ذکر شاهد حزن و صوت
شاید باید که غالب را بگفتا آورد

در دنا ساز است و در مان نیز هم
اجر ایمان سود دانش گو مرده
شه ز بزم گم بر اند علم کراست
طاعتم می نگزد اندر ضمیمه
دهر بے پروا و یزدان نیز هم
آنکه دانش داد ایمان نیز هم
فار علم از تنگ حرمان نیز هم
نیست باقی ذوق عصیان نیز هم

سه در باغ دو در مرتبه اگر سید و ز حسن در ناپا است و در سید حسین مرتبه ملک ام در دما است
سه در باغ دو در مرتبه سید و ز حسن عابدی ضمیر است و در سید حسین ضمیر
سه این شعر در بلغ دو در نیست

عشق و آنکه استعدا رات در دروغ
 اسے دشم ز خیم و شکدان نیز ہم
 منکے ہر دم بے اجل میرم بھی
 میتوانم نہ لیست بیجان نیز ہم
 رفتہ است از دل نشاط بزم و باغ
 دان ہو اسے ابر و باران نیز ہم
 خامشی تنہا نہ جان را می گزد
 این فواہ اسے ہریشاں نیز ہم
 آنکہ پندارند حافظ بودہ است
 غالب آشفہ بود آن نیز ہم

ہل من عاشق ذالتم تنہ نالیا ہو
 ناظر حسن صدقاتم تنہ نالیا ہو
 موسیٰ و خضر تا شاے تجلی بہ طور
 من نہ در بند ہوا تم تنہ نالیا ہو
 شریعہ آتش و خندہ عشقم کہ کیست
 دم میلاد و دستا تم تنہ نالیا ہو
 ظلمت کفر مبین روشنی طبع نگر
 چشمہ آب حیاتم تنہ نالیا ہو
 فن تحریر میں ناز و دمن فارغ از ان
 مرد و دست بھی بہمدہ نالیم کہ مباد
 پردر شش جز بخورش نیست ہما نالازق
 بر جگر دادہ برا تم تنہ نالیا ہو
 مجرم عالم ارواح بہادارش علی
 خستہ قید حبس تم تنہ نالیا ہو
 تکیہ بر مغفرت اوست نہ بر طاعت خویش
 تارک صوم و صلا تم تنہ نالیا ہو
 چشم دارم کہ برہ روی دہن خودی
 جز بدین نیست بجا تم تنہ نالیا ہو
 قابلمت نہ سمخاب نہ ہم چون حافظ
 مایل شارخ نبا تم تنہ نالیا ہو

از جسم بجان نقاب تلکے این گنج درین خواب تاکے

این گوهر پر فردغ یارب آلوده خاک آب تا کے
 این راه رسالت قدس دامانہ خورد و خواب تا کے
 بیتابی برق جزوے نیست ما و این ہمارا اضطراب تلکے
 جان در طلب نجات تا چند دل در تعب عتاب تلکے
 پرکشش ز تو بعباب باید غمناکے مرا حساب تا کے
 غالب بچنین کشاکش اندر
 یا حضرت بو تراب تا کے

خوشم کہ چرخ بکوسے تو ام زیا انداخت کہ ہم زمین پے من خلد را بنا انداخت
 چون نقش پا ہمہ افتادگی ست منتہی من ز آسمان گلہ نبود اگر مرا انداخت
 سواد سایہ ہمان صورتِ گلیم گرفت ہمارے فرخ اگر سایہ برگدا انداخت
 لذتِ خوش چسان بر خورم کہ درسِ تصفا یکشت خوشہ در دود و در آسایا انداخت
 بعد دنا ز منہ دل کہ افتد آخسہ کار ز فرق ہر کلا ہے کہ بر ہوا انداخت
 بطلعن بے اثر یہاں تالہ مارا کشت ز کیش ماست خدنگے کہ سوسے ما انداخت
 صحیفہ ہمیشہ نگاہ و نگاہ کز لک تیز در بیخ گر بسر حوت مدعا انداخت
 اگر نہ بظن شب وصل کا ستن میخواست ز روز باجر سخن در میان چرا انداخت
 منم کہ با جگر تشنہ می نور دم راہ بوادی کہ خضر کو زہ و عصا انداخت
 نغان ز غفلت غالب کہ کارش از سستی
 ز دست رفتہ و داند کہ با خدا انداخت

آسمان بلند را میسرم ابر کھلی پرند را میسرم

می فریبد مرا بیا ز یکپیر
شوری اشک در نظر خوار است
سخنم بد رح حضرت اعلی است
سر را بش نشستم هوس است
ره نشین ویم ز به تو تیر
جذب الفت بسوئے کشم
میکند رخنه در جگر غم بهر
شاعرم منشیم ظرفیت و شریف
این اضافات چند را میرم

دایه جوید ز حضرت اعلی

غالب مستمند را میرم

۱۰

بمقصدی که مرآن راه خدا گویند
کسی که پای ندارد چگونه راه رود
نذر من نخل انا الشکر گوئی ناگاه
مگر ز حق نبود شرم حق پرستان را
ز قول شان نبود دل نشین اهل نظر
خوانده در کتب ناشنیده از نقبا
دم از وجود کذب زدن بے خبران
بله گناه بود دعوی وجود از ما

برو برو که اذان سوسیا بیا گویند
خود اهل شرع درین دادرسیها گویند
حدیث جلوه کرد موسی دعصا گویند
که نام حق بزنند همین انا گویند
جز آن صفات که از ذات کبریا گویند
بغیر بے مزه و اگویم یا که وا گویند
چنان عطیه حق را گناه ما گویند
به اهل راه چنین گوئی تا بجا گویند

ق

دگر ملا میخان را چه زهره پا سخ
اگر به چشم گرایند و تا سزا گویند

نموده از مس خود را در هر عرض ترسیا
 به پیش خلق حکایت نکیمیا گویند
 کسان که دعوی نیکی همی کنند مرا
 اگر نه نیاک شمارند بد چسرا گویند
 طمع مدار که یابی خطاب مولانا
 بس است بهم چو توئی را که پارسا گویند
 بگوئی مرده که در هر کار غالب زار
 اذان گذشت که در دیش بے وفا گویند

متفرق اشعار

نازم آن فتنه که در دشت غم خواری قیس
 یلی از ناکه فرد آید و محمل برود
 اینک هزار دشت صد دشت چارمین
 هنگامه درود خداوند گارمین
 نواب نامدار به دہلی در آمده
 فصل بہار بین کہ در اکتوبر آمدہ
 مرجا دیسرائے کشور ہند
 شان و شوکت فراے کشور ہند
 بیا کہ دادہ بدہلی نشان شوکت و شان
 وزیر اعظم شاہ فرنگ ہندوستان
 نہ ہے لارڈ لارنس کو حکم شاہ
 کند تاجدار ہی بسر زمین کلاہ
 ملکہ آنکہ برین چرخ سریرش باشد
 لارڈ لارنس گر نہایہ وزیرش باشد
 نہ ہے نہ شملہ بدہلی درود فرخاد
 چو آفتاب سراسر فروغ و فرخاد
 مرجا لشکر نواب گور نر جنرل
 کہ شدہ دہلی ازان کو کہ کوکب مثل
 در تن مردم این شهر روان باز آمد
 می شناسم کہ مگر شاہ جهان باز آمد
 عیان بود نہ گور نر کرامت ملکہ
 زبان خلق و دعاے سلامت ملکہ
 دور و ز دیر کن اے مرگ خالصا شر
 مگر بمن آن دایہ کہ در راہست
 عبودیت نکرند اقتضای خواہش کار
 دعا بصیغہ امرست امر بے ادبیست

لے یادگار غالب (حالی)

برم چون نام با تو برج موهن چکر خون دل ریش از لب من
 فرخ آن روز که انداخته زندان برم سوئے شهر خود ازین داد می ویران برم
 شاهی و درویشی این جا با هم است باد شاه عهد قطب عالم است
 هم در قیام زنده نیم برائے خویش آن دقت لائے قافیہ ام اندوایے خویش
 روز روزه است و روز ناپیدا است غلظت ابر و شدت سرما است
 شاه عالی گهر گوهر باکش صد حیف ویکه ناپا چار سپردن بخاکش صد حیف

— مہ نیتو —

لے در تعزیت بسلسلہ وفات شاہزادہ انگلستان فی البدیہہ گفتہ۔ شایع شدہ ادھر
 اخبار ماہ فروری ۱۹۶۲ء۔

قطعات

”بشمول فاتحه، نوحه، ترکیب بند، ترجیع بند، مخمس و مستغرق“

مسبح شوکتِ عرفی که بود شیرازی مشواسیرز آلای که بود خوانساری

بسومنات خیالم در آئی تا بیتی روان فروز برد و دوشهله نزاری
غالب

قطعه ۱

غالب از خاک پاک تو را نیم	لاجرم در نسب فره مندیم
ترک زادیم و در نژادهای	بسترگان قوم پیوندیم
ایستیم از جماعه اتراک	در تهای ز ماه ده چندیم
هن آهای ماکشاور زیست	مرزبان زاده سمرقندیم
در زمینی سخن گزار ده	خود چه گوئیم تا چه دچندیم
فیض حق را کمین شاگردیم	عقل کل را بهینه نشر زندیم
هم بتابش به برق همفیم	هم به بخشش با برمانندیم
به تلاشی که هست نیردزیم	به معاشی که نیست خرسندیم
همه بر خوشتن همیگریم	همه بر روزگار میخندیم

قطعه ۲

ساتی چون پیشگی دافراسیابیم	دانی که اصل گوهرم از دوده جسم است
میراث جسم که بود اینک بمن سپار	زین پس رسد بهشت که میراث آدم است

له ائیکت. قوسه از اقوام ترک - له کشاورز. زمیندار (فرنگ غالب)
 له حاکم. مالک زمین - له پیشگات دافراسیاب. نام شاهان ایران
 له خاندان - هندی - گهرانه -

قطعه ۳

آنم که دیں بزم صریر قلم من
 در رقص در آرد ده سپهر خمیس را
 رخصت و دل کند از ریزه کلکم به تبرک
 پیوند گری نخله فردوس بریں را
 هر نادک اندیشه که از شست شادم
 برده گزرد و حی ره افتاد کنیں را
 بر محضراتادی من بسکه زند مهر
 برخاتم تم سوده شود نقش ننگیں را
 با اینهمه آرایش گفتار که گفت تم
 از جهه بکنتم نبود فاصله چیں را
 بخت صله مدح و قبول غزل نیست
 تسکین بچه بختم دل هنگامه گزیں را
 در بانگ نی کال همه دادند بجا فظ
 گویم بجلش باد و لیکن چه شد این را

قطعه ۴

منکران شعر من باں تا بگوئی حاسدند
 کایں قیاس از بهر شال سامان نایست
 رشک و کالاشناسی خیزد و آل مایه ایست
 کاش باشد رشک کال را هم جوانیست
 در بگوئی بچوں حسد نبود خلاف از بهر طبیعت
 گویم آئی باین حقیقت را بچانیست
 خویش را بچوں من مرا بچوں خویش میدانستند
 چوں همی بنیند کایں را سوز دمانیست
 لاجرم بر فکر خود هم اعتماد کرده اند
 دیں نمیدانند کاخترا متیانیست
 باغ و زندان را غفلت و غفلت داده اند
 کوه و دایم و انشیبه و فرانیست
 یحییانوم معاذ الله که گویم در بهیال
 تره و سردی و کنج شک و بازنیست
 در تمیز آریه احباب گاه هم کا فرم
 شیوه من الفت در حق نیازنیست

له خواشمس الدین حافظ شیرازی متوفی ۱۰۹۰ هجری (شعر انجم حصه دوم)

نیکت فطرت هم بیگانه ایم و عیب نیست
 ناله ناکوس ماد و دستاں بانگ نواز
 اضطراب بسل از ماز کتاز از همفتاں
 ما و درد و داغ همکاران مادر گرساز
 دل اگر خام است باید کز فشردن نم دید
 نازم آن دل را که چو لاجری شمع از تاب خویش
 اینک افشارند و نم گیرند مشق پیش نیست
 غالباً دم در کشیدم دیں ز بحر نطق نیست
 آفرینش ابریک پرده راز است بوده است
 ناله ناکوس و بانگ نواز است بوده است
 اضطراب بسل و ترکتاز است بوده است
 درد و داغ بوده است بیک کانی است بوده است
 دیں بریزش نسبت درد دراز است بوده است
 سوز در یزد و کای استرانه است بوده است
 دینک خود خون گردد و یزد گدانی است بوده است
 طبع راز خود نمائی استرانه است بوده است

قطعه ۵

هزار معنی سر جوش خاص نطق من است
 ز رفتگان بیکه گز توارد دم، رُوداد
 مراست ننگ دلی فخر اوست کال سخن
 مبرگان توارد یقین شناس که دزد
 کز اهل ذوق دل و گوشت از غل بردست
 بدای که خوبی آرایش غل بردست
 بسجی فکر رسا جابداں محسّل بردست
 متاراع من ز نهانخانه ازل بردست

قطعه ۶

غالب دریں زمانه بهر کس که داری
 ندی مایه از گجا که بنالد بخویشتن
 کس راز دست برد خیاش نجات نیست
 مضمون غیر و لفظ خودش بر زبان اوست
 هر گنج شایگان که بود را لیگان اوست
 گر پیش از گزشتہ و گرد در زمان اوست

مضمون ہر کرا خوش ادا میکند بنماز
اما بہ کتبہ حسن ادا ناکسیدہ است
جز من کسے بد زد سخن و انہی رسد
آرے نہ چاک بود نہ تمک ز ہر کہ ہست
مضمون شعروٹ بودنی زمانہ
گوئی بہ بزم اہل سخن تر جان دوست
می لرزد از نہیب دلم راز دان دوست
گو خوش بخواں کہ اینجمنے مدح خوان دوست
نے دستخط نہ ہر نہ نام و نشان دوست
یعنی بدست ہر کہ بیفتاد آن دوست

قطع

اے کہ در بزم شہنشاہ سخن رس گفتم
راست گفتمی لیک میدانی کہ بنود جاتے سخن
نیست نقصاں یکہ و جز دست اسوار بخیمت
فارسی ہیں تا بہینی نقشہائے رنگ رنگ
فارسی ہیں تا بدانی کا ندر اقلیم خیال
کے درخشد جو ہر آئینہ تا باقیست رنگ
ہلکن یزدان بناے شکوہ بر ہر دوفاست
دوست بودی شکوہ سرگردم دل جرم تو نیست
بخت من ناساز و خوں دوست ناساز
دشمنی را ہمفنی شرط است آں الی کہ نیست
در سخن چوں ہم زبان و ہمنوائے من نہ
راست میگویی من از راست سر نتواں کشید
میفرستم تا نظر گاہ جہاندار این ورق
کے ہر گوئی فلاں در شعر ہنگ منست
کتر از بانگ دہل گر نغمہ چنگ منست
کاں دژم بگے ز نخلستان رنگ منست
بگزار از مجموعہ اردو کہ ہر رنگ منست
مانی دار زنگم دآں نسخہ را رنگ منست
صیقلے آئینہ ام اس جو ہر آں رنگ منست
نامہ پنداری ہر خاش تو آہنگ منست
کاینمہ بیداد بر من ز دل تنگ منست
تا چو پیش آید کنوں با بخت و جنگ منست
از تو ہر دغمہ و رسازے کہ در جنگ منست
چوں دلت راتج و تابے رشک آہنگ منست
ہر حہ در گفتار فخر تست آں رنگ منست
نامہ بر باد اگر خود طائر رنگ منست

دیده در سلطان سراج الدین بهادر شه کلاه
 چشم چشم شاه که در هنگامه عرض سپاه
 انوری و عرفی و خاقانی سلطان منم
 شاه میداند که من مداح شاه هم باک نیست
 از ادب و درم نه خاقان در نه در اظهار تر
 مقطع این قطعه زین مصرع مصرع باد سبا
 آن شیر و بیند پنهان در رنگ منست
 میتواند گفت دارا که سر منگ منست
 پادشاه ظمورث و جمشید و هوشنگ منست
 گر تواند بشی که این داستان نیز منگ منست
 خطوه و گام تو کوئی مثل و فرنگ منست
 هر چه در گفتار نخر تست آن رنگ منست

قطعه

فرصت اگر دست دید مغتنم انگار
 ز نه از ازاں قوم نباشی که نریسند
 سانی و مفتی و شرابی و سر دد
 حق را بسجود و دنیا را بدرد

قطعه

زاهد ز طعنه برق نسو سم بجاں مرید
 گوئی که با کلام مجیدت رجوع نیست
 حق است مضمون بود از دود اعتقاد
 هر صفی زان صحیفه مشکین رقم بچشم
 نسبت مکن بزند قه ای زشت خومرا
 دل تیره شد ز کلفت این گفتگو مرا
 در عزت کلام الهی غلومرا
 باشد نکو ترا ز خطا دد نکومرا

سه انوری ستونی سه شاعر بلند پایه ایران که در قصیده گوئی حدیم نظیر بود
 سه خاقانی خروانی ستونی شاعر و عالم عالی مرتبه سه ظمورث و هوشنگ
 هر دو از پادشاهان ایران بودند.

شیطان عد دست لیک از آن نامر هرق
 دامنم که امر دهنی بود در کلام حق
 با اینهمه که در خشم و تیغ و غم و تعب
 بر خاستست گردن سر چشمه حواس
 لَا تَقْرَأُوا الصَّلَاةَ زَنِيمٌ بِخَاطَرِ
 بخشد خطا مال ز نهیب عدد مرا
 سیرابی نمی ست از آل آبخو مرا
 سرگشته دارد این فلک جنگجو مرا
 و ز حافظه نمانده نمی در سبو مرا
 و ز امر یاد مانده کَلُوا وَاشْرَبُوا

قطعه

ساقی بزم آگهی روزی
 چون دامن رسید زان صهبای
 همدران سر خوشی حریفانه
 گفتم ای محرم سرای سرور
 اول از دعوی وجود بگو
 گفتم آخر نمود اشیا چیست ؟
 گفتمش با مخالفان چه کنم ؟
 گفتم این حب جاه و منصب چیست ؟
 گفتمش چیست منشاء سفرم ؟
 رادتی ریخت در پیاله من
 شدم از ترک تا زده هم ایمن
 بهجا با گزفتش دامن
 اندادب در نیست پرسیدن
 گفت کفرست در طریقت من
 گفت هی هی نمی توان گفتن
 گفت طرح بنای صلح فلک
 گفت دام فریب اهریمن
 گفت جور و جفا اهل وطن

۱. لَا تَقْرَأُوا الصَّلَاةَ زَنِيمٌ مَّكَادِي. مروز و نماز درین حال که شما درستی
 باشید آیت قرآن مجید است که غالب یک جز را نوشته و دیگر را گذاشته از راه تفنن
 طبع. ۲. کَلُوا وَاشْرَبُوا جزو آیت قرآن است. یعنی بخورید و
 بیاشامید.

گفتم اکنون بگو که دلی چیست ؟
 گفتش چیست این بنار من ؟ گفت
 گفتش چون بود عظیم آباد ؟
 گفتش سبیل خوش باشد ؟
 حال کلمه باز بستم گفت
 گفتم آدم بهم سر در دے ؟
 گفتم اینجا چه شغل شود دهد ؟
 گفتم این جا چه کار باید کرد ؟
 گفتم این ماه بیکراں چه کس اند ؟
 گفتم ایناں مگر دے دارند ؟
 گفتم از بهر داد آمده ام ؟
 گفتم اکنون مرا چه زیبد ؟ گفت
 گفتش باز کو طریق نجات ؟

گفت جانست این جهانش تن
 شاهست مست جو گل چیدن
 گفت رنگین تر از قضاے چمن
 گفت خوشتر نباشد از سوهن
 باید تسلیم هشتش گفتن
 گفت از هر دیار داند هر تن
 گفت از هر که هست تر سیدن
 گفت قطع نظر ز شعر و سخن
 گفت خوابان کشور بستن
 گفت دارند لیکن از آهمن
 گفت بگریزد و سر بنگ مزین
 آیتین بر دو عالم افشاندن
 گفت غالب بگر بلا رفتن

قطعه

چوں مرا نیست دستگاه ستیز
 میکشایم لے بهایا لے
 در شکایت نشاید ماساک
 بنده را بوده است از سرکار

چوں مرا نیست رسم راه مصاف
 میکشم خنجر زباں ز غلات
 دست مزد مشقت اسلات

له سوهن دریای سون را گفته که در علاقه بهار است -

زرسالانہ برائے دوام وجہ شائستہ بقدر کفایت
 ملزم کردہ اندمان بہ دروغ حق من خوردہ اندمیں بگزاف
 آہ از اقرباے بے آزارم داد از حاکمان ناانصاف

قطع ۱۲

ای کہ خواہی کہ بعد ازین باشم مخلص صادق الوالے تو من
 گر ترا شیوہ شایده بودے کر دے جان دل دے تو من
 در ترا پیشہ شاعرے بودے سودے چشم دسر بپاے تو من
 در ترا پایہ خسردی بودے سفینے گوهر شنایے تو من
 بچوں ازینسانہ مرا چہ ضرور کہ شوم ہرزہ مبتلاے تو من
 راست گویم بہانہ چند آرام تا صبح مشفقم برائے تو من
 بسکہ بر مال دجاہ مغروری نیستم خوش ازین دایے تو من
 چہ کنی ایں فساد سیم و زیمت دای من گر بوم بجاے تو من
 بتو ہرگز ندادے زرد سیم خواجہ گر بودے خداے تو من

قطع ۱۳

ایا بے ہنر دشمن دیوسار چہ نازی بہ ہنگامہ زدر داند
 زما باش فارغ کہ ماقار غنیم نذاریم پرداسے ایں شور و شر
 ترا شیوہ دزدوی و ما ہمیںوا تو بد روی و بد گوی و ما کو زدگر

قطعه ۱۴

دیدم ای بدگهر و همدلایش بریزید
که بخشم آید اگر زشت پلیدش گویند
زانکه او خود بسرا برین علی تیغ نراند
خواجهم از ننگ نخواهد که بریدش گویند
گفتم البته که شبیر بیدار می آرد
که شهیدش نویسد و سعیدش گویند
گفت زان رو که عزیزان همه بپوشد
نموان کرد گوارا که شهیدش گویند

قطعه ۱۵

ایاستم زده غالب با کفش مسکال
منه به سینه بی کینه از شکایت داغ
اگر بعد از خلافت تو کرده است رو
وگر بخشم بقتل تو بسته است جناغ
قضا بنای خرابی نگنده هم ز نخست
ندیده که همان عکس غالب است بلاغ

قطعه ۱۶

کرده بهمدی که در دیوانی کاشانم
چرخ در آرایش هنگامه عالم نه کرد
گر به جوت رانده باشم نکته با بر خود پیچ
زانکه حرفی ز آنچه گفتم خاطرم ختم نه کرد
بیتی از استاد دیدم ذوقی بخشید لیک
پیچ در تسکین نیفزود و زود حشمت کم نه کرد
بچو تو ناقای در صلب آدم دیده بود
زان سبب ابلیس ملعون سجده بر آدم نه کرد
حاشا لشکر دنت در صلب آدم تهمت بست
پیش هر کس گفتم این اندیشه باور هم نه کرد

کله جناح - دامن زمین -

کله نام حاکم فرنگی - در نسخه نو کشور مطبوعه ۱۳۲۹ هجری - در کفش هم نوشته است

قطعه ۱۷

ایا زیاں زده غالب که از حدیقه بخت
چو لازم است که پروردگار تادم مرگ
چماست اینکه نداری ز راز سیاه و سپید
قتاده در سراسر رشته عقده ورنه
ز چند سال بمرگ تو و تباه هی رزق
فرشته که وکیل است بر خزان رزق
دوم فرشته که یادش بخیر مقرون باد
لطیفه کنم از قول شاعرے تضمین
اگر خدای بداند که زنده تو هنوز
نمی رسد بتو خوار و خسته ز هیچ سبیل
بود بر رزق ضروری و عباد کفیل
چماست اینکه نیایی بر از کثیر و قلیل
نمرده تو دنی رازق العباد بخیل
شدت حکم خود از پیشگاه رب جلیل
نکرد هیچ توقف بر رزق در تعطیل
ردان داشت در اهلک شیوه تعجیل
که در لطیفه مراد را کس نبود عدل
هزار مشت زند بر دمان عزرائیل

قطعه ۱۸

چون الف بیگ در کهن سالی
نام او همزه بیگ کرد بے
پسر یافت سر بسر غمزه
الف منجی بود همزه

قطعه ۱۹

دارم بجهان گریه پاکیزه هناك
کز بال پریزاد بود موج رماد

الف نام فرشته موت -

سر مست و اچوں بزمیں باز خرامد
 چوں صورت آئینہ ز افراط لطافت
 ہر شیر ثمانے کہ بہ بینی بہ نیستاں
 گر جانوں بے میرده بہ بیند سر رہے
 ہر کج کہ گنجشک بے باز سپارد
 آسے بود از غیرت انداز خرامش
 رخنہ ادیمش از لطف زبانش
 جوش گل و بالیدگی موجہ رنگست
 در عہدہ چوں بند ز دم باز کشاید
 تا مہر کش صفحہ افلاک بود ہر
 از خاک دم غنچہ ز نقش قدم اد
 آید بہ نظر بچہ آذر از شکم اد
 دارد دسر در یوزہ سوغش ز دم اد
 از پاکی طینت نخورد غیر غم اد
 در پردش او نخورد جز قسم اد
 بر کباب و تدر دست اگر خود قسم اد
 گوئی بہ اثر تاب سہیل ست غم اد
 دم لایہ کنای آمدن دم بد م اد
 لرزد فغن طرہ خوبان ز خیم اد
 بادا کف دست من دشت شکم اد

قطع ۲۰

ایکہ شایستہ آنی کہ ترا
 چوں نداری سر شاہی ناچار
 گفتہ ام مدح تو زیں پیش و کنوں
 باید امسال کہ چوں پار و پار
 جلوہ روی دل افروز ترا
 لعل قہر جہاں سوز ترا
 بیک غم سخت گرفت مرا
 زان نیسار مہ کہ باندا زہ شوق
 جہم و نفقور و سکندر گویم
 حاکم و دالی و دادگر گویم
 خواہم از گفتہ بگو تر گویم
 سخن غنیمت مکرر گویم
 ہر یا ماہ ستور گویم
 برق یا شعلہ آذر گویم
 غم بگویم دم اثر گویم
 مدح تو اب گور ز گویم

جانی آنست که چون غم زدگان
غم دل پیش تو بحسر گویم
گر ز بیم سرگردون نالم
که زنا سازی اختر گویم
چون تو دانی که چه حالت مرا
از ادب نیست که دیگر گویم
گویم این سال مبارک باد
دیں دو صد سال برابر گویم

قطعه ۲۱

همایسر نشانست دایر گوهر بار
جلوس گل بسری بر چمن مبارک باد
ببای نغمه نواز است دنی ترانه فردش
خودش رزمه در انجمن مبارک باد
به بزم نغمه چنگ و رباب ارزانی
ببارغ جلوه سرد سمن مبارک باد
ز شمعها که بکاشانه کمال بر لا
فروغ طالع ارباب فن مبارک باد
ز بادیه ها که به میخانه خیال کشند
طلوع نشسته اهل سخن مبارک باد
فضای آگوه جولانگه سیح دے ست
ز من بهمنفسان دطن مبارک باد
چو حرف بهمنفسان فرخی ز بخت نیست
ز بخت فرخ من بهمن مبارک باد
بمن که خسته در بخور زوده ام عمر
نشاط خاطر و نیروی تن مبارک باد
هزار بار فرزد گفتیم دکم ست هنوز
گور نری به جمن تا من مبارک باد

قطعه ۲۲

هر کجا منشور اقبای پدید آورده اند
نام گناشن بهادر ز زیب عنوان دیده ام
در شبستان که بزم آرای عیشش کرده اند
زهره راقص دکیوان را نگهبان دیده ام
هر بلطی کاندراں محفل شب گسترده اند
صبح زان مغل کلمه بر فرق خاقان دیده ام
له نام والی آگره که غالب را دوست می داشت

تا مرا و را در جهان فرمانروائی داده اند
 هم به بزم شب نشینان بساط عشرتش
 هم بجمع صبح خیزان دعا و دلش
 هم بخلقش پیشوائی هر روز ان گفته ام
 کارگاه دولتش را عالم آرا خوانده ام
 سایه اش را طیلان مشتری دانسته ام
 حشر من شیریں که باد در میان درآم
 داد را امید گام منک اندر عمر خویش
 آن اسیر تیره روز استم که عمر در جهان
 لا غرم انسان که هرگز موج بیتابی ز دست
 هر نفس سجد ز وحشت دوزخ و دادر سرم
 بعد عمر کاین چنین بگزشت دریاها عمر
 مدتی خوں کرده ام دل را ز درد بے کسی
 با تو میگویم مثله زان که در عالم ترا
 در پریشانی بیا مانم که گوی پیش ازین
 تند باد میوزیدست ندران دادی کزو
 داندراں صحرانوردیها بشهله سیاه
 با تو پیوستن چنان دامن که ناگهان براه
 با چنین بختی که من دارم عجب دارم که من
 دهم مستولی ست بر من دی چنان بود که من
 یکدو پریش دارم داند لعل گوهر بار تو

چرخ را از فتنه انگیزی پشیمان دیده ام
 مهر را پیر دانه شمع شبستان دیده ام
 آسمان را از گواکت سبح گردان دیده ام
 هم بدش رهنمای حق پرستان دیده ام
 شاخار تمیش را میوه افشان دیده ام
 پایه اش را گوشه دیم کیوان دیده ام
 چشم من روشن که روشن بامدادان دیده ام
 سختی دیکمهری از گردن فزادان دیده ام
 آفتاب ز روزن دیوار زندان دیده ام
 دل ز پهلو چو بے ازمینا نمایان دیده ام
 بسکه در شهبای علم خواب پریشان دیده ام
 از تو نیروی دل دآرایش جفا دیده ام
 کز تو چشم التفات روی دریا دیده ام
 مدعا یاب دادا نهم و سخندان دیده ام
 خویش را سرگشته در کوه بیابان دیده ام
 خوشن را دمیدم چو بیدار زان دیده ام
 رخت خواب راحت از خار غیلا دیده ام
 چشمه سار و سبز ناز و بار غلستان دیده ام
 خوشن را سخت لطف احسان دیده ام
 خود چه تو میدی ز گردشهاب دوان دیده ام
 آرزو در آتش کاهم پا رخ آن دیده ام

عقدۀ خاطر همانا بر تو خواهم عرضه داد
از لب فیض دم عسی اگر جویم رواست
ز استیانت گنج گوهر گر طمع دارم بجاست
گر نهادم دل بخششهای ظاهر حرم نیست
در نمودم با تو در خواش فتنه عیب نیست
شادان باش که در عهد تو دادم داده اند
چون کشایش بتو مشکل ز تو آسان دیده ام
زانکه در شمع خامشات آب حیوان دیده ام
زانکه دستت را بر زش ابر نیال دیده ام
کز تو گوناگون نواز شهاب پنهان دیده ام
خویش را بر خواا انفعال تو مہمان دیده ام
جاد دال ز می کز تو کار خود بسا مان دیده ام

قطعه ۲۳

ایا محیط فضائل که تا تو در نظر
بدیده سر کشم از سواد نامہ تو
تو اصل دانش و دانستہ کہ اندر
ہزار شیوہ گفتار و یک قبولم نے
بصدر میرود ایں باز پرس بسم اللہ
تو کردی و تو کنی کارم اعتقاد نیست
رسیدے و پاپے تو سودے سر عجز
مفید مطلب من ہر کتابتے کہ بود
امید لطف تو دل میدہد بدیں شادام
بندوق قرب زمان مراد بیتابم
بہ نیمروز بہ لندن رساندے ز درق
بہ التفات تو صدگونہ اعتمادم ہست
نظر بشوکت دارا و کعبادہم نیست
اگرچہ دیدہ شناساں سوادم نیست
ہمی نیم بہ تمنای داد و دادم نیست
ہزار رنگی کار و یک کشادہم نیست
ہمیں مراد من ست ہمزایں مرادم نیست
بکار سازی بخت خود اعتقادم نیست
بضاعت مفرد دستگاہ نہ ادم نیست
تو جمع کن کہ بسازان سازم نیست
وگرہ تاب صبور ی ازین زیادہم نیست
وگرہ شورش بغیل در نہادہم نیست
ولی چہ چارہ کہ فرمان آب بادہم نیست
دلے شتاب کہ بر عمر اعتمادم نیست

قطعه ۲۴

اما بخشه خصله که رزق عالم را
 به پشتگر می لطف تو هر کجا که روم
 کف تو تا به قیامت کفیل خواهد بود
 طریقه رفیق و سعادت دلیل خواهد بود
 به خدمت تو پے عرض حال بکسیم
 خیال بیکسی من و کیل خواهد بود

قطعه ۲۵

اے نیلگوں حصار فلک بارگاه تو
 اے نو بهار باغ جهاں گرد راه تو
 دے بارگاه تو ز حوادث حصار من
 دے گرد راه تو به جهاں نو بهار من
 اے درشنای خاطر معنی کن من تو
 دے بر توقع نیکه حق شناس تو
 اے برده گرد راه تو در معرض خرام
 دے داد و نایابی تو در موقف سوال
 اے طره تو بهند دے دے نکو تو
 رویت بیاض صفی و نگاریمین تو
 مهر تو در حیات بهار بساط من
 فصل بهار شعله ز رویت نهاد من
 از تو که داد از تو و از دے موی تو
 از دست و دست سبیل گل رخت خواب تو
 دے بارگاه تو ز حوادث حصار من
 دے گرد راه تو به جهاں نو بهار من
 اے درشنای خاطر معنی کن من تو
 دے بر توقع نیکه حق شناس تو
 اے برده گرد راه تو در معرض خرام
 دے داد و نایابی تو در موقف سوال
 اے طره تو بهند دے دے نکو تو
 رویت بیاض صفی و نگاریمین تو
 مهر تو در حیات بهار بساط من
 فصل بهار شعله ز رویت نهاد من
 از تو که داد از تو و از دے موی تو
 از دست و دست سبیل گل رخت خواب تو

نواب ذوالفقار بهادر که بوده است
 دانی که در فراق تو ای رشک مهر و ماه
 آلوده دامنت نکند روز باز پرس
 ختم ختم شراب عریده داری دیگر چراست
 خود در هوا ای نامه ناز تو بوده است
 ای صد هزار فصل زمینی نثار تو
 ای از خیال و وهم فزونی اختیار تو
 آرم به استعاره و مصرع زیادش
 یادم نمیکنی و زیادتم نمیردی
 باید نگاه داشتن اندازه ادب
 یاد تو در مصاف فلک ذوالفقار من
 روزم سیه ترست ز شبهه ای تار من
 در خون پیدین دل امیدوار من
 خاطر شکستن و نه شکستن خار من
 گنجینه پاشی کف گوهر شمار من
 دے بشمار مرگ طبعی دوچار من
 دے از شمار خلق بروی صنطار من
 گرد مسرت تو زندگی مستعار من
 عمرت در از باد فرا موثر کار من
 کوه کنم سخن نه فضولست کار من

قطعه ۲۶

مراد رنج خودی نظاره گاه نیست
 نه باغیستی که در پهنایش بینی
 محبت نام تو را فی بنائیت
 نضای در دے از فیض الهی
 نضایش را صبا حه جلوه بالا
 صبا حش چوں دل عارف منزه
 نیش رنگ لبوست بهشت گاشن
 تعالی شایسته الله اکبر
 گل در بجان و شمشاد و صنوبر
 ز سیمای نکویاں دل کشا تر
 باطی در دے از هر پیمبر
 باطش را نیمه روح پرور
 نیش چوں دم غالب معبر
 صبا حش آبر دے بهفت کشور

نیمش چوں دم عیسی را در آن بخش
صبحاش را سرخشت از خانه حور
صبحاش را شهودے در مقابل
دم صبحش ز مهر آئینه در کف
دم صبحش بفریدی ^{مشخص}
دم صبحش ضیاء الدین احمد ^{له}
صبحاش چوں کف موسی منور
نیمش را نهاد از موج کوثر
نیمش را بهشته در برابر
نیمش از بهارای حلّه در بر
نیمش در دل افروزی مصور
نیمش ذوالفقار الدین حیدر

قطعه ۲۴

آن پندیده خوی عارف نام
از نشاط نگارش نامش
آنکه در بزم قرب خلوت انس
زور یازدے کامرانی من
هم نفس گشته در تالش من
بتولا فداے نام علی ^{ضیاء} است
هم بر دے تو ما لکم ما مل
هم ز ککک تو خوشدم خوش دل
سود سرمای کمال من
جای دارد که خویش را نازی
که رخس شمع دودان نیست
خامه رقاص در بنان نیست
غم گسار مزاج دان نیست
راحت روح ناتوان نیست
به سیحا که مدح خوان نیست
بچوں نباشد چنین که جهان نیست
کایں گل باغ دیوتان نیست
کان نهال ثمر نشان نیست
سخت گنج شایگان نیست
که ظهور تو در زمان نیست

۱. مراد، نواب ضیاء الدین احمد، نیر درخشان، که عزیز و دوست غالب بود و ماهر علوم شرقیه

۲. زمین العابدین خان عارف که از اقطاب غالب بود و غالب او را بسیار عزیز می داشت
۳. این قطعه در نسخه "د" نیست.

جای دارد که خویش را نازم
که فلانی ز پیردان منست
به یقین دای که غیر من نبود
گر نظیر تو در گمان منست
جاد دای باش اے که در گیتی
سخنت عمر جاد دای منست
اے که میراث خوار من باشی
اندر آرد که آن زبان منست
ار معانی ز مبداء فیاض
باد آن تو هر چه آن منست

قطعه ۲۸

اے گلک تو در معرض تحریر گهر باش
دے تیغ تو در موقت پیکار سرافشان
اے کوی تو چوں عرصه گلزار فرج بخش
دے دست تو چوں پنجه خورشید زرافشان
اے بوی تو بر مغز صبا غالیه پیمسا
وی چشم تو در پیرهن جهان شرافشان
در رنگه از بیم تو صفها مستزلزل
در بزم که اند جود تو کفها گهرافشان
در محک از عدل تو جانها طرب آباد
بر مانده از فیض تو لبها شکرافشان
در شوق تو با خویش کنم عهد که باں دل
چندانکه توانی به طلب باں پرافشان
در بحر تو بردیده ز نم با ننگ که باں چشم
گر خون بود از مژه سخت جگرافشان
آیا چه شد آن هدیه که بردی دلم از دست
باری چه شد آن نخل که بودی شرافشان
جادید بمان تازه و چوں نخل بهارے
چندانکه شربش رسد بیشترافشان
هم بوی نشاط از گل ذوق سخن انگیز
هم گرد کساد از رخ مجلس مهترافشان

قطعه ۲۹

ای که دای متابع سخن میتوانی که در نظر سنجی

گنج قارون رود بپاسنگی هر کرا پای همنر سخی
 پای فضل من گرایش تست بس بود گر خود اینقدر سخی
 دایم پیش ازین گرانمایه بار احسان خویش گرسخی
 بوی که از ساز نطق زمزمه بوی سازای اثر سخی
 این نخواهم که در ستایش خویش پیکرم را بسیم و نذر سخی

بر خیدار عرصه ده گرم
 تا برم سود در گهر سخی

قطعه ۳۰

در تمنیت عطای ملک از جانب سرکار انگریزی
 به حضرت فلک رفعت نواب یوسف علی خاں بهادر
 فرماں ردای رام پور

اے آنکه خود به هر تپه پردی مرا از غیب مزد کار تو اجر عظیم باد
 رای تو در زمانه با مضای کار ما با اهتمام سهم سعادت سهم باد
 در صبح دولت تو ز کلهای رنگرنگ دایم مشام دهر رین شمیم باد
 آن دم که مرده راه اثر زند ساختی در باغ طالع تو بجای شمیم باد
 باشند آب گر بر بهت بهر دفع گرد هر قطره زان نمونه در شمیم باد
 هر صیغه که وضع دی از بهرام تست فارغ ز رنگ زحمات تقدیم باد

له این قطعه در نسخ "د" نیست.

گر بهر خویش نیز دعا کنم چه پاک
 آزاد هم خلوص و فاشیوه کسنت
 چوں ره هر دیکه بر خط جاده ره رود
 مانند فکر من رخ بخت تو دلفروز
 پابسته زمان و مکان نیست دمنده
 شادم به کج امن و نگویم که بنده را
 مقصود از لباسن پاشش تن هست
 با بکله این سه بیت که سر جوش فکر است
 نواب هر هر منو چهره پسره را
 چوں غنچه که پہلو گل بشکفت مباح
 هر دم ترا بخلوت ناز و بزم هاش
 این نغمه هم گزیده طبع سلیم باد
 راهم درای مسلک امید و بیم باد
 پیوسته سیر من به خط مستقیم باد
 مانند کلک من دل دشمن و دشمن باد
 که خود در دبه کعبه بریں در مقیم باد
 خسته ز زرق خالص و خسته ز بیم باد
 پوشش گراز حریر نباشد گلیم باد
 در خور دلفظ خاص عطا کلیم باد
 حاصل جمال یوسف و قرب کلیم باد
 ملک جدید شامل ملک قدیم باد
 روح الامین مها حب غالب کلیم باد

قطعه ۳۱

فرزانه یگانه ادا منشین بهادر
 در محفل نشاطش زهره به نغمه سنجی
 اے شمع بزم صورت رده تو در فروزش
 دانم که میشناسی کاند ر قلم دهنده
 از غم چنان ستو هم کاینک نماند با من
 اکنون در آتش غم بادا غم نشینم
 کاموخت دانش از دے آئین کاردانی
 بر گوشه باطش کیواں به پاسیانی
 دے موج بحر معنی رده تو در روانی
 کس در سخن ندارد چوں من گهر نشانی
 تاب سخن طرازی نیرو دے مدح خوانی
 در نطق بود زین پیش با شعله هم زبانی
 لے این قطعه در نسخہ "د" نیست -

سوزاں چو شمع بودن دانی که می توانم
 در آتشم بیفکن تا سر بسریه سوزم
 از حضرت شهنشه خاطر نشان من بود
 ناگه ز تند بادے کاں خاست در قلمرد
 در وقت فتنه بودم غمگین و بود بامن
 حاشا که بوده باشم باغے باشکارا
 از تهمته که بر من بستند بد سگالان
 در پیریم ازین غم جز مرگ چاره نبود
 دارم شگرت حالے از مرگ زبیت بیرون
 رفتن فراے ملکه در معدلت طرازی
 زان پس که از تو در دل نو میدگشته باشم
 داغ از دلم زد و دن دافتم که می توانی
 گر خود نمیکرانی کاین ما فرد نشانی
 در مزد مدح سخی صد گونه کامرانی
 بد هم ز دآں بنا را نیرنگ آسمانی
 زاری و بیوزانی پیسری دنا توانی
 حاشا که کرده باشم ترک دقا نهانی
 حکام راست بامن یک گونه سرگراتی
 خود پیر گشته من بودے اگر جوانی
 جال گر چه هست شیرین تلخست زندگانی
 امیدگاه خلق در منفعت رسانی
 هیچ آرزو ندارم جز مرگ ناگهانی

قطعه ۳۲

ای خداوند هنرمند هنر در پر در
 هر چه از جاه فرید دل شمری تا هوشنگ
 شود این تذکره چون لفظ مکرر بیکار
 به امید تو ام از یاری اختر فارغ
 مسکن من به جهان صورت مدفن دارد
 آن کرم پیشه پر نسب و گران سترلنگ
 هر دیدار فلک مرتبه سیل بیژن
 هر چه از شوکت کسری نگری تا بهمن
 رود آنجا که ز فر تاب شکوه تو سخن
 در پناه تو ام از گردش گردون بزمین
 بزمین بسکه فرو برد مرا بار سخن
 آن مجلس تا سن و ماژک دجے کمناشن

له این قطعه در نسخه "د" نیست -

همه را بود بدین خسته جگر در هر دقت خواندن از رافت از راه کرم پرسیدن
 حیف باشد که ز الطاف تو ماند محروم بهیچ من بسته دیرین دنگ خوار کهن
 نالم از غم که نه شایسته و در خور باشد
 خاص در عهد تو ناکامی و نو میدی من

قطعه ۳۳

جان جا کوب بهادر که زیزداں دارد طالبش حوت بود تا به نظر گاه کمال
 خوشی خوب و نرد زندگی جوهر راے مشتری سوسے سعادت بودش را بهنای
 بگل مهر درخشان و عطار د باوے چوں دبیرے که بود پیش شهنشاه پیل
 به سوم خانه که نورست مه و زهره در داس آں کیے در شرت خویش دگر خانه خدای
 پنجم خانه ذنب عقده طراز و بر جیس به قوی پجگی از کار ذنب عقده کشای
 دلوکان زائل ساقط بود از دوی حنا کرده خرتخ و زحل هر دو در ان نادیه بجل
 مهر در ساقط مائل شده تمثال طراز ماه در زائل ناظر شده آینه زداے
 هر دو نیز شرت یافته اقبال قبول هر دو کوب ز خوشی آمده اندوه ریلے
 زهره و ماه بهم فرخ و فرخ ترازا که شود راس بدیس فرخی اندازه فراے
 ماه و ناهید تبیس به طالع نگران زده بر جیس به تشکیل دم هر گراے
 نظر کلفت نحسین ز طالع ساقط چشم بدو رازیں طالع عالم آراے
 آں که این اختر مسعود نگار و غالب
 بهر تحریر مداد آوردا ز ظل همای

قطعه ۳۳

ایا به کوشش و بخشش رئیس ملت ملک
 عیار راه ترا آفتاب ذره نشان
 به داستان توشه در سپاس رانده زبان
 هم از روانی حکم تو در دل اندیشم
 هم از بلند می جاده تو در نظر دارم
 کشاده لب با ماں چرخ تا کشیده کماں
 پس از ثنائی تو دارم سر تایش خویش
 منم بد هر که پیش از وجود لوح و قلم
 قلم ز نسبت دستم نهال روضه حسلد
 دلم خزمینه را ز دو عالم ست وای
 بنشته ام به ثنائی شه ستاره سپاه
 که گر به شاه دهی شه گماں کند که وزیر
 قصیده که گرش برگزشتگان خوانند
 کمال را عناد از نفس چکد زهراب
 چه خوش بود که بری پیش شاه و عرضه دهی
 ایا بدانش دینش مدار دولت و دیں
 لوائی جاده ترا در کار سایه نشین
 بر آستان تومر در سجود سوده جبین
 که خاتم تو ز الماس تیغ داشت نگین
 که منظر تو ز سطح سپهر یافت نمین
 کشیده رخت بخون فتنه تا کشاده کمین
 سخن شناس چنان و سخن سراپا چنین
 بخامه شیوه تحریر کرده ام تلقین
 ورق ز صنعت کلکم نگار خانه پچین
 ز بیزبانی خوششیم به گنج راز امین
 قصیده که ز خوبی بود بدای آئین
 بر دے تخت ز در بخت زائین پردین
 ز هم فنای تو آئین ترانه پیشین
 ظمیر راز حسد در جگر خلد زود پس
 که اینت پیشکش شاه سلک دژ شین

۱ این قطعه در نسخه "د" نیست.

۲ کمال اصفهانی شاعر بلند پایه زبان فارسی.

۳ ظمیر فارابی شاعر بزرگ زبان فارسی

حریف بخشش شاه هم دے پس از انصاف
 امید جائزہ و چشم آفریں دارم
 سخن دراز شد ایس پرده تا کجا سببم
 دگر ز بهر بقل تو در سلامت شاه
 نوازش صلہ خواهم دے پس از تحسین
 زیاد شاه سخن رسیم آن خوش است ہم ایس
 گرفتیم آن کہ دل ز کف بردنواسے حزن
 ز من توکے دعای دزد و زنگار آئیں

قطعه ۳۵

بہار در چین انداز گلشنانی کرد
 زمانہ بزم طرب را از انجم آئیں نسبت
 عروس ملک بارانش دوام جمال
 پرورش شاه جوان بخت در سلامت شاه
 دگر بشہر جنیت کشاں موکے خفا
 شہ فرشتہ سپہ شد سواریت عجب
 غبار راہ گزر سرمہ سلیمانی ست
 صلاے عام تماثل جشن جمیدی
 نہ اہل شہر رضا جوے شہر یار خودند
 بمن کہ از ستم چرخ تیز گرد مرا
 بروے پتر زبالا ہی نشانہ مشک
 بدیدہ بینش و بینش بجلوہ کام رواست
 عطای شاه بہ نزدیک دوری نیست
 بشارخ نخل تمنا شہر مبارک باد
 طلوع ہرود و فروغ شہر مبارک باد
 بشاہزادہ فرخ گہر مبارک باد
 نشاط فتح و فزید نظر مبارک باد
 زوند گل بسیر ہگز مبارک باد
 کہ بشنوندند دیوار در مبارک باد
 صفائے آئینہ ہائے نظر مبارک باد
 بہ عہد خسرو جمشید فر مبارک باد
 بے بیکد گرانہ یک گہر مبارک باد
 کم ست ساز طرب بشہر مبارک باد
 بہ بوسے گل نہ ہا بال پر مبارک باد
 بقای پادشہ دیدہ در مبارک باد
 ازین نشاط بدو دل خبر مبارک باد

چو شد نثار شهنشہ قبول دیگر یافت
 بہ ہر ارزش لعل گہر مبارک باد
 بہ پادشہ نظر انجم و بہ انجم ہر رخ
 شمار کثرت ذوق نظر مبارک باد
 ہر آنچہ در دو جہاں دست مایہ ناز
 بہ قبلہ دو جہاں بو ظفر مبارک باد
 لوائے و پرچم و اورنگ چار پایش ناز
 نگین تیغ و کلاہ و کمر مبارک باد
 دگر خطابے میں بوس بالہ از نقشش
 شرف بہ غالب آشتیہ سر مبارک باد
 بلند نام جہاں داد را بہفت اقلیم
 طراز سکہ و نامت بزر مبارک باد
 ترا بقاد بقا ماسعدت ارزانی
 مراد عاود عارا اثر مبارک باد

قطعہ ۳۶

در تہنیت شادی

دیدہ در یوسف علی خاں کز فروغ رائے او
 ہر تاباں برد قسط فیض و من ہم یافتہ
 از دلی ہمیشہ سخن رائے کہ چوں ماہِ سیر
 طلعتش را دیدہ روشن ساز عالم یافتہ
 وال دگر فرزانہ فرزند فرہمندش کہ بہت
 کو کجے کش در دل افروزی مسلم یافتہ
 خواست تا سازد بہ آئیں ہمیشہ کہ خدا
 شاد گشتم چوں خبر زین جشن اعظم یافتہ
 بہرہ بردم در تصور زان ہمایوں انجمن
 بسکہ در خود طاقت رنج سفر کم یافتہ
 بزم طوی فرخ حیدر علی خاں ما بہر
 خوشتر و خرم تر از بزم کے او جم یافتہ

سال این دولت فرا شادی با برجان نظر
 مشتری باز ہرہ در طالع فرا ہم یافتہ

قطعه ۳

”هم در تهنیت این شادی“

له

بهار دهند که نامند به شگال آن را
 بیاض دشت بیابان کوه سرتاسر
 گزشت عهد سموم و وزیر باد و خاک
 اگر چه رحمت عام است یک تخصیص
 ز برگ برگ نیتان که گرد آن شهر
 ز انبساط پرست پنهان که از رگبار
 پیش باد و گرایم که اهل دانش را
 خود ابر و باد به گیتی زدی باز نه بود
 معاف باشم اگر خود ز خوشی تن پرسم
 جو رام پور بود و حبه تازه رودنی دهر
 ز فیض همت فرمانروای آن شهر است
 ظهور مبینت کتخدانی و سر زند
 که میهمان حق است آن مطفیلی اد
 جیب دامن مردم ز بخشش ذاب
 کشایش در جنبینه و انگه از در گنج
 بظالمان ز رفسم سم و ز رف فرخ
 بمن که تشنه لب باده های پر زورم

پس از دو سال بر اهل جهان مبارکباد
 سحاب سبز و آب و آس مبارکباد
 ز جهان به تن و گراز تن بجان مبارکباد
 به رام پور کراں تا کراں مبارکباد
 ز صد بگویش چنان کز زبان مبارکباد
 بجای قطره تراد دهم مبارکباد
 شود هر آئینه خاطر نشان مبارکباد
 عطیه ایست که بر همگان مبارکباد
 به رام پور خصوصاً چنان مبارکباد
 ز هر چه اینهمه گل کرد آن مبارکباد
 که در و خلق بود هر زمان مبارکباد
 بران رس سپهر آستان مبارکباد
 غزل مانده بر میهمان مبارکباد
 متاع خاصه در یادگان مبارکباد
 بدشتافتن پاسبان مبارکباد
 بساط لال تخی کاسه نان مبارکباد
 از آن میان دوسه طفل گران مبارکباد

له ایما در نسخه ”د“ نیست

مگو ز شادی اهل زمین که میگویند فرشتگان بلند آسمان مبارکباد
 بدین ترانه که هاله امیر شاه نشان نوید فرخی جادو دال مبارکباد
 بشهریار و دلی عهد و شاهزاده عهد خوشی و خوبی دامن آماں مبارکباد
 ازال جنت که ستایش نگار نوآینی ترا هم اسد الله خاں مبارکباد

قطعه ۳

جم چشم شاهزاده فتح الملک مر حبا طالع مظفر تو
 خود ظفر بے تو ناقص بود گر چه جزو بیت از ظفر تو
 ای که از دوی نسبت ازلی در خور افسرست گوهر تو
 نه ز تقصیر بلکه از ادبست افسر از جانا نکر در سر تو
 نه ز تعطیل بلکه از خوبیت مملکت گر نشد مسخر تو
 پادشاه قلمرو نازے کله کج خوش مستان سر تو
 مر زبان مملک حسن ملک دلهای بس ست کشور تو
 هم فلک را نباشد این رخت کش تو ال گفت طرف نظر تو
 این که پنداشتی فلک نبود جز غبار رم تگاور تو
 دین که دافسته زمین نبود جز فضا فراخ بر در تو
 اے که باشد فروغ اختر روز لمعه از فروغ اختر تو
 آفتاب و شیر مرکبست آسمان و جبهه نیز تو
 هر دو صرف آب گل کردند تا بیار استند پیکر تو

له این قطعه در مدح مرزا فتح الملک ابن بهادر شاه ظفر نوشته بود

ز مدت آن چشم زخم گزند
 رنگ بازو ز بس نكورد
 باله از بس بلند بالای
 بند از برگ بوی گل اترام
 آورد خط بستگی ریحان
 ای که باشد خط غلامی من
 پیش ازین گرچه ز اقمقنا قضا
 می شمردم دے ز دے شمار
 خسته دهرم و بود به سخن
 نیست در بذله کس قرینه من
 ابرو دجوعه خضره شمع تو
 غالب می کشم ز گستاخی ست
 چشم دارم عطیه تحسین
 تشنه باده ام تکلف چیست
 بهند آزاده ام بهر آن خورم
 آن کرم کن که در جهان خراب
 خوش بود که بجرعه باشم
 گشت انجم سپند مجمر تو
 لاله در پیش درد احمر تو
 سرور در سایه صنوبر تو
 در هوای طواف بستر تو
 پیش گاه خط معنبر تو
 نام آباے من بد نتر تو
 بنده را ره نبود بر در تو
 خویش را زله خوار و جا کر تو
 دم من تیز تر ز خنجر تو
 نیست در بذل کس برابر تو
 تیغ و فتح ملک جوهر تو
 گر کنم عرض مدعا بر تو
 از لب لعل روح پرور تو
 بنی قانعم ز کور تو
 باده از دست فیض گستر تو
 تازیم می خورم ز ساغر تو
 هم دعا گوے و هم شاکر تو

لطف خاص تو باد یا زمین

ایزد پاک باد یا در تو

قطعه ۳۹

در شنای معظم الدله
 منش امید گاه خود سبجم
 من خداوند خویشتم گویم
 عقل گوید نعم اگر گویم
 گویم آه اگر خرد گوید
 در هنر من ثنا گر عظم
 من ز خود رفته رسالی عقل
 بان دلم گرچه عقل دور اندیش
 لیکن از دس رشاک هم سخنی
 من عیار خرد همی گیرم
 هر چه از غیب در دلم ریزند
 هر چه دانش ز خامه انگیزد
 من سخن گویم عقل گرم زاع
 عقل اندیشه زای من بفعال
 غالباً اگر به حضرت تو اب
 عقل هر مصرع مرا بگزات
 لاجرم هر بر درق زده ام

عقل فقال همزبان منست
 عقل سبجد که قدر دان منست
 عقل گوید خدا یگان منست
 آستان دے آسمان منست
 راس دے شمع دووان منست
 در سخن عقل مریح خوان منست
 عقل دل داده بیان منست
 در ره مدح همنان منست
 محو سود خود و زیان منست
 عقل در بند امتیاز منست
 عقل گوید که هم از آن منست
 گویم آورده بستان منست
 کایں متاع است کز دکان منست
 کایں حدیث است کز زبان منست
 گفته قطعه از معانی منست
 گفته ایں نادر از کمان منست
 خود همی نام من نشان منست

قطعه

در فتح پنجاب

ع

چون بر هزار دشت قد چل نژاد شش
 تا که درین زمانه فرخ که آفتاب
 روزیکه بخت دهم ماه گزشته بود
 دشتی که در کناره دریای سلجست
 بستند از دود و دود سپه صفت بعزم جنگ
 زین سو بهادران جهان جوی نامدار
 دریا کشان میکرده علم و آگاهی
 از حق اسیدوار بفرخنده طالعی
 زان سوسیه دلان کج اندیش بد نهاد
 داغ جبین دهر زنا پاک مشربی
 از مغرب آں رسیده بان سواد شام
 دلهما ز تاب کینه چنان گرم شد که کرد
 دانا دلان داد گر انگشت را
 دانه دهم به تیغ زنی زور رستی
 بستند راه خشم و شکستند فوج خشم
 باد شمنان دولت فرماندهان شرق
 لاهوریان هرزه ستیز و گریز پاس

نوشد شمار سال درین کاخ ششدری
 در دلو جاس داشت به ترمیم مشتری
 دال بود چارشنبه آفرین جنوری
 گردید جلوه گاه دوست سکندری
 بر خویشتن و میده فنون دلاوری
 استاده زیر ظل لوائے گورزی
 مشایان قاعده جبهه و سردری
 با خلق سازگار ز پاکیزه گوهری
 در سر فلکنده باد خلایق از بسکری
 روز سیاه خویشتن از تیره اختری
 از مشرق این دمیده چو خورشید خاوری
 هر قطره خون به مجمره سینه افکری
 بخشیده حق ز بسکه بهر شیوه برتری
 دارنده هم به کج کلهی فرقیصری
 از دوسه پیره دستی دزد غصنفری
 دولت نکرد همراهی و بخت یادری
 کردند در گریز دستانی و صصری

چل توپ کاں بماند بمیدان کارزار
 با جان آں گریختگان کرداژداری
 سر ہائے شاں شکستہ بچوگان زبانی تنی
 تنہائی شاں قتادہ بہ میدان زبیری
 عنوان فتحنامہ پنجاب بودہ است
 سیمائے ایں فتوح کہ فتحیست سرسری
 ایں قطعہ میں کہ کردا سد اللہ خاں قلم
 روز دوشنبہ دودوم ماہ فروری

قطعہ ۳۱

وی بہ ہنگامہ ہنگام فرورفتن مہر
 دے ابروے نمود از افق چرخ ہلال
 اندرین روز دل افروز بود عید سعید
 عید را آئینہ طلعت سلطان خواہم
 نہ جمالیکہ بود آئینہ ساز رخ و زلف
 تا بدایں آئینہ در مینگریم آثار جمال
 بے خط و خال جمالیکہ بود در اسلوب
 نہ جمالیکہ بود نکتہ طراز خط و خال
 مظهر کامل آثار جمال آمدہ است
 مصدر اسم جمیل و متقابل بہ جلال
 جامع مرتبہ علم و عمل فتح الملک
 ذات سلطان فرشتہ فرزند خصال
 گر باندا زہ سرمایہ کند جلوہ گری
 خردین عین یقین عزت و شرف کمال
 اے ارم در رہ ہمتائے گلزار تو زار
 اندر آئینہ ہر آئینہ نگیند تمثال
 فتح خود تا مزدت ست بتو بیع ازل
 دے زبان در دم گویائی اجلال
 گوی از دودہ گشتا سپ نہ دے شہ دم
 دیگران راست نہ نام تو یداقبال
 زان سیاست کہ بود عدل ترا در ہمہ حال
 گونہ در معرکہ نام تو ہمی برد بقال
 دیم صنیع زندہ در کلبہ دویہ جاروب
 زان سیاست کہ بود لطف ترا در ہمہ حال
 چشم شاہیں شدہ در پے کبوتر خال

نانه بر خود کند از دست ز تیر تو عقاب
 باور اگر دسپاه تو در آرد از پای
 شه نشانا بتو صد حرف موجه دارم
 حیل بهر طلب دایه به از عید کجاست
 هر چه در دل گزرد خواه ز یزداں بدعا
 خواه هم آمانه چو آلوده در دناں بفریب
 از تو گیرم گدائی ز روپاشم بر خلق
 فی المثل اگر بودم دست بگنجینه رغیب
 هفت گنجینه پر دین ز نه سنجم بدو بخو
 چوں عطا تو بود پاک ز تحریم چه پاک
 آنچه میخواهم ازین تو طیه دانی چه بود
 بسته بر غیر در کلبه و بر نظم طسراز
 که در آن گوشه ز خود رفته و گله هشیار
 که ز اسرار ازل یافته در سینه نشان
 تا بود روز بهر سو که فتد سایه بخاک
 چوں شود شام نیم شمع فرو زنده به پیش
 دارم امید که غالب اگرش عمر بود
 جادواں شاد نشان باش که اندک تست
 دولت عمر از آن پیش که گنج به شمار

بار بر گرد دد اگر جست ز دام تو غزال
 ابر را برق سان تو شاید قیفال
 کرده ام نظم درین قطعه بوجه جمال
 شوق میگویم امر و نه که همچون اطفال
 هر چه ممکن نبود جوئے ز سلطان بسوال
 که نیایند بهی مشک و فرود شد ز گال
 گوی از جود تو آموخته ام بذل و نوال
 چوں شوم تشنه بچشم بدست آب زلال
 تشنه باده تا بزم که گدا پیشه مال
 عی حرامست دلم میخورم از وجه حلال
 کنج از باغ دهنی از عی و جام ز سفال
 رفته از زادیه خاشاک و زرد گرد ملال
 که در اندیشه عزل سنج و گنج سگال
 که ز آثار خرد رنجته بر صفحه لال
 جاگزینم بکسار چمن دیاس نهال
 از در خشندگی جوهر عقل فعال
 هم بدین سال گزرا ندشبد و روز و سال
 دولت دین که بود این از آسیب زوال
 شوکت جاه فزونی زان که در آید بخیا

قطعه ۳۲

برگ شاه بوسه زد نشتر
 لیک دامنم که اندرین پر خاش
 آرد آهمن که اصل شمشیرست
 جز و آن کل که نیست باشد
 داشت لیکن زردی ران صواب
 در تن شاه تیره خونی بود
 راه و اگر دتا مسرور ریزد
 در سخن گر سخن بود گو باشش
 بهیچ متر گالی که دم بدم جنبید
 درد دل بازمانه چوں میگفت
 دردم رُخ نفست از تشویر
 رفت و با خود گرفت غالب را
 دایه کال خسته خود ز تنگاری
 پا اگر داشت پانمی جنبید
 داشت آهنگ پاسبان
 طالع مهر و بخت ماه نداشت

قطعه ۲۳

ایکے گفتی کہ در سخن باشد حاصل جنبش زباں گفتن
 تاندا لی کہ راز دل باد دست جز بہ گفتن نمیتوان گفتن
 خامہ را نیز در گزارش شوق ہست دستہ بدستال گفتن
 گر قلم در زباں ترانہ یکہست این نوشتن شمار و آل گفتن
 بقلم ساز و مہم ہم گفتار تا نگنجد دریں میاں گفتن
 زانکہ دامن گزین خوش لبم ریش گردد زالا ماں گفتن
 مشکل افتادہ است درد فراق با مظفر حسین خاں گفتن

قطعه ۲۴

۲۴
 بہ آدم زن بہ شیطان طوق لعنت سپردند از رہ تکریم و تذلیل
 و لیکن در اسیری طوق آدم گراں تر آمد از طوق غرازیل

قطعه ۲۵

در وفات مستر اسٹرلنگ ہنادر

فروغ طالع ایام مستر اسٹرلنگ کہ فرخندیش تا قتی ہو خور ز جہیں
 شگفتہ رودے پسندیدہ خوے مشکیں ہوے یہ ملک نیک دہ گوہر خوش دشیوہ گزیں

۱۴ در نسخہ "د" نیست۔
 ۲۴ در نسخہ "د" نیست۔

بهار خوش نگه‌هاں نسیم پرده کشا
 لطافت از لب کاش اسیر حزن و سخن
 سواد هند ز فیضش شکبج طسره حور
 بدهر نزد سرپائی و جال بجاناں داد
 بصد نشاط سی و پنج ساله از دنیا
 برد زبست و کسوم از حے به هنگام
 هزار دہشتصد و سی ز عہد حسلی بود
 من خدا کہ دریں پنج و تاب نیست گفت
 تنے چنانکہ شکفتے بہار از گل گل
 چہ افتادہ کہ از خاک باشدش بستر
 ہمیں مراست نہ تنہا زبان فغاں پیم
 لباس نیلی و رخت سیاہ پوشیدہ
 دگر زباں بہ ثنائے کہ جنیدم بدین ؟
 بشوق کوے کہ گردم دگر بسرولیاں ؟
 ز مدح فیض کہ بخشم سفینہ را از یور ؟
 ستم نگر کہ کنوں بایدم بمرثیہ ریخت
 ز فتنہ نقش خیال و دینخواہ رفت
 بساط کجکلیاں را امیر صدر نشین
 سعادت از مرد ستش رہین تاج نگین
 بساط و ہرز لطفش نصائے خلد بریں
 ز خود گذشت بیال نگاہ باز پسین
 جریدہ رفت و جوانان جنیں روند چنیں
 کہ بود خسرو انجم بہرج نور مکیں
 کہ جست برق بہاں نوزائیں الم ز کیں
 ز ہم گستن شیرازہ شہور و سنیں
 سرے چنانکہ نشانے فلک بر دریاں
 چہ رمے دادہ کہ از خشت گردوش یاس
 ہمیں مراست نہ تنہا جگر شکاف آگین
 پیریاں بسپہر و زمیناں بزمیں
 دگر امید و فائے کہ بخشدم تسکین ؟
 بذوق حوت کہ سازم دگر سخن شیریں ؟
 ز شکر لطف کہ بندم صحیفہ را آئین ؟
 ز درج مدح گہر طے آبدار شیں
 ز خاطر اسدالشہ داد خواہ حزین

برائے آنکہ بہشت بریں بود جایش
 ز من دعا و زانصاف پیشگاں آمین

قطعه ۳۶

تاریخ دُرود نواب گورنر جنرل بہادر بہ دہلی

دادر شاہ نشان لارڈ کوئٹس بنینگ	کز ہمیش تیش از شعلہ رسیدن دارد
کوکیا ز چرخ ز تاثیر نگاہ غضبش	متصل چوں عرق از جہنم چکیدن دارد
ہر کجا برق عتابش علم افراشته است	شعلہ بار عشر بر اندام دیدن دارد
ہر کجا پر تو لطفش اثر انپاشته است	گل شاداب ز ہر خار دمیدن دارد
بسکہ چوں ہر ہبانتاب رسر گرمی ہر	خود بحال دل ہر ذرہ رسیدن دارد
اندیس سال مبارک ز غبارہ خویش	بر رخ ہند سر غازہ کشیدن دارد
خسکان مرده کہ نواب معلی القاب	کردن و گفتن و پرسیدن دیدن دارد
با خود گفتم اگر سال دُرودش در ہند	باز جوئی و بگوئی کہ شنیدن دارد
یک در تسمیہ آویندہم از لفظ دُرود	طرح انداز کہ ایں شیوہ گزیدن دارد
گفت نواب ز آغاز و ز انجام دُرود	از کرم جان بہ تن خلق دمیدن دارد

قطعه ۳۷

در تاریخ خطوی کتبی دانی شاہ سلیمان جاہ پادشاودھ

لوتش اللہ ز جوش گل کہ دہد	عرض گنجینہ صبا دشمال
بخت گوید بخرمی کہ نیاند	عیش پیچہ بتازگی کہ بہال
رنگ را بورد بعد قدم	لالہ را گل دود باستقبال

همه می میچکد ز منبر غبار
 باغ از نقشهای رنگا رنگ
 راغ از لاله های گوناگون
 سرود باد در هجوم جنبش شاخ
 شاخها در نمایش شبیستم
 دهر گونی شد دست ستراسر
 شاه عالم نصیر دین که بود
 بطراز رقم سلیمان جاه
 به ادا اے ادب پیر مشکوه
 بزمش از دلکشی بهشت نظیر
 طالعش نقد کیسه ایام
 رزمگاهش خطر که اورد ارج
 می بجایش چو نور بانیر
 هر ادا اے که آیدش بضمیر
 بند داک باغ خلد را آیس
 چون چنین شاه را چنین جشن
 اسد الشخا که خوانندش
 به ادا اے گزارش تار کج
 بهر ترتیب این همایون جشن
 نذر رقم بزم عشرت پردیز
 در تو خواهی که آشکار شود

همه گل میدد ز شاخ غزال
 نیکوای راست نامه اهل
 عاشقان راست کارگاه خیال
 قمریای ز مردمی پردیال
 حله پوشان گوهرین تمثال
 برم طوی شه ستوده خصال
 ددلتش این از گزند زوال
 به نشاط اثر همایون فال
 به صلا کرم سحاب نوال
 قصرش از بر تری سپهر مثال
 ددلتش روح قالب قبال
 بزمگاهش نظر که آمال
 زرد ستش چو آب در غزال
 هر نوا اے که پیچیدش به خیال
 گرد دایں ساق عرش را خلیل
 آمد آرایش دوام جمال
 در سخن غالب لطیف سگال
 رنجت بر گوشه بساط لال
 که به خرد خجسته باد بفال
 دینکه گفتم بود زردیصال
 نقش اندازه مسیحی سال

شاہد بخت پادشاہ نویس دانگش بر فراے جشن کمال

قطعہ ۳۸

تاریخ اتمام مثنوی

چو از خامہ فکر فضل عظیم فردر بخت ایں سلک در یتیم
 تلاش ایں عنبر آگس بباط بیندود مغزم بہ عطر نشاط
 بایجاد تقریب عزم نیاز شدم فکر تاریخ را چارہ ساز
 درخشید برتے زجیب خیال کہ کار عظیم ست تاریخ نخل

قطعہ ۳۹

تاریخ تعمیر مسجد امام باڑہ

صحن امام باڑہ مسجد ہر آن کہ دید در کر بلا زیارت بیت الاحرام کرد
 مفتی عقل از پے تاریخ ایں بنا ایما بسوے من ز رہ احترام کرد
 گفتہ بسوے بدیدہ خوشا خانہ خدا شد خشکین دے کہ نظر بر کلام کرد

خاشاک رفت پائے ادب در نجر بخت

ایہام را بتخریج معنی تمام کرد

قطعه ۵۰

تاریخ تعمیر امام باڑہ سراج الدین علی خاں

چوں شد بھجن مدنی خان بزرگوار
 رضواں ز خلد نور براں بام درفشاند
 طرح امام باڑہ عالی سپہر سا
 رحمت پے بساط دراں بزم تعزیت
 تانشت سنگ دشت چو آئینہ رودنا
 رفتہ نیاز مند بر پیش سر دشن فیض
 آورد اطلس سیہ از سایہ ہما
 در تعزیت سراہی بزدنا کہو بگفت
 گفتہ کہ پردہ از رخ تاریخ برکشا
 اینست ساز نغمہ تاریخ ایں بنا

۱۲۳۳ھ

قطعه ۵۱

تاریخ وفات مولانا فضل امام

اے دریغا قدوہ ارباب فضل
 کار آگاہی ز پرکار افتاد
 کرد سوئے جنت المادہ علی خرام
 چوں ارادت از پے کسب شرف
 گشت دارالملک معنی بے نظام
 چہرہ ہستی خراسیدم نخست
 گفتہ اندر سایہ لطف نبی
 تا بنات تنہ سرجہ گردد تمام
 باد آرا مشکہ فضل امام

قطع ۵۲

تاریخ وفات میر فضل علی

چو میر فضل علی را نمانده ست وجود تو ر دے دل بخراش لے اسیر نج و محن
چو شد وجود گم و ر دے دل خواشیده شود ز اسم خودش سال ر هلتش روشن

قطع ۵۳

تاریخ وفات مرزا سیتا بیگ کو تو ال لکھنؤ

ز سال واقعه میرزا سیتا بیگ مات راست شمار اکمہ ر انجاد
صحیفہ لے سہادی مبین از عشرات حدیقہ لے بہشتی مشخص از آحاد
بحرمت دہ درد و ہادی دہار کتاب
کہ در نشیمن از ہشت خلد جایش باد

۱۲۳۸ھ

قطع ۵۴

تاریخ تعمیر مکان

جان جاکوب آل امیر نامور دست دے آرایش تیغ و نگیں

ساخت ز انسان منظر کزیدش
 جو گفت آہنت در ضواں آفریں
 در بلندی افسر فرق سپہر
 در صفا گلگونہ دے زمین
 بایدش گفتن گلستان ارم
 زیدش خواندن نگارستان چیں
 خود سہ شگوب و بہر اکویش در اوج
 در نظر باشد سپہر ہفتمین
 غالب جہاد دوم نازک خیال
 کش بود اندیشہ معنی آفریں
 گفت تارخ بنائے آں مکان
 آسمانے پایہ کارخ دل نشیں
 ۱۲۵۵ھ

قطعہ ۵۵

تارخ بنائے چاہ

آں میجر فرزادہ کہ موسوم بہ جاست
 داں راست دم دانش ددالائی دریا
 فرمود پئے کندن چاہے کہ درانست
 آبیکہ سکندر ہوں جست و خضر یافت
 خود چشمہ زینہن ابدی گفت بہ غالب
 بنوشت چو آں دلشدہ ازماز خبر یافت
 بستود دریں قطعہ در آورد وہاں قن
 تارخ دگر نیز با معان نظر یافت
 خورشیدہ میں گفت دیریں زمزمہ دل بست
 دیں تعمیر را خوب ترا ز گنج گہر یافت
 ۱۲۵۵ھ

قطعه ۵۶

تاریخ تفسیر

چشم چراغ دوده مود و دانکه هست
نازم نژاد دے کہ بہ مود و میرسد
آراست مصحف و نوشت اندران لوزد
رسم الخط و قرائت و تجوید و ترجمہ
علم حدیث و فقہ و سلوک و شمار حوت
شرح نوامد و قصص و نکتہ ہائے راز
علم خدا شناسی اسرار معنوی
حسن نگارشے کہ چوبینی کساں بری
یا خود ر خط و نقطہ پے طائر نگاہ
ار نقطہ خال عارض خواباں شود بخل
نظارہ دوائر الفانہ اگر کنی
ہر جا کہ گشتہ ترجمہ و اکتلو ا ر تم
ہر جا کہ رفتہ معنی لا تقنطوا بکار
گفتم ستایم ایں ر تم دل فروز را
در راہ وصف پویہ رداداشے خرد
با جملہ مصحف کہ بود جامع ایں چنین

صفدر حسن بہ تسمیہ معدت در انا م
تا حضرت علی نقی آں دہم امام
نہرستے از علوم بہر گونه اہتمام
شان نزول و ناسخ و منسوخ در کلام
ہر یک بشیوہ کہ پسند خاص عام
ہر گونه دانستے کہ من آراہند نام
تفسیر ہر چہ ہر کہ پڑد ہر مقام
گوہر نشاندہ کلک گراںمایہ در خرام
انگندہ اند دانہ و گستردہ اند دام
وزن خط بنفشہ زار برد تازگی بوام
بینی پر از زلال خضر صد ہزار جام
گر دیدہ نوک خامہ بہ تیزی دم حرام
پیچیدہ بوسے شنبیل فردوس در شام
اما نگشت ہمت من فائز المرام
بودے کمیت خامہ اگر گوہرین مقام
نمود بزیر ایں فلک آبگینہ فام

چون سید بزرگ چنین مصحف مجید
 ناگاه پیش غالب مسکین مستهام
 آورد و گفت کایں گهر آگین صحیفه را
 ختم الصیافت آمده تارخ اختتام
 زان رو که در ضوا بطان سخن وری
 تارخ جز به نظم نمیاید انتظام
 رفتم و ساختیم طلسم از براس گنج
 این قطعه را اساس نهادیم والسلام

قطعه ۵

تارخ وفات

چون تفضل حسین خاں که نبود
 کس نظیرش به شیوه دهنجار
 آنکه او را همی توان گفتن
 مردم دیده اذلول الا بصار
 آنکه او را بود خواندن
 گوهر بحر حیدر گزار
 آنکه از راس روشش در دهر
 هر را بود گرمی بازار
 در کرم گستری لطیف نهاد
 در وفا پیشگی شکر آثار
 داشت اندر شگنج راحت در گنج
 داشت اندر نور دلیل دینار
 تیزی هوش موشگانی فک
 خوبی خوی و شوخی گفتار
 جان بجاں آفرین سپرد گذشت
 زمین گزرگاه تنگ ناهموار
 نے غلط گفته اسم نمی میرد
 این چنین مرد زنده دل زینار
 تا شود محرم سراسه سرور
 زین جهان دژم گرفت کنار
 حستم از سال رحلتش اثر
 گفت غالب که خود زده شمار
 از بر دین پهر جوے مات
 عشرات از کواکب سیار

گفتم آحاد گفت شربت باد
از خداوند واحد القهار
۱۲۴۱ هـ

قطعه ۵۸

تاریخ ولادت

درخشید از سپهر جباه مایه	بفرخ طالع دفرخنده هنگام
ز به چشم و چراغ دوده حسن	که انزاید فردیغ دین اسلام
سراج الدین احمد خاں بهادر	نهادند اختر رخشنده را نام
همین نام ست تاریخ ولادت	خوشا نام آور شایسته فرجام
خدایا اندرین گیتی که آنرا	ندانند جز تو کس آغاز و انجام
رسد تا قطره زن ابراز پله باد	شود تا جلوه گر صبح از پس شام
نگهدار این همایون نامور را	نشانند نشاط و عیش و آرام

قطعه ۵۹

بیان چراغان که در دلی بباغ بیگم کمال تحل و

تکلف رونق پذیرفته بود

دریں روزگار همایون فرخ که گوی بود روزگار چراغان

شد گوش پر نور چون چشم بینا
نگر شهر دریا به نورست کای بخا
بسر برده بر چرخ مهر منور
گواه من اینک خطوط شعاعی
درین شب باشد از چرخ گرداں
نبودست درد هر زین پیش هرگز
شد از حکم شاهنشاه انگلستان
جهاندار دکتور به کز فرد غش
ز عدلش چنان گشته پروانه امین
به فرمان سر جان لاری صاحب
به دلی فلک رتبه ساندوس صاحب
شد از سعی بهتری اجرتن بهادر
سخن سنج غالب زردی عقیدت
که بادا فردن سال عمر شهنشاه

ز آدازه آشتی بهار چراغان
نگه گسته هر سود چار چراغان
همه روز در انتظار چراغان
که دارد دلش خار خار چراغان
کند گنج انجم نثار چراغان
بدین روشنی روی کار چراغان
فردن رونق کار دبار چراغان
ز آتش دمد لاله زار چراغان
که شد دید بان حصار چراغان
شد این شهر آئینه دار چراغان
بر آراست نقش و نگار چراغان
رداں هر طرف بوی بار چراغان
دعا میکند در بهار چراغان
بر دے زین از شمار چراغان

قطعه ۶۰ فاتحه

بهر تر دیک جناب دالی یوم الحساب
جرم آمرزے که گر جوشد بهار محبتش
رافتش اعداے ادرادر شمار سال عمر
فرج عمرے ماند طوفانے به بحر سطوتش

ضامن تعمیر شارستان دلهای خراب
برفتاے خویش از د چون لجم عذاب
نعل داژدول بند داز ناخن نگشت حساب
تا سر و زانو بموج باخت مانند حباب

سایه اش جز در حرم قدس نتوان یافتن
 نغمه چوں خوں در رگ بر ششم سازا فرود
 بارگاهش راز خورشید است خشت آستان
 بهر ترویج جناب کز نهیب عصمتش
 آستانش بر نشانگاه جلالتی کز ادب
 بهر ترویج امام رهنمای انس و جان
 دلدل برق آفرینش را رعمی کاند خيال
 ذوالفقارش شاهد کاند رهاشاگاه قتل
 در خيال صدمه جان دادگان حضرتش
 بهر ترویج حسن فرماں ده اقلیم دیں
 تو سن قدرش که سطح عرش جولانگاه اوست
 بهر ترویج شفیع یک جهان عاصی حسین
 در گمش را مغل خواب زلیخا فرش راه
 عاشق الله و معشوق وفادار رسول
 بهر ترویج امام ابن امام ابن امام
 لاله ماهم رنگی چشم بچون آلوده اش
 بهر ترویج محیط فیض باقر کز شربت
 بهر ترویج علی جعفر صادق که اوست
 تکیه جز بر قول ادا کردن خطا باشد خطا
 بهر ترویج شه کاظم که در هر عالم است

کز شکست ننگ امکان عصمتش دارد نقاب
 بهیبتش اگر ریزد نهیب احتساب
 شمع بر مش راست گلگیر از دخت ماهتاب
 صیقل آینه بر نور نظر ریزد حجاب
 حلقه بیرون در گردیده چشم آفتاب
 عابد الله و معبود خلایق بو تراب
 میجد همچون نگاه از حلقه چشم رکاب
 میکشد در شوق داز موج الف بر سینه آب
 میجد از دیده عیسی چراغ آفتاب
 خسر و عرش آستان شاهنشہ حجت مآب
 از خم ناله جبریل امین دارد رکاب
 آنکه مینور است از گرد قدمگاهش سحاب
 خیمه گاهش را نگاه ماه کنعانی طناب
 قبله عشق دینا ه حسن و جان بو تراب
 آدم آل عبا شاهنشہ عالی جناب
 میزند بر فرق از داغ غلامی انتخاب
 در بوم آستان پوشش میبالد ثواب
 وارث علم رسول و خازن سر کتاب
 راه جز بر حادده اش نیست عذاب و عذاب
 چوں قضا حکمش روان چون رایش صواب

بهر ترویج رضا کز بهر تعمیر هبساں
 بهر ترویج تقی کاندرتماشاگاه اوست
 بهر ترویج تقی کز بهر تقریب نیسان
 بهر ترویج حسن آل فریش را پناه
 زین سپس بهر ظهور مهدی صاحب زماں
 قول و فعلش بے سخن کردار و گفتار نبی
 حجتا معمار گیتی کز بے تعمیر دیں
 تا بگوید خویش را از آئینه رخسار داد
 ابر پطش ز آتش دوزخ ببالاید بهشت
 بعد ازین بهر شهیدانیکه خوش جلال داده اند
 سیما از بهر ترویج علمدار حسین
 حضرت عباس علی رتبه کز ذوق حضور
 یا علی دانی که ردیم سوسه تست از هر نورد
 موسه آتش دیده را مانم که بهر خوشیتن
 فاضل از رفتار عمر و فارغ از تکمیل عشق
 نقد آگاه هی بوم فرصت در باخت
 خود تو میدانی که گم گردیده دشت امید
 دل ز کار افتاد و دیا از درد دست از سیم
 فاش نتوان گفت یعنی شاید مقصود من
 شعاع مشرقی بود از رم ز کانون خیال
 دین دنیا را بلا گردان نازت کرده ام
 گشته معمار کرم را جاده را پیش طناب
 طاق ایوان سماں مرا ت روشن آفتاب
 دیده آور دست ز گسبان بنز مشن طناب
 کز ترفع آتشش عرش را باشد جواب
 ظلمت آن شب کفر و حسد را آفتاب
 رسم در آتش بے تکلف رسم راه بود راغ
 در کف از سر رشته شرع نبی دارد طناب
 شاید من نبی از چهره بردار و نقاب
 برق تهرش ابر رحمت را کند و در کباب
 در شهادت گاه شاه کربلا را در رکاب
 پیشوا شکر شبیر و این بود تراب
 زخم بر اجزای تن پیود بر دل فتح باب
 هر چه آغازم مخاطب دانت در خطاب
 حلقه دام فنا گردیده ام از پیچ دتاب
 رفته از غفلت در آغوش داع دل بخاب
 دست خالی بر سر دل در نورد مضطراب
 تشنه تر سیر دانه بے آبی موج شراب
 جاده ناپیدا و منزل دور و در فتن طناب
 جز بخلوت گاه اسرار تو نکشاید نقاب
 کاتش از فتنه را بخشد نوید انتساب
 جلوه رنگین تر از جنت که باشم کامیاب

قطعه

فاتحه

بهر تروح کج نبی حاکم ادیان دِل
 بهر تروح کج گل روضه عصمت زهرا
 بهر تروح کج علی آن که به نزد جمهور
 بهر تروح کج حسن چشم چراغ آفاق
 بهر تروح کج حسین آنکه دو چشم جبریل
 بهر تروح کج امام ابن امام ابن امام
 بهر تروح کج گل باغ محمد باقر
 بهر تروح کج بختی ناطق امام صادق
 بهر تروح کج شه موسی کاظم که بود
 بهر تروح کج رضا ضامن غربت زدگان
 بهر تروح کج تقی آنکه ترویح نفی
 بهر تروح کج حسن عسکری دین اسلام
 بعد ازین بهر طلوع مراوج عرفان
 حضرت مهدی موعود که وجودش باشد
 بهر تروح کج شهیدان گرامی پایه
 سیمای آنکه ترویح علمدار حسین
 بهر جمعیت آنکه درین انجمنند
 کار فرمای نبوت ابد اہم نازل
 آن به تقدیس چو ذات صمدی عزوجل
 قبلہ آل رسول ست امام اول
 کہ خیالش دهد آئینہ جان را صیقل
 از پے سرمہ خاک درش آمد مکمل
 آدم آل عبا ز آدم و عالم افضل
 آنکه جان داده مخالف زہنیش جو غفل
 آنکه دانای علوم است توانای عمل
 جلوه طور بآرایش بز مش مشعل
 خضر انا صیہ بر خاک درش مستعمل
 هر دو دور و فتر ایجا دو فردا کمل
 قبة بارگاہش گنبد گردون بمثل
 منظر عدل حقیقی و امام اغزل
 شان مانی و گرانایگی مستقبل
 بادل و جان رسول عربی ہم مثل
 آنکه در شکر اسلام بود میراجل
 بایقینے بری از ریب و مبتراز خلل

در حق غالب بیچاره دعلی که در
نکشد در دست تاب تب طول امل
شادش اداں بخت باکشاید که شود
گرد آن بادیه از بهر صد امل مندل
بر در زین تن خاکی بفضای ارواح
فارغ از کشمکش سطوت مرتج ذر حل

قطعه ۶۲ نوحه

اے فلک شرم از ستم بر خاندان مصطفیٰ
اے بهر ماه نازاں پیچ میدانی چه رفت
سایه از سر در دوان مصطفیٰ افتد خاک
گرمی بازار امکاں خود طفیل مصطفیٰ است
کینه خواهی ہیں کہ با اولاد امجادش کنی
نیک نبود که تو بر فرزند دلبندش رود
یا تو دانی مصطفیٰ را فارغ از رنج حسین
یا مگر گلے ندیدی مصطفیٰ را با حسین
آں حسین است ای که سودی مصطفیٰ بچشمش برخ
آں حسین است ای که گفتی مصطفیٰ را دمی فداک
قدریان را نطق من آورده غالب در سماع
داستی زین پیش سر بر آستان مصطفیٰ
از تو بر چشم دسرای دودمان مصطفیٰ
ہاں چه بر خاک انگشتی سر در دوان مصطفیٰ
ہین چه آتش میزنی اندر وکان مصطفیٰ
اچہ بامہ کردہ اعجاز بستان مصطفیٰ
اچہ رفت از مرتضیٰ بر دشمنان مصطفیٰ
یا تو خواهی زین مصیبت امتحان مصطفیٰ
یا مگر ہرگز نبودی در زمان مصطفیٰ
بوسہ چوں باقی نہاند در دہان مصطفیٰ
چوں گزشتہ نام پاکش بر زبان مصطفیٰ
گشتہ ام در نوحہ خوانی مدح خوان مصطفیٰ

قطعه ۶۳ نوحه

اے کج اندیشہ فلک حرمتیں بایستے
تاچہ افتاد کہ بر نیزہ سرش گردانند
علم شاہ نگوں شد نہ چنین بایستے
عزت شاہ شہیدان بہ ازیں بایستے

حیف باشد که نندخته ز تو سن بر خاک
حیف باشد که ز اعدا دم آبی طلبد
تا زیان را به جگر گوشه احمد چه نزاع
اینها القوم تسنزل بودار خود گویم
سخن اینست که در راه حسین ابن علی
چشم بدور هنگام تماشا کے رخس
داشت ناخواسته در شکر قدش دادن
چون به فرمان خود آرائی و خود بینی و بغض
با اسیران ستم دیده پس از قتل حسین
آنکه جولا نکه ادا عرش بریں بایسته
آنکه سائل بدرش روح امیں بایسته
وطن اصلی این قوم ز چیں بایسته
میهاں بے خطر از خنجر کیں بایسته
پوید از روض عقیدت بهنجیں بایسته
رو نما سلطنت روض زمین بایسته
اگرش ملک و گرتاج دنگیں بایسته
اکن نگر دید که از صدق و یقین بایسته
دل نرم و منش همسر گزین بایسته
چه ستیزم بقضا در نه بگویم غالب
علم شاه نکون شده نه چیں بایسته

قطعه ۶۲ نوحه

دقتست که در پیچ و خم نوحه سرالی
دقتست که در سینه زنی آل عبا را
دقتست که جبریل ز بیسایگی درد
دقتست که آن پر دگیاں کز ره تعظیم
از خیمه آتش زده عریاں بدر آیند
بجانبها همه فرسوده تشویش اسیری
اے چرخ چو آن شد دگر از بهر چه کردی
سوز و نفس نوحه گرا از تلخ دوانی
سر پیچ خیالی شود درنگ هوایی
غم را ز دل فاطمه خواهد بگدائی
بر در که شاں کرده فلک ناصیه سالی
چون شعله و خاں بر سر شاں کرده دانی
دلها همه خوں گشته اندوده رملی
اے خاک چو این شد دگر آسوده چرانی

بخون گردد و فروریز اگر صاحب مهری
 تنهاست حسین ابن علی در صف اعدا
 از خون حسین ابن علی یافت روانی
 فریاد از آن منثور است
 فریاد از آن زاری و خونابه فشانی
 فریاد از آن خوار می دے برگ و ثانی
 فریاد ز بیچارگی و خسته درونی
 غالب جگرے خون کن و از دیده فروبار
 گمردے شناس غم شاه شهسادی

قطع ۶۵ نوم

سر دھچن سروری افتاد ز پا ہائے
 بر خاک رہ افتادہ تنے ہست پیش کو
 عباس دلاور کہ در آں را ہر دی دادا
 آں قاسم گلگون کفن، عرصہ محشر
 آں صغرد گشت پیکان جگر دوز
 اے قوت بازوے جگر گوشہ زہرا
 اے شہرہ بدامادی و شادی کہ نداری
 اے منظر انوار کہ بود اہل نظر را
 اے گلبن فرستہ گلزار ریادت
 شد غرقہ بخون پیکر شاه شہدا ہائے
 آں روے فروزندہ آں لطف دوتا ہائے
 شمشیر بیک دست بیک دست لولہ ہائے
 واں اکبر خوں تن میدان دغا، ہائے
 واں عابد عندیدہ بے برگ و ثانی ہائے
 دست تو شمشیر شد از شانہ مجدا، ہائے
 کافور و کفن بگزرم از عطر و قبلہ ہائے
 دیدار تو دیدار شہ ہر دو گسرا ہائے
 نایافتہ در باغ جہاں نشو و نما ہائے

لہ در نسخہ "ح" نیست۔

اے منبعِ آں ہشت کہ آرایشِ خلد نہ
 بالغِ نظراں روشِ دیں نبی حیف
 ماتم کدہ آں خیمہ غارت زدگانِ حیف
 آں طعنہ خورشیدِ وراں گرمِ رویِ حیف
 داغِ غم کہ رسن شد بگلوئے توردا ہائے
 قدسی گہراں حرمِ شیرِ خدا ہائے
 فارت زدہ آں قافلہ آں عبا ہائے
 داں طعنہ کفارِ در آں شورِ عزا ہائے
 غالبِ بھلائی گشت ہم آواز
 اندازہ آں کو کہ شوم ذمہ سرا ہائے

قطعہ ۶۶ نوحہ

شد صبحِ بداں شور کہ آفاق بہم زد
 تامل شود خوابِ سحرِ ریشِ شبہم زد
 چوں ست کہ دستش زند آبلہ کز تہہ
 حاشا کہ چنین خیمہ توان سوخت مگر دہر
 گوئی نے این خنجرِ بیدادِ فشاں بود
 عباسِ علمدار کجا رفت کہ شبیر
 زین خون کہ دودِ بر رخِ شبیر توان یافت
 ز شگفت کہ بالہ بخود از نازِ شہادت
 ہے کاتبِ تقدیر کہ در زمرہِ احیا
 نہں حیف کہ بر آلِ رسولِ عربی رفت
 مانا کہ ز خونِ ریزِ بنیِ فاطمہ دم زد
 شورا بہ اشکِ بر رخِ اہلِ حرم زد
 گل ز آتشِ سوزاں بسِ طرفِ خیم زد
 بر کندازیں دادی دودِ دستِ عدو دم زد
 آں سنگ کہ کافر بہ شہنشاہِ اہم زد
 دستے پہلارک زد دودِ دستے بعلم زد
 کاندہ رہِ دیں شاہ چہ مردانہ قدم زد
 کشِ خامہ تقدیر بنام کہ رقم زد
 چوں نامِ حسینِ ابنِ علی رفت قلم زد
 آمد اہلِ دوستِ بدامانِ ستم زد

این روزدها نسوز کدام است که غالب
شد صبح بدان شور که آفاق بهم زد

قطعات سید چین

قطعه

غالب این رنگین کتاب گلشن بیخار نام
رکش جنات تجرئی تختها الانهار هست
گر کسی لب تشنه تاریخ آتماش بود
جویهای آب هم در گلشن بیخار هست

قطعه ۲

احترام الدوله فرمان داد تا
دل کشاگر سایه انجام یافت
با مدادان رفت آنجا بهر غسل
آنکه در گفتار غالب نام یافت
قطعه تاریخ آن فرسخ بنا
هم در آنجا صورت ارقام یافت
شست پا چون راحت آرام جست
هر دو را در گوشه رحام یافت

له این پنجاه قطعات در کلیات مطبوعه ۱۸۳۵ و ۱۸۶۳ طبع شده اند و در
"سید چین" شامل اند که در ۱۸۶۴ مرزا غالب خود شایع کرده بود -
و باضافه کلام متفرق در ۱۹۳۸ فاضل محرمه مالک رام صاحب برتیب
جدید شایع کرده بود -

قطعه ۳

در هزار دود و صد شست و شش از دنیا گذشت
 آنکه چو بالای بام کاخ شسته دوش خویش
 مردش هم بر کمال حسن او آمد دلیل
 در نوردهی شد سامره منزل گش
 بانوی شاه او دهر مریم مکانی نام او
 آب حیوان ریخته از نادان بام او
 چو مسر کامل بدهر از نور پر شد جام او
 خود اسیر آن زمین بود از پله آرام او
 گفت غالب سال خوش، لیکن از روی نیاز
 باد، بابت رسول با شسی انجم او

قطعه ۴

پهر مرتبه ای دایره کشیده
 بقدر فهم من است اینکه گفته ام و نه
 زین و خول تو هر دم مدد رسد در بزم
 خلقت نیست که نوشیر دان و سحر را
 تو آن امیر کبیری که در جهان داری
 رواست سکه بنام تو یک حرف این است
 زرافت تو الف دال یافت بعد از شین
 پس از خوابی دلی تو آمدی که دگر
 پس بنام تو شهر جدید خواهد بود
 ترا چنانکه تویی چون توان ستایش کرد
 کز التفات تو دل بشکفته چو گل ز نسیم
 نوازش تو مدد روح در عظام مریم
 نگاه راه فردغ و مشام راه شمیم
 کنی قواعد انصاف گسری تعلیم
 خدا کلاه ترا داد، از زش دهمیم
 که ننگ داشته نام تو از سبیکه سیم
 بهر کجا که الف نون بود بعد از جیم
 کنی فلک زدگان را درین دیار مقیم
 نه آنکه شاه جهان ساخت در دیار قدیم
 چه آید از اسد الله خاں بجز تسلیم

قطعه ۵

بزم فواب جم چشم مکلوڈ
 اندران بزم گاه گسترده
 در فیضش بسان آئینه
 سوده از بهر سرفرازی خویش
 ماهمه بندگان فرمان بر
 آدمم تا به پیش دے نالم
 از ادب دم نمی توانم زد
 آه ساعتی که در شب درود
 چون رسد وقت کار سرتاسر
 مدح بانو انگلستان ست
 اندرین پایه بامن مسکین
 غائبم اسم شعر نام من است
 اسد الله خان مدح طراز

قطعه ۶

فلک مرتبت منت گری بهادر
 به بزم طرب ماه گیتی فزونی
 که در سردی میکنی باد شاهی
 بفرق تو دیهیم عالم پناهی
 بزم عدد شاه العجم سپاهی
 بدست تو مفتاح کشور کشائی

فلک از روی معنی سلیمان شکوای
تو ای ماه تابان به پرتو، فشان
بسویم که نو میدم از چرخ و انجم
عجب نیست پیش از اجل گر به میرم
فرو مرد بختم بخواب از گران
نبردست در هیچ هنگام کارم
در آن دم که برگشت هنجار گردون
همین خوبی نظم من در ستایش
همین داورا غالب خسته دل را
و گر خود گنهگارم امیدوارم
هم از روی صورت، فلک بارگاہی
تو ای مهر رخشان به زریں کلاهی
هر آینه بنگر که امید گاہی
که پیوسته غم میکند عمر گاہی
گر و بر دروزم ز شب در سیاهی
به جز از دعا گوئی و خیر خواهی
خرد را نگهداشتم از تباہی
و هر بد وفا داری من گواہی
گفته نیست جز دعوی بے گناہی
که آمر ز شتم از گور نمیشد خواهی
و کادم فزوں باد لطف تو بر من
بد انسان که بر تست فضل الہی

قطعه

در آخر و سمر و آغاز جنوری
از من هزار گونه بنایش قبول باد
یارب از روی عین عنایت نگاہدار
یارب یروز نامہ عمر عزیز او
هم بہرے محبتگی بے شمار بخش
سال نو ست و روز کلاں روزگار را
کشور خدیو نامور نامدار را
بم رتبہ منٹ گری والا تبار را
ایں یک ہزار و ہشت صد و شصت و چار را
ہم بر بقائے دے بفرایں شمار را
اشکفت گردہند، دہران دفترش
تو قیغ لطف غالب امیدوار را

قطعه ۸

نوروز و مهرگان نبود در طریق ما
 نوروز عید نیست بهار است و در بهار
 از باد زهریه به گیتی نشان نماند
 پوشش مشام پرور و رنگش نظر فروز
 از رنگ رنگ تره و از گونه گونه گل
 دریا خوش و شراب خوش و کو بهار خوش
 اینها خوش است و بهر تو آورده روزگار
 از حسن التفات ولی عهد و بادشاه
 از بهر آنکه ظلمت بدعت ز ما برد
 امسال و سال دیگر و دیگر هزار سال

اما فکفته روی گلهای تر خوش است
 آئین شادمانی و ذوق نظر خوش است
 جوش گل و نشاط نسیم سحر خوش است
 خوش باد وقت گل که جهان سر خوش است
 گلزار و شهر و بیشه و کوه و کمر خوش است
 منزل خوش است توشه خوش است سفر خوش است
 هم بهر است هر چه ازین بیشتر خوش است
 با ما جمال فتح و کمال ظفر خوش است
 سلطان حق پرست حقیقت نگر خوش است
 در شادی و خوشی همه با همه گر خوش است

بر خور روزگار که ما از تو بر خویم
 خوش باش که تو غالب آشفته سر خوش است

قطعه ۹

دگر در سرستم که از روی مستی
 نه پهنای فردوس سنبل نشاتم
 به استاد منشور معنی نویسم
 به رخساره مهر گلگون بخشم

شرابی به ساقی کوثر فرستم
 به گردون گردنده اختر فرستم
 به جمشید اورنگ و افسر فرستم
 به غنچین شاه گوهر فرستم

همانا بر آنم که اشعار خود را
به مرزا خدا بخش قیصر فرستم

قطعه ۱۰

جان عزیز است و اهل عزت را عزت از جان عزیز تر باشد
خود بفرما چه سان تواند زیست هر کرا هر دو در خطر باشد

قطعه ۱۱

ترا اے آفتاب عالم افروز پس از نور روز سال نو مبارک
گره بعد از گره در رشته عمر مسلسل تا ابد بشنو مبارک
نظام الدین و قی در طریقت
به غالب پای خیر و مبارک

قطعه ۱۲

میر سعادت علی کرد در اجمیر طرح آنکه ز باقر علی تا به علی می رسد
مسجد و چاه که هست چشمه آب بقا حلقه به حلقه بهم سلسله اش مر حبا
از ره صدق و صفا نذر رسول خدا ساخته شد چون معان کرد بدل جزا آن
چشمه ز فرم صفت مسجد کعبه بنا انچه ایس سال نیک گفت همایون صرا

قطعه ۱۳

با خرد گفتم شبه فرزانه فتح الملک را
 گفتم اورا، نو نهالے رسته در بان غمرا
 خود چگویم گفت فخر دوده آدم بگو
 گفت کش سرور روان گلشن عالم بگو
 گفتم از خوبی رخس ماتی خورشید ست گفت
 سال این فرج ولادت نیر اعظم بگو
 گفتمش دیگر چه گوئی زیر لب خندید گفت
 با مے زاهد باید افکنند از بگو اینهم بگو

قطعه ۱۴

نهاده بنا احسن الله خال
 که غالب پے سال تعمیر او
 سر راه به انسان در دلکشا
 رستم زد در دلکشا مرعبا

قطعه ۱۵

تاریخ وفات ذوق و غالب
 خوں شد دل زار تا نوشتم
 با خاطر درد مند و مایوس
 خا قانی مهند مرد افسوس

قطعه ۱۶

با حسرت گفتم ار تو فرمائی
 شویم از دل خیالی باده ناب

گفت صد آفرین وے نتوان شستن این خیال جز بشراب

قطعه ۱۷

گیر که در روزِ حشر چون تو بیفتی بر سر دوزخ نهند تیره تہین
وان کہ نباشد در آن مضیق مصیبت در طلب نان و جامہ کشمکش ارن
وان کہ نباشد در آن مقام صعوبت شورِ تقا صناعے ناز وائے ہاجن

قطعه ۱۸

بن ز مقدم فرزند میرزا باقر سر و ش تہنیت زبدہ مطالب گفت
چو قصد اشد متعلق بہ گفتن تالنج
طریق تہنیت و زید و جان غالب گفت
۱۶۸۱

قطعه ۱۹

صبح دم با ابو البشر گفتم پارہ زرد بدہ کہ زرد داری
حیف باشد کہ از چو من پسری خاک رنگیں عزیز تر داری
گفت حیف است تو خواہش زرد کہ تو گنجینہ گہر داری
گنجدان سخن حوالہ تست خود بہ ہیں تاجہ ہسر داری

۱۷ بمعنی سر پوش -

پیش من زر گجاست جان پدر
گفتم اینک به بند پیمانی
پسری هر چه در نظر داری
سر زنبیل آن عمر عیار
زر بن می دهی اگر داری
بکش از دود و زر، بریز و بگوئی
که ز عیارش خبر داری
گفت یا با فسانه بوده است
که همین مدعا مگر داری
چه فرو ریزم و چه بر داری

قطعه ۲۰

خواندی به نو بهار مرا جانب چمن
گفتی گل است که زیر گل را توان فروخت
نرس برگ های سبز چه گرد آورم نوا
گفتی هواست گنج نمی بارد از هوا
گفتی غنا غنی نتوان شد بدین غنا
گفتی بتان سیم تن و گوهرین پرند
طاووس دار جلوه طرا زنده جا بجا
آن رفیقه دمو و سینه و ساعد از آن تو
پیرایه هر چه از گهر و زر بود مرا

قطعه ۲۱

روز به ره بستم ظریفی
در خواهمش پاسخ سوالات
بر لاشه جعفر چهارم
از زیست نیافتم نشانی
جز یک دو سه باره جنبش دم
از دیدن این شگرف روداد
گشتند بعرضه جمع مردم

زان زمره کیے بن رخ آورد
کالے کرده طریقہ خرد گم
این پیکر خاص را به طور
البته روا بود ترنم
جز جنبش گوش و دم چه خواهی
از جعفر چارمین تکلم
در بانگ زند حذر که جهور
دانند سبق را بشی شمم
این گونه کسان چه آفرینی
اے خالق آسمان و انجم

قطعه ۲۲

گفتم بحشر د بخلوت انس
کالے شمع و چراغ هفت ایوان
آیا ز چه گرد بود که نواب
نوشتمت جواب نامه امهان
آن گونه عریضه که دانی
در ویش نوشته سوے سلطان
آن گونه قصیده که گوئی
از صفحہ دمیده سنبستان
دین هر دور سید و نیست پیدا
زان سوے اثرے بهیچ عنوان
رنجید نگر ز مدح نواب
اے کاش نگشتمے ثنا خوان
همہات چه گفته ام که باشم
از گفته خویشتن پشیمان
عقلم به جواب گفت غالب
ز نهار مخور فریب شیطان
نواب بفکر از مفان ست
تا نامه فرستدت بسامان
و آنها که بخاطرش گزشت است
زود آن همه جمع کرد نتوان
زود است که جمع تیز گردد
دیر است که داده است فرمان
تا راه روان بکرو بر گردد
آرند بکوشش فراوان

دیباز دمشق و محمل از روم
 فیل از دکن و زمرد از کوه
 فیروزه نغز از نشا پور
 حمازه تیز رو از بغداد
 پشمینه قیمتی ز کشمیر
 با بکله درنگ چون ازین دست
 چون پیر خرد بدل منبری
 گشتم که جو با من این کرم کرد
 تا چار ز راه حق گزاری
 من تیز طلب کنم بزارش
 آئینه و تاج از سکندر
 از عالم غیب جام جمشید
 عمر ابد و نشاط جاوید

توفیق جواب نامه خویش
 توفیق عطا و بذل احسان

قطعه ۲۳

هزار و دوصد و هشتاد و دو شمار کنید
 چهارشنبه آخر بود ز ماه صفر
 بحسب ضابطه از هجرت رسول الله
 که می در آورم این قطعه را به نظم بگه
 سواد صفی نمط روئے بد سگال سیاه
 سفیده سحر کی کاغذ است و من را تم

همی نویسم و وقت دشتنم باشد دلی ز بیم لبالب چو لب ز عذر گناه
 خدا کند که مشرف شود چو این قرطاس به پیش مندر عالی زبسته درگاه
 امیر کلب علی خان بهادر از ره لطف بسوی قلوب خونین جگر کنند نگاه
 که این فلک زده گر عرض کرد مصافحه بزعم بنده ز اخلاص بود در ناگاه
 خلعت طبع مبارک فتاده آن تقریر بے خطار رود از بندگان دولت خواه
 تو بادشاه و شهنشاه تا بهدار فرنگ خطاب می طلبد بادشاه ز شاهنشاه
 چو راکے من نه پزیری ز جو من بگریز
 بحق اشهد ان لا اله الا الله

قطعه ۲۴

نخسته جشن دبستان نشینی بیگم نفیض همت نواب و یمن اقبالش
 چو از پئے ادب آموزی ست خوش باشد اگر "نخسته بهار ادب" بود سانش

قطعه ۲۵

چو نواب از بهر اجلاس کونل به کلکته از رامپور آدر و رخ
 عدد را بگیر و بخش زدد دے را بجو سال اجلاس از بخت فرخ
 چو گویند کز کشتن دے جسم خواهی
 بجو رفیع اعداد دے اینت پاسخ

قطعه ۲۶

مولوی احمد علی احمد تخلص نسو
 کج و مکران را که در سده است از ایران جدا
 قوم بهیج راه ایرانی نژادان داده خلط
 در جهان توام بود و دے دے دشت قتل
 هندیان را در زبان دانی مسلم داشته
 خوش آمد با همه هندوستان ایان چه خوش
 هر که دینی بازبان مولد خود آشناست
 خواجہ را از اصفهانی بودن آباچه سود
 با قتل و جانی برمان دلاله یک چند
 داری گاہے نبا فرمود و دے دے دے را
 گر چنین با هندیان دارد تو لا در سخن
 کرده است از خوبی گفتا به من قطع نظر
 میل ادب هر کس از بند و حش خاص من
 مطلب از بد گفتن من چیست گوی نیک و
 در چنین نبود چنان باشد که در عرض کمال
 له معنی نه ہے ۔

۱۵ مؤلف برهان قاطع ، مولوی محمد حسین تبریزی ۔

۱۶ مؤلف لغت بهار نظم ۔

۱۷ سوگیری معنی طرف داری ۔

صاحب علم و ادب و انگه زافراط غضب
 در جلد دشنام کار سوتیان باشد بی
 انتقام جراح "برهان قاطع" می کشد
 من سایه ای زاده ام گفتار من باید درشت
 زشت گفتم یک داد بدله سخنی داده ام
 میکند تائید برهان "لیک برهان ناپدید
 سستی طرز خواهم خامه" برهان "نگار
 بهر من تو بین و بهر خویش تحسین با بجای
 آید و بیند همان اندر کتاب مولوی
 لغو و حشو و ادعای محض را طنباب مل
 بگزراز معنی همین الفاظ برهم بسته بین
 باغم از دیدن تار پهلای آن کتاب
 غازیان همراه خویش آورده از بهر هباد
 جوش زده از غایت قهر و غضب خون در پیش
 آتش خشمی که سوزد صاحب خود را است
 چون نباشد باعث تشنجه جز رشک حسد
 باد غالب خسته تر گر خسته پروا کرده است

قطعه ۲

نمایش گه در خورشان خویش بر آراست قباب عالی جناب
 له معنی احمقانه کلام.

یشب زہرہ و مہ قنادیل نصف
 بود پیشکارش بہ روز آفتاب
 ز غالب جو پر سیدہ شد سالان
 چنین گفت آن رند خانہ خراب
 اندان رو کہ در بزم عیش و نشاط
 ز بخشش جہانے شود کامیاب
 جو بینی طرب را نہایت نماند
 بود سال آن بخشش بے حساب
 ۱۲۸۵-۱۲۸۳

قطعہ ۲۸

بخت بادہ چنین حکم داد حاکم وقت
 کہ نے برند ز شہر دنیا و رند شہر
 بیا بشام و بیا شام دیکھے خانہ خرام
 فقیر لائق لطف است فراخور تہر

قطعہ ۲۹

امر دز شنیدہ ام کہ از ہر
 در جلد دے چنین نکوئی
 تقصیر پسر معاف کردی
 جان نذر نکم کہ نیک مری

قطعہ ۳۰

از دوست بہر بندہ زہے شیشہ ہے
 از بندہ سے دوست بہر شیشہ یک سلام
 یہ قطعہ ایک منظوم خط ہے مسٹر الکر نڈرا سکر کے نام۔ کیونکہ مسٹر الکر نڈر کی طرف سے
 نواب علاء الدین احمد علانی نے ایک منظوم خط اور الولد طام (شراب) مرزا کو بھیجی تھی
 اس کے جواب میں مرزا نے یہ قطعہ لکھا تھا۔

مے ہم فزون دہم بہ اثر زندگی نزل
 دارم یقین کہ عمر من دامن شراب ناب
 مانا دوستی کہ فرستاده آب خضر
 آن دوست کش بقوت اقبال بے نوال
 آن دوست کش بود بقا ضلکے قرب بخت
 سلطان شکوہ مسٹر الگوند راسکز
 از نام اوست جان ستم دیدہ و نشاط
 از روی لطف چون دوسہ سطرے رقم زند
 در وقت قمر اندیش حوت چون جہد
 جسم رتبہ صاحبان نفسے سوئے من گرائے
 نے سازگار طبع دے دستگاہ کو
 خواہم کہ تازہ مرگ امانم بود بدہر
 از اولد نام کاس طین را ضمیمہ بے

دیگر بجز دعا چہ بود تا رہتم کہنم
 فرمان پذیر باد سپہر و زمانہ رام

قطعہ ۳

پس از اوای سپاہ خدای عزوجل
 امیر شاہ نشان، بلکہ شاہ والاجہاہ
 چو خویش را بہمان بادشہ نگویاند
 شنائے حضرت ذاب میکنم انشا
 چنانکہ عزوجل را از دوست عزوجل
 بہ ناگزیر توان گفت اعظم الامراء

نرا نور سر نش نیست این چنین تحسین
 توان شمرد مکراد را ز اولیا و الش
 خیال مدحت محمد درج دارم و دامن
 چو حد نطق من اینست در مکارم درج
 ز به عطاے گرا نمایه گرامی قدر
 توان فکند به گیتی بنائے هشت بهشت
 ز هفت جزو چنان هشت جزو سازند
 بود مشاهد همدماه و کا بهشان
 چوبے طلب بمن اینهار سده است بود
 توقع آنکه کے سارنی نکت یا بم
 سپهر مرتبه دارای دہلی و پنجاب
 بسر بلندی من عالی نظر دارد
 مگر بواسطه رحم و علم و علم و حیا
 ز به انیس مسیح و ز به دلی خدا
 کہ حق مدح نخواهد شدن ز بنده ادا
 به آنکه صرف شود حوت در پاسب عطا
 کہ سود تارک من از شرف به اوج سما
 ز هفت پارچه کان هر کے ست بیش بها
 مگر به سیمت فرط خوبی اجسزا
 شکفت بین کہ به بینند هر دمه بجای
 ز به مطلب خویشم توقع عافیا
 ز پیشگاه عنایات دالکی والا
 کہ پر بجم علم ادست آسمان فرسا
 از آنکه ہمره سر شد بلند دست عا

حساب دست ملک تو باد و زافزون
 شمار مدت عمر تو باد و لا تخصی

قطع ۳۲

الا اے شناسندہ ہمت رسد
 وجود یست خارج ز من آبخناں
 ہندس بشارت دارد بے
 نیاید کہ موجود فہمے مرا
 کہ در جدی طاہست در حوت یا
 نہ در حوت پاسے دنہ در جدی طا

قطعه ۳۳

مفلس اگر شرمال نباشد چه گشت این کز هیچکس اندیشه آزاد ندارد
 بردار و بدو کیسه برد، دزد سیاه دل با مرد تنی دست سردکار ندارد
 نقاب چنان عرضه دهد صنعت خود را
 در خانه شطرنج که دیوار ندارد

قطعه ۳۴

منتهج سید غلام بابا خان خود نشان ددام اقبال است
 هم ازین رو بود که غالب گفت که ظفر نامه ابد سال است

قطعه ۳۵

حسین ابن علی آبروئے علم و عمل که سید العلی نقش خاتمش بود
 نماند و ماندی اگر بود پنج سال گر غم حسین علی سال ماتمش بود
 ۱۲۴۸ = ۱۲۴۳ هـ

له اردوئے معلیٰ ص ۱۸۵ اخذ از سید حسین

له قطعه تاریخ وفات سید حسین کهنوی، اردوئے معلیٰ صفحہ ۲۳۲، اخذ از سید حسین

قطعہ ۳۶

گم دید ہنہان ہر جہانتاب دریغ شد تیرہ جہان بچشم احباب دریغ
 ایں واقعہ را از روی غلبہ تاریخ رقم کرد کہ "نواب دریغ"
 ۱۲۴۳ = ۱۲۸۰ھ

قطعہ ۳۷

اعتماد الدولہ کز افراط وجود ہست در پیش کفش قلزم غدیر
 دیدہ در حامد علی خان کز صفا بیند اسرار ازل را در ضمیر
 ساخت در دہلی ہمایون مسجدے تا شود طاعت گم برنا و پیر
 غالب طوبی نشین آن عند لیب زد بہ انداز سخن سبخی صغیر
 شد نظیر کہہ در عالم بنا سال تعمیرش ہو کہیہ نظیر
 ۱۲۵۰ھ

قطعہ ۳۸

ہر بابا بافت فرزندے کہ ماہ چارہ ہر فراز لوح گردن کردہ تمثال است

۱۔ قطعہ تاریخ وفات نواب میر جعفر علی خاں بہادر اردوئے معنی صفحہ ۶۔

۲۔ اعتماد الدولہ میر فضل علی خاں، وزیر شاہ اودھ۔

۳۔ حامد علی خاں اعتماد الدولہ کے داماد تھے لکھنؤ سے ہلی چلے گئے تھے، مرزا کے دوستوں میں تھے۔

۴۔ قطعہ تاریخ ولادت فرزند ارجمند خانہ نواب میر غلام بابا خاں بہادر۔

فرخی بینی دیا بی بهره از ناز و طرب از سر ناز و طرب "فرزند فرخ" سال ۱۲۸۰
 $50 + 9 + 1221 = 1280$

قطع ۳۹

در گمبیه اگر دعویٰ ہم چسبی ما کرد بینی که شود ابر بہاری نخل از ما
 ناچار بگریم شب روز کہ ز سبیل باشد کہ برد کا بند آب گل از ما
 گفتی کہ نگہدار دل از کشمکش غم خود کرد بر آورد غم جان گل از ما
 بکلی شد و از شعله سوز غم ہجرش چون شمع دود دود بر فصل از ما
 غم دیدہ نسیمی پے تار تار و فاقش
 نوشت کہ درد داغ پس سوخت ل از ما

قطع ۴۰

غالب^{۳۹} حالی سنین ہجری معلوم کن از نخستہ فرزند
 چون یک صد و بست و چار ماند این است شمار عمر و البتہ^{۱۳۰۹}

لے ناز کے کن کے ۵۰ اور طرکے ط کے ۹ فرزند فرخ کے اعزاز بڑھانے ہول کے خط بنام میان داد
 خان سیاح اردو سے معنی: ماخوذ از سبکدین مرتبہ مالک رام۔ ۲۵ ما کے عدد ۳۱، دل کے عدد ۳۲
 میں سے دل گیا گویا ۳۱ میں سے ۳۳ گئے باقی رہے ۷ وہ داغ پس پر بڑھایے ۱۲۴۲ ہاتھ
 آئے۔ (اردو سے معنی)۔ ۳۵ قطعہ تاریخ ولادت فرزند۔ ۳۵ غالب در نامہ خود کہ
 بنام میر ابراہیم علی خاں بہادر نوشتہ بود در باب این قطعہ چنان نوشتہ است۔ "یہ تو
 ظاہر ہے کہ ۱۲۸۵ء ہے جب نخستہ فرزند کے اعداد میں سے ۱۲۸۵ سے بے تو ایک سو چوبیس
 بچتے ہیں۔ ان کو میں نے دعائے عمر مولود قرار دیا۔ (اردو سے معنی)
 سے تاریخ وفات پس نواب علاء الدین احمد خان۔ ۳۵۔ قطعہ تاریخ ولادت۔

قطعه ۳۱

شیخ نبی بخش که با حسن خلق داشت مذاق سخن و فهم تیز
سال و فاقش ز پی یادگار بادل زار و مژده دجله ریز
خواستم از غالب آشفته سر گفت مره طول و بگور سجده

قطعه ۳۲

شکر ایزد که ترا با پدرت صلح نداد حوریان قص کنان ساغر شکرانه زدند
قدسیان بهر دعای تو دالای پدرت "قرعه فال بنام من دیوانه زدند"

قطعه ۳۳

تو ای که شیفته و حسرتی لقب داری همی به لطف تو خود را امید دارم کنم
چو حالی از من آشفته بے سبب رنجید تو که شیخ نگر دی بگو چه کار کنم
دوباره عمر دهندم اگر بفرض محال براں سرم که دران عمر این کار کنم
یکه اداس عبادت عمر پیشینه دگر به پیشگاه حالی اعتذار کنم

۱- نقل از مکتوبی که بنام هر گویا ل تفتة نوشته بود.

۲- نقل از مکتوبی که بنام ذاب علاء الدین خاں نوشته بود (اردی معلی).

۳- از یادگار غالب مرتبه حالی.

قطعہ ۴۴

جناب عالمیہ از بخشش حق بفرد دس برس چون کرد آرام
سخن پرداز غالب سال رحلت "خلود خلد" گفت از دے الہام
۱۲۴۵ھ ۱۲۴۶ھ ۱۲۴۷ھ

قطعہ ۴۵

درینا کہ ماند تہی قصر دولت ز خاتون نامی سکندر زمانی
"چو سار روضہ" بود سال دلش پس اسم دے باد جنت مکانی
۱۲۴۸ھ

قطعہ ۴۶

فردوز و عید از دو جانب سال خوبست ز دے وضع و نیکست بقال
امید کہ این سہ عید نذر فواب
آرند دوام عمر و عز و اقبال شہ

۱۵ لقب محترمہ فخر النساء بیگم والدہ فواب یوسف علی خان فرمانروائے رام پورہ
مکاتیب غالب صفحہ ۶۴ ماخوذ از سید چمن

۱۶ مراد سکندر زمانی بیگم زوجہ فواب کلب علی خان، مکاتیب غالب صفحہ ۶۴۔
۱۷ ماخوذ از مکاتیب غالب صفحہ ۹۱۔

قطعه ۴۷

خوانی بر سوتِ خویش و ندانی که مرده ام دانی که مرده داره و رسمِ خرام نیست
نمی شیخ نسد و ام نه اله بخش مرگ من انه عالم جنابت مرگ حرام نیست

قطعه ۴۸

داد، دد، دیش تو روزه افزون بادا بر دولت تو زمانه مفتون بادا
این عید و دود صد هزار عید دگر بر ذات تو فرخ دهایون بادا

قطعه ۴۹

فرزانه یگانه همارا در اوج راه باد ابقای دولت اقبال جادوان
هرشش، یک زکار گزاران بارگاه ماهش، یک ز ناصیه ساین آستان
فرمود تا طراز گلستان کنند تو ز انسان که در بهار شود تازه بوستان
آفا که حق سپرده بدستش کلید گنج نا کرد خامه را بنگارش گهر نشان
رخشید حسن جوهر الفاظ اندر ابداد ز انسان که در سواد شب نجم شود عیان
غالب طراز سال بد نیکو نقش بست از رقص طرز تمییه در معرض بیان

له خطاب بنواب علاء الدین احمد خان علانی۔

له مکاتیب غالب صفحه ۱۰۱۔

هر کس که خواهد آنگهی از سال اختتام باید که دل نهد به "گلستان بے خزان" ^{۱۵}

قطعه ۵۰

بر دوزخش را بپوشانم چو نامم علم
کفند باز که آن روز باز خواه من است
بکن مقابله آن دادرش نوشت ازل
اگر زیاده و کم باشد آن گناه من است

نظم ۳

بر آنم به بر دوزخ این تیغ تیز
که مغز عدد را کنم ریز ریز
عدد آنکه "برهان قاطع" نوشت
بگفتار سست و بهنجار زشت
اگر گفته آید که او مرد و رفت
ز مغزش چه خواهی بپوشش گفت
ز مغزش خود جستم اما چه سود
که در زندگی نیز مغزش نبود

۱۵ قطعه تاریخ نسخه خطی گلستان سعدی که آقا صاحب خوش نویس (شاگرد میر بهنجار کش) بحکم بهار ارجیه الور نوشته بود. این قطعه در خاتمه دیوان اردو خطی نوشته است که مملو که دو دمان نواب شجاع الدین احمد خان تاجان است. مولانا غلام رسول مهر این قطعه را نقل کرده مالک رام را رحمت کرد تا در سبد چین شامل کند، من ازان نقل کرده ام.

۱۶ مطبوعه تذکره خوشه صفحه ۳۵۶.

۱۷ این نظم در کلیات غالب مطبوعه نیست.

۱۸ اخذ از تیغ تیز صفحه ۳ و ۵

امید آنکه گفتار آن بے هنر کنم هم بگفتار زیر و زبر
 امید آنکه چون کار سازی کنم بدین نامه دشمن گدازی کنم
 ز به نامه کز قر اقبال اد
 کے تیغ تیز آمدہ سال اد
 ۱۸۶۷ء

محنت

در مہد دستبرد بہ اثر کند علی رفع نزاع باز و کبود کند علی
 اند جو رچہ رخ پر کشش من گر کند علی ز در آزمائی کہ بہ خیر کند علی
 دامن ہماں بہ گنبد بیدر کند علی
 رسمے مست خسرانہ کہ شاہاں بردبار گیرند کار خویش ز دستور و پیشکار
 دستور شہ نبی و خداوند دست یار میگویم و ہر آئینہ گویم ہزار بار
 کار خدا بعرصہ محشر کند علی
 گم کار تست ہرزہ برد کو بگو بگرد چوں سوتیاں بعریدہ در چار بگو بگرد
 سلطان دین علیست بیا گرداؤ بگرد جاں رونا پذیرد دریں جستجو بگرد
 گز غرہ خیال تو سر بر کند علی
 ایمان و بغض خواجہ چراغست تند باد یارب سے اسیر ہواؤ ہو س مباد
 بادی نیارم از ستم روزگار باد دیں بر خور و ز دانش و دانش سد باد
 تا کار دیں بجای ہمیر کند علی
 روی نکوے خواجہ نہ بینند گر بخواب اصحاب کہف را نمود زینہار تاب
 شد کام بخش ہر کہ ز شاہست کامیاب در یوزہ فردغ کند از وی آفتاب

گر ماه را بسایه توانگر کند علی

بزدال که مست کرد روز انرا بوسه داد
چشمم مباد گر تگریم جز بوسه داد
آدینت هشت خلد یک تار موی داد
چشمم مباد گر تگریم جز بوسه داد
گر خود مرا به محکم وادر کند علی

گفتم بود فروغ جلالش نظر فروز
گویم که نطق تشنه گفتن بود هنوز
گفتم بود فروغ جلالش نظر فروز
گویم که نطق تشنه گفتن بود هنوز
در چاشنگه چراغ اگر بر کند علی

اینک شروع فتنه روز قیامت است
اسلام را دگر چه امید سلامت است
پیدا نه هر روز دهن را از علامت است
بر دست آن که خاتم قوس است
آرایش جهان مگر اند سر کند علی

هر چند چرخ قاعه گردان عالم است
اندر کف امام رگ جان عالم است
بعد از نبی امام نیکبان عالم است
دل داغ ره زردی سلطان عالم است
بازش بجای خویش مقرر کند علی

بر آستان سرور عالم نشسته ام
جنگم چرا بخلق چو من هم نشسته ام
اندره ناک رفته و بیغم نشسته ام
از خواجراتش خویش مقدم نشسته ام
رحم بحال غالب و قنبر کند علی

ترکیب بند

آن سحر خیزم که نه را در شبستان دیده ام
شب نشینان ادیس گردنده الوان دیده ام
اینست خلوت خانه که در حایان کلنجار دود
زهره را اندر ردای نور عریان دیده ام

هر كی فاسخ ز غیر و هر كی نازاں بخویش
 هرگز اے ناداں بر سوائی نه بندی دل كه
 رفته اسم زان پس بسیر باغ و مرغ از ارباب باغ
 كلكب موج نكست گل دم ز گردش نازده
 شان باد سحر گاه به به جنبش نازده
 باد سمرستانه می جنبید و شب نیم می چكید
 صبح اول گوهر دی كس نیاد و اند حیا

محرم راز نهان روزگارم کرده اند
 تا بحر فم گوش نهند خلق خوارم کرده اند

چشمم از انجم بیدار عین زان روشن است
 تا چه بنمایند با بد نظر بر پرده دوخت
 رامیان چرخ را آماجگر جز خاک نیست
 اے كه گفتی هفت كوكب در شمار آورده ام
 دشمنی دارم بر دلی این هفت كز غارت گری
 اهل معنی را انگهدارد بسختی آسمان
 لطف طبع از مبد ر قیاض دارم نه غیر
 کار چوں نازك بود علت نكج در میاں
 از عطار دنیو دم نهی سخن كاں تنگ چشم

شام پندارم جواهر سرمه چشم من است
 ظلمت شام است جلباب هر ختر و زین است
 جان پاك از اختران بندا اثر تا در تن است
 ز انمیاں بهرام شورانگیز و گویاں پرفتن است
 هم شب و روز متاع دهم بر دزن رهن است
 سفله را بر گنج زربنی كه بنده آهن است
 دشت را خود رد بود گر سرخ گل سوسن است
 غنچه درنگی قبایش بے نیاز از سوزن است
 خود بكلم معنی از رشك با من دشمن است

منكه با ساقی ز دالائے فردناید سرم
 آفتاب سایه زور خویش گردد ساغوم

روشن اس چرخ و زنجیر اسیرانش منم
 ثابت بسیار گردون را ارصه بستم بعلم
 فی زدنش کامیاب و نه سختی تنگ دل
 دریمی شهره دهر از تنی دستی است چرخ
 تیر تا زدگر به ادریس بخاک اندازمش
 کعبه با من از مرآت عذر خواه پای نش
 در غریبی خویش را از غصه در دل مخالم
 نوش چون راه نیم گیر دادا نهش نیم
 مانده ام تنها کج از دور باش پاس وضع
 پای من جز بچشم من نیاید در نظر
 از بلندای اخترم روشن نیاید در نظر

خوں گزستم گریه گلبانگ تماشا زد بمن
 شاه من پای من در وفا داند که چیست
 با من اندر هم نشیناں روے گرداند بمن
 رنجیت خونم بر سر ره تا خابند دپله
 چون بنیر از عمر کان مفتست بچم مایه نیست
 بر منش دستے تواند بود زان بالا تر م
 هر که را گردون بلند آدازه تر خواهد بود
 پادشاهان را شنا گفتن نه کار هر کس است
 در تو گوئی پادشاه را مایه نبودیم نیست
 چشم آں دارم که غم خود زین پس سازد بمن
 می کشد عهد آینا زانگاه می نازد بمن
 بے من اندر ناز نیناں گردن فرازد بمن
 کرد خاک راه خویشم تا فرس تا زد بمن
 نبودم بهم زیاں گر چرخ کج بازد بمن
 دل بناندم شیر گردون پنجه گر بازد بمن
 نوبت شاهی دهد و انگاه بنوازد بمن
 دیده در شاهایکه کار گفتن اندازد بمن
 خودشاهان مایه بخشم گر پسر داند بمن

آنکه چوں در ملک هستی سکه شاهای زند
سکه شاهای بطغرای یدای فلهی زند

نوبهار آمد که رقص بر سر دیوار گل
عاشقان با عنایاں دشمن دشمن در گفت
هم بدشت ارکوه تا بنگاه دهبان لاله ناز
قاتل با چوں بیک دست است ما هم سر خوشیم
او پر از سیله و میلی نازک و غم جان گذار
بستر خارم نسا زد رنج زان ترسم که دوست
آسمان سرگشته بود آسودگی جستم ز خاک
جنب از باد و من انگارم که چوں جنید ماهر
چوں نه لرز شاخ گل بر خوش چوں بیند که باد

آنکه در معراج از ذوق رخ نر میاید
خواجہ را در چشم حق ہیں بود خالی جلد او

صبح سرستانه پیر خائفه را در زدم
شیخ حیران ماند در کار من غافل که من
کرد یادش در صفت داشت دو شتم شرمسار
بزم شوقش را تو آئیں شمع و خوش پروانه است
یا فتم خاکے ز راهش اشک شادی ریختم
عذر از حق خواستم تا خواجہ را گفتم شن

اد سخن سرکرد از حق من دم از حیدر زدم
بوسه با از ذوق پائے خواجہ بر منبر زدم
خشت از خم کنده را بر شیشه دساغ زدم
بسکه بیتا بانه خود را بر دم خنجر زدم
خواست از من پادشاهش خنده برافس زدم
رشته از جال تا فتم تا صفحہ را مسطر زدم

محضرے آورد قاصدا از علی الهیاء
 ذوق پابوشش جگر را آتشه تر دارد و وصل
 بر تنایم آرزوے چاره درد دل خستگی
 پیش از آن که خوشی پرسم مهر بر محضر زدم
 در بهشت از گرمی دل غوطه در کوثر زدم
 تکیه کردم بر علی تا تکیه بر بستر زدم
 تا توانی را که لطفش طرح نیر و انگند
 فریادی حسرت ز فصول سازان نه باز و انگند

در عدم پندار پیدائے سلیمان زاست
 هستی ایند در او عالم سیمیاے یزدی است
 هر فو انام دگر دارد ذوق زبردیم
 در تماشاگاه جمع الجمع بر ذوق نمود
 گر صمد گویند در حق کثرت اندر ذات نیست
 جنبش هر شے به آئین ست کاشے در وجود
 نطق من کر صورت شایر گرفته فی المثل
 دین حق دارم معاذ الله نصیر نیستم
 با علی دیرست عهد حق پرستی بسته ام
 آه ازین عالم گردش در چشم موی جاست
 لاجرم هر ذره را آن فرج در سیماست
 در نه خود یک خنده دیکتار و یک داد است
 قطره با سر چشمه و سر چشمه دریاست
 ما علی گفتیم و آنهم اسمی از اسماست
 هم بدان ساز ست گر نهان گرید است
 جاسے گردان ز رگزارش بوی گل برخاست
 گرداند عیب جو بارے خدا داناست
 دامن روزے بود کش روز ازل فرداست
 صرف حق از خواجہ یادم بود تا گفتم بے
 ذوق ایمان در نهادم بود تا گفتم بے

مرد نبود که ستم بر خاطرش بایسد
 در ره یارم ز رشاک پای ره پیایسد
 یک فرزندم در نمود و کلبه در راه چارسوت
 هم ز خود بخم گرم از دشمن آزار رسد
 خوں قند در دل زنده می که سر خایسد
 میرود سرایه از کف تا خریدار رسد

راحت مادر از بے زنگی برات آورده اند
 دانش آن باشد که چشم دل بحق بینا شود
 طور و شکل طور نبود گر چه در خرگاه خویش
 از دم باد سحر گاهی دل آساید دے
 خوش بود در یوزه فیض الهی از علی
 گفته دانهم گرد دهندهم طیلان مشتری
 عا شقم لیکن ندانی کز خود بیگانه ام
 هو شیارم با خدا و با علی دیوانه ام

غالباً حسن عقیدت بر تمام بیش ازین
 نیست از اسماء الهی بر زبانم جز علی
 بسته ام در دل در هوا سانی کوثر بخلد
 خاصه از بهر تشار پادشاه خواهم مای
 در بخت وقت نماز آرم بسوی کعبه رده
 باده در خلوت به عشق سانی کوثر خورم
 عاشق شاهم نه کافر عشق شاهان کفر نیست
 چوں بخوابم رده ننماید بهم بر مرگ دل
 بوده ام رنجور تا ذوق سلوکم رده داد

از فانی شیخ مشهورم فنا فی اللہ باد
 جو گشتم در علی دیگر سخن کوتاه باد

ترکیب بند

اے دل به چشم زخم حوادث نگار شو
 اے دل به چشم زخم حوادث نگار شو
 اے خوں بیدیده در دگر از جگر فرست
 اے خوں بیدیده در دگر از جگر فرست
 اے لب بنوحه ناله جانکاه سانه ده
 اے لب بنوحه ناله جانکاه سانه ده
 اے خاک چرخ گز نتوان ز در جاد رآی
 اے خاک چرخ گز نتوان ز در جاد رآی
 اے نو بهار چوں تن بسمل بچوں بغلط
 اے نو بهار چوں تن بسمل بچوں بغلط
 اے ماهتاب روے بسیلے کبود کن
 اے ماهتاب روے بسیلے کبود کن
 اے فتنه باد صبح زریدا میقدر محسب
 اے فتنه باد صبح زریدا میقدر محسب
 آه این چه سیل بود که مار از سر گزشت
 آه این چه سیل بود که مار از سر گزشت
 تنها ز سر میگو که ز دیوار دور گزشت
 تنها ز سر میگو که ز دیوار دور گزشت

بگذر که بر من و تو جفا کرد روزگار
 بگذر که بر من و تو جفا کرد روزگار
 شاه سخن سراے سخنور فوانه را
 شاه سخن سراے سخنور فوانه را
 شاخسیر که بود موسم آتش که برده
 شاخسیر که بود موسم آتش که برده
 مرگ این چنین رخ دتن نازک ندیده بود
 مرگ این چنین رخ دتن نازک ندیده بود
 شهزاده خود سال د بود روزگار پیر
 شهزاده خود سال د بود روزگار پیر
 فرزند باد شه نشناسد معانفت
 فرزند باد شه نشناسد معانفت
 اے آنکس که خاک ره شهر یار را
 اے آنکس که خاک ره شهر یار را
 هر چند بے اجل نتوان هیچگاه مرد
 هر چند بے اجل نتوان هیچگاه مرد
 با پادشاه عهد چسا کرد روزگار
 با پادشاه عهد چسا کرد روزگار
 در بزم عیش نوحه سرا کرد روزگار
 در بزم عیش نوحه سرا کرد روزگار
 از نخل عمر شاه جسد ا کرد روزگار
 از نخل عمر شاه جسد ا کرد روزگار
 کام اجل بهدی روا کرد روزگار
 کام اجل بهدی روا کرد روزگار
 شوخی بشاهزاده چسا کرد روزگار
 شوخی بشاهزاده چسا کرد روزگار
 آغوش گور بهر چه دا کرد روزگار
 آغوش گور بهر چه دا کرد روزگار
 توجیه آبروے شما کرد روزگار
 توجیه آبروے شما کرد روزگار
 آتش بخود ز نید که فرخنده شاه مرد
 آتش بخود ز نید که فرخنده شاه مرد

اے قوم خوش را بشکیب امتحاں کنید
 طفلس شاهزادہ و دروہ خطر ہے ست
 از میوہ دگل آنچه دلش خواهد آں دهید
 ہر حرف دل نشیں کہ بگوئید و نشنود
 در خود ز رفتنش نتوانید باز داشت
 گیرید دشتہ در کف و ہم بر جگر زیند
 ز نہایتش شاہ گوئید و بے خبر
 اے اہل شہر مدفن ایں دو دماں کجاست
 خاکم بہ فرق خواہ کہ خسر و اں کجاست

زان سبز خط کہ بر رخ ادا میدہ ماند
 بستانیان بہاتم شہزادہ بسجود نہ
 خوں گشت و در دل و جگر دستاں فتا
 در مدح شاہزادہ سخن ہائے دل پذیر
 در وادی عدم نتوان رفت با چشم
 زان گلبنی کہ صرصر مرگش زیافکنند
 اخلاق شاہزادہ بود دل نشیں خلق
 گردے بدل شمت و غبارے بدیدہ ماند
 زیں رو بود کہ پیرہن گل دریدہ ماند
 آں بادہ ہائے ناب کز دنا کشیدہ ماند
 درد اکہ ہم نگفتہ و ہم ناشنیدہ ماند
 ماند آنچه بود و صاحب عالم جہیدہ ماند
 خارے بیادگار بدہا خلیدہ ماند
 بوسے ز آں شکفتہ گل نورسیدہ ماند
 آں سر و سایہ دار کہ بارش نبود کج
 دماں نو گل شکفتہ کہ خارش نبود کج

دستے ست لے پہر ترادرستم گری
 بارے برم ز جور تو پیش کہ دادری

نیرنگ ساز چرخ که بیدار دخوی است
 با گل کند سموی و با شاخ صصری
 دایم زرد زنگار که شهزاده بر بخورد
 از خوبی و جوانی و فرخنده گوهری
 حیف است مردش که در ایام کودکی
 بود استاد قاعده بنده پردری
 شه درده و دوسالگیش کرده که خدا
 باز خسرداری و فرتاب قیصری
 ناگاه روزنامه عمرش دریده شد
 امضا پذیرنا شده تو قیج شوهری
 جز نو عروس صاحب عالم نیافتند
 و شیر که بیوه کندش بدختری

زیبائی و جوانی فرخنده شاه حیف

آن فو نهال سرد قدح کلاه حیف

اے رہ نور عالم بالا چگونہ
 مابی تو در ہمیم توبی ما چگونہ
 از سایہ در غم تو سیہ پوش شد ہما
 اے خفیہ در نشیمین عنقا چگونہ
 زان پس کہ با تو آب ہوائے جہاں نشا
 در روضہ جناں بتماشا چگونہ
 با گلرخان دہر و فائے نداستی
 با حوریان آئینہ سیمیا چگونہ
 مانجوداں بخلقہ ماتم نشستہ ایم
 از خوشی تن بگوئے کہ تنہا چگونہ
 بے مطرب و ندیم و غلامان خردال
 بے باغ و قلعہ و لب دریا چگونہ
 بعد از تو شاہ خیل ترا بر قرار داشت
 اینجا عزیز بوده آبخا چگونہ

اے بی مرگ راتبہ خوار تو عالمی

پردانہ چسراغ مزار تو عالمی

گفتار را بنوحہ گرمی چیدہ ام اساس
 در پردہ سخن از دم خوششم ز صد گزند
 در فوجہ شاعری مکنند از من التماس
 در ہر دی ز سایہ خوششم بود ہراس

من میهمان دیر خیمه کاسه میزبان
 باقی نمانده اشک چه کریم بهای بے
 سر حلقه پلاس نشینان ماتمم
 چوں بود بزم ماتمم شهراده بے خودش
 از نوحه عرض لطف سخن میدواں گرفت
 در دی خور لاکم دلتخابه نوش یاس
 از کار رفته دست چه برتن درم یاس
 اندوه همدمان شه از خود کنم قیاس
 من دم زدم ز تلخ نوانی بریں پلاس
 غالب سخن سراے دشمنه سخن شناس
 یارب جهان ز فیض تو بابرگ دسا زیاد
 عمر ابو ظفر شه غازی دراز باد

ترکیب بند

زین خوابی که در جهان افتاد
 چشم دل غرق خوں یکد گریست
 نمی کشد بے زبان و دشنه و تیر
 شعله در چرخ نا گرفت گرفت
 جست از سدره طائر قدسی
 زین قیامت که نه بهنگام است
 آینه ها جوش خور دا زلف غم
 از فراز فلک گزای مسیح
 مردن خوابه چوں به کعبه شنید
 خوں ز غم در دل کلیم افسرد
 بجز راز خاک کا سماں افتاد
 زین کشاکش که در میاں افتاد
 غم بر احباب مهرباں افتاد
 لوله بر عرش ناگهیاں افتاد
 کش از آن نخل آشیان افتاد
 در حرم شور الا ماں افتاد
 کاب ز مزم ز نادداں افتاد
 سوے این پست خاکداں افتاد
 مرده آسا ز نزدباں افتاد
 لاجرم عقده بر زباں افتاد

له در نسخه "د" بعد این ترکیب بند آفاده قصه است.

گر فردا آسمان به زمین باقضا در نمیتوان اُفتاد
گشت داغ غم حسین علی
تازه در ماتم حسین علی

از زبانهها بمهر صحرای آمار
علی راست در نهان و عیاں
درد این سوخته پاد در دل
ماجرای از خود پیش رفت
دیدم باشی که خواجهمیون میزیست
رگ بر گه از دنیا رفت گزند
داد تن چوں بخواب بالین
بزدالش گزد مضجع او
می نسوزد نه تاب شعله شمع
مرگ سید حسین آسان نیست
آن صفر روز رفت چوں دهانت

خون فردی چکد دم گفتار
دل غم اندوز دیده دریا بار
اشک آن سود دیده بر رخسار
گفت می بین و دم مزن ز نهان
لخته آن فردا فرسخی یاد آر
دل مورے اند ندید آزار
بادل شاد و دیده بیدار
نقش بستند بر در دیوار
بال پر دانه چسراغ مزمار
دهر آرد چنین کس دشوار
شب شنبه بزاد روز شمار

ماه دتاریج کز امام رضا است

ماه دتاریج کز سید العلام است

آن امام همام یزدان داں
آنکه گر نطق او نشان ندید
قهرمان قلمرو ایمان
نرسد کس به معنی قرآن

آنکه گردون بدین توانا می
 آنکه باد بهشت و درخ را
 صفت ذات و بشرط و خوب
 جوهرش را عرض بود اسلام
 از اولی الامر تا من و ضامن
 حسب دعوت بیا من مامون
 آن ستم پیشه را همی بایست
 بریا و نفاق و خدعه و زرق
 به دلی عهدش فریفت مگر
 می ندانست پایه سلطان

خیره سرین که در حمایت عهد

پادشاه را دهد دلایت عهد

گفت مامون شبی بچند غلام
 بای از سر کنید و بشتابید
 گر بود در فراز زود اندود
 پس بیاں یابی کش صدا بنود
 یکسره بر سرش فردا آید
 اهرمن کوهران تیره درون
 شاه را یافتند تا جستند
 بود آندم در دن حجره خاص
 ادعیار است از نهایت قرب

که همیرون درین شباهنگام
 سوے بنگاه قبله گاه انام
 باید آمد فرود از ره بام
 جانب خوابگاه کنبه خرام
 تیغهای برآمده از نیام
 خانه زاد سواد ظلمت شام
 صحن و ایوان آن نجسته مقام
 بر نهال برخت خواب امام
 جامه خواب جامه احرام

تیغها بر سرش فرود آمد هم چنان که خدا درود و سلام
 همه باز آمدند و دانستند کار ماه تمام گشت تمام
 بستر از خون پاک نم نگرفت
 بر تنش هیچ سوزی ختم نگرفت

پیکر خواجه بود چشمه نور چشم بد باد از نکویاں دور
 نور دیدی شود به تیغ دینم خون شنیدی چکد ز رخسار هور
 تو دیزداں بود چنیں پیکر در خور زخم دشمنه دساطور
 نه پیمبر گزاشت در گیتی اهل بیت و کلام رب غفور
 پای اهل بیت تا دانی هست توأم به ایزدی منشور
 گریه خفاش تیره روزستی روزماندی اندو چرا مستور
 کے فرزد و ظهور نور دلش آنکه دزد و تکه ز نور ظهور
 دیده باشی که نور در مسام بر نتابد طبیعت ز بخور
 عاسداں را ازین مشاہد شد سینہ بارش دریشہا ناسور
 در خلافت خلافت از ره کیں بود چون کشتن امام ضرور
 عاقبت میزبان ہماں کش شاہ را ز ہر داد در انگور
 زار راں را کنوں بہ شہد طوس
 آسمان آید از پے پا بس

قصہ سینہ سوز و زہرہ گداز گفتہ آمد بشیوہ ایجاز
 نانہ پروردہ نیازے ہست عجز من در گزارش اعجاز

من بدان سو ختن فداخته ام که تو انم شناخت سوز از سازه
 ز آسمانم شکایتیست عظیم بر زبانم حکایتیست دراز
 اینست آشوب دل ز خون پرکن اینست رنج تن از روان پر دانه
 مرد سید حسین در بدخش از دلم تاب دانه بسم آواز
 تا چها بار سول بودش دے تا چها با خداے بودش راز
 خامست در حالان عرش عظیم شور شیون ز شہپر برداز
 پایہ عرش ہشتہ اندزدست تا گزارند بر جتنا زہ نماز
 در جهان مثال دارندش میہماں بر سماط نعمت دناز
 بہر احیائے رسم جہد و جہاد خواہد ہمایہ ہمدی آید باز
 آفریں بر روان پاکش باد
 ہر از ذرہ ہای خاکش باد

دگرے دل بخون فناور باش آشناء دے دیدہ تر باش
 کمتر از شمع در شمار نہ پائے بر جہاد در آب و آذر باش
 خوشتر از افکن در آتش تیز گر نہ پر دانه سمند در باش
 تانیائی ز لاغری بہ نظر تارے از تار ہای بستر باش
 گر گریہاں ز تست چاکش کن در رگ جان ز تست نشتر باش
 داحسینا بگوے د در گفتن بفغان آئی و شور محشر باش
 دیدہ را گردد خار و پیکان شو سینہ را تیغ و تیر و خنجر باش
 غم میرا جل غم دیں ست غالب از غصہ خاک بر سر باش
 گفتہ باشی کہ زار و غمزدہ ام نختہ از خوشترن فرز دل تر باش

خیزد کرد مزاره خواجہ بگرد با سپهر بریں برابر باش
 بیٹے از خود بسینہ می خلدیم می کنتم مویہ گو مکر باش
 گشت داغ غم حسین علی
 تازه در ماتم حسین علی

ترتیب بند

باز برانم که نیاز آدرم دیدہ و دل را پے نقل متاع
 بر در گنجینہ را از آدرم ہر چہ نہ فو بودہ نزد افکنم
 سیم کواکب بہ گداز آدرم ساز دہم کہنہ مشو پیکی
 آن درق اندر دم گداز آدرم از پس زر کوئی تھر مینر
 سلسلہ از عمر در اند آدرم و ز پے آویختش، در گلو
 پیش شہ بندہ نواز آدرم ایں گہریں ہیکل قدسی طرائد

تکیہ گہ دولت دیں بو ظفر
 خضر رہ علم و یقین بو ظفر

خامہ دگر ہر دے از سر گرفت خامہ دگر ہر دے از سر گرفت
 از نے کلکم شجر طور رست از نے کلکم شجر طور رست
 از چہ سخن میرود از طور و نور از چہ سخن میرود از طور و نور
 جلوہ گدجہ طب گشت دہر عید مگر پردہ زرخ بر گرفت

بر دگر نام شه نشه خطیب
 عرض سرافرازی منبر گرفت
 ترک فلک بین که ز بهیسی تیر
 بیعت خاقان سخن در گرفت
 آنکه درین دایره لا جز زد
 تاج ز را از خسر و خا در گرفت
 نیکه که دولت و دیں بو ظفر
 خضر ره علم و یقین بو ظفر

کو کین و علم و کوس و نای
 پرچم رقصنده به فرق لولای
 حاجب و سرینک و ال پیش پیش
 فوج رواں از پس کشور خدای
 چشم قسم خورده بر رفتار پیل
 گوش ز خود رفته بهانگدای
 غره سوال گرفته که هست
 روز دل افروز مست فزای
 پیل برآه از چه درین روز نسبت
 نقش مہ چارده از نقش پای
 ماه تماشای که ز بس پر شدن
 می نه تواند که بکنبد ز جای
 بو که درین روز گراید به من
 شاه عید و بند قلم و کشای
 نیکه که دولت و دیں بو ظفر
 خضر ره علم و یقین بو ظفر

در نظرم ردی به از مہ خوش
 باد به بدین دجه موجه خوش
 وقت پئے باد به چوئی های
 هم بشب دهم بسج که خوش است
 نغمه چوئی خوش ز سر می برد
 ره زدن مطربان خوش است
 بگنزد حق زن که ز مایه دوست
 راه دراز آمد و کوه خوش است
 هر که ز چه آب کشد سودا دوست
 سبزه که روید بلب چه خوش است

خزده به بدستی غالب گیر کاں بغرور دل آگ خوش است
دید که گر خسته و گریخته بودم رده سخن سوسه شهنشہ خوش است
تمکین که دولت و دیں بو ظفر
خضر ره علم و یقین بو ظفر

اے به ہزار بجن آراے ملک دے به اثر رونق سیماے ملک
عدل تو سرمایہ آرام خلق بذل تو پیرایہ سیلاے ملک
آئینہ زارے تو در دست دیں سلسلہ حکم تو برپایے ملک
میسکہ راز تو در پائے علم زمزمہ ساز تو غوغایے ملک
در عرقا اسم تو ذوالنون وقت در خلفا نام تو دارایے ملک
قائد بخشیدہ با عیان دہر مائدہ گسترده به پینایے ملک
سینہ منور به تمنائے حق دیدہ رکھل به تماشایے ملک
تمکین که دولت و دیں بو ظفر
خضر ره علم و یقین بو ظفر

نطق من آئینہ زداید ہی تاچہ دگر رده نماید ہی
مائدہ آراے معانی سخن از نفسم زلہ رباید ہی
ناطقہ آن سیل شیریں ادا سوسے من از ہر گراید ہی
تاز سخن بر گہر من رداست بر سختم تاز نشاید ہی
تاز شکوہ کہ سخن میرود چرخ برہ ناصیہ ساید ہی
دل ز زباں آمدہ منت پذیر تا بزیاں نام کہ آید ہی

هست زدستوری دل گزباں مدح شهنشاه سزاید همی
 تکیه گه دولت و دیں بو ظفر
 خضر ره علم و یقین بو ظفر

همدم شمر طالع بیدار باد دولت جاوید پرستار باد
 غلّ لوائے تو فتد هر کجا رایست بد خواه نگوینا رباد
 هر ندارد نظرے سوعے او روز عددے تو شب تار باد
 کار تو سعی ست در آرام خلق سعی تو مشکور دریں کار باد
 پایہ دالائے تو بالا ترست از من و آنه مدح منت عار باد
 ابر فرو بار و باز ایستد دست تو پیوسته گهر بار باد
 ختم ثنابه که بود بر دعا باد دیں عالم و بسیار باد
 تکیه گه دولت و دیں بو ظفر
 خضر ره علم و یقین بو ظفر

تکلیف بند

خواهم از بند بزدان سخن آغاز کنم غم دل پرده دری کرد فغان ساز کنم
 بنوائے که ز مضرب چکاند خواب خویشتن را به سخن ز مزمره پرداز کنم
 در خرابی بکمان میسکده بنیاد نهم در اسیری به سخن دعوی اعجاز کنم
 بے مشقت نبود قید بشر آدیزم روز کے چند رسن تابانی آواز کنم

چون سرایم سخن انصاف ز محرم خواهم^{له}
 تا چه افسوس بخود از هیبت صیاد دکنم
 یار دیرینه قدم رنج مفرما کایحیا
 ای ناسازی طالع که بمن گرد باز
 اهل زندان بسر و چشم خودم جاداند
 یله و زدن گرفتار و فانیست بشهر
 من گرفتارم دایس دایره دوزخ تنین
 گرچه توقع گرفتاری جسا دیدم نیست
 لیکن از دهر دگر خوشدلی امیدم نیست

۲

شمع هر چند بهر زادی آسان سوزد
 عود من هرزه سوزید دگر سوختنیست
 خانه ام ز آتش بیداد عدد سوخت و بلیغ
 منم آن خسته که گز زخم جگر بنمایم
 منم آن قیس که گرسوے من آید لیلی
 تا چسانم گزرد روز به شمس در یاب
 تنم از بند در انبوه رقیبان لرزد
 از نیم دیده من فتنه طوفان خمیزد
 خوشتر آنست که بر نطح در ایوان سوزد
 بگزارید که در بحر سلطان سوزد
 سوختن داشت ز شمع که شبتان سوزد
 بر من از مهر دل گیر و سلمان سوزد
 محل از شعله آواز مدی خوان سوزد
 از چراغ که عکس بر در زندان سوزد
 دلم از درد برانده اسیران سوزد
 از تفت ناله من جوهر کیوان سوزد

آه از این خانه که روشن شود در شب تار جز بدان خواب که در چشم نگهبان سود
 آه از این خانه که در دے نتوان یافت هوا جز ستمو میکه خس و خوار بیا بان سود
 اے که در زادیه شہا پیکر اعظم شمری
 دلم از سینہ بردن آر که دائم شمری

۳

پاسبانان بهم آئید که من می آیم
 ہر کہ دیدے بدر خویش پیاسم گفتے
 جادہ نشاسم و زانبوہ شہامی ترسم
 ہر و جادہ تسلیم در شتی نمکند
 خست تن در رہ و تعذیب ضرور است اینجا
 عارض خاک پاشیدن خون تازہ کیند
 چون من آیم بشما شکوہ کردن تہ دست
 ہاں عزیزان کہ دریں کلبہ اقامت دارید
 تا بدر دازہ زندان پے آوردن من
 چون سخن سنجی و فرزانی آئین من است
 بخود از شوق ببالید کہ خود باز روید
 در زندان بکشاید کہ من می آیم
 خیر مقدم بسراید کہ من می آیم
 راہم از دور نماید کہ من می آیم
 سخت گیرند چرا سید کہ من می آیم
 شک آرید و ببالید کہ من می آیم
 دولتی خانہ فرماید کہ من می آیم
 زمین پس اثر نماید کہ من می آیم
 بخت خود را بستانید کہ من می آیم
 قدمے رنجہ بنماید کہ من می آیم
 بہرہ از من بر بایید کہ من می آیم
 بمن از ہر گرامید کہ من می آیم

بسکہ خویشان شدہ بیگانہ ز بدنامی من
 غیر شکفت خورد گر غم ناکامی من

۴

آنچه فرداست هم امروز در آمد گویی
 دل دوستی که مرا بود فردا نذر کار
 سرگزشتم همه رنج و اغم آرد گفتی
 بهره اهل جهان چون جهان در دغم
 خشن دین من حد عس نیست برو
 هنرم را نتوان کرد به خشن ضایع
 غم دل داشتم اینک غم جاتم دادند
 چرخ یک مرد گرانمایه بزندان خواهد
 مژه امشب ز کجا اینهمه خواب آورد
 خود چرا خون خورم از غم که بغم خواری من
 خوابه هست درین شهر که از پریش د

آفتاب از جهت قبله بر آمد گویی
 شب و روزیکه مرا بود سر آمد گویی
 سرگزشتم همه خوف و خطر آمد گویی
 بهره من از جهان بیشتر آمد گویی
 بر من اینها از قضا و قدر آمد گویی
 خستگی غازه رویه هنر آمد گویی
 زخم را ز خیم دگر بر اثر آمد گویی
 یوسف از قید زینا بدر آمد گویی
 این چنین گرم ز زخم جگر آمد گویی
 زحمت حق به لباس بشر آمد گویی
 پای خویشتنم در نظر آمد گویی

مصطفی خان که درین واقعه غم خواری من است
 گریه می چه غم از مرگ عزادار من است

۵

خوابه دایم که بیه روز ناغم در بند
 نه پندم که کس آید نتوانم که روم
 خسته ام خسته من و دعوی شکمین حاشا
 شادم از بند که از بند معاش زادم
 آمده و خامه بیارید و بجل بنویسید

لیک دانی که شب از روز ناغم در بند
 جانب در بچه حسرت نگارم در بند
 بند سخت است پیدن نتوانم در بند
 از کف شعله رسد جامه ناغم در بند
 خواب از بخت های دایم ستانم در بند

یارب این گوهر معنی که نشانم ز کجاست
 هر کس از بند گران نالد و ناکس که منم
 خوش خوش بهر مصیبت زده رنج دگر است
 رفته در باره من حکم که باد و در ریغ
 اگر این است خود آنست که عید اضحی
 مدت قید اگر در نظر من نیست چرا
 بند بر دل بود و نیست ز بانم در بند
 نالم از خویش که بر خویش گرانم در بند
 رنج از دیدن رنج دگر انم در بند
 مشش مه از عمر گرانی گرانم در بند
 گز ریز چو عید رمضانم در بند
 خون دل از مژه بے صدف چکانم در بند
 نیستم طفل که در بند رهائی باشم
 هم ز ذوق ست که در سلسله خالی باشم

من نه آنم که ازین سلسله تنگم نبود
 زین دورنگ آمده صد رنگ خانی بظهور
 راز دانا، غم رسوائی جاوید بلاست
 لرزم از خون درین چهره که از خشت دگل است
 زین دوسر رنگ که بویند هم می ترسم
 منم آئینه و این حادثه رنگ است که
 همسان داردم، امید رهائی در بند
 جور اعدا را در دلدل برهائی لیکن
 به شکاف حکم از سینه بردن میسر نند
 حاش الله که درین سلسله باشم خوشنود
 به صبر قلم خویش بودستی من
 چکنم چون بقضا زهره جنگم نبود
 گله نیست که از بخت دورنگم نبود
 بهر آزار غم از قید فرنگم نبود
 دره نور دل خطر از کام تنگم نبود
 نیکی از شیر و هراس ز پلنگم نبود
 تاب بدنامی آلایش ز تنگم نبود
 دامن از بعد رهائی چه سنگم نبود
 طعن احباب کم از زخم خدنگم نبود
 بسکه گنجائی غم در دل تنگم نبود
 چکنم چون بسرا این رشته بچنگم نبود
 اندرین بند گران بین بسکستی من

همدان در دلم از دیده نهانید همه
 قلما الحک که در عیش و نشاطید همه
 هم درین آیین نظر سحر طرازید همه
 چشم بدور که فرخنده لقائید همه
 سود بینید و ناله دیده و نوریده همه
 من بخون خفته و بیغم همه بینید همه
 در میان ضابطه هر دو فای بودست
 روزی از هر نگفتید فلای چون است
 گر نباشم بکمان خا و خسه کم گیرید
 چاره گر نتوان کرد دعا کانی نیست
 سبقت بند است که در بند رقم ساخته ام
 آن نباشم که بهر بزم زمین یاد آرید
 دارم امید که در بزم سخن یاد آرید

ترجیع بند

درود سر در سلطان نشان مبارکباد
 سر در خوشدلی و انبساط و آسائش
 نه این دیار که شهر است در قلم درهند
 به شهر مقدم نوشیردان مبارکباد
 نشاط شادی دهن و امان مبارکباد
 بملک هند کران تا کران مبارکباد
 که این ترجیع بند از سبجین است

ز طبع خلق بدر برد، عدل ناسازی
 و نور عیش بدارای خلق ارزانی
 دوام را بطه جسم و جان مبارکباد
 هجوم خلق بران آستان مبارکباد
 ذریعہ شرف و عز و جاه شهر آمد
 وزیر بادشہ و بادشاہ شهر آمد

۲

به اہل شهر بگو تا به خوشن نازند
 بسا طہائے گرانمایہ در فضائے چین
 ز خیمہ ہا و سراپردہ ہائے رنگارنگ
 دیکہ این ہمہ آئین بشہر بر بندند
 چو رودے دیدہ فرد ز خدایگان نگرند
 بدین نوازے دل آویز نغمہ پردازند
 نشاط و شادی دسور و مسرور آقا زند
 بگسترند و بہم طہرج بزم اندازند
 پسر ہائے دگر بر زمیں میقرارند
 ز خانہ بہر پذیرہ شدن بدرتا زند
 ذریعہ شرف و عز و جاه شهر آمد
 وزیر بادشہ و بادشاہ شهر آمد

۳

جمال کو کبہ شہر یار می بینم
 ہزار دہشت صد دہشت و شش سال
 زمانہ در پے قطع امید و من بخیاں
 بہار گہ چو سکندر دلیست می نگرم
 فروریغ بخت درین روزگار می بینم
 بہار تازہ بہ فصل بہار می بینم
 خوشنم کہ روئے خدا دندگار می بینم
 بخاک رہ چو ارسطو ہزار می بینم
 بکسرتے کہ سوئے رہ گزار می بینم
 ذریعہ شرف و عز و جاه شهر آمد
 وزیر بادشہ و بادشاہ شهر آمد

۳

رخ نیکوئی ترا ماه آسمان گویم
 حدیث مدح تو بر تر بود ز منطق من
 کور نمی نه ز شاهای کم است میدانم
 نه پیرهن اگر افشاند غم شرر گاه نیست
 ز زندگی که بے نیست هم بدان شادم
 که دستان بمن دمن بدوستان گویم

ذریعہ شرف و عز و جاه شهر آمد
 وزیر بادشہ و بادشاہ شهر آمد

۵

همیشه بر غمط داد در جهان بینی
 رخ تو مهر درخشان بعالم افروزی
 نهان به طبع تو اسرار علم شراقی
 به حلم و لطف ترا شیوه ملک شاهای
 به بین هر آئینه ترجیح بند غالب را
 که آیت است گرانمایه در شناختی

ذریعہ شرف و عز و جاه شهر آمد
 وزیر بادشہ و بادشاہ شهر آمد

قطعه‌ها

بنام ابوالقاسم خان

ای گرامی نژاد، دالا جاه
 دودمان تو مفرق آفتاب
 فرق خورشید را بود افسر
 امر از ادگان هندستان
 نیست دیگران به شوکت تو
 دال و آچار و سرکه را نازم
 مرحبا مرحبا، تعال تعال
 نازم آچار که اندازشی
 آفتابی نه دانه، دانه دال
 از عطا تو پیش، هم نه دین دال
 اینک آن را بدوق می بخشم
 که نوازش ر قم صحیفه تو
 گفتم: ادل جواب بنویسم
 سو دال است این زمان جهانم
 که درت باب سجد امر است
 بتونا زد اگر زمانه ر دست
 هر غباری که از درت برخاست
 هم سری با تو گر کند خطا است
 ذره با هر قطره با دریا است
 که دل زار، هر در را می خواست
 این چه جود و چه فیض: این چه عطا است
 چین پیشانی بت رخاست
 بر سپهر خیال جلوه نماست
 قدری لطف کرده آفاست
 کرده هر گونه از مصلح راست
 بر سید و دلم زجا برخاست
 زانکه مکتوب قیام جهانهاست
 دیدن قطعه را دماغ کجاست

شاه ماخود از مستقر قات غالب، مرتبه پرفیسر سید سعید حسن رهنوی استاد سابق دانش
 گاه لکنؤ ابوالقاسم خان یکی از اکابرین دودمان عالی بود در کلکته به مرزا غالب ملاقات
 کرد و در رشته خلوص و اتحاد در میان ایشان استحکام گرفته بود.

سر سری چند شعر بنوشتم
تا نگوئی: آند خموش نواست
تا درین کارگاه شام و سحر
شام عیش تو آن چنان روشن
که بگویند: صبح عشرتهاست
روزی خصم تو آن چنان تاریک
که بدانند: این شب هلاست

قطعه دوم

“در جواب قطعه قاسم”

قدر دانای لطیف دارم
پیر بری اگر ز بنده رواست
ملک اندیشه ام ازین تحریر
آب درنگ نشاط طبع تو خواست
بنده را از کرم سوادستی
مشت خاشاک را چه قدر دهاست
بوعلی و مسیح و افلاطون
هر چه گفتی بگو که از تو سزااست
بے ادب باشم از کتم تکذیب
بے خرد باشم از شمارم راست
نبست من به بوعلی سینا
صاف هم چون سراب بادریاست
بود که در چار سو کلکته
که چنین قحط حکمت و حکماست
بوعلی گفتم ردا باشد
خس در کوه بوعلی سیناست
سپس از شوخی ندیمان
گویم احوال قطعه که تراست
لفظش آئینه دار حسن ادا
بود و تار فکر رساست

نقطه حشر حشر اشتعالش
 ای را غم فدا می هر سخت
 تو کیمی بر اوج طور سخن
 در صفت دشمنان ز بهر نهیب
 از من اصلاح آرزو کردن
 لیکن این بیت ز آنهمه ابیات
 "سهل دادی و بفرمودی
 آخر لفظ سهل از سر سهو
 من انشا زبان نکرد ازین
 بدعا ختم می کنم تا سه
 دقت تو باد از خزان غیب
 مردم چشم مردم بیناست
 مر حبا این چه طبع معنی ز است
 پنجه هر ساعت یزد بیضا است
 خامه را در کف تو حکم عصار است
 سر بر هیچ کس نوازدها است
 خالقه دارد، اند بگویم راست
 بعمل آرد بیگمان که شفاست
 کسره بنوشته و موقع یاست
 یک عیب طریقه ملاست
 ز نکه سرایه فقیر دعاست
 هر چه دردین دهر چه درد نباست

شاد و خرم بزمی که درد دهمان
 دستگیر تو سید الشهدا است

مشویات

شنیدم که در دورگاهِ کهن
 شده عنقری شاه صاحب سخن
 چو ادرنگ از عنقری شد تپی
 به فردوسی آمد کلاه و مپی
 چو فردوسی آورد سر در کفن
 به خاقانی آمد بساط سخن
 چو خاقانی از دارفانی گذشت
 نظامی به ملک سخن شاه گشت
 نظامی چو جام اجل در کشید
 سرچهره دانش به سعدی رسید
 چو ادرنگ سعدی فروشد زکار
 سخن گشت بر فرق خسرو نثار
 ز خسرو چو نوبت به جامی رسید
 ز جامی سخن و اتمامی رسید

ز جامی به عرفی و طالب رسید
 ز عرفی و طالب به غالب رسید
 (مرزا غالب)

(ناتلم هر دی)

نخستین مثنوی

موسوم به پیش
سرمه به پیش

بشنو از فیچوں حکایت میکند و ز جدایہا شکایت میکند

من نیم کز خود حکایت می کنم	از دم مردے روایت می کنم
از دم فیضی کز استاد آورم	خامہ را چوں نے بفریاد آورم
نالہ نے از دم مردہ ست	کاں ہم از ساز و ہم از راز آگست
بر نوائے راز حق گردل نہی	بایدت چوں نے ز خود بودن تہی
گر نہ دلریش از مستی ملاف	کیسے از بندی بود پہلو تنگان
اے کہ از راز نہاں آگہ نہ	دم مزن ازہ کہ مردہ نہ
دست در دامان مرد راہ زن	لیک رہبر شناس از راہزن
در ہزاراں مرد مردہ یکے ست	آدمی بسیار آماشہ یکے ست
مردہ باید کہ باشد مرد عشق	لب ترنم خیز و در دل درد عشق
ورقوی پر سی کہ مرد راہ کیست	جز سر لہج الدین بہادر شاہ کیست

لہ در مدح بہادر شاہ ظفر آخرین تاجدار سلطنت مغلیہ ہند

لہ بیت اول، از مثنوی مولانا جلال الدین رومی، دفتر اول۔

لہ مراد بہادر شاہ ظفر آخرین بادشاہ سلطنت مغلیہ ہند، متوفی ۱۰۶۳ھ۔

در طریقت رہنمائے رہبرداں	در خلافت پیشوائے خسرواں
آنکہ چوں از راز وحدت دم زند	دفتر کون و مکان بر ہم زند
آنکہ چوں در نے نوارا سر دہد	نے شود شغل کہ شبلی بر دہد
آنکہ چوں شوق آسمان تاز آیدش	تخت چوں رفوف پر داز آیدش
شبلی از منبر دہد آواز عشق	شاہ ما بر تخت گوید راز عشق
عشق دارد پایہ ہر کس بگاہ	منبر از شبلی و تخت از پادشاہ
انچہ ابراہیم ادہم یافت ست	بعد ترک مسند ہم یافت ست
شاہ ما دارد ہم در رہر دی	خرقہ پیری و تاج خسروی
شاہی و درویشی اینجا با ہم ست	پادشاہ عہد تطب عالم ست
ہم بشاہی ناظر و جہ اللہی	ہم بدرویشی درش فسر شہی
چرخ در قہص از نوائے سازا دست	قدسیاں را گوش بر آواز دست
دارد ایں دانا دل دانش پسند	در خدا دانی سخن ہائے بلند
بہ زشہ راز نہاں نشاخت کس	لیک شہ را در جہاں نشاخت کس
چشم ما کور ست و حسن آئینہ جوئے	ہم ما کند ست و خاقان رمز گوئے

۱۔ مراد حضرت ابو بکر شبلی بغدادی (متوفی ۹۲ھ) کہ در علم و فضل و تزکیہ نفس بگاہ رند ز کار خویش بود۔

۲۔ براق۔ تکیہ جامہ ہے بنسرد امن خیمہ ہم مرکب کہ حضرت محمد صلعم در شب معراج بر اس نشستہ بودند۔

۳۔ ابراہیم بن ادہم بادشاہ بلخ بود کہ ترک ملک و مال کرد۔ در درویشی اختیار نمود و در خویش و عبادت الہی

بسر کردہ (متوفی ۳۵۵ھ) گویند کہ در جہاد شرکت نمود و بایونیاں جنگ کردہ جام شہادت

نوشیدہ اند و انسا بیکلو پیڈیا مطبوعہ لاہور

صبح دم سلطان سر بر آرد بود
 از مریاں مجھے بر پائے بود
 ابر رحمت گوهر نشان دن گرفت
 شاه از عرفاں سخن راندن گرفت
 چوں بقدر نفیم مردم خواست گفت
 در لباس رزم حرفے راست گفت
 گفت کاندہ معرض اسرار دست
 ہر کہ باشد طالب دیدار دست
 خواہد از نور جمال یار خویش
 رد کش مشرق در دیوار خویش
 بایدش کاشانہ نیکو ساختن
 محسره از نامحرماں پرداختن
 خار و خس از خانہ بیرون ریختن
 مشک تر با خاک راہ آہ منحن
 زان پس کایں کار را یک رو کند
 خانہ رازیں گونه رفت و رو کند
 آورد آب زند در رہ گزار
 تا ہوا از رہ تہ انگیزد غبار
 برگ گل در رہ بکشاند مشت مشت
 تا نیاید خاک زیر پا درشت
 زخت گرد آلود از تن بر کشد
 جامہ پاکیزہ اندر بر کشد
 چوں در آید آں نگار از خود رود
 خوش باستقبال یار از خود رود
 عاشق از خود رفت دلبر ماند و بس
 سایہ گم شد مہر انور ماند و بس
 جلا جاناں ماتم و جسم و جاں نہاند
 شبنمے را طعمہ خورشید کن
 تیسرگی بزدای تارخشاں شوی
 معنی رمزے کہ شہ فرمودہ است
 رفتن کاشانہ و صحن سرا
 مدعا تہذیب اخلاق ست و بس
 سعی در تحصیل اشراق ست و بس

وال خود آرا دلبرے کز در رسد	جذبہ باشد کہ از حق در رسد
رفتن عاشق با استقبال دوست	مطلب از محویت آثار دوست
سالک آزاده چایک خیرام	چوں رسد اینجا شود سیرش تمام
نست کس بعد از خدا غیر از خدا	این بود سیر بقا بعد الفنا
غالب از رانے کہ گفتی دم مزن	سنگ بر پیماۂ عالم مزن
راز و مدت بر نتا بد گفتگو	حرف حق را در نیا بد گفتگو

بر دعائے شہ سخن کوتاہ باد

تا خدا باشد بہادر شاہ باد

دو مین نشوی

موسوم بہ

درد و داغ

بے ثمرے بزرگری پیشہ داشت	درد دل صحرائے جنوں ریشہ داشت
دست تھی آئینہ تسمتیش	زخمِ دل و داغ جگر و دلش
خانہ اش از دشت خطرناک تر	پیرمنش از جگرش چاک تر
مایہ ادا داغ و ہماں در برش	حاصل ادا خاک و ہماں بر سرش
ہر عکسش تیرہ تر از تیرہ شام	فاقہ پے فاقہ کشیدے مدام
مادر کے و پدے پیرداشت	ربط بہم چوں شکر و شیرداشت

شام دسحر گرمی دلسوزیش	خدمت شال کارشباروزیش
چول لب نان و دم آلبش نبود	فائده جزرنج و غذا لبش نبود
بار که برگردنش افتاده بود	در پئے انگدانش افتاده بود
تا بکے از گرسنگی سوختن	سیر شد از زندگی خویشتن
ننگ شد آئین وطن داریش	سلسله بگسخت گرفتاریش
بسکه دل از تنگی ساها گرفت	بآب دأم راه بیابا گرفت
هر سه تن آئینه وحشت شدند	بادیه پیمای سیاحت شدند
ریخت جنوں بر پیش آهنگها	ماند وطن دور بغیر سنگها
مرسله چند نوشتند راه	تا برسیدند بدشته تباه
وادی در دے که هزارش بلا	خاک بلا خیزد و فبارش بلا
لاله خود روش زخون شهید	ذره اش از جوهر تیغ یزید
گشت دراں دادی آتوبناک	جامه عریانی شان چاک چاک
هر قدم آنجا بسردار بود	عربه آبله و خار بود
بود بهم هر غم و رنجی که بود	تشنه لبی آفت دیگر نرود
شد هوس آب بدل شعله زن	سوختن آمد به جگر سوختن
هوش دراں معرکه هوش گشت	پا بود ابرای قدم آغوش گشت
تیزی رفتار ستم کرده بود	پلئے تنگ رتاز قلم کرده بود

له یزید بن معاویہ (متوفی ۴۰ هجری) بعد وفات پدر بر مسند خلافت حکمکن شد، در عهدش حادثه عظیم
شهادت امام حسین و میدان کربلا واقع شد.

آبله ساغر شد و ساغر نشد زهر شد آب دلب شاں تر نشد
 از تیش دل بتمنائے آب ظرف نه بستند بجز اضطراب
 وامن جہدے بہ کمر بر زدند تا قدمے چند مکرر زدند
 کرد سیاہی بنظر ہاں دور سایہ تخیل و هجوم طیور
 پایہ خسرا مید بہ سعہ بگاہ تا برسیدند بہاں جائیگاہ
 بود بہ پیغولہ دیر آنے تکیہ درویش بیابائے
 تا بسر تکیہ رسیدند شاں آب یاسا طلبیدند شاں
 مرد فقیر از سر ستجارہ جست جام بدستے دسبوی بدست
 تا خم آبلے بہ گلو ہا رسید دور پیالے بسبو ہا رسید
 ریشہ ہستی بد میدان رسید نشہ مستی برسیدن رسید
 تشنہ عرض سخن آمد نفاں گشت بیانہا بسخن تر زباں
 ہر یکے از درد بدرویش گفت پارہ از درد دل خویش گفت
 کای چمن آرائے گلستان فیض خنسر قد مگاہ بیابان فیض
 ہستہ تن آفت زدہ تسمیم ساغر سرشار مے کلفتیم
 در قفس گردش چرخ دورنگ قافیہ عیش بہا گشتہ تنگ
 از تیش آباد جنوں میسریم تا کرد سینہ بخون میسریم
 گر نگہ نامزد ما کسی عقدہ ز سر رشتہ ما واکنی
 بود کہ ہوس بال فشانے کند کار فرو بستہ روانی کند
 از نفے فیض میما بیار مژدہ اقبال تمنّا بیار

آئینہ بخت سیاهیم ما
 پیر بھوشید ز گفتار شاں
 کردنگہ بر ورقِ دل درست
 دید کہ در قیمتِ شاں نیگا نیست
 بابِ کرم بر رخِ شاں باز نیست
 زار بنا لید کہ یا ذالجلال
 بر دل اندودہ گز نیم بخشش
 خستہ دلانند تو مریم فرست
 اے تو خداوندیہاں رسم کن
 ہفتے از خلوت اسرارِ فیض
 درسِ حقیقت بتو فرمودہ ایم
 قیمتِ شان از کرم ما ہیں ست
 در طلبت شیفتہ ہمت ست
 باش کہ شرح ز تسلی دہیم
 در رسمِ محراب فریب آرزو
 کز اثر عاجزیم در جناب
 ہر یکے از شوق تو اے زند
 باز سر و کار دعا ہا بہیں
 پیر بر آورد سر از جیبِ ناز
 حسرتے سعی بنگا ہسیم ما
 گریہ اش آمد بسر و کار شاں
 طالع شاں در نظر آورد چست
 حاصل شاں غیر خم و تیج نیست
 بخت کماں کش غلط انداز نیست
 آب شدم از اثر انفعال
 جسم سہ تن را بقیس نیم بخشش
 دولت و راحت ز پئے ہم فرست
 بر من دایں غمزدگاں رسم کن
 گفت کہ اے جلوہ طلبکار فیض
 اختراعیایاں بتو بنمودہ ایم
 سابقہ روز ازل این چنین ست
 عالم ابرام جنوں وسعت ست
 پر توے از جملوۃ معنی دہیم
 با سہ تن این مژدۃ دلکش بگو
 شد سہ تمنائے شہا مستجاب
 دست بداماں دعائے زند
 چشم بخوا یاں و تماشا بہ ہیں
 گشت بدلداری شاں نکتہ ساز

مژده صبح طرب آورد و گفت رنگ تبسم لب آورد و گفت
 کای زوگان ستم روزگار آینه رحمت پرور و کار
 شاد شوید از غم دل و ابرو دل شدگان داد ہو سها دہید
 رحمت حق آینه دار شاست وقت پذیرفتن یک یک دعاست
 از غم گردوں بہ پناہید تاں ہر چیز بخواہید بخواہید تاں
 سامعہ را صافی این گفتگو داد با مواج گہر شست و شو
 ذوق بیالید و تبش ساز کرد حسرت دل بخودی آغاز کرد
 راست چوں گل خندہ زناں خواستند دست نشانان دونان خواستند
 نالہ بید اثر از خویش رفت ہر کس از دیگر خود پیش رفت
 ماند بر آں پیرزن دل جواں ترعہ دیباچگی امتحان
 قامت خم گشتہ آں پیرزن راست شد از ہر دعا خواستن
 دست بر آورد و دعاں ساز کرد مویہ از درد دل آغاز کرد
 گفت کہ اے کار رواے ہمہ سبویہ درت روئے دعلے ہمہ
 از غم ایام ستم دیدہ ام پیرزن عاجز غم دیدہ ام
 عمر با فلاس بسر رفتہ است نقد من از کیسہ بدر رفتہ است
 عمر تلف گشت بدایغ وصول تارہ دعا کردہ از ما قبول
 شوہر من طالب مال ست و بس دولت دنیا ست مراورا ہوس
 تیر و عایش چورسد بر ہدف سازد عالم ہوس آرد بکف
 مے کشد و عرض تنعم کند در طرب خویش مرا گم کند

خوش نه نشیند نه شکوهد ز من
 کام دل خود نه پشود ز من
 بادگراں ساغر عشرت زند
 بامن شود لبه به نفرت زند
 پس ز تو خواهم که جو انم کنی
 رونق خوبان جهانم کنی
 ده بمن بے رازق بر نادر پیر
 حسن و جمالے که بود و دلپذیر
 یوسف اقبال بخوابم رساں
 همچو زینخا بشیابم رساں
 چوں سرش از سجده حق راست شد
 دید بد انسان که نمی خواست شد
 حسن خودش چوں بنگه باز خورد
 آینه گوی دلش از دست برد
 دید که مہچہ سہ زیبا ستم
 حیرت خویشم چه تا شاستم
 چہرہ برافروخت ز تاب عذار
 یافت خزاں را سرد برگ بہار
 ارث خم پشت بکا کل رسید
 سلسلہ ناز بسنبل رسید
 قسری طافس پیدا آمدہ
 چوں رمضان رفتہ وعید آمدہ
 تازہ نسوئے بہ تمتا دمید
 شاد و نواں بر سر شوہر رسید
 تاب عذارش بسیا ہی موئے
 زد شیخوئے بدل و جاں شوئے
 دست کشاد آں صنم شیر گیر
 دل بر بود از کف و ہمال پیر
 شوہرش از وجد برقص اوقاتاد
 دیدہ بگل چینی زویش کشاد
 ترشد از اں شوخی و برنایش
 ساخت سرایمہ تہہ رایش
 بسکہ بر آں دل شدہ مشکل قتاد
 با پسرش عریذہ در دل قتاد
 غاطرش از بند غم آزاد شد
 گرم شد دست شد و شاد شد
 بہرہ زامید ربایاں ہی
 حوصلہ از فزایاں ہی

یافت پری در برد دیوانہ گشت
 بازن و فرزند سوئے خانہ گشت
 جلوه مقصود بایستہ در
 حاصل آفاق بہ گنجیستہ در
 خواست بکاشانہ در آید بنار
 تادراں خانہ کشاید بنار
 در حق دیرانہ دعائے کند
 دعوت برگے دنوائے کند
 خاک زاکیر دعا زر شود
 گنج پند و زرد قاروں شود
 کرد جواں نیز تمنائے خویش
 ہم بدے چند توانگر شود
 ہمچو پد مخور او بود نیسز
 شد بہ تنگے چند خرام سفر
 بردل از امید رقمہا زناں
 ہر یکے از رفتہ سگالش کناں
 می بچمیدند بذوق وطن
 ماند چو کاشانہ بفسر سنگلک
 ناگہ از آں بادیہ گردے بخت
 بر سر اقبال ہو سہا نشست
 از دل آں گرد سوارے دید
 نے غلظم آئینہ زارے دید
 جلوه گرا از آئینہ شہزادہ
 دور ز فوج و سپہ افتادہ
 در پئے صیدے بہوس میدوید
 تا بنظر گاہ غریباں رسید

۱۔ در عہد موسیٰ علیہ السلام شغفہ بودہ ز بنی اسرائیل کہ دولت بے شمارئی داشت۔ بسیار مغرور و متور بود۔

زآں سبب از عذاب الہی با ہمہ دولت و خیال خویش زیر زمین فرو رفت بہیچ کس نشانیش نیافت۔

شد گمش بازن دہقان و دچار
 گشت دل از نادک نازش نگار
 از سرا بر و بادائے شگرف
 کرد عبارات دل آئینج صرف
 در خم دامنش چو میفشرد تنگ
 آں زن بیچارہ بگرداند رنگ
 کرد دل و جان بہوایش اسیر
 رفت ز دل بہر کشادہ ز پیر
 گفت خوشا خوبی و جاہ و جلال
 شو ہر اگر مال برد کو جمال
 شوخ و کش و نغز گر جواں یافتش
 سر بسر آرامش جاں یافتش
 پشت ہوسہائے نہاں گرم کرد
 جامی در آغوش جواں گرم کرد
 عہد حق صحبت و الفت شکست
 رنگ بر خسارہ عصمت شکست
 در ہوس جلوہ رنگ حنا
 دست بیا لود بخون و فنا
 رام نگہ دید و لا آرام خویش
 جیلہ برانگیخت پئے کام خویش
 پردہ آزر م ز رخ برگرفت
 مویہ کماں گریہ از سر گرفت
 نالہ بر آورد کہ اے نوجواں
 داوئیے مہری ایں رہزناں
 خوش کسم و، سیچکسم کردہ اند
 بلبلسم و در قفسم کردہ اند
 زیور و پیرایہ من بردہ اند
 بخودم از قافلہ آوردہ اند
 زیں غم و دردم بدر دل رساں
 ہمرہ خود گیر و بمنزل رساں
 خوش بنم خستہ روانان برس
 نغز جوانا، بجواناں برس
 برد جواںش بہ کمر گاہ دست
 داد پس خود بتنگا در نشست
 بر دور رواں گشت رواں بچو باد
 گرد ریش بر سر دہقان قتاد
 وقف رویش چو بدیں رنگ دید
 تانیہ صبر و سکون تنگ دید

مانند بکسرت نگرانش که چه
 ناله نوید اثری باز داد
 کهای علم قدرت ایزد بدست
 تیر دعائے نفست بے خطاست
 پیر خرف دود فغاں برکشید
 زار بنالید به پیش خدا
 روز من از جوش بلا تیره شد
 بخت دریں مرحله با من چه کرد
 انده من زهره گداز آمده ست
 خست دل از تیزی رفتار او
 ساز تلانی سلوکش بساز
 در خم پوزش بادای سجود
 کان زن بد طینت و پیاں شکن
 خوک شد و بد نفسی ساز کرد
 دید جواں کاین چه بلا شد چه شد
 از دل شهزاده برآمد غریب
 غول بیاباں رگ جاننش گرفت
 راست ز اسپش بزمن برنگند
 سر بفلک سود فغانش که چه
 با تفعی از پرده اش آواز داد
 ناک دل دوزر با کن زشتست
 حکم ترا حکم خدنگ تضا ست
 شعله شد و از دل خود سر کشید
 گفت که اے صانع ارض و سما
 چشم من از تاب جفا خیره شد
 ناله گوا هست که این زن چه کرد
 پیش تو سائل به نیاز آمده ست
 داد اگر اکیف سر کردار او
 مسخ کن و ماده خوش بساز
 بود لبش محو دعائے که بود
 دید سیاه آئینه خوشتن
 با سرور و غرورده آغاز کرد
 آهوک خوک نشاند چه شد
 زار بر رسید ز آسیب دیو
 خواست بنالد که زبانش گرفت
 بر سر خاک از سر زین برنگند

گشت ہراساں و عنان در گسخت	آب رخ برق بجولان بر یخت
زاں زن فرقت جوان گشت	در نفس خوک نہاں گشت
جانب شوی و پسر خود دوید	لابہ کناں در قدم شان تمید
جنہش دم طرز ہوا داریش	سر زدن آئیں طلبگاریش
حیف کنان پر اثر ساز خود	نومہ بر این گسخت بر آواز خود
تا پسرش را بہم آمد در دل	کرد ز بیتابی خاطر جنوں
مادر خود را بچنان حال یافت	چارہ سگالید و بزاری شنافت
کرد و عاصف مددگاریش	زار بنالید بہ غمخواریش
کالے اثر ایجاد نفسہائے ما	گر تونہ بینی سوے ما دلے ما
رحمت خاصے بسیرا فرست	مژدہ آراش جانہا فرست
این زن پر آئینہ عبرت ست	ننگ تنخیل کدہ صورت ست
حسن و جمالش ہمہ برباد رفت	صورت اصلیش ہم از یاد رفت
داغ نگوہیدہ سرشتی چراست	خوبی اگر رفت بزشتی چراست
کسوتِ این شکل بر آرا از برش	از رخ مسخ بشو پیکر شش
باز خواہم کہ بد انسان کش	صورتِ اصلی وہ و انسان کش
نال ز توفیق از بہرہ برد	نفت دتمنا بہ کفش در سپرد
کسوتِ آلِ خوک قبا گشتہ دید	پیکرے از پوست جڈا گشتہ دید
پیرزنہ پشتِ خم استادہ یافت	حرف د سخن را چو خود آمادہ یافت
چشم بہالید و مژہ بر شکست	باورش آمد کہ ہماں ماکست

دے ہماں موئے سفیدش ہماں چشم ہماں قوت دیدش ہماں
 پشت خم و ربط عصایش ہماں واں لب و دندان و صدایش ہماں
 آئینہ از رنگ و ساوس زدود شکر بدرگاہ الہ نمود
 غالب اگر محرم معنی شوی آئینہ پرداز تسلی شوی
 تا نبود یاری بخت بلند چارہ عیسے نفستہ سودمند
 نیم دعا گر شودے مستجاب مفت بود سود بروں از حساب
 طالع آں بے سرو پایاں نگر دست گہم عقدہ کشایاں نگر
 کز اثرِ رافت آں راز وار یافتہ ہر یک سر و برگ بہار
 رحمت حق جوش عطا ہا نمود رنگ اثر صرف دعا ہا نمود
 نور اجابت ز کہیں جلوہ کرد شک زمینان رفت و یقیں جلوہ کرد
 بود ز بس طالع آناں نرند ہمت شاں ترے پستی ننگد
 شد سہ دعا با ہمہ لطف اثر صرف علاج سہ بلائے دگر
 آں ہمہ آرایش حسن قبول رنگ ہوس باخت بگردن قبول
 حاصل شاں زان تگ و تازہوس رفتنی و آمدنی بود و بس
 بخت چو پوید رہ مکر و فریب کیست کہ از اوج نیمقد بہ شیب

عالم تفتدیر چین ست و بس

حاصل تحریر من اس ست و بس

سومین مثنوی

موسوم به

چراغ دیر

نفس با صور و ساز ست امروز	خوشی محشر از ست امروز
رگ سنگم شرارے می نویسم	کف خاکم غبارے می نویسم
دل از شور شکایتها بجوش ست	جباب بینوا طوفاں خردش ست
بلب دارم ضمیر آلا بیانی	نفس خوں کن جگر پالا نغانے
پریشاں تر ز زلفم داستانی ست	بدعوی هر سر موسیم زبانی ست
شکایت گونه دارم ز احباب	کتان خویش می شویم بهتاب
در آتش از نولے ساز خویشم	کباب شعله آواز خویشم
نفس ابریشم ساز نغان ست	بسان نے تم در استخوان ست
محیط افکنده بیرون گوهرم را	چو گرد افشانده آهن جوهرم را
ز دلی تا بروں آوردہ بختم	بطوفان تغافل داده رختم
کس از اهل وطن غنوار من نیست	مراد دهر پنداری وطن نیست
زار باب وطن جویم سرتن را	که رنگ و رونق اندایں ته چین را
چو خود را جلوه سخن ناز خواهم	هم از حق فضل حق را باز خواهم

چو حسرت بازوئے ایمان نویسم
 چو پیوند قباے جاں طسرازم
 گرفتہ کنج جہاں آباد رستم
 مگو داغ فراق بوستاں سوخت
 جہاں آباد گردن بود آلم نیست
 نباشد قحط بہر آشیانے
 پس در لالہ زارے جاتواں کرد
 بخاطر دارم اینک گلزمینے
 کہ می آید بدعوی گاہ لانش
 نگہ را دعوی گلشن ادائی
 سخن رانازش مینو تماش
 تعالی اللہ بنارس چشم بد دور
 بنارس را کسے گفتا کہ چین ست
 بخوش پرکاری طسرد وجودش
 بنارس را اگر دیدست در خواب
 حسودش گفتن آئین ادب نیست
 تنازع مشرباں چوں لب کشاید
 حسام الدین جیدر خاں نویسم
 امین الدین احمد خاں طسرازم
 مرایتاں را چرا از یاد رستم
 غم بے مہری ایں دوستاں سوخت
 جہاں آباد بادا جلے کم نیست
 سرشاخ گلے در گلستانے
 وطن را داغ استغنا تواں کرد
 بہار آئین سواد دل نشینے
 جہاں آباد از بہر طوافش
 ازاں خستم بہار آشنائی
 ز گلبنانگ ستا شہائے کاشی
 بہشت خستم فردوس معمور
 ہنوز از گنگ چینش بر جبین ست
 زدہ پی میرسد ہر دم درودش
 کہ میگردد ز نہرش در دہن آب
 ولیکن غبطہ گریا شد عجب نیست
 بہ کیش خویش کاشی را ستانید

لے نواب حسام الدین جیدر خاں (شاگرد میر تقی میر و میر خلیق) تدارج و مرثیہ مرزا غالب (متوفی ۱۸۴۳ء)

لے نواب امین الدین احمد خاں رئیس لوہارو۔ لے نام شہر بنارس۔

کہ ہر کس کا اندر اگلشن ببرد
 چمن سرمایہ امید گردد
 زہے آسودگی بخش روانہا
 شگفتہ نیست از آب و مہویش
 بیا اے غافل از کیفیت ناز
 ہمہ جانہائے بے تن کن حاشا
 نہاد و شاں چو بے گل گراں نیست
 خس و خارش گلستان ست گوئی
 دریں دیرینہ دیرستان نیرنگ
 چہ فروردیں چہ دیمہا و چہ مرداد
 بہاراں درشتا و صیف ز آفاق
 بود در عرض بال افتانے ناز
 تسلیم ہولے آل چمن زار
 فلک راقشہ اش گر بر جبین نیست
 کف ہر خاکش ازستی کشتے
 سوادش پانی تخت بت پرستاں
 عبادت خانہ تا تو میان ست
 دگر پیوند جسمانی بنگیرد
 بمرون زندہ جاوید گردد
 کہ داغ چشم می شوید ز جانہا
 کہ تنہا جاں شود اندر نفسایش
 بنگاہے بر پری زادانش انداز
 ندارد آب و خاک این جلوہ حاشا
 ہمہ جانہ جسمے در میاں نیست
 عمارش جو ہر جان ست گوئی
 بہارش امین ست از گردش رنگ
 بہر موسم فصایش جنت آباد
 بکاشی میکند تلاق و سیلاق
 خزانہ صندل پیشانے ناز
 زموج گل بہاراں بستہ زتار
 پس این رنگینی موج شفق چیست
 سر ہر خارش از سبزی بہشت
 سراپایش زیارت گاہ مستان
 ہسانا کعبہ ہندوستان ست

لہ فروردین - مت ماہ ذی القعدہ در برج حمل - نام ماہی کہ در ایران رائج ست - اولین ماہ شمس
 ایرانیان - مرداد و نجم ماہ شمس ایرانیان -

بتانش را ہیولے شعلہ طور
 میانہا نازک دولہا توانا
 تبسم بسکہ در بہا طبعی ست
 ادائے یک گلستان جلوہ سرشار
 بہ لطف از موج گوہر زمرد تر
 ز انگیزندہ اندازِ خسرو
 ز رنگیں جلوہ غارت گر ہوش
 ز تاب جلوہ خویش آتش افروز
 بسامان دو عالم گلستان رنگ
 رسانندہ از اداسے شست و شوئے
 قیامت قاتل مرگاں دمازاں
 بہ تن سرمایہ افزائش دل
 بہستی موج را فرمودہ آرام
 فتادہ شورشے و رقالب آب
 ز بس عرض تمنای کند گنگ
 ز تاب جلوہ ہا بیتاب گشتہ
 مگر کوئی بنارس شاہدے بہست
 نیاز عکس روی آں پری چہر
 سراپا نورایزد چشم بد دور
 ز نادانی بکار خویش دانا
 دہنہار شک گہلے ریحی ست
 خسروے صد قیامت فتنہ دیار
 بنا ز از خون عاشق گرم دو تر
 بیائے گلبنے گستردہ دلے
 بہار بستر و نوروز آغوش
 بتان بت پرست و برہمن سوز
 ز تاب رخ چراغان لب گنگ
 بہر موج نوید آبروئے
 ز مرگاں بر صف دل نیزہ ہا زان
 سراپا مژدہ آسائش دل
 ز غمرے آب را بخشیدہ اندام
 ز ماہی صدوش در سینہ بیتاب
 ز موج آغوشہا دایمی کند گنگ
 گہرا در صد نہا آب گشتہ
 ز گنگش صبح و شام آئینہ در دست
 فلک در زندہ گرفت آئینہ از ہر

بنام ایندو زہے حسن و جمالش
 بہارستانِ حسن لا ابالی ست
 بہ گنگش عکس تا پر تو فگن شد
 چو در آئینہ آتش نمودند
 بہ چین نمود نگارستان چو ادنی
 بیاباں در بیاباں لالہ زارش
 شبے پر سیدم از روشن بیانی
 کہ بینی نیکو نہا از جہاں رفت
 زایمانہا بحیرت نامے نہانہ
 پدر ہاتھ خون پس رہا
 بہادر بہادر در ستیز ست
 بدیں بے پردگیہلے علامت
 بنفع صورت عویق از پے چیت
 سوتے کاشی باند از اشارت
 کہ حقانیت صانع را گوارا
 بلند افتادہ تمکین بنارس
 آلا اے غالب کار اوفتادہ
 ز خویش و آشتایگانہ گشتہ
 چہ محشر سرزد از آب و گل تو
 کہ در آئینہ میر قصد مثالش
 بہ کشور ہاسم در بے مثالی ست
 بنارس خود نظیر خوشن شد
 گزند چشم زخم ازوے ربودند
 بگیتی نیست شارساں چو ادنی
 گلستاں در گلستاں نو بہارش
 ز گرد شہائے گردوں راز دلے
 وفا و مہر و آرم از میاں رفت
 بغیر از دانہ و دلے نہانہ
 پس بہ دشمن جان پد رہا
 وفات از شش جہت رود گریز ست
 چرا پیدائی کرد و قیامت
 قیامت را عناں گیر جنوں کیت
 تبسم کرد و گفتا ایں عمارت
 کہ از ہم ریزد ایں رنگیں بنا را
 بود بہ اوج او اندیشہ تارس
 ز چشم یار و اغیار اوفتادہ
 جنوں گل کردہ و دیوانہ گشتہ
 درینا از تو و آہ از دل تو

چه جوئی جلوه زین رنگین چمنها
 بهشت خویش شوازه خوں شده نها
 جنونت گر به نفس خود تمام ست
 زکاشی تا بکاشان نیم گام ست
 چوں بوئے گل پیرا بن یرون آئی
 آزادی ز بند تن بروں آئی
 مدد از کف طریق معرفت را
 سرت گرم بگردان شش جت را
 فروماندن بکاشی نارسا نیست
 خدا را این چه کافرا جبرایت
 ازین دعوی بآتش شوی لب را
 بخوان غمنامه ذوق طلب را
 بکاشی لخته از کاشانه یاد آر
 درینسا در وطن دامانده چند
 درین جنت ازاں دیرانه یاد آر
 هوس را پائے در دامن شکسته
 بخون دیده زورق رانده چند
 بشهر از یکسی صحرا نشیناں
 باید تو چشم از خویش بسته
 بگرکاں قوم را دهر آفریده
 بروئے آتش دل جاگزیناں
 همه در خاک و خوں انگنده تو
 ز سیلاب بر آتش آرمیده
 چو شمع از دلغ دل آذر نشاناں
 حکم یکسی با بنده تو
 سر و سرمایه غارت کرده تو
 از آنانت تغافل خوشنایست
 تو را لکن بجز کار نیست در پیش
 چو سیلابت شتاباں میتوان رفت
 بیابان در بیابان میتوان رفت
 ترا ز اندوه محسوس بود باید
 خراب کوه و دامنوں بود باید

چو بیتی رنج خود را رُونما ده	تن آسانی بستاراج بکلا ده
نفس را از دل آتش زیر پا نه	هوس را سر بیا لین فنا نه
زدانش کار نکشاید جنوں کن	دل از تاب بلا بگداز و خوں کن
دے از جاده پیمانی میا سائے	نفس تا خود فرو نشیند از پائے
بیشال دامن و آزاده برخیز	شمار آسا فنا آماده برخیز
بگواشد و برق ماسوی شو	زالا دم زن و تسلیم لا شو

چارمین ثنوی

موسوم بہ
رنگ و بو

غازه کش عارضِ ہندوستان	بود جوال دولتی از خسروان
از نیم تر دستِ خود تلزمے	بادۂ سرمستی دل را خمے
عالی از برگ نوازش بساز	ماندہ گسترده بہ پہنائے آرز
جو خود از دے بوجود آمدہ	آئینہ صورت جو دآمدہ
بودہ زیان خود و سود ہمہ	بستہ مکر بہر کشود ہمہ

لے ایں ثنوی را مرزا غالب بعد از سفر کلکتہ تصنیف کرد، اخراجات سفر طویل، کیفیت و درمی وطن خویش
دہلی و دریں ثنوی جلوہ می نمایند .

دابگل و خار چو آغوش ابر
 چرخ زد دست گہرافشان او
 داشت پے طرح کرم ریختن
 بصدے جلوہ برادرنگ داشت
 دادہ ہر گوشہ صلائے کرم
 بہرہ پر تو ہندہ گردہا گروہ
 در صف ارباب طلب نا گرفت
 تیرہ سرا انجام حریفے چو آہ
 جولے زہر بلا خوردہ
 از تب قباب دل خوش انگھے
 بودہ خاکستر اعضائے او
 بیج گہ از بخت نیا سودہ
 سر بسر آئینہ عرض شکست
 کہنہ گلیمے کہ زہر پنبہ
 شام بلا از قمحس کردہ
 از اثر تیر گیش در نظر
 خشک کدوکاسہ ناشستہ
 آب ز مغز سر بجنوں درو
 پیش کفش غاشیہ بردوش ابر
 لطمہ خور موجہ طوفان او
 لعل و گہر بر سرم ریختن
 انفرش از موج شفق رنگ داشت
 ہر نفسش پردہ کشائے کرم
 سر زدہ چوں لالہ ز دامان کوه
 نقش غمے بال زود جا گرفت
 کرد سیاہی ز در بارگاہ
 از رم طالع سیر پا خوردہ
 زیر لحاف کف خاکسترے
 کلفت نظارہ سراپائے او
 چہرہ بگرد سفر اندودہ
 کہنہ گلیمے و کدوے بدست
 پردہ کشائے غم ویرینہ
 سایہ چغند از اثر شس پردہ
 دود دے بستہ تن سر بسر
 از نیم زہراب عنارستہ
 بادہ گلغام شدے خون درو

تاز روشن زهره بینش گداخت
 گرد بلا بر سر نظاره ریخت
 کای شبه آزاده گدا نیستم
 شانه کش طسره سوداستم
 کز کرم آدازه در انگلنده
 بو که متاعم بهایه رسد
 شبه پس ازال کز نقش مدحبت
 بر دگلم دوزخش مایه داد
 رفت فروشنده دوزخ باد برد
 گفت که این نقد به گنجینه به
 خود نه گلیم و نه کدو برده ایم
 گرچه بدین مایه چه بالیم ما
 در نظر مردم دانا دل ست
 چو روش نیت رگیتی فرور
 خرده به تن کرده ز کمالی پرند
 در خم دینج روش جستجو
 شه لبستان حرم جائے کرد
 خلوت از دمر و آرام یافت
 سامعه آتش کده راز ساخت
 از نفس آهنگ به پیغاره ریخت
 طالب ایشاد و عطا نیستم
 با تو فروشنده کالاستم
 شور صلا ییم بسر انگلنده
 وقت مرا از تو صفای رسد
 داد زردلق و کدو باز جست
 مهر به بیعانی سایه داد
 مشتری آل جنس به خازن سپرد
 جای دل اندر صدف سینه به
 مادل غم سدید داد برده ایم
 لیک چو در پرده سگالیم ما
 نیک نگه دار همانا دل ست
 پرده فسرد هشته بر خسار روز
 چرخ بدر یوزه بر آمد نرند
 شام گلیم آمد و ما شش کدو
 اطلس افلاک ته پایے کرد
 بستر خواب از تنش اندام یافت

تند لہو ناں مے ناب رفت چشم جہاں ہیں بشکر خواب رفت
 تانگش پردگی کار شد نقشے ازاں پردہ نمودار شد
 دیدہ ز تمثال سراپائے حور ریخت گل جلوہ بحیب شعور
 رایے از نور برافراشته پردہ رنگی بہ گل انپاشته
 پیکرے از لطف فراہم شدہ صافے آئینہ مجسم شدہ
 جلوہ گل مشعلہ دار رہش فسر ہما گرد و غبار رہش
 در نظر از شوخی اعضائے او بودہ چمن خیز سر اپائے او
 گل بگریباں جہاندار ریخت زمزمہ رخصتے از تار ریخت
 شاہ سر و ماند و پژوہید راز کای ز منت مژدہ بفرمای باز
 کیستی داین ہمہ تصدیح چیت آئینہ پردازی تو دلچ چیت
 گفت کہ من دولت و مال توام آئینہ جاہ و جلال توام
 شمع طرب محرم نور من ست روشنی بزم سرور من ست
 بودہ ام آئینہ تمثال تو صورت معقولہ اقبال تو
 بوی گلیمے بدما غم زدے سیلی صرصر بچہ غم زدے
 ہیں کہ مرا از تو دریں دیولاخ حوصلہ تنگ ست دیباہاں فراخ
 رفتم و دارستم از آزار تو باد خدای تو نگہدار تو
 ہمت شہ عجز تقاضا نکرد بیچ ازاں عسیرہ پروا نکرد
 برگ رضا دادش خوشنود کرد دم ز شگرفی زود پد رو د کرد

برق دگر بر اثرش ریخت باز
 میکلے از کوه تنومند تر
 پیل تنے کز پے عرض شکوه
 چین جینش ز غضب تیغ زن
 زند قوی پخبه خصم انگنے
 گفت منم قوت و نیروے تو
 حلقه بگوشش تو ام از سر کشم
 پشت من از مرده دولت قوی ست
 با تو دگر نام و نشانم مباد
 بال نشان گشت و ز دنیا رفت
 بسکه درال فتنه محابا رفت
 نورے ازاں پرده بروں تافت باز
 بوے گلے بانفس آیمخته
 دامن بر چیده بدست اندش
 چهره بخواب جگر شسته
 راد حریفے که چوں ساغر زند
 رفتگی از عاشیه داران او
 جلوه گرے آفت نظاره
 جلوه دیگر ز در آمد فسر از
 بوده از وجهه الوند تر
 رسته رگ گردنش از مغر کوه
 تیزی تیغش شغب بخت تن
 جم سرد برگی و تهمتن تنے
 طاقت سر پنجه و بازوے تو
 آب تو ام گر به نهاد آتشم
 دلق و کد و مایه بی دولتی ست
 جابتن یکبست یا نم مباد
 بر اثر سپیکر اقبال رفت
 تاب و توان رفت و دل ز جال رفت
 دیده شه روشنی یافت باز
 صورتے از مایه جال بیخنته
 هر مژه بر همزدنی شه پیرش
 چوں نفس از پرده دل رسته
 خوں دو عالم بقدر ح در زند
 نه بخورے از بان گذاران او
 برق ز تمثال وے انگاره

رنگ گل آینه دیدار او موج پری جو هر رفتار او
 جلوه جنت ز غبارش رے چشمه کوثر ز محیطش نھے
 نشہ ز صہب اور سیدن ازو خون ز جگر باد و دیدن ازو
 دلولہ در جان و دل شاه ریخت طرح قیامت بنظر گاہ ریخت
 گفت من آینه ناز تو ام ہمت آفاق گداز تو ام
 آمدہ پیشم ز دولت دور نی آمدہ ام پیش تو دستور نی
 شاه سراز ملتش باز زد چنگ بداماں دی از ناز زد
 گفت در بغا چه ستم می کنی رام کہ کایں ہمہ رم می کنی
 فارغ از اندیشہ امید و بیم گنج نشاندن یہ پہلے کلیم
 مایہ تشویش نگہداشتن خاطر درویش نگہداشتن
 دولت و اقبال بر انداختن آئینہ در رگزر انداختن
 بر اثر بخت رواں باختن دست و دل و تاب تو را باختن
 آل ہمہ پرواز بیال تو بود شوخی آہنگ کمال تو بود
 منکر کنوں جسز تو ندارم دگر دامت از کف نگزارم دگر
 ریشہ مہر تو بجاں من ست مغسہ تواندر استخوان من ست
 شمع و چراغ شب تارم توئی خاکم و سامان بہارم توئی
 برق خسرابی بسوا دم مزن آتش حسرت بہ بہارم مزن
 لے ز تو کار دو جہاں ساختن چوں تو نباشی چه تو را ساختن
 ہمت از انجا کہ تقاضا دوست کر کسی نہ پایہ تر پایے دوست

خواری سائل نہ پسند دہی	در پہ رخ عجز نہ بند دہی
جوش گل از حسن خداداد زد	بوسہ بدست شد آزاد زد
ریخت گل غمزہ بجیب امید	داد ز خر سندی خویشش نوید
گفت کہ از بند غم آزاد باش	من بتو شادم تو بمن شاد باش
ہاں دغا زندہ ہوئے تو باد	جلوہ من غارہ روی تو باد
دولت و اقبال غلام تو باد	تاب و توان بادہ جام تو باد
کایں ہمہ قائم بوجود من ست	بل ہمہ موجود ز جود من ست
بال و پر نشہ ز صہبائے	دستگہ قطرہ ز دریائے
نقشہ بود دولت و صہبائے	قطرہ بود سطوت و دریائے
صورت من معنی آزادی ست	پیشہ من مردی و رادگی ست
ہمچو من آزاد سبکبار شو	وہ ہمہ وینچ خسریا ر شو
در شود بروئے وفا باز باش	در رہ دل خانہ بر انداز باش
در دل از آزار دل اندیشہ کن	گنج بر انشان و کرم پیشہ کن
یادری از بخت و کرامت زنت	دیر بہمان ایکہ سلامت زنت
غالب افسردہ دل و جاں بیا	بے سرو پا در صف رنداں بیا
بے خبراں را خبرے باز دہ	زال مے دیریں قدرے باز دہ
آں اثر پردہ سازت چہ شد	زمزمہ خارا گدازت چہ شد
آں ز جنوں پردہ کشائیت کو	دلولہ سلسلہ خائیت کو

آں نفس نال کندت کجاست؟	واں نگہ جلوہ پسندت کجاست؟
در ہوس جاہ فرو رفتہ	جیف کہ در چاہ فرو رفتہ
راہ غلط کردہ بانسون دیو	می سپرے مرحلہ رنگ و ریو
تاپی نیرنگ دفن افتادہ	از نظر خویستن افتادہ
بندہ زر بودن از اہر بھمنی ست	مرد خدا این چہ خدا دشمنی ست
آہ زدنیہا طلبیہائے تو	دایں ہمہ ابرام دلقاضائے تو
گرمی خونت کہ ازیں پیش بود	صرف بر انداختن خولیش بود
آتش ہنگامہ بجاں داشتہ	دایغ مغال شیموہ بتاں داشتہ
بود بہ تیج و خم سودائے کار	کار تو چوں زلف بتاں تار و مار
بسکہ ہی تیرہ تراز شام بود	روز تو دایغ دل ایام بود
چشم پریشاں نظرے داشتی	جلوہ بہرہ رگزرے داشتی
بسکہ بلا بر اثر انداختی	دیدہ بصد جا سپر انداختی
زاں ہمہ اجزائے زمانی کہ رفت	واں ہمہ خونابہ فشانی کہ رفت
ہر چہ کنوں می رسد م در نظر	شاہد و شعر ست و شراب و شکر
چرخ بسا روز بگشت اینچنین	آہ زمرے کہ گذشت اینچنین
حال بدیں مایہ تباہی کہ ہست	خاصہ بدیں روی سیاہی کہ ہست
آں ہمہ دیوانگی و جاہلی	دایں ہمہ ناکامی و بے حاصلی
آں ہمہ بدستی و تن پروری	دایں ہمہ شادی و افسونگری

آں ہمہ بیراہہ روی ہائے تو دایں ہمہ بیصرفہ روی ہائے تو
 آں ز جنوں برق بخرمین زدن دایں نجم دایم ہوس تن زدن
 آں ہمہ خوں بودہ و خاکست این آں مرضی بود و ہلاکست این
 آں چہ روش دیں چہ پیچست ہاے آں ہمہ پوچ اینہم پیچست ہائے
 نیمہ شب از غم تو در خواب رفت نیمہ بہیمو دن ہمتاب رفت
 ہیں کہ دریں کار گریچ تیچ حاصل سعی تو پیچست، تیچ
 نقد تمنا بکف افتادہ گیر خسروی دست بہم دادہ گیر
 اے ہمہ تن دوسوہ سود تو کو دہر سرابست وجود تو کو
 ہر چہ ازیں پردہ ہوید استی نقش و نگار پر عنقا ستی
 ہستی اشیا کہ غبار فنا ست پردہ کشائے اثر سیمیا ست
 خلق کہ از دم نمودش ہست دم تو دانست کہ بودش ہست
 پیروی دم مکن زینہار سر ز گریباں حقیقت برآر
 خیز و چو منصور نوائے بزن ہستی خود را سراپائے بزن
 خلق اگر روس و گر روم گیر ہر چہ بجز حق ہمہ معدوم گیر
 آنکہ دریں پردہ سگالی بود از اثر ہمت عالی بود
 ساتی ہمت کہ صلا می دہد بادہ ز خفا لای می دہد
 کاتب توفیق کہ دم میزند بر رقم غیر قلم میزند

لے مراد حسین بن منصور حلاج کہ در حالت جذب "اَنَا الْحَقُّ" گفتن آغاز کرد کہ کلمہ کفرست۔

علمائے اسلام برائے قتل ارتدئی دادند و بردار کشیدہ شد۔ معاصر ابوبکر شبلی بود۔

ہمت اگر بال کشائی کند صعوہ تواند کہ ہمائی کند
 نیست توفیق اگر بر دمد لالہ عجب نیست کز انگر دمد
 ہمت مایہ شہود حق ست ہرچہ بسنجیم وجود حق ست
 ہمت ما غیرت حق ست و بس کثرت ما وحدت حق ست و بس
 ز اثر سطوت حق در کلام حرف ز لب میردم و السلام

پنجمیں مثنوی

موسوم بہ

بادِ مخالف

اے تماشا تیان بزم سخن دے میعاد مان نادرفن
 اے گرانمایگانِ عالم حرف خوش نشیناں این بساط شگرف
 اے سخن پروران کلکتہ بے زبان آوران کلکتہ
 ہر یکے صدر بزم بارگے شمع خلوت سرائے کارہگے
 ہر یکے پیش تاز قافلہ ہر یکے کد خداے مرحلہ
 اے بشغل و کالت آمادہ داد غنچواری چہاں دادہ

۱ صعوہ - پرندہ است کہ بہ اردو ممو لا گویند ۔

۲ ایں مثنوی در اثنائے قیام کلکتہ تصنیف کرد ۔ (۱۸۲۶ء تا ۱۸۲۹ء) سبب تصنیف مثنوی

در مقام کتاب بہ شرح و بسط مندرج است ۔

اے شگرفان عالم انصاف
 اے سخن را طر از جاں دادہ
 عطر بر مغز گیتی افشانان
 اے گرامی فنان ریختہ گو
 اے رئیسان این سوادِ عظیم
 ہنچو من آرمیدہ این شہر
 اسد اند بخت برگشتہ
 گرچہ ناخواندہ میہان شہاست
 بہ نظلم رسیدہ است اینجا
 آرمیدن دہید روزے چار
 کار اجاب ساختن رسم ست
 آل رہ رسم کار سازی کو
 کیستم دل شکستہ غم زدہ
 برق بے طاقتی بجاں زدہ
 از گداز نفس بتاب دتے
 خس طوفانی محیطِ بلا
 درد مندے جگر گداختہ
 در آگاہے فنا زدہ
 چہ بلا پاکشیدہ ام آخر
 بسفارت رسیدہ از اطراف
 صفحہ را ساز گلستاں دادہ
 پہلو انان پہلوی داناں
 نغز در پاکشاں عسربدہ جو
 دے فراہم شدہ ز ہفت اقلیم
 بہر کارے رسیدہ این شہر
 در رسم دینج عجز سرگشتہ
 بے سخن ریزہ چلی خوان شہاست
 بامید آرمیدہ است اینجا
 خستہ را بسایہ دیوار
 میہماں را نواختن رسم ست
 شیوہ میہماں نوازی کو
 بیدلے خستہ ستمزدہ
 آتش غم بجاں دماں زدہ
 در بیابان یاس تشنہ بے
 سر بسر گرد کاروان فنا
 ز غم دہر زہرہ باختہ
 ہمہ بر خویش پشت پا زدہ
 کہ بدینجا رسیدہ ام آخر

بہ سیر روز غم بہ تم بینید
 اندر دوری وطن نگرید
 نہ ہمیں نالہ و فغاں بلیم
 مویہ چوں موئے کردہ ست مرا
 ذوق شعر و سخن کجاست مرا
 دارم آسے زہرہ لالی خویش
 گردش روزگارِ خوشستم
 با من اس خشم دکن دروغ دروغ
 بر غریباں کجاست است تم
 در بگویند جبرائے رفت
 ہر باناں خدا را انصاف
 نمک اند سبویے مے کہ نلند؟
 زلف گفتار را کہ در ہم کرد؟
 ہمہ عالم غلط کہ گفت سخت؟
 بیش را بیشتر کہ گفت بہن؟
 موی را بر کمر کہ گفت غلط
 چوں بدید بدکا اعتراض خطاست
 رشتہ باز پس تاب کہ داد؟
 چوں بدید بدے گناہی من
 تیرہ شبہاے وحشتم بینید
 غم ہجران انجمن نگرید
 من و جاں آفریں کہ جاں بلیم
 غصہ بد خوئے کردہ است مرا
 کئے زبان سخن سراسر است مرا
 نوہ بر خویش و بینوائی خویش
 حیرت کار و بارِ خوشستم
 من چناں تا چہیں دروغ دروغ
 رحم گریخت خود چراست تم
 از تو در گفتگو خطائے رفت
 تا سخت از کہ بود رسم خلافت
 بہ چمن رستخیز دے کہ نلند؟
 بزم اشعار را کہ بر ہم کرد؟
 پارہ زین نمط کہ گفت سخت؟
 بد ز من پیشتر کہ گفت بہن؟
 شعر را سر بسر کہ گفت غلط؟
 ہرچہ غالب نوشتہ است بجاست
 معترض راز من جواب کہ داد؟
 مانہ شستید روسیای من

هر که دیدم ره خموشی رفت
 از چه بود آن بعرضه دم نزدن
 نکشودن لبه بیاوریم
 تابشوریده دل ز بے جگری
 از غم دل ستوه گردیدم
 گله مندانه گفتگو کردم
 چوں شنیدم که نکته پردازان
 از من آزرده اندازان پاسخ
 خجلت آوردم و جنوں کردم
 آب گردیدم و یکپدم من
 نفس من بجمع درنگرفت
 روی دعوی بسویم آوردند
 داغ گشتم ازال ملامت با
 نه امیدم ز شاعری ست نه بیم
 کاش با اعتراض ساخته
 زانکه آنهم رضای یاراں بود
 خار داماں دوستان بودن
 دیگرم با هزار رنگ خروش
 که دگر بلبلیه صغیر زده است
 بود لازم برآں گرفت گرفت
 در ره آهنگی قدم نزدن
 خیره بگزاشتن بداوریم
 به فعال آدم ز خیره سری
 چهره بایک گرده گردیدم
 پاره در سخن غلو کردم
 قدر و اناں و انجمن سازان
 به نیایش بنحاک نمودم رخ
 خویشتن آب و دیده خوں کردم
 قطره آسایسرد دیدم من
 کس نیازم هیچ بزرگرفت
 سخن من بردیم آوردند
 سوختم از لقب تداامت با
 بود شایسته مر مرا تسلیم
 ناله در زیر لب گداخته
 رنگی از جوش این بهاراں بود
 خوشتر از باغ و بوستان بودن
 این نوای خورد به پرده گوش
 طعنه بر طعنه فقیر زده است

زده را میزند چه انصاف است	وای با آنکه شعر من صاف است
شعله در مغز استخوان زده است	اغتراض آتش بجای زده است
یای وحدت بود اضافت نیست	زده را کسره از ظرافت نیست
در خور سرزنش همی نه منم	واضع طرز اس زمین نه منم
گوهر را ز سفته اند چنین	دیگران نیز گفته اند چنین
هم بریں جاوه رفته اند همه	شورش آماده رفته اند همه
کرده اند از نشاط عسریه ها	در نور دگزارش زده ها
مے زده غم زده شراب زده	اکثر از عالم شتاب زده
بقیاس فقیر تقلیب است	مے زده غم زده که ترکیب است
زده غم دید ز مفهوش	چوں برآید ز انگبین موش
لفظ تازی هوی ست ترجمه اش	لیک در بعض جان در همه اش
حق بود حق نه باطل ست که هست	وین خود از شان فاعل ست که هست
قلزم فیض میسر ز ابیدل	پچناں آں محیط بے ساحل
که بد نیسای بدایت دارد	از محبت حکایت دارد
تدرج آرزو بخون زده	عاشق بید لے جنون زده
دویمیں تا کد ام اسلوب ست	اولش خود مضاف مقلوب ست
طعن بر کسر بیکر ال زده	کرده ام عرض پچناں زده

۱- مرزا عبد القادر تیل، بزرگے بود تورانی الاصل، در صغر سن بنحاک پاک ہندوستان افتادہ، شعر فارسی بہتانت و استواری و نزاکت و پختہ کاری میگوید بسک لازم آن شاہزادہ محمد اعظم شاہ خسلک بود۔ محبوبہ غفر ص ۱۱۵۔

مگر ای شعر زان نمط نبود در بود شعر من غلط نبود
 گرچه بیدل ز اهل ایراں نیست لیک پیمون قلیل نادان نیست
 صاحب جاہ و دستگاہے بود مرور ازین نمند کلاہے بود
 نہ غلط گفته ست در خود گفت راست گویم در آشکار و نہفت
 دعویٰ بندہ بے سرو بن نیست شعر بیدل بجز تفتن نیست
 پارہ از کلام اہل زبان می فرستم بخدمت یاراں
 تا بدیں پردہ آشنا باشند بامن زار ہمنوا باشند
 وہ کہ دیگر ز جاہدہ برگشتم خیرہ بودم سفید تر گشتم
 وعدہ خامشی زیادم رفت شیوہ عجز از نہادم رفت
 سادہ لوحم مرا چہ رنگ و چہ ریو آدخ آدخ ز جاہلانہ غریو
 من کہ دعزم داندی کردن ساز بزم سخنوری کردن
 خاک پائے سخنور انستم دوستانرا ز کہتر انستم
 بابرزگاں نیاز ہا دارم ہم بدیں شیوہ ناز ہا دارم
 بندہ ام بندہ مہربان را رمز ہماں و نکتہ دان را
 نہ ز آویزش بیایاں ترسم من و ایماں من کزاں ترسم
 کہ پس از من بسا ہماے دراز بزباں ماند ای حکایت باز

لالہ دلائی سنگھ قلیل، دلفش فرید آباد نواح دہلی است۔ مذہب آئی ترک کردہ اسلام قبول (اسلامی نام محمد بن)

کرد۔ در زبان و ادبیات فارسی مہارت تامہ تحصیل کرد۔ در لکھنؤ اقامت گزید۔ در بنگال بہار

داد و شاگردانش بسیار بودند۔

کہ سیفِ رسیده بود اینجا
 چند روز آرمیده بود اینجا
 با بزرگان سیزده پیش گرفت
 ز تملی داد و راه خویش گرفت
 شوخ چشمتی و زشت خوئے بود
 بے حیائے دهرزه گوئے بود
 هم سیفِ سنان گفتگوئے داشت
 هم خسرا بتیانِ هوئے داشت
 برگِ دنیا ساز و نیش بود
 ننگِ دلی دسر ز مینش بود
 آه ازاں دم که بعد رفتن من
 خونِ دلی بود بگردن من
 تا بوم رنجِ دوستانِ باشم
 بر دلِ انجمنِ گراں باشم
 شاد گردند کز میاں بروم
 آوِخ از من که من چناں بروم
 خسته و مستمند برگردم
 دژم آیم نرنگند برگردم
 یہ دواعم کس از شما نرسد
 شوق را مرده و فانی نرسد
 زیں پس نیست دعوی سخنم
 ناله بے صرفه چوں جرس نه زخم
 نشکنم بر رخِ بیاں رنگے
 بے صدا گردم و نفس نه زخم
 تابِ هنگامه ام خدا را نیست
 بر نخیزد ز سازم آهنگے
 دینک در پیشگاهِ بزم سخن
 مهربانانِ دل ست خارا نیست
 که فلاں با قاتل نیکو نیست
 بزمِ بانهاتاده است ز من
 گس خوانِ نعمت او نیست

لے افسوس . لے سخنس . تباہ حال . لے افسردہ . مغموم (فرہنگ غالب عرشی)
 لے قاتل . دیوانی سنگھ کھتری . دھنش فرید آباد . مشرف باسلام شد . در زبان فارسی عبارت می داشت
 و در اطراف بنگال داد و ده بسیار بودند ۔ صاحب تصانیف کثرت ۔

زلّه بردار کس چسرا باشم؟
 خود کسی ناسزا چسرا گوید
 فیضی از صحبت قتلیم نیست
 نه هوا خواستی نه دشمنی
 عاشق شد که بد نمی گویم
 مگر آتیا که پاری دانند
 که ز اهل زباں نبود قتل
 لاجرم اعتماد را نسزد
 کیس زباں خاص اهل ایران ست
 سخن ست آشکارا پنهان نیست
 دوستان را اگر ز من گل ست
 میسروم از پے قتل همه
 تو ازین حلقه چوں بدر زده
 لے تماشا بیاں زلف نگاه
 که چسرا از حزین به پیچم سر
 دل دهد کز اسیر بر گردم
 من همایم کس چسرا باشم؟
 ناسزا آنکه ناسزا گوید
 رشک بر شهرت قتلیم نیست
 در میانست پائے بمغنی
 و انهم از پیش خود نمی گویم
 هم بریں عهد و رائے و پیمانند
 هرگز از اصفهان نبود قتل
 گفته اش استناد را نسزد
 مشکل ما و سهل ایران ست
 دلی و لکهنوز ایران نیست
 که خرامت خلاف قافله است
 ساخته مرد را دلیل همه
 گام بر جاده دگر زده
 ہاں بگوئید حسبہ اللہ
 آل بجا دودے بدھر سمر
 زان نو آئین صغیر بر گردم

لے شیخ علی حزین شاعر بزرگ زبان فارسی ۔

لے سمر کہانی ۔ افسانہ ۔

دامن از کف کنم چگونگی رها	طالب و معنی و نظیری را
خاصه روح و روان معنی را	آن ظهوری بهمان معنی را
آنکه از سرفرازی قلمش	آسمان ساست پرچم علمش
طرز اندیشه آنفیده اوست	در تن لفظ جان و میده اوست
پشت معنی قوی ز پهلویش	خامه را فریبی ز بازویش
طرز تحریر را نوی از وی	صفحه ارتنگ مانوی از وی
فتنه گفتگوئے اینانم	مست لای سبوی اینانم
آنکه طے کرده این موافق را	چشمش ساد قلیل واقف را
لیک با آل همه که این دارم	گنج معنی در آستین دارم
دل و جانم فدائے اجاب است	شوق وقف رضائے اجاب است
میشوم خویش را به صلح دلیل	می سرایم نوائے مدح قلیل
تا منازد من دیگر گله	رسد از سیروان و سله
گفتن آئین هوشیاری نیست	لیک دانستن اختیاری نیست
گرچه ایرایش نخواهم گفت	سعدی ثنائیش نخواهم گفت

۱ طالب آملی، ملک الشعراء دربار جهانگیر، وطنش عاملی ملایه، از مدرسان بود، متوفی سنه ۱۰۳۰ هجری.

۲ محمد نام، جمال الدین لقب، عرفی تخلص، وطنش شیراز، در سنه ۱۰۹۹ هجری وفات یافت.

۳ نام محمد حسین، تخلص نظیری، وطن یشاپور، از ایران به هندوستان آمد و دربار شهنشاه اکبر بار یافت، و بعد وفات شهنشاه

اکبر نظیری دربار جهانگیری وابسته شد، در سن ۱۰۳۰ هجری بمقام احمد آباد هجرات یافت.

۴ واقف، شاعر مشهور که در زبان فارسی مهارت می داشت، وطنش پیاله، پنجاب، ۱۰۵۵ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی.

ایک ازمن ہزار بار بہ است ازمن و ہجومن ہزار بہ است
 من کف خاک و او سپہر بلند خاک را کے رسد بچرخ کند
 وصف او خدجوں منے نبود مہر و خورد روز نے نبود
 مہربا ساز خوش بیانی او جہذا شور نکتہ دانی او
 نظمش آبِ حیات را ماند در روانی فراست را ماند
 نثر او نقش بال طاووس است انتخاب صراح و قاموس است
 بادشاہے کہ در قلم و حرف کردہ ایجاد تکتہ ہائے شگرت
 خامہ ہندوی پارسی دانش ہندیاں سر بخطِ سرمائش
 ایں رقمہا کہ ریخت کلک خیال بود سطرے ز نامہ اعمال
 ازمن نارسائی پیمداں معذرت نامہ ایستازی یاراں
 بُو کہ آید ز عذر خواہی ما رسم بر ما دے گناہی ما

آشتی نامہ و داد پیام
 ختم شد والسلام والا کرام

لے رود فرات، در عراق عرب جاری است میدان کہ بلانزد فرات واقع است۔

لے صراح، نام کتاب کہ در علم لغت معروف است بزبان عربی و فارسی۔

لے قاموس، فرہنگ۔ نام کتابے است بزبان عربی بسیار مستند و معروف در علم لغت۔

مثنوی ششم

بیان نموداری نشان نبوت و ولایت که در حقیقت

بدر نور الانوار حضرت الوهیت است

نبی بکارم نکتہ چند از اصول	بدر حمید ایزد و لغت رسول
دیدہ دور را سرمه اغنی را نگاه	تا سوادش بخشد اندر رسم و راه
آسمانها و زمین ہا را کلید	حق بود حق کاہ از نورش پدید
ہر چه جز حق بینی از آیات اوست	نور محض و اصل هستی ذات اوست
حسن را اندیشہ سر در جیب بود	تا بخلوت گاہ غیب الغیب بود
تا ز جیب غیب سر بیرون کند	صورت فکر اینکہ باری چون کند
داد خلوت را فسر و غا انجمن	جلوہ لرد از خویش ہم بر خویش تن
مشعل از نور محمد پیش کرد	جلوہ اول کہ حق بر خویش کرد
ہر چه پنهان بود از نزدیک و دور	شد عیاں زان نور در بزم ظهور
از نقاب غیب بنامند چہر	ایچو آل ذرات کاہد ز تاب ہر
عالم از تاب یک اختر روشن ست	مہر بر ذرات پر تو انگن ست
از نبی در اولیا دارد ظهور	نور حق ست احمد و لمعان نور
چون مہ از خور مستنیر ست از نبی	ہر دلی پر تو پذیر ست از نبی

جلوہ حسن ازل مستور نیست	لیک اعمیٰ را نصیب از نور نیست
از نبی و از ولی خواہی مدد	تا نہ پنداری کہ تا جائز بود
بر نیاید کار بے فرمان شاد	لیک آینه است با خالصان شاه
ہر کہ اورا نور حق نیر و نراست	ہر چہ از وی خواستی ہم از خداست
بر لب دریا گر آبی خوردہ	آب از موجی بحبام آوردہ
آب از موج آید اندر جام تو	لیکن از دریا بود آتشام تو
وقت حاجت ہر کہ گوید یا علی	با حقش کارست و پوش با علی
یا محمد جان فزاید گفتنش	یا علی مشکل کشاید گفتنش
چوں اعانت خواہی از زرداں پاک	یا معین الدین اگر کوئی چہ پاک
اہلماں رازا کہ دانش نارساست	گفتگو با بر سر حرف نداشت
مولوی معنوی عبد العزیز	وال ریح الدین دانشمند نیست
شاه عبد القادر دانش گال	کاین دو تن را بود در گوہر ہمال
بدون نام نبی و اولیاء	خود روا گفتند با حرف نہاد
واں دگر فرزاندہ قدسی سرشت	رہنمائے مسلک پیران بہشت
آنکہ شیخ وقت حضوراہ بود	نام والیش کلیم اللہ بود

۱۔ مراد حضرت خواجہ معین الدین من بخری چشتی کہ مزارش در شہر اجمیر بمستان (مرج خلافت) است۔ متوفی ۷۳۳ھ۔

۲۔ مراد مولانا شاہ عبد العزیز ابن حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب تفسیر قرآن مفسر محدث متوفی ۱۱۵۲ھ شاہ فرزند

ابن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۱۵۲ھ شاہ عبد القادر ابن شاہ ولی اللہ مفسر قرآن و عالم بے نظیر بود۔ متوفی ۱۲۳۲ھ ہجری۔

۳۔ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی درویشی بود خدا رسیدہ، مزارش نزد جامع شاہ جہانی ولی مرجع خاص و عام است۔

گفت استمداد از پیراں رواست
 کی غلط چنین روشن ضمیر
 همچنین شیخ المشائخ فخر دین
 همبریں ہنجا رو آئیں بوده است
 تانہ پنداری ز پیراں خواستیم
 لیک در پوزش بدرگاہ رفیع
 اینچنین پوزش روا نبود چرا
 در سخن در مولد پیغمبرست
 خود حایت از سرور دین میرود
 سعی ما مشکور و نقد ما روا
 نہکت موی مبارک جانغز است
 بزن نیکوتر از جاں رستہ است
 دلنشیں بالودراں روی موی
 ہر کردل ہست وایماں نیز ہم
 در رہ دین تا قدم بنہادہ اند
 برد از خویشم دو صد فرسنگ شک
 نقش پایے کاغچیں افتادہ است
 کی نشیند در دل آل بدگہر
 ہر جہ پیراہ گوید آل رواست
 خسر وہ بر قول کیم افند گیر
 آفتاب عالم علم و یقین
 شیخ ماتق گوسے حق میں بوده است
 حاجت خود را زیزواں خواستیم
 ماہی آریم پیراں را شفیع
 بحث با عارف خطا نبود چرا
 بزم گاہ دلکش و جاں پرورست
 میرود و انگہ بآئیں میسرود
 چہیت آل کاں را شمار می تاروا
 بارگ جانش ہی پیوند ہاست
 لاجرم از آب حیاں رستہ است
 وہ کہ گرداند کسی ز آل موی روی
 چوں نوزد عشق با نقش قدم
 عشقا ز آل را نشانہا دادہ اند
 می برم زین نقش بابرنگ رنگ
 اہل دل را دلنشیں افتادہ است
 کش دلی از سنگ باشد سخت تر

بوی پیرا ہن ز مصر آرد صبا
 بر روزا و پیرین کز مصطفیٰ ست
 در عرب بود ست منعم زادہ
 بر سگے کز کوچہ سیلاستے
 یتوانی گفت ہاں اے تن پرست
 یا تو ان گفتن کہ خود چوں بودہ است
 حاشا شد کایچنین باشد نورد
 عشق گر با پیرین دور بار و است
 حق فرستاد ست بہر مار رسول
 گر بسوی خواجہ رو آریم ما
 چوں نگر د طالب دیدار دوست
 ایکہ بردی بہرہ از خوان نبی
 آمد و آورد پیغام از خدا
 جادہ را ہی نمایاں کرد و رفت
 چوں تو کے از ناسپاسانیم ما
 حق پرستان جملہ این رہ رفتہ اند
 دیدہ یعقوب زویا بد حبلہ
 ہاں نیفشاندن ز امت کے راست
 قیس نامی دل بہیلے دادہ
 قیس از خویشش نزل تر خواستے
 پیر کنعاں بود پیرا ہن پرست
 سگ پرستی کیش مجنوں بودہ است
 رفت از حد سوی ظن کا فر نکرد
 نیست بہر جامہ از بہر خداست
 کردہ ایم از بہر حق و نیش قبول
 دوست از بہر حقش داریم ما
 شاد از نظارہ آثار دوست
 بردہ از یاد احسان نبی
 لوحش شد مرحبا نام خدا
 راہ رفتن بر تو آساں کرد و رفت
 پیرو ایزد شناسانیم ما
 زال کہ با دلہائے آگہ رفتہ اند

لے مراد پیرا ہن یوسف علیہ السلام کہ از دیدہ حضرت یعقوب کہ بے بصر شدہ بود بصارت باز یافت ۔
 لے قیس، شخصے بود از قبیلہ بنی عامر در عرب، پدرش بسیار دولت مند و سردار قبیلہ فوشین بود قیس ہر زنی سیاہ رنگ
 کہ نامش لیلی بود عاشق شد و مجنون گشت و عمر خود معمر اندر دی بسر کرد ۔ لے پیر کنعاں، حضرت یعقوب علیہ السلام ۔

اصل ایمان ست طرز خاص ما
 عرس دایں شمع و چرخ افروختن
 جمع گشتن در یکے ایوان ہی
 ناں بناں خواہندگان دادن دگر
 گر پے تدبیر روح اولیاست
 اولیا را اگر گرامی داشتیم
 از برائے آنکہ این آزادگان
 از شہود حق طہرازے داشتند
 نور چشم آفرینش بودہ اند
 حق پرستان را باطل کاریست
 گر نہ از لیلے بود دیدار جوئے
 گرچہ بالیلی ست حرف از جاں زدن
 آں ولی در یاد حق مستغرق ست
 حق بود پیدائشہاں دیگر چہ ماند
 خیر تا حد ادب داری نگاہ
 بادے آویختی دیوانہ
 نیستی عارف کہ گویم خود مباش
 بد شمر دی رہروان پیش را
 گر سفر اینست منزلکہ کجاست
 غالباً نشد بود اخلاص ما
 عود در محسّر بر آتش سوختن
 تیج آیت خواندن از قرآن ہی
 مردہ را رحمت فرستادن دگر
 در حقیقت آہنم از بہر خداست
 نرپے رومی و شامی داشتیم
 از رہ حق جاں بجائے دادگان
 با فدائے خویش رازے داشتند
 شمع روشن ساز بنفش بودہ اند
 محو لیلے را بہ محل کاریست
 کی بہ محل آورد دیوانہ رازے
 لیک بر محل لکد نتواں زدن
 عین حق گر نیست خود محو حق ست
 چوں ولی رفت از بیاں دیگر چہ ماند
 بے ادب را بدم تیغ ست راہ
 یا بر آتش ریختی پروانہ
 بد مبیں و بد گوی و بد مباش
 رہرو چالاک گفتی خویش را
 لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کجاست

هست رسم خاص در هر مرد بوم
 نفی رسم کفر ما هم می کنیم
 نفی کفر آئین از باب صفاست
 نفی رسم دره هوار می کشد
 اے گرفتار خم و تیغ خیال
 در تو گوی می کنم اثبات حق
 دانم از انکار انکار آوری
 منکر اثبات گوی نیستم
 ادبیا خامسان شای نیستند
 معجزات انبیا آیات کیت
 این دآں را سزده انکاری همی
 چون ترا انکار تا این غایتست
 من ز بد گفتم و گر گفتم مرنج
 خواجہ دیادیں را منکری ؛
 بادل رنجیده از کینه پاک
 در ددل در نظم گفتن نیست بحث
 من سکر و خم گرا بخساں نیستم
 دین که می گوی توانا کردگار
 با خداوند دو گیتی آفرین
 خود چه میخواهی ز نفی این رسوم
 داد بادا نش فرام می کنیم
 نفی فیض اے تیر و دل رسم کجاست ؟
 نفی فیض ست اینکه مار می کشد
 نفی بے اثبات نبود جز ضلال
 از چه روی منکر آیات حق
 پیچش در زلف گفتار آوری
 من حریف این دور روی نیستم
 یعنی آیات الهی نیستند
 دیں صفتها را ظهور از ذات کیت
 تلچہ از حق در نظر داری همی
 آنچه بزنتی کلامے آیتست
 تو کرا بد گفتم در دل بسج
 زمره اهل یقین را منکری ؛
 منکرے را گر بوم منکر چه پاک
 منکر زدم شیوه من نیست بحث
 صد نشان پیدا است پنهان نیستم
 چوں محمد دیگرے آرد بکار
 ممتنع نبود ظهوری این چنین

نغز گفتمی نغز تر باید شنفست
 آنکه پنداری که هست اندر زنفست
 گرچه فخر دوده آدم بود
 هم بقدر خاتمیت کم بود
 سورت آرایش عالم نگر
 یک مد و یک مهر و یک خاتم نگر
 اینکه می گویم جواب پیش نیست
 مهر و مزار جلوه تاج پیش نیست
 آنکه مهر و ماه و اختر آفرید
 می تواند مهر دیگر آفرید
 حق دو مهر از سوسه خادر آورد
 کور باد آن کونه باور آورد
 قدرت حق پیش ازین هم بوده است
 هر چه اندیشی کم از کم بوده است
 لیک در یک عالم از روی یقین
 خود نمی گنجید و د ختم المرسلین
 یک جهان تاهست یک خاتم پس است
 قدرت حق را نه یک عالم پس است
 خواهد از هر ذره آمد عالمی
 هم بود هر عالمی را خلعتی
 بر کجا هنگامه عالم بود
 رحمتش للعالمین هم بود
 کثرت ابداع عالم خوبتر
 یا بیک عالم دو خاتم خوبتر
 در یک عالم دو تا خاتم بجوی
 صد هزارا عالم دو خاتم بجوی
 غالب این اندیشه نه پذیرم ہی
 ایکه ختم المرسلینش خوانده
 خردم هم به خوشی می گیرم ہی
 این الف لامی که استغراق راست
 دامنم از روی یقینش خوانده
 نشان را بجا و هر عالم یک نیست
 خود می گوئی که نورش اول است
 حکم ناطق معنی اطلاق راست
 اولیت را بود شانه تمام
 گرد و صد عالم بود خاتم کیست
 از همه عالم ظهورش اول است
 کی بهر فردی پذیرد انقسام

جو ہر کل برتا بد تشنیہ در محمد رہ نیابد تشنیہ
 تانورزی اندر امکان ریود رنگ چیز امکان بود بر مثل تنگ
 بیم امکان اندر احمد نزدی است چوں ز امکان بگزری دالی کہ چیت
 مانع عالم چنین کرد اختیار کش بعالم مثل نبود زینہار
 ایں نہ عزت اختیار ستلے فقیہ خواجہ بے ہمتا بود لا ریب فیہ
 ہر کرا با سایہ نہ پسند و خدا ہچوا دلی نقش کے بند و خدا
 ہم گہر ہر منیر شس چوں بود سایہ چوں نبود نظیر شس چوں بود
 منفرد اندر کمال ذاتیست لا جرم مثلش بحال ذاتیست

زیں عقیدت بر مردم والسلام
 نامہ را درمی نور دم والسلام

مثنوی ہفتم

تہنیت عید شوال^۱

باز برائم کہ بہ دیباے راز از اثر ناطقہ بندم طراز
 باز برائم کہ دریں جہلو گاہ غازہ ہنم بر رخ خورشید و ماہ
 باز ز انداز رسائی سخن بافتہ ام دام ہمائے سخن

^۱ لے پیشگاہ حضرت بہادر شاہ ظفر۔ لے ایں مثنوی در نسخہ د "شامل نیست۔

باز بآهنگ سخن گستری
 پای فرو رفته تسلیم را به گنج
 رند جهان سوز ملامت کشتم
 من نه همی پیکر آب و گلکم
 یافته ام منصب کار آگه
 جوهر نابم من و شه جوهری ست
 جنبش کلکم به مولای شهست
 کرده تسلیم از گهر شاهوار
 نیست دوی در روش دین من
 آنکه ز شاهیت نشانمندش
 پیش من جمله شنا گستری ست
 باشدم از نوره انوار شاه
 خامه من گشته بتقریب عید
 نکته طرازی بمن آموخت عید
 تا حرم از هند دراز ست راه
 گرتوان گشت بگرد سرش
 طلعت شاه آینه حق نماست
 شاه فرزاد رخ فرخ گهر
 ساخته ام خامه زبال و پری
 خامه برقص ست و نفس نغمه سنج
 خود ز دو گیتی بخیال خوشم
 راز سراواں بود اندر دلم
 خاصه بتوقع بهادر شه
 خوبی آینه زر و شنکری ست
 نازش نطقم به شائے شهست
 بهر شهنشاہ فراهم نثار
 شاه پرستی بود آئین من
 چوں نه پزیرم بخدا ندیش
 کار خداوندی پروری ست
 فرخی عید بیدار شاه
 قفل در گنج سخن را کلید
 سینه بنور خود افروخت عید
 بسته ام احرام در پادشاه
 جبهه توان سودن خاک درش
 حق طلبان پیرو دشمن پیشواست
 قبله از باب نظر بوظنفر

خسرو فرزانہ فیروز بخت
 عالم و این نعمت الوان او
 تاجوران قافلہ در تافلہ
 راست بادم رسد ار بنگری
 آنکہ چون خسر دافروختہ
 در بخندنگ افگنی آندو روئے
 قہرش اگر تفسر قہ افگن شود
 حفظش اگر عام کند ایمنی
 عزمش اگر بانگ بر اشہب زند
 لطفش اگر دایہ بہ گلخن دہد
 مدح شہنشاہ ہمایوں نژاد
 زیں ہمہ اندیشہ کہ من می کنم
 در مہود حلقہ بریں در زدن
 چون بسخن دسترس او بود
 خواستہ غالب بسخن گستری
 ز اہل سخن ہر کہ طراز و ثنا
 شیوہ گفتار بامین خوش ست
 نکتہ سرایان فرمودیدہ فن

ہم ز ازل وارث دیہیم و تخت
 زلہ از خواں نیگاگان او
 راست چناواں کہ دریں سلسلہ
 سروری و شایہ پیغمبری
 مشتری از دے ادب آموختہ
 از قدر اندازت در پردہ گوئے
 پامیہ غارت گر گلشن شود
 شمع پذیرد ز ہوا روشنی
 قافلہ خور بدل شب زند
 آتش و دودش گل دوسن دہد
 نیست نولے کہ توان ساز داد
 گدیہ اقبال سخن می کنم
 گام ز اندازہ نسر اتر زدن
 بندہ ہماں بہ کہ دعا گو بود
 تازگی طرز ستایشگری
 خاتمہ آل نبود حبز دعا
 حرف دعا از پس تحسین خوش ست
 جادہ شناسان طریق سخن

حرف و عاجول بزباں آورند شرط جزائے بمیاں آدرند
منکہ ندانم سخن آراستن بس بودایم ز خد خواستن

دولت شد دولت جاوید باد
تا ابدش عید پس از عید باد

مثنوی، ششم

در تهنیت عید بولی عہد

کردم از حکم ازل آنخورد	منکہ دریں دائرہ لا جورد
روشنی آب گل از آتش ست	پیکرم از خاک دل از آتش ست
برنمط شعلہ نمودش نیست	آتشم آنست کہ دودش نیست
آتش بے دود فرزندہ ام	سوخته ام لیک نہ سوخته ام
روشنی شمع و نور چراغ	آتشم اما بسود و فراغ
شمع ودانی کہ سحر گاہیم	اے کہ زنی دم زہوا خواہیم
پر تو مہر مہر بدخشنده گی	دارم ازین زمرہ شرمندگی
ہست ز آلودگی خاک پاک	پر تو خورشید گرفتہ بخت پاک
غم مخور اینک من و اینک فروغ	خیم گراہیں نکتہ شمار دد و روغ
ہر جہا تباب نشایم ہی	نے نے اگر راست سراہیم ہی

اے مرزا فتح الملک بہادر بولی عہد بہادر شاہ ظفر بادشاہ ہند

ذرہ ام دیدہ بدخواہ کور ذرہ زخورشید پزیرفته نور
 خاک رہ از روشنی آفتاب جلوه فروشد کہ منم خوشتاب
 ذرہ اگر بال انا الشرق زد ہم ز درخشانی آل برق زد
 باکہ توانگفت کہ این تاب چیست ذرہ منم مہر جہانتاب کیست
 مہر ولی عہد شہنشاہ عہد زیب نرainedہ این ہفت مہد
 روشنی چشم ظفر فتح ملک فرخ و فرخت رہ گہر فتح ملک
 ہم بدیش داور فریاد رس ہم بسخن خسرو مشکین نفس
 حسن بہار آیینہ روی او نہکت گل توشہ کش خوی او
 کارگہ بارگش نہ سپہر خاک نشینان رمش ماد و مہر
 قیصر و نفور گدائے درش یافتہ اوج نظر از منظرش
 باد فروش سر رمش بہار گشتہ غزلخواں بنوائے ہزار
 گوئے فلک در خم چوکان دوست نازش ایام بدوران دوست
 بادگر اورنگ سیماں برد چوں بود اکنوں کہ نفرماں برد
 باخود از بندگی آزاد نیست تو سن شہ چیت اگر باد نیست
 دہر بہ گیتی دگر آئیں نہاد تحت نہاد آل یک این ذریں نہاد
 در روش کو کبہ خسروی قاعدہ آنت کہ در رہروی
 زیں چو فراہشت مگاور نہند فاشیہ بردوش سکندر نہند

لے مراد مرزا فتح الملک بہادر ابن بہادر شاہ ظفر بادشاہ ہند . لے لقب شاہان روم (در عہد قدیم)

لے لقب شاہان چین . لے زمین پوش . پالان اسپ .

گرداگردش سکندر نگار خضر بود غاشیه شهریار
 شکر که سعیم ز قلم کام یافت تهنیت عید سرانجام یافت
 پایه سلطان بلند آستان بر تر از انست که گفتن توان
 غالب اگر دم ز شتا زد و مخند گونه کند دعوی تا سودمند
 دادش تان ز شتا خوایش یک نه در خور و جهانیش
 گرچه به از نظم نظامی ست این مدح نخواه خط غلامی ست این
 گویم و دایم که ز گفتار من تازه شود رونق بازار من
 یک حق مدح نگرود ادا نیج نیاید ز من الا دعا
 کار نه از روی ریا می کنم نیم شب آهنگ دعا می کنم
 با تو گویم که چگویم ہی بهر شه از ویر چیر جویم ہی
 طالع اسکندر و آل فرخی زندگی خضر بدال فرخی

بانغم فیض سحر یار باد
 سینه من مشرق انوار باد

شوی نهم

دیباچه نثر موسوم به بست و هفت افسر
تصیف حضرت فلک رفعت شاه اوده

بنام ایند زه مجسمه راز شگفت آور تر از نیرنگ اجماز

نہ جادو ایک ہوش افزا فسونے
 تعالیٰ اللہ کتابے مستطابے
 پر کی پروانہ شمعے عالم افسروز
 زبس خوبی سزد ہر سوادش
 سوادش زلف مشکینے کہ با دست
 بیاضے کاندراں میں السطورست
 مگر خود چشمہ نورست و از دے
 بود ہر مومن از عنبر نشاں مند
 بدید بیضا خسریدار بیاضش
 ستودم یک صفش نے زمین پرس
 کہ راز دہر در دستر نگار د
 شہ فرزانہ چندیں افسرش ہیں
 ہماں جم حشم سلطان عالم
 طلسمی بستہ اندر آفرینش
 بکف ابرو بدل دیباست سلطان
 بلہوار سلکے از گوہر گستہ
 اگر یابی ز بازی داستانہا
 جہاں راسوئے دانش رہمنونے
 غلط گنہم فسر و زان آفتابے
 سوادش شب ہمدردش تر از روز
 سویدائے دل مردم بدادش
 ہزاراں نکتہ کاں بار یک چوں موسست
 تو کوئی موحے از دریائے نور است
 بہر سومون جے خیزد پیالے
 کہ دارد جا بجای با سطر پیوند
 کہ بادا گرم بازار بیاضش
 ہم از سلطان انجم انجمن پرس
 ہمایوں بست و ہفت افسر نگار د
 بہر افسر جہان دیگرش ہیں
 بہسم آیمختہ ارکان عالم
 کہ افزاید فردغ چشمت بینش
 بدانش گوہر مکیاست سلطان
 ز دانش نیز نقش چند بستہ
 ز دین و داد ہم مینی نشانہا

لے دید بیضا، دست روشن، یکے از معجزات موسی علیہ السلام کہ حق تعالیٰ عطا کردہ بود۔ چوں حضرت موسیٰ
 دست خود را زیر بغل خود نہادہ بیرون می آورد کف دستش چوں آفتاب منور شد۔

نے کلکش کہ بزم آراست از حرف
 کہ تواند گرانی را تھمتل
 بدال ظلمت ہی ماند دوا آتش
 سکندر مایح جم بارگاہے
 بہ دارائی خسرو مند یگانہ
 پر از راز و دو عالم سینہ او
 کفش از بختہ خور زرفشاں تر
 اگرانی ہمے ناز و بہ ارتنگ
 نگارستان معنے ہیں کہ دانی
 نینگیز چنین نقش ارچہ مانیست
 چوں بینی اس نقوش و نشیں را
 سزد گر نیر اعظم نہی نام
 و گر باید ازین خوشتر گہر سفت
 سپس بہر بقائے حامی دیں
 دعا از غالب داز خلق آئیں

شہنشاہ راجات جاوداں باد
 بہارستان جاہش بے خزاں باد

مشنوی دہم

تقریظ آئین اکبری مصحح سید احمد خاں
صدر الصدور مراد آباد

مژدہ یاراں را کہ این دیرین کتاب	یافت از اقبال سید فتح یاب
دیدہ بینا آمد و باز د قوی	کنگی پوشید تشریف نوی
دینک در تصحیح آئین رائے اوست	نگنگ عار ہمت والائے اوست
دل بشغلے بست و خود را شاد کرد	خود مبارک بندہ آزاد کرد
گوہر ش را آنکہ نتواند ستود	ہم بدین کارش ہی داند ستود
بر چنین کارے کہ اصلش این بود	آں ستاید کش ریا آئین بود
من کہ آئین ریا را دشمنم	درونا اندازہ دان خود منم
گر بدین کارش نگویم آفریں	جائے آں وار د کہ جویم آفریں
باید آیتناں سنانم در سخن	کس نداند آنچہ دانم در سخن
کس مخربا شد بگیتی این متاع	خواجہ را چہ بود امید انتفاع
گفتہ باشد کایں گرامی دتر است	تا چہ بیند کال بیدن در خور است
گر ز آئین می رود باما سخن	چشم بکشاد اندرین دیر کہن
صاحبان انگلستان را نگر	شیوہ و اندازہ ایناں را نگر

تاجه آینه‌ها پدید آورده اند
 زین هنرمندان هنر پیشی گرفت
 حق این قوم است آئین داشتن
 داد و دانش را بهم پیوسته اند
 آتش کز سنگ بسروا آوردند
 تاجه انسول خوانده اند اینها بر آب
 گه دغا کشتی به جیخون می برد
 غلنگ گردون بگرداند دغا
 از دغا زورق بر قمار آمده
 نغمه بابی زخم از ساز آوردند
 این نمی بینی که این دانا گروه
 می زنند آتش بباد اندر می
 رو به لندن کاندرا ز خنده باغ
 کار و بار مردم هشیار بین
 پیش این آئین که دارد روزگار
 هست ای فرزانه بیدار مغز
 چون چنین گنج گهر بیند کس
 طرز تحریرش اگر گوی خوش است
 هر خوشی را خوشتر می بوده است
 آنچه هرگز کس ندیده آورده اند
 سعی پیشینا پیشی گرفت
 کس نیارد ملک به زین داشتن
 هند را صد گونه آئین بسته اند
 این هنرمندان ز خس چوں آوردند
 دود کشته را همی راند در آب
 گه دغا گردون به پامون می برد
 تزه گاودا سپ را ماند دغا
 باد و موج این هر دو بیکار آمده
 حرف چوں طائر به پرواز آوردند
 در دو دم آند حرف از صد گروه
 می درخشد باد چوں اخگر همی
 شهر روشن گشته در شب بے چراغ
 در هر آئین صد نو آئین کار بین
 گشته آئین دگر تقویم پار
 در کتاب این گونه آینه‌های نغز
 خوشه زان خرمن چرا چیند کس
 نه فردا از هر چه محبوبی خوش است
 گرسری هست انسر می بوده است

مبداء فیاض را مشعر بنخیل نور می ریزد در لب بازاں نخیل
 مرده پروردون مبارک کار نیست خود بگوگان نیز جز گفتار نیست
 غالب آئین خموشی دلکش ست گرچه خوش گفنی گفتن هم خوش ست
 در جهان سید پرستی دین تست از شنا بگزرد عا آئین تست
 این سراپا نتره و فرهنگ را سید احمد خان عارف جنگ را
 هر چه خواهد از خدا موجود باد
 پیشکارش طالع مسعود باد

مثنوی یار و همیں (ناتمام)

موسوم به

ابریگهر یار یا اسد الله غالب

سپاسے کز و نامہ نامی شود سخن در گزارشش گرامی شود
 سپاسے کہ آغاز و گفتار از دست سخن چون خط از رخ نمود از دست
 سپاسے کہ تائب از دو کام یافت روان با بیاں را مش آدام یافت

ای مثنوی ابریگهر یار در حدود سن ۱۸۳۵ء ہمیں تدریجاً کہ اکنوں در دست ماست و لے شہرتش بعد از سفر
 کلکتہ عام شد۔ ایں مثنوی ناتمام است و دارلئے یک ہزار و نو و ہشت اشعار است۔ مولانا حالی
 در یادگار غالب "نوشتہ است کہ ایں آخرین مثنوی است کہ غالب نوشتہ بود۔ و لے ایں آخری مثنوی نیست
 چنان کہ در مقدمہ کتاب بدلائل واضح کردہ ام

سپاسے کہ فرزانه دم شناس	بداں خورش را دارد از دیو پاس
سپاسے کہ قرخ سروشان راز	برآں زمزم آباد گویند باز
سپاسے که شوریدگان الست	دہندش بیابانگ قلم دل زدست
سپاسے بہوزش در آیمخت	ز دل جستہ و بادل آویمخت
سپاسے ز بسیاری جوش دل	زاندیشہ پیوند غفلت گل
سپاس دوئی سوز کثرت ربائے	سپاس دل افروز بنش فنا
خدا را سز و کز دروں پروری	بدیں شیوہ بخشہ شناساوری
خدائے کہ ز اں گونه روزی دہد	کہ ہم روزی و ہم دو روزی دہد
بتائے کہ گم گشتہ بردن درو	ز پیرے ز گنجہ شمر دن درو
کسے را کہ باشد بر انگشتی	زند گردد اد حلقہ دیو و پری
متاع اثر لبکہ ارزاں دہد	میسما بیداں مودہ راجاں دہد
رضاداد کا یہ بہ بردن ہی	دہد تن بہ بند شمر دن ہی
نباشد اگر بخشش عام او	کرا ز ہرہ بردن نام او
بغیر خندگی ہر کہ نامش گرفت	ہما از ہوا راہ نامش گرفت
بود نام پاکش ز بس دلنشین	تراشند پاکش از دل نگین
بدل ہر کہ سوزندہ داغش نہاد	پری رخ بہ پیش چراغش نہاد
بود سوز داغش ز بس دل پسند	سویدا سزد بر جمالش پسند
رضا جوئی ہر دل کہ دریش ہست	ہوا خواہ ہر رخ کہ گریش ہست
نہ رنج ز انبوه خواہندگان	نیاید ستوہ از پناہندگان

خرد جنس، مستی فروشنندگان
 زباید دل انا ز دل دادگان
 دید مزد بیهوده کوشندگان
 کشد ناز لکین زانت ادگان
 زباده که بر دل وزد در شہفت
 نگہ را کہ پیروں نباشد ز چشم
 دل و دست با ہم و گز دوخت
 روان و خرد با ہم آیمخت
 نہ زیں سو گہر ہاشمرون توان
 نگاہے بگردندہ کاخ بلند
 زرخشانی گو نہ لاژورد
 بہر یک نمودش دو صد رنگ در
 اگر جلوہ روشن در آواز خوش
 بنیدش کایں چرخ پرویں کراست
 نگاہے بازی گہ روزگار
 کہ چوں سیمیا در نمود آورد
 کشاد ہوا پر نیانے بنفش
 شود باغ صحرائے محشر ز سرد
 بحالے کہ عریاں بود پیکرش
 بچمن خلد و کوثر شود آب گیر
 بنیدش کایں روزگار از کجاست
 نہ راہ اندر یں پردہ بردن توان
 کش اندازہ چوں ست و آفتاب چند
 دمد گو نہ گوں رنگش از ہر نور
 بہر یک نوروش صد آہنگ در
 خم رنگ خوش پردہ ساز خوش
 چنین پردہ ساز رنگیں کراست
 ز بازی گرانش یکے نو بہار
 اثر باز بالا فرود آورد
 شود شوخ گل کاویانے درفش
 پرد نامہ ہر سوز بال تدد
 دمد چشم ز گس ز فرق سرش
 خیاباں ز جوش سن جوئے شیر
 نمود طلسم بہار از کجاست

بہ نیروے نہ چرخ برہم زدن
 گردہے بہ بند گہر یافتن
 یکے را دم تیشہ بر کاں نخورد
 بدانش ترا دیدہ در کردہ اند
 خرد کز جہان نیست پیشش خبر
 نہ میند حزین، هیچ بینندہ
 کہ اندازہ آفرینش بدوست
 جہاں داور دانش آموزگار
 کشایندہ گوہر آگین پرند
 بنگارندہ پیکر آب و گل
 بگردش در آزندہ نہ سپہر
 رواں را بدانتست سرمایہ ساز
 بشاہی نشانندہ خسرواں
 بدانش بہ اندیش فسرز انگاں
 شناساگر راز داناں براست
 جگر رازخونا بہ آشامدہ
 بہر دم ز آواز پیوند بخش
 ہم از سر خوشی شور درے نگن
 رواں را بدانش گہر زائے دار
 نشاید زدانتست او دم زدن
 فرو بستہ دل در زمین کاقتن
 یکے نہ بنایاب گوہر نبرد
 چو لغے دریں بزم، بر کردہ اند
 نباشد ز عنوان خویشش خبر
 کہ مارا بود آن سر بینندہ
 دم دانش و داد پیش بدوست
 بہ خور روشنائی دو روزگار
 ز پرویں بہ پہنائے آل نقشبند
 شمارندہ گوہر جان و دل
 بگردوں بر آزندہ ماہ و مہر
 زباں را بگفتار پیسرایہ ساز
 ز رہزن رہانندہ رہراں
 بہ مستی نگہدار دیوانگاں
 توانا کن ناتواناں بخواست
 نفس را بہ بیتابی آرامدہ
 بہر میکیز از دل جگر بند بخش
 ہم از نالہ جان در تن نے نگن
 جہاں را بدستور بر پائے دار

شناسندگان را بخود رهنمائے
 نفسها بسودائے اوتالہ خیسر
 رگ ابر را اشکباری از دست
 زبانهائے خاموش گویائے او
 بگویائی از دے زبان فصیح
 به جنبش از و نال کلب دیر
 خسرو را که جوید شناسائیش
 ددلی بے کفن مرده در رهش
 گراز جاں سپاران نازش کسے ست
 مراں را پلارک رگ گردنے
 ز گرمی که باشد بهنگامه اش
 زبانهای افسردگان آتشیں
 نہ ہستی محض و عین وجود
 ز شاخا بہ کز قلزمے سر دہد
 بیک بادہ بخت ز پیمائے
 جہانے ز طوناں بغرقاب در
 گروہے زمستی بغوغادروں
 اسیرش ز بندے کہ برپائے اوست
 شہیدش بخوش از طرب بہرہ مند
 مرا سندگان را غم از دل ربائے
 بگرہا بہ محسولے او ریز ریز
 دم برق را بقراری از دست
 نہاں ہائے اندیشہ پیدائے او
 خورد زلہ زاج سور مسیح
 نہاید بمردم رگ جان تیر
 نگہ خیرہ در برق پیدائیش
 خودی داد گر شمتہ در گمش
 وراز پرده داران رازش کسے ست
 مراں را روان محسود تنے
 ز تیزی کہ دارد قطب خاصاش
 نشہای سنگیں دلاں نازنین
 کہ نازد بہ یکتائیش ہست و بود
 بہر تشنہ آشام دیگر دہد
 بہر ذرہ رقص جدگانہ
 ہنوزش ہماں ہیں بگرداب در
 ہنوزش ہماں مے بہ مینا دروں
 سگالہ کہ بر تخت ہیں جائے اوست
 بجز چشم ز غمش نہ باشد گزند

ز بلنگے کہ خیزد ز خون در دلش بدال تار ماند رگ بسملش
 کہ چوں خواهدش رغبت انگیز تر مغنی کند ز خمہ راتیںہ تر
 شبستانیاںش ز مے غازہ جوی بیابانیاںش ز خور تازہ روی
 گرامنسا یگال غرق کوثر از د خصال خستہ موج ساغر از د
 مناجاتیاں پیش دی در نماز خراباتیاں را بد و چشم باز
 اگر کافرانند ز نہار لیش و گر مومنان در پرستار لیش
 ہوا بحق سراپان او غیب جوی اما الحق نوایان او تلخ گوی
 رہش راز جانہا غبارے بلند غمش راز خالِ عردساں سپند
 نہ تنہا خوشی ناز پرورد دوست کہ غم نیز دل را رہ آورد دوست
 اگر شاد کامے شکر می خورد و گر نامرادے جگر می خورد
 نہ آنرا نشاطے پہ پیوند دوست کہ اینہم پیشے نشاں مذاوت
 ز آئیں نگاراں بہنگامے دور رنم گشتہ نامش بہر نامہ دور
 لغت زال شود تازی و پہلوی کہ بالہ سخن چوں پزیر و نوی
 سخن گر بصد پر وہ دمساز گشت چناں کامد از وی بوئے باز گشت
 بہر لب کہ جوئی نولے از دوست بہر سر کہ بینی ہوائے از دوست
 اگر دیو سارے است بیہوش ہنگ کہ ہموارہ پیکر ترا شد ز سنگ
 بہ بت سجده زال روار و داشتہ کہ بت را خداوند پنداشتہ
 و گر خیرہ چشمیت تیر پرست بہ دروئے از جام اندیشہ مست
 بہر ش از ال راہ جنبیدہ ہر کہ زیں روزنش دوست بنمود چہر

ز تاروی درو نان اهریمنی گرد ہے بود کز خسرو دشمنی
 ز بس داونا آشنائی دهند با تش نشان خدائی دهند
 بہ تن ہا بہ آذر گرایش کناں بد لہا خدا را نیایش کناں
 گرد ہے سراپکہ در دشت دکوی خداوند جوی و خداوند گوی
 ز رسمے کہ خود را بر آں بستہ اند بہ یزدان پرستی میاں بستہ اند
 ز ہرے کہ بخواست در دل بود پرستند حق گریب اطل بود
 نظر گاہ جمع پریشاں یکیت پرستند انہوہ و یزدان یکیت
 کہ امی کشش کاں ازاں سچے نیست بدونیک را جز بجئے روی نیست
 جہاں چیت آئینہ آہی فضلے نظر گاہ وجہ الہی
 نہ ہر سو کہ رواوری سچے دوست خود آں رد کہ آوردہ رسے دوست
 ز ہر ذرہ کارے بہ تنہائش نشاں بازیابی ز یکتائش
 چوں این جملہ را گفتہ عالم دوست بہ گفت آ پنچہ ہرگز نیاید ہم دوست
 چوں اینجار سیدم ہایل سرش بمن بانگ برزد کہ غالب خموش
 بیاشید در لرزہ بندم ز بند تپاں ہچو بر روی آتش سپند
 چوں ازوے پزیرے راز آدم مناجات را پردہ ساز آدم

بساز نیایش شدم زخمہ ریز
 بدان تا بد نیساں کنم زخمہ تیز

مناجات

خدایا زبانه که بخشیده
 به نیروئے جانے که بخشیده
 دادم به جنبش گر آید همی
 ز راز تو حرفی سراید همی
 ندانم که پیوند حرف از کجاست
 دریں پرده لحنی شکر از کجاست
 گرازدل شناسم جنون بیش نیست
 که آن نیز یک قطره خون بیش نیست
 خود را سگالم که نیرو دهد
 خود او را از من حیرت دهد
 نه آخر سخن را کشایش ز تست
 به نابود چندین نمایش ز تست
 جو پیدا تو باشی نهال هم توئی
 اگر پرده باشد آه هم توئی
 بهر پرده دمساز کس جز تو نیست
 شناسنده راز کس جز تو نیست
 چه باشد چنین پرده با سختن
 شگافه بهر پرده انداختن
 بدین درئے روشن نقاب از چهره
 چو کس جز تو نبود حجاب از چهره
 هاتما از آنجا که تویی ذات
 بود فرو فهرست حسن صفات
 تقاضائے فرمانروائی در دست
 ظهور شیونِ خدائی در دست
 نه فرمان دهم خاصیت فرمانبر
 شناسا ورے شد شناسا گرے
 ترا با خود اندر پرند خیال
 بود نقطه از صفات کمال
 کز آن نقطه خیزد سیاه و سپید
 وزاں پرده باله هر اس و امید
 بدال تازه گرد و مشام از شمیم
 بدال بشکفته گل بهار از نسیم
 از آنجا که رد شنائی برد
 وز آنجا نفس نغمه زائی برد

از آل جنبش آید بشوخی برون
 اگر سود گوهر بدامن برد
 ز آرایش کفر و پرداز دین
 بهر گونه پردازش هست و بود
 به گردون ز مهر و باختر ز تاب
 بانسان ز نطق و بمرغ از خروش
 بچشم از نگاه و به آهواز از رم
 بباع از بهار و بشاه از رنگین
 عیار وجود آشکارا کنی
 جمال تو ذوق تو از روی تو
 جمال ترا زده از امتاب
 چه باشد چنین عالم آرایه
 توئی آنکه چو پاگزاری براه
 چو رود در تماشای خویش آوری
 نه چندان کنی جلوه بر خوشتن
 بفران خواهش که آل شان تست
 کنی ساز هنگامه اندر ضمیر
 ظهور صفات تو جز در تو نیست
 ز خواهش بکوری چشم روی
 اگر موج رنگست در موج خون
 زیان گر خود انگه خسرمن برد
 ز دایغ گمان و سرغ یقین
 جمال و جلال تو گیر و نمود
 بدریا ز موج و بگوهر ز آب
 بنادان زدیم و بدانا ز هوش
 بچنگ از نواز و بمطرب ز دم
 بگیسو ز پیچ و به ابرو ز چین
 نشانهای جود آشکارا کنی
 جلال تو تاب تو از غوغای تو
 جلال ترا یوسف اندر نقاب
 همسان خیال و تنهایی
 نیایی بجز خوشتن جلوه گاه
 هم از خویش آینه پیش آوری
 که کس جز تو گنجد درین انجمن
 هم از خویش بر خویش فرمان تست
 چه نیم دریم در رشته اندر حریر
 نشانهای ذات تو جز در تو نیست
 آرایش دهر کا هم توئی

ہر آئینہ مارا کہ تر دامنم
 ز آلودگیہا گرائی بود
 ز ہر شیوہ ناسازگاری رسد
 بہ بزم ارچہ در خوردن بادہ ایم
 کہ چوں سوئے ماساقی آرد بے سچ
 بہ کفر آ پنچناں کردہ کوشش کہ خویش
 ز لب جز بنا گفتنی کار نہ
 نہ سودے عشق و نہ راہ صواب
 نہ دستور دان و نہ خسر و شناس
 نیاسودہ از ما بہ کنج و کمین
 گناہ آتقدیر باہدون از شمار
 چو از پردہ پرکس و جو بگزیند
 ہر آئینہ از ما بہ تر دامن
 بدال تا چو ایں گرو خیزد ز راہ
 وے با چنیں آتشی خانہ سوز
 نہ ایں بسکہ سوزاں بدال تو ایم
 بہرگونہ کالا روئی ز تست
 ز ابرے کہ بارو بہ گلزار بر
 بدال تا بروندی آن تا توان
 ز دیوانگی باخسرو دشمنم
 ہمہ سختی و سخت جانی بود
 ز ہر گوشہ صدگونہ خواری رسد
 ولیکن بدال گوشہ افتادہ ایم
 نیابیم جز گردش از جام مہیج
 نہ با شیم تاسے ز زنا رہیش
 ز خود جز بہ نفرس سزاوار نہ
 نہ در سینہ آتش نہ در دیدہ آب
 نہ از شمع شرع و در دل ہراس
 کسے جز وقایع نگار یسین
 کہ رنج بدیسا سروسش یسا
 روانہائے مارا بدوزخ برند
 فرو میرد آتش بدال روشنی
 بسوزند مارا بہ شرم گناہ
 تر دخشک و آباد ویرانہ سوز
 زیر دامن چسراغ تو ایم
 بما بہرہ ناروائی ز تست
 بروید گیاہے بہ دیوار بر
 ز سر سبزی باغ بخشہ نشان

اگر خوار در نا روا تسم ما
ببخش از ظهور جلالت خویشم
تراب جگر خستگے را نمی است
زره ناشناساں کثر رو بگشت
نزداید بغوغائے یوسف دو بهر
اگر کاسه قیس مسکین شکست
ببارغ تو برگ گیسایم ما
نزد زینہ ایزدی آتشیم
که گلهائے باغ ترا شبنمی است
و مد جاده دیگر از روی دشت
ترنج و کف خرده گیران شهر
صدائے زلیله در اں کاسه هست

حکایت

شنیدم که شاهے دریں دیر تنگ
گزین شمسواراں معنای برعناں
بچپش ز چرمین عناں هاسے سخت
به جنبش ز رخشاں سنا نهامی تیز
ولی سرانه بالشکر نامجوے
ز بس چست خود را به پیکار برد
بداں دم که در هر دی برگرفت
ز کالائے تاراج دامن نشاند
ازاں گنج کز لعل و گوهر شمرد
هنوز از غبارے که بر جسته بود
ز پهلوی بردوں راند لشکر بجنگ
مہیں نیزه داراں ستان برسان
ز محل را بد گواندوں پاره رخت
بروے هوا نور خور ریز ریز
باقلم بر گمانه آورد روے
بدشمن شبیمخول با یوار برد
ز بدخواه اورنگ وافر گرفت
بشکر زرد مال دشمن نشانند
سر خصم با مزد خود بر شمرد
بسا ذره بر خاک نه نشسته بود

لے زحل: نام ستاره که در ہندی منگل گویند۔ لے دلو: نام برجے است۔

که در جنبش از چرخ آرام یافت
 نیازش ز فرخندگی ناز گشت
 خود آهسته رو بود و در ره ز پیش
 که فرمان دهد تا هر گونه بهر
 نمطها به آراستن نو کنند
 بدین دلکش افروخته کز شه رسید
 بر روزی که بایسته از شاهراه
 هم از شام مشعل بر افروختند
 بهمتاب شستند سیاه خاک
 ببازارها سو به سو صف به صف
 ز هر برده نقشه بر اینختند
 بدان گونه آینه ها ساختند
 سحرگاه چون داد بار آفتاب
 زبیر را از گرمی بخوشید مغز
 به آرایش جاده رگزار
 تو گوئی ز تاب گهرها بروز
 چو هر کس باندازه دسترس
 گردیده ز بیایه زندانیان
 به آئین به بستن از خوشستن
 که هر تار زان پرده زنجیر بود
 ز داور پرور گر کام یافت
 سوی کشور خوشستن باز گشت
 فرستاد فرمان بدستور خویش
 به بندند آئین شادی بشهر
 پرستاری بخت خسر و کنند
 بهار طرب را سحر که رسید
 بالیوان خرامد خداوند نگاه
 امینان بکوشش نفس سوختند
 نشانند پروین بدیباغ خاک
 به پیرایه بندی کشودند کف
 بهر گوشه جین در آویختند
 که بهینند گال چشم و دل باختند
 ز هر گوشه سر زدن را آفتاب
 بروں داد از کال گهرهای لغز
 صد فایخت از بحر در بر کنار
 که نگسته پیرایه شب هنوز
 بشادی زد از خود منائی نفس
 علی الرغم نوکیسه سامانیان
 سیه پرده بر رخ انجمن
 توانا گریم و گر زیر بود

بمرغولہ کاندہ نوا داشتند
 ہماں دودِ دل برہموا داشتند
 بر اجزائے تن جابجا بند سخت
 بہر بند تختے زتن، تخت لخت
 نفس گرم شغل چراغانِ زاہ
 ز گرمی خس و خوار سوزاں براہ
 چو گیتی کشامو کب خسروے
 قدم رنج اندازہ رہروے
 بشہر اندر آورد از راہ روی
 رسیدند گوہر کشاں پوی پوی
 بدال جاوہ گوہر فروریختند
 بمغز زمین رنگ و بویختند
 ز آئین کہ در شہر رہبستہ بود
 دو صد نقش بر یکد گربستہ بود
 بدال تاز و و خطہ چن در پیش
 بجھید ہر نقش بر جلے خوش
 جگر گون نگاہان خونین نوا
 گرفتند چوں داغ بر سیدہ جا
 ز اشک زرو خوردہ مشتمے گہر
 ز خون گشتہ پنہاں ہوہلے خوش
 شہ دیدہ و رادول از جائے رفت
 خموشی بہ دلجوی آواز شد
 لب از جوش دل چشمے نوش ریخت
 وہ دودہ و گنجد انہما زپے
 لب از جوش دل چشمے نوش ریخت
 عزیزے کہ یارای گفتار داشت
 وہ دودہ و گنجد انہما زپے
 زبیدا و فوق شناساری
 کہ الماس در زر نشانندگان
 بیایند و داغ بیائے رفت
 بگر لشتہ مرجائے روند

تہی کیسگاں تادے پرکشند
 بگرددوں زرد و لعل و گدھر کشند
 بحر نے کزد لب گہر خیز شد
 جہانباں چنین پاسخ انگیز شد
 کہ ایناں جگر خشکان مند
 بہ آہن فرو بستگان مند
 بجز موی و ناخن کہ مہنی دراز
 زباں کوتہ از دعوی برگ و ساز
 لباس از گلیم و زرازاہنست
 گراہن زمین در گلیم از من است
 نیاوردہ اند آنچہ آوردہ اند
 زمین بردہ اند آنچہ آوردہ اند
 بہ آئین در آئینہ انجمن
 مرا کردہ اند آشکارا بہ من
 از آن رو کہ در تب ز تاب مند
 ہماں فترہ آفتاب مند
 تو نیز ایکہ ہر چیز دہر کس ز تست
 بہار و خزاں و گل و خس ز تست
 بروئے کہ مردم شوند انجمن
 شود تازہ پیوند جاں با بہ تن
 روان را بہ نیکی نوازندگان
 بسرایہ خویش نازندگان
 گہر بای شہوار پیش آوند
 فروہیدہ کردار پیش آوند
 ز نورے کہ ریزند و خرمن کنند
 جہاں را بخود چشم روشن کنند
 بہنگامہ با ایں جگر گوشگان
 در آئند مشے جگر گوشگان
 ز حسرت بدل بردہ دندان فرو
 ز نخلت سر اندر گریباں فرو
 در آں حلقہ من باشم و سینہ
 ز غمہائے ایام گنجینہ
 در آب دور آتش بسر بردہ
 ز غمہائے ایام گنجینہ
 تن از سایہ خود بہیم اندرون
 ز دشواری ز لیستن مردہ
 زناسازی و ناتوانی بہیم
 دل از غم بہیم و دہیم اندرون
 دم اندر کشاکش ز پیوند دم
 دم اندر کشاکش ز پیوند دم

ز بس تیرگی ہائے روز سیاہ
 یہ بختائے برباد کسی ہائے من
 بدوش ترازد منہ برابر من
 بگردار سخی میفزائے رنج
 کہ من با خود از ہر چہ سنجہ خیال
 اگر دیگرال را بود گفت و کرد
 چہ پرستی چو آل رنج و درد از تو بود
 فردی کہ حسرت خمیر غمت
 مبادا بہ گیتی چو من بیچ کس
 بہ پریشش مرا در ہم افشردہ گیر
 پس انگہ بدوزخ فرستادہ داں
 زدودی کہ بخیزد از سوز من
 درال تیرگی نبود آب حیات
 زدود و شرارے کہ من در دہم
 نقد بر تنم چوں ازاں شعلہ داغ
 اگر نالم از غم ز غوغائے من
 کہ زیادہ میسوزشیں زال صدا
 و گریہ چین ست فرجام کار
 مرا نیز یارائے گفتار وہ
 نگہ خورده آسیب و دش از نگاہ
 تنہی دست و در ماندہ ام ولے من
 نسجیدہ بگزار کردار من
 گرانباری درد عمرم بسج
 ندارم بغیر از نشان جلال
 مرا مایہ عمر رنج ست و درد
 غمے تازہ در ہر فرد از تو بود
 دم سرو من ز مہر پرست
 حجیمے دل ز مہر پرست نفس
 پرکاہ را عصرے بردہ گیر
 در آتش خس از باد افتادہ داں
 شود بیش تاریکی روز من
 کہ بروے خضر را نویسی برات
 نہ گردوں نسر از من نہ اختر دم
 نسوزد بجاک شہید چراغ
 نہ پیچہ بفردوس آوائے من
 بہ افشاندن دست کو بند پا
 کہ می باید از کردہ راندن شمار
 چو گویم برآں گفتہ ز نہار وہ

درین خستگی پوزش از من مجوی
 دل از غصه خول شد نهفتن چه سود
 زباں گوی من دارم اما ز تست
 همانا تو دانی که کافری نعم
 نمک شستم کس را با هر کس
 مگر من که آتش بگورم از دست
 من اندوه گین و من اندوه ربای
 حساب می دادمش و رنگ و بوی
 که از باد و تپا چه سره افروختند
 نه از من که از تاب می گاه گاه
 نه بستان سرائی نه میخانه
 نه نصیری بی سکران بر لباه
 شبانگه به می رهنمونم شدی
 تمنای معشوقه باده نوش
 چه گویم چون هنگام گفتن گزشت
 بسا روزگار را بدلدادگی
 بسا روز باران و شبهای ماه
 آنجا پر از ابر و بهشتن می
 بود بنده خسته گستاخ گوی
 چون نگفته و اذنه گفتن چه سود
 به تست ارچه گفتارم اما ز تست
 پرستار خورشید و آذر نیم
 نبردم ز کس مایه در رهنمی
 بهنگامه پردازم از دست
 چه میگویم ای بنده پرورد خدای
 ز جمشید و بهرام و پرویز جوئے
 دل دشمن و چشم بد سوختند
 بدریوز رخ کرده باشم سیاه
 نه دستاں سرائی نه جانان
 نه غوغای را شکران در براط
 سحر که طلبکار خونم شدی
 تقاضای پیوده میفروش
 ز عمر گرانمایه بر من گزشت
 بسا نو بهار را به بی بادگی
 که بود ستابی من چشم سیاه
 سفالینه حسام من از کس نمی

بہار ان دمن در غم برگ و ساز
 جہان از گل و لاله بر بوی درنگ
 دم عیش جستر قصہ بسمل نبود
 اگر تا نتم رشته گوہر شکست
 چہ خواہی ز دلق مئے آلود من
 ز پائیز گویم بہارم گزشت
 بنا ساز گاری ز ہمہ سائیکان
 سر از منت ناکساں زیر خاک
 بہ گیتی درم بینوا داشتے
 نہ بخشندہ شاہی کہ بارم دہد
 کہ چون پل زانجا برانگیزمے
 نہ نازک ہنگارے کہ نازش کشم
 چو زان غمزہ بنشے بدل بر خورد
 بدال عمر ناخوش کہ من داشتم
 چو دل زیں ہو بہا بخوش آیدے
 ہنوزم ہماں دل بخوش اندرست
 چو آل نامرادی بیاد آیدم
 دے را کہ کمتر شکید بہ باغ
 صبحی خورم گر شراب طہور
 در خانہ انبے توانی فسراز
 من و جبرہ و دامنے زیرنگ
 با ندازہ خواہش دل نبود
 و گریا نتم بادہ ساغر شکست
 بہین جسم خمیازہ فرسود من
 زمی بگزم ردگارم گزشت
 بسرایہ جوی ز میسایگان
 لب از خاک بوس خساں چاکلاک
 ولم را اسیر ہوا داشتے
 بہر بار ز رپیل بارم دہد
 نہ رش برگدایاں فروریزے
 بہر بوسہ زلف درازش کشم
 رگ جہاں غم نوک نشتر خورد
 ز جہاں خار در سیر من داشتم
 ز دل ہانگ خونم بخوش آیدے
 ز دل ہانگ خونم بخوش اندرست
 بفسر دس ہم دل نیا سایدم
 در آتش چہ سوزی بسوزندہ داغ
 کجا زہرہ صبح و جام بلور

دم شب روی ہائے مستانہ کو
 دریاں پاک میخانہ بیخوش
 یہ مستی ابرو باران کجا
 اگر حور در دل خیالش کہ چہ
 چہ منت نہد ناشناسانگار
 گریزدوم بوسہ اینش کجا
 برد حکم و نبود لبش تلخ گوی
 نظر بازی و ذوق دیدار کو
 نہ چشم آرزو مند دلالت
 ازینہا کہ پیوستہ میخواست دل
 چو پرش رگے را بکاؤز دل
 بہر جرم کز روئے دفتر رسد
 بفراہائے کایں داری چوں بود
 ہر آئینہ بچوں منے را بہ بند
 بدیں مویہ در روز امید و بیم
 خود از تو سیلاب را چارہ چوی
 و گر خون حسرت ہدر کردہ
 گزشتہم ز حسرت امیدیم بہت
 کہ البتہ این زندناپار سا
 بہنگامہ غوغائے مستانہ کو
 چہ گنجائے شورش نامی و نوش
 خزاں چوں نباشد بہاراں کجا
 غم ہجر و ذوق وصالش کہ چہ
 چہ لذت دید و ہل بے انتظار
 فرید بسوگند ہمیش کجا
 دہد کام و نبود لبش کا مجوی
 بفسر دوس روزن بدیوار کو
 نہ دل تشنہ ماہ پر کالہ
 ہنوزم بہاں حسرت آلاست دل
 دوسد و جلہ خونم تراؤز دل
 زمین حسرتے در برابر رسد
 کہ از جرم من حسرت افزوں بود
 تلافی فساخور بودنے گزند
 بگریم بدانساں کہ عرش عظیم
 تو بخشی بیاں گریہ ام آبروی
 زیاد اش قلع نظر کردہ
 سپید آب روئے سپیدیم بہت
 کج اندیشہ گیر مسلمان نما

پرستار فرخنده نشور تست ہوا دار فسرزانه و نشور تست

بہ بتد امید استواری فرست

بہ غالب خطر ستکاری فرست

نعت

بنام این دے کلک قدسی صریح	بہر جنبش از غیب نیرو پذیر
زمہرم بدل بچو آہ اندر آئے	ز دل تا بر آرم بگردون بر آئے
چو برسبیلست رہ اقتدہ تخم	خیاباں خیاباں بہ مینو کچم
بدم در کش آب گہر سائے را	نمودار کن گوہر ہر لاسے را
فرور و بدال لای و دیگر بر دے	ز سر سبز گرد و فرو سہو پوے
شگافے ازاں در بخوش اندر آر	بہشتی نسیم بہ پیش اندر آر
بداں نم کہ اندر سرشت آوری	بداں باد خوش کز بہشت آوری
دلاویز تر جنبشے ساز کن	بجنبش رسم سنجی آغاز کن
درودے بعنوان دست نویس	بیباجہ نعت بہر نمبر نویس
محمد کز آئینہ روے دوست	جز نمیش ندانست دانا کہ دوست
زہے روشن آئینہ ایزوی	کہ درودے بگنجیدہ رنگ خودی
ز راز نہاں پردہ بر زردہ	ز ذات خدا معجزے سر زردہ
تمنائے دیر مینہ کردگار	بوے ایزد از خوش امیدوار
تن از نور پالودہ سر چشمہ	دلے پچو مہتاب در چشمہ

بہر جام از دشتِ جبرمہ خواہ
 کلاش بدل در نرد آمدن
 خرامش بسنگ از قدم نقشبند
 بدستش کشادِ تسلیم نارسا
 دل امید جائے زباں دیدگاں
 بز قمارِ مہرِ گلستان کنے
 بدنیاز دین روشنائی دے
 بخوی خوش اندوہ گاہ ہمہ
 لب ناز نیش گزاریش پزیر
 زمین دل ز کف دادہ پای او
 پئے آنکہ اورا بوسہ قدم
 ز بس محرم پرودہ راز بود
 ز رازے کہ باوے سروے سروش
 خیمہ قبلہ آدمی زادگان
 کسانِ دہ نسلِ آدم بخویش
 بلند می وہ کعبہ بالائے او
 یمن روشن از پر تو روئے او
 بہر گام از دہ مجرے سربراہ
 ز دم جستہ پیشی بزود آمدن
 برنگے کہ ناویدہ پایش گزند
 بہ کلکش سوادِ رسم نارسا
 نظر قبلہ گاہ جہاں دیدگان
 بگفتارِ کافہ مسلمان کنے
 بہ عقبے ز آتش رہائی دے
 بآمرزش آمد گاہ ہمہ
 جہاں آفرینش نیارش پزیر
 خود از نقش پایش سویدای او
 لب آوردہ شرب ز زمزم بہم
 بہ نزدیکی حق سرفراز بود
 صدائیش بودی ز اول بگوش
 نظر گاہ پیشین فرستادگان
 روانی وہ نقدِ عالم بخویش
 گرامی کن سجدہ سمانے او
 ختن بستہ چین گیسوئے او

۱۔ نام ملک کہ در جزیرہ منائے عرب واقع است . ۲۔ نام شہرے کہ در حدود ترکستان چینی واقع
 است . مشک ختن مشہور آفاق است .

بہ کیش فرو چہاں رہنمائے زیرِ پیرِ پویاں خسراش بلے
 ز بت بندگی مردم آزاد کن چہانے بیک خانہ آباد کن
 بخراب مسجد رخ آراے دیر بہ اندیش خویش دو عالم گئے غیر
 تو کوئی ز بس دل ز دشمن رہاست کہ سنگ درش سنگ آبن رہاست
 ز خونیکہ در کر بلا شد سبیل ادا کرد و ام زمان غلیل
 گزین بندہ کز بندگی سزناقت زوالا پیچی عوض بزناقت
 کنش را بداں گونہ شیرازہ بست بدیں صفحہ نقشے چاں تازہ بست
 کہ تا گردش چرخ نیلوفری بود سبز جایش بہ پیغمبری
 دل افسردہ مالک ز خوشنویس کمر بستہ رضواں بد لجویش
 ز کوثر بہ بینند تا در گمش ز طوبے ہماں تا بہ لشکر گمش
 کہ دئے گداؤ شراب طہور کف پائے درویش در خسار حور
 ز بادے کہ از دم ہر افلاک زد ز نقشے کہ از ہر بر خاک زد
 فرازیں جہانش ز خود بیش دید فرودیں گروش ہم از خویش دید
 گس ران خوانش پر جبریل بخوان گستری پیکارش غلیل
 جہانش دل افروز روحانیان خیالش نظر سوز یونانیان

لے فریورہ صاحب دبدبہ، لے اشارہ است بہ واقعہ شہادت امام حسین کہ در میدان کربلا پیش آمدہ بود
 لے اشارہ است ہواقہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کہ برائے رضائے الہی قصد کردند کہ فرزند خویش حضرت
 اسماعیل را ذبح کنند ولے چوں کار و برگرویش نہاد از نیروئے ایزوی حضرت خلیل نجات یافت، غالب گوید کہ
 آن ترمن کہ از زمان ابراہیم خلیل باقی ماندہ بود امام حسینؑ در میدان کربلا ادا کرد و دہد۔

بدم حسرت بازوی افلاکیان
 بمعراج رایت بگردول بری
 سخن تا دم از ذکر معراج زد
 همتا تهیه ستم انگاشته
 چون بود مرا زین تمتا گزیر
 زمره پایه تا کعبه مشتری
 نفس ریزه های فروزنده هور
 که افتاده بیستم بدان رگباز
 نثار شیشه کش ستایشگرم
 کنم تاج طرح از گهر ریزه ها
 ز گوهر بستاج اندر آویزه ها

بسائل دهم تارسانم سرش
 بجائے کز آنجا رسید انفرش

بیان معراج

همانا در اندیشه روزگار
 شمع بود سر جوش لیل و نهار
 شمع دیده روشن کن دل فروز
 ز اجزائے خود سر و چشم روز
 شمع فرو نهیست آثار عید
 بیاضش ز جوش رقص ناپدید
 زایام فیض سحر یافت
 به شکر خورشید دریافته

به روشن دلی مایه اندوز بود
 چنین شب گریه یک روز بود
 در آن روز فرخنده آل شب نخت
 همه روز خود را بخورشید شست
 فرو رفت چوں روز لیلای شب
 بر آراست محمل برسم عرب
 رنج جلوه گرد در پرند سیاه
 چو از مردک جوش نور نگاه
 برایش ز لب نور می بختند
 بهر نوره خورشید میر بختند
 چه بود از درخشندگی کان نداشت
 نیازی بخورشید تابا نداشت
 نگویم شبی ماه و شش و لبرے
 خور از زیور پیکرش گوهرے
 گر از زیورے گوهرے کم شود
 چه از تابش پیکرے کم شود
 بزر بر زمین کرده خفاش رے
 پے امن گردید خورشید جوے
 چنان گشته ستر سراج لای خاک
 که گوئی مگر هر زیر زمین
 و یا خاک با جوهر آفتاب
 سحر با خود از خود بریده امید
 بفرض از درال شب زیور روی
 بدال گونه بودے چشم خیال
 شده چشم اعمی درال جوش نور
 در یغاب بودم اگر بودے
 سخن بدے بر ویر بار
 خرد گر بگوشش نفس سوخته
 بروں زیر نمط مایه تند و خسته

کہ برقیے ست امشب کہ فرمیش
 چگویم چساں گیتی انسر و ز بود
 از آل روز تشبیه عارض بشب
 در آل شب ز بس بوده خشاں شت
 نگہ را بہنگامہ بے سعی و رنج
 ز بس ریزش نور بالائے نور
 کہ ناگہ در و در و شاں سروش
 ز بادیکہ از بال جبریل خاست
 صدائے رسید از پر بہمنی
 مہین پردہ دار در کبریا
 ہمایوں ہماے پیام آورے
 روان و خسرو را روانی بدو
 ایمنے نخستیں خسرو نام او
 فروزاں بفسر فروغ یقین
 سر ایندہ راز بعد از درود
 کہ اے چشم ہستی برے تو باز
 خداوند گیتی خسریدار تست
 چنین لشکر ناز سنگیں چرا
 کساں جلوہ بر طور گردیدہ اند
 زجا بستن دم بد م نیستش
 شہی بود کز روشنی روز بود
 اگر رسم گشتے نبود می عجب
 فرد خواندہ مردم خط سہ نوشت
 نمایاں ز دل راز داز خاک گنج
 بگیتی رواں بود دریاے نور
 در آل بیکراں قلم انگن خوش
 تنویر موجے از آل نیل خاست
 کہ خود گوش چشمتے شد از روشنی
 کشاندہ پردہ برامبیا
 بادرون نامہ نام آورے
 بنی رادم راز دانی بدو
 ز سر خوش نور حق آشام او
 چناں کز محمد دل از وی جہیں
 بدیں پردہ راز نہانی سرود
 نیاز تو بہنگامہ آرائے ناز
 شبست این ولے روز بازار تست
 نہ طور اظہار تمکین چرا
 ز راہ تو آل سنگ بر چیدہ اند

نه مینی براہ اندرون سنگلاخ کران تا کرانست را بے فراخ
 بے از گدایان دیدار خواه نه بیند کسی جز برہ روی شاہ
 عزیزی کہ فرمان شاہش بود گزین پایہ دربار گاہش بود
 بدور تو شد لکن ترانی کہن فصاحت مکرر نسجد سخن
 ترا خواستگارست یزدان پاک ہر آئینہ از لکن ترانی چہ پاک
 توئی کا پنچ موسیٰ باو گفہ است خداوندیکتا بتو گفہ است
 توئی آنکہ تا مر ترا خواندہ اند دریں رہ گزر گرد بخشاندہ اند
 زاین چگونگی کہ راہ اہمنست بہ شہگیر بر شو کہ شب روشنست
 بنہ در رہ از پر تو بردے خویش چو لغے فراطاق ابروے خویش
 نگویم کہ یزدان ترا عاشقست ولے زال طرف جذبہ صادقست
 جہاں آفرین را خود و خواب نیست تو فارغ یہ بستر مہم پی پایست
 بیارے شمشاد بے سایہ را بہ چہماے اورنگ نہ پایہ را
 چو خاطر بگفتار خویش کشید ہما سایہ رخشے بہ پیش کشید
 برو حانیاں پرورش یافتہ زیر سحان مینو خویش یافتہ
 ہیونے کہ تادم زمستی زند ز بالات قدم سوی بستی زند
 ز گنبد بقلطانی ار گردگان نیفتد کہ آید فرزد از سماں
 شتابش بر تازراں حد گزشت کہ تا گونی آید ز آمد گزشت

لے حضرت موسیٰ علیہ السلام در بارگاہ خداوندی التجا کردہ بود کہ پروردگار مرا جلوہ خود بنما۔ حق تعالیٰ فرمود

لَنْ تَرَانِي . تو مرا ہرگز نہ خواہی دید .

بہ ہم چشمی ہو رہ ساغر سے بہم روشی ہو رگیسو دے
 سبک خیزش خندہ زن برسیم کہ در جنبش انگیزد از گل شسیم
 ہم از باد صبحی سبک خیز تر ہم از نہایت گل دلاویز تر
 ز ساق و سمش گر بہ بزم مدام کنی ساز تشبیہ مینا و جام
 نباشد شگفت از بیدار رسد کہ آں بادہ پیش از رسیدن رسد
 ز تیزی بہ گلبرگ گر بگذرد ز گلبرگ رنگ آ پخوان بسترد
 کہ دیگر بدال دیدہ راست میں کہ یور نداند گل از یاسمین
 دو صد رہ ز چشم از بدل در رود دریں رہ بختن سراسر رود
 نہ اجزائے بنش ز ہم بگسلد نہ پیوند بختار و دم بگسلد
 پیسہ بدیں مژدہ و نواز کہ بودش در اندیشہ از دیر باد
 ز بس ذوق تا سودہ بر بال دست برآں بارہ یکبارگی برشت
 مثل زرد بریں ماجر ابلبلے کہ با آمد و برد ہوئے گلے
 خرامے زمقراض لایتیز تر جمالے زالا دلاویز تر
 چو بود آتش آں پویہ آتشیں بر افروختش باد دامن زیر
 براق از قدم خار و راه سوخت پیسہ بدیم ماسوی اند سوخت
 فرس چوں سوارے سرافراز یافت دے تازہ در خوشتن باز یافت
 بہ جنبش در آمد عناں ناگہش فضلے زمین گشت جولان گہش

لے کد پور۔ باغبان صاحب خانہ۔ مجازاً۔ یعنی زمانہ مستقل است۔

لے یعنی کلمہ نفی لہ الا۔ لے کلمہ اثبات لہ الا اللہ۔

به سُم گنجِ قارون نمایاں کناں به دُم عقدِ پردیس پریشاں کناں
 چنین تازِ بیت المقدس گزشت ازیں کہہ کاخِ مفرس گزشت
 ہوتا زند بوسہ برپائے او براہ اندر آویخت دریائے او
 ولی توسن از بسکہ سرکش گزشت ہوتا دہر بوسہ ز آتش گزشت
 قدم تا براونگِ ماہش رسید باکلیل کیواں کلاہش رسید
 ببالید چندان ز بیشی قدر کہ بے منت مہر گردید بدر
 شد از پردل ہم بہ تحت الشعاع مقابل بخورشید در اجتماع
 زمرہ گر کند مہر پہلو تھی چہ غم چوں ز خویشش بود فرہی
 چو فرماں چناں بودش از شہر یار کہ گردد دراں راہ منزل شمار
 بہنگام عرضِ نشانہائے راہ برآں پیک دانا بہ بخشود شاہ
 بفسر قبولِ خودش خاص کرد بداغش نشانمند اخلاص کرد
 بہ سیائے مہ داغ چوں بر نہاد دوم پایہ را پایہ برتر نہاد
 صفای کشاد خدنگِ نگاہ ہداں حد کہ شد تیرش آماجگاہ
 بہ شمعے کہ بینش بشگیر سوخت شد دیدہ در تیر بر تیر و دخت
 عطار و باہنگ مدحت گری زباں جست بہر زبان آوری
 بدستوری خواہش روزگار نہانِ خود از پردہ کرد آشکار
 در اندیشہ پیوندِ غالب گرفت بہ خود در شدو شکلِ غالب گرفت
 بدل گرمی شوقِ جراتِ فزائے شد از دست و گردیدہ دستاں سرائے

دریں صفحہ مدح کہ من می کنم
 خود از گفتن خود سخن می کنم
 که اے ذرہ گردِ راه تو من
 ز خود رفتہ جلوہ گاہ تو من
 نظر محو حسن خدا داد تو
 ستم کثر غم سزہ داد تو
 برفتار رخ تو اختر نشان
 بگفتار لعل تو گوهر نشان
 قبولِ غمت حرز بازوے شاه
 غریب رہمت جنت آرام گاہ
 خراج تو بر گنج گلشایاں
 نثار تو پارچہ مشایاں
 جہاں آنسریں را گرایش تو
 گنہ بخشیش را نہایش تو
 سر من کہ بر خط فرمان تست
 نجالتش ز دوراں بدرمان تست
 دریں رہ ستایش نگار تو ام
 یہ بخشایش اُمیدوار تو ام
 ازاں پس کہ گشت اندراں محلہ
 عطار و نسر و زراں بنورِ صلہ
 سپہر سوم گشت جولاں گمش
 جبین سودناہید اندر ریش
 بط و بریط از پیش بر چیدنش
 نشان مے و نغمہ پوشیدنش
 بدال گرمی از جابر انگشت گرم
 کہ خوش ز اعضا فرو یخت گرم
 نہ تنہا بر خارہ رنگش شکست
 کہ از لرزہ دردست چکش شکست
 بناخن شکستش از آں زخمہ نے
 کہ دہائے شوریدہ خستی بوے
 زہیم از کف چنگی دلنواز
 بغیر از دف مہ فرد ریخت ساز
 جو در حلقہ شرع شد چنبری
 بدال دم کہ زہرہ برامش گرفت
 مہ وزہرہ باہمد گر خوش بود
 چو سانی کہ از نغمہ سرخوش بود
 چو شہ سوی بالا خرامش گرفت

ردای ز نورش با نعام داد که در جلوه بر سر کشد بامداد
 رباط سوم چون نور دیده شد فرازش رباط دگر دیده شد
 ندانده کلاه گریز منزلی ز بس روشنی دل نشین منزلی
 ز هوشنگ هوشان کاوس کوس بسے بر در خانه در خاک بوس
 به بالا و پائین ز شش راه رو نظر بامداد حلقه در گرو
 بدال در بد پوزہ روی ہمسہ وزاں قلزم آبی بجھے ہمسہ
 دراں کاخ جا کرده نام آورے شہنشاہ نگویم شہنشاہ گرے
 جہانگیری شہسار راں بدو گل انشائی نو بہاراں بدو
 اگر نور گوئی نمودش ازو دگر سایہ جوئی وجودش ازو
 بے خواہشی با نظر ہای پاک ز لعل و زرا کیسری سنگ خاک
 بسرنگی شرع ہنگامہ ساز بدولتہ گر روزہ و رخصت ساز
 ز شادی سراز پائے شناختہ پذیرہ شدہ را بروں تاختہ
 رواں پیش پیشش میجاو بس روانہاے شاہاں پیشین ز بس
 قد مہوس پیغمبر آہنگ کرد ز بس بوسہ جابر قدم تنگ کرد
 زمہریش بہ جنبش در آمد بے بہر بوسہ رست از فلک کو بے
 بدعیسان کہ گردوں پراز کو کبست ہما از گلبازی آل شبست
 رسیدش بدال خسروانی مناس بہ تمیم اوقات در وقت خاص
 ز نیر نیاز و ز شاہاں سجود ز عیسی سلام و زیز داں درود

خرامندہ کبک بلندی گر لے
 توانا رہ انجام گردوں خرام
 زفر سوار و خرام ستور
 پہری سپید بہ پر کلاہ
 ولی بود چوں بر کمر دانش
 اگر خود ہماں یک کلاہ برد
 بگو تا بیاں گوہرین افسری
 ازین بیش کس چوں توانگر شود
 از ان دم کہ خوش برگ گرم شد
 رگ گردش از وفا پیشگی
 صف آرا گرد ہے ز بہر امیاں
 نیاکان من تا جہانباں پیشک
 بہ آسیب بازو بہ بازو زون
 روانہای ترکان خنجر گزار
 شہنشاہ چوں عرض لشکر گرفت
 بہ پیش آمدش و لکشا معبدے
 سر و شان فرخندہ امشا سپند
 در و بام کاشانہ خورشید زائے
 کہ منشور خوبی بہ تمنغائے دوست
 براں زمرہ گستر دختل ہماے
 فراتر زدا از چارمین چرخ گام
 بہ نیم نشمین درانت او شود
 گہر زہہ ہارنت از شاہراہ
 توانگر کرد آں گہر چیدنش
 نہ آخر گہر ہائے شہوار برد
 بہ خورشید تاباں کند ہم سری
 کہ سر ہنگ باشد برابر شود
 بہ منت پزیری دلش نرم شد
 ثم سجدہ آورد در یہ لشکی
 چوں پیرامن کعبہ احرامیاں
 قدم بر قدم اندراں حلقہ تنگ
 نرم جستہ پیشی بہ زانو زون
 پرافشاں دراں بزم پروانہ وار
 فراز ششم چرخ رہ برگرفت
 چہاں چوں بزہ ناگہاں گنبدے
 زدہ بر در صومعہ دست بند
 نگو محضرے را بکاشانہ جائے
 ظہور سعادت بامضائے دوست

گنش را بی پایست نیرو دهم
 به تنخی گوارا چو قهر طبیب
 جوال بخت پریم همایون صفای
 خداوند از پاکی گوهرش
 خداوند دریا و بر جیس سیل
 بدال جذب دمیله که انگشت نور
 خورد آب در راه رهرو اگر
 بخوشید سر چشمه نور ازو
 بدال جرعه کز چشمه نوش زو
 به لطفش دم از آب حیوان گزشت
 به چشم اثر بلین فرزانه در
 که گر خود توان گوهر جان شناخت
 به دل تنگی از بس فرد خورده دود
 وراں پرده هندی و اژدر پیچ
 سر اسیمه از بس به تعظیم جست
 براں رفته مسکین تا آشف کناں
 زوش بسکه در هر قدم برملا
 فروماند حیراں بدال کارور
 پیمبر که پوینده راه بود
 منش را بفسر زانگی خود هم
 به تندمی ملائم چو خشم ادیب
 ز دل زندگی بر مزاج حیات
 بیفشرد از مهر اندر برش
 از بس سوشش بود و زان سو میل
 چو شیر و شکر با هم آمیخت نور
 پیمبر بره خورد شیر و شکر
 خوشتر از هر چشم بد دور ازو
 بدال ذوق کاندرش جوش زو
 به جوش سر از کاخ کیوان گزشت
 در آمد چهره غم بدال خانه در
 فروغ دی از دل غنواں شناخت
 شده شعله راز دے روشن کبود
 بزنا رتانی کفش خورده تیج
 نخ از دست رفت به کم سود دست
 ز خجلت بر فتن توقف کناں
 ادب دور باش و عنایت صلا
 گراں گشت پایش بر رفتار دور
 به دادار جوینده راه بود

چو زینگونه زین هفت در بند شرف
 سپهر ثوابت به پیش آمدش
 گهر پیکر ازل ازین دیار
 همانا سپهر اندراں مرحل
 و یا خود نگاشت در اں شهر بند
 که از جذبه شوق و ذوق ظهور
 نهی شوق گستاخ دیدار خواه
 بدای شوق نازم که بخویشتن
 مگر قدسیاں را خود از دیر باز
 و یا رحمت حق بچولای گمش
 خرامنده اندر گزرگاه ناز
 به نظاره هفت آشنا از پیش
 صور گونه گون از جنوب و شمال
 حمل سرب ز می فرا پیش داشت
 زینی که حیوان بیگانه خوے
 چو او راست چوپائی آں رمه
 و دو گاه و ساسوی او بید رنگ
 نبودے اگر شیر در عرض راه
 پدید آمدش نغمیابی شگرف
 گهر باز اندازہ پیش آمدش
 نمودند بر شہ گهر با نثار
 ز بجرش دله داشت پر آبل
 ز تیزی بدیوار روزن نگند
 ز روزن شد آں پرده غراب نور
 زے حسن مستور عاشق نگاہ
 دو دحسن سولش چنین قطره زن
 براه نمی چشمها بود باز
 ز سر جوش نور آب ز در ریش
 خرامش می کرد ببارگ و ساز
 روانه های کز و بیای بر خیش
 کشوند بند نقاب خیال
 سپاسے ازاں لاله بر خویش داشت
 بیوزش ز منعم بود طمع جوے
 ہر آئینہ تا زنده سولش ہمہ
 سرون خودش زو بدل کار شنگ
 چریدے بچالاکي از خوشه کاه

تو گوئی براه خداوند دور
 گدائے ست ہندی کہ سترابیا
 سپہراز نمود شریا و ثور
 بدریوزہ گستاخ پوید ہی
 بخرمہرہ آراستہ گاؤ را
 برینی سروشان فرخ لعا
 زہر پوند خوشحالی ہر دماہ
 زماں ہر دو کاشانہ دل کشا
 کہ چوں باز گردد بہ بنگاہ خاک
 بہ بستند حزنے بازوئے شاہ
 دو پیکر کہ گوئے ورا تو امان
 نہ باشد ز چشم بداندیشہ باک
 پے ہستی شہ بدست نیاز
 یہ رہو پزیرے در آمد چاں
 ز بس بود جو زادراں رہروی
 رہ آوردی از روز ہائے دراز
 بدراں تار و دیمہ از نیمہ پیش
 کمر بستہ خدمت خسروی
 چو ہم سایہ کمشود در ہائے نور
 ز تیزی بہ برید پیوند خویش
 بکاشانہ درازاں فتح باب
 بہ غلطید سرطان بدیائے نور
 چناں دلکش افتاد از ہر طرف
 کہ بریں را گشت بیت الشرف
 بکاشانہ کاخے کا سنام داشت
 در از نقطہ ادج بہرام داشت
 کشودند در تابداں اصطکاک
 شود دشمنان را جگر چاک چاک
 نشد گرچہ چوں گاؤ قسربان او
 دے شیر شد گر بہ خوان او
 پنجدال بہ محنت کشتی خو گرفت
 کہ برگاؤ بتواند آہو گرفت
 نہ در پنچہ زور و نہ در سینہ دم
 فرو ماند بے حس چو شیر علم

شود تا خداوند را سجده بر
 در آن راه گرتوشه داشت چرخ
 از سی ره بخود بسکه بالید تیر
 کشایش در گنج تا باز کرد
 از آنجا که در مطرح روزگار
 سپهر از شرف تا خیال به پخت
 هم آن پله را چرخ فرسائے دید
 به عقرب خداوند آن جلوه گاه
 ولے چوں نگهبانی راه داشت
 نگه داشت خود را از آن بیری
 به توس اندر آورد چوں خواجوی
 کماں گشت زین نحر قربان خویش
 بدین خوشدلی باید مشاو زیست
 پذیرفت خواهم ز گرد و لاس
 کماں چوں بنیساں نمایش گرفت
 چنان جست تیر از کماں دلپند
 گرفتش دواں سعد ذابج براه
 چو شد ذابج از تشنگی تاب کش
 عزیزاں بهم کار دیں می کنند
 بر آورد از خوشه صد دانه سر
 هم از خرمنش خوشه داشت چرخ
 هم از خانه خود شرف دیده تیر
 به میز آن گهر سنجی آغا نکرد
 تر از پے سختن آید بکار
 ز حل را بنجا که ره خواجه سخت
 هم این پله را بر زمین جلے دید
 بر آن شد که تازد بسویش ز راه
 سر باز گشت شهنشاه داشت
 که از حکم شد سرنه پیچد ری
 سعادت به بر جیس شد مرده گوی
 ز بی طالع غالب عجز نکیش
 که در طالع من قدم بوس کیست
 که باشد مرا طالع روشناس
 خدنگ خبر زد کشایش گرفت
 که نه نشست جز در دل گویند
 که نخیر گیرد جلوه دار شاه
 بدو لایب شد فرع دل و آب کش
 بیلے خواجه تا شال چنین می کنند

ز به شوکتِ خواجه ره سپار
 سپهری رفیقان بسیار
 به غنوارگی تافتندش بدست
 ز حق هر که فرمان شاهی گرفت
 ازاں پس که ایں راه کوتاه شد
 بدای پویه پیروای هشت چرخ
 بنم پایه کازاتواں خواند عرش
 ز به نامور پایه سرفراز
 سر رشته نازش چون و چند
 بود گر چه بر تر ز افلاکیاں
 دل بینوایه گر آید به درد
 صدای شکست کمرگاهِ مَور
 نه از مهر نام و نه ز انجم نشان
 دو گیتی نمایش ز صبحش دمی
 نایز و پرستان بهر سرزمین
 بساطی هم از خویشتن تابناک
 ز بس پایه لغز خیال از صفا
 در آمد گرانمایه همان حق
 قدیم زد بر ای که رفتن نداشت
 که باشندش اختر بره پیشکار
 گسستند از دلوگر دول رسن
 که گیر دگر خواجهاهی لبست
 تواند ز مه تابمهای گرفت
 حمل تا به حوش قدمگاه شد
 که صد بار گردش گشت چرخ
 بره زاطلس خویش گستر دفرش
 سرا پرده خلوتستان راز
 به پیوند هستی بدای پایه بند
 دلی لرزد از ناله خاکیاں
 نشیند بدای پایه پاک گرد
 درینجا ستیج دوران پرده شور
 نه دریا نمایاں نه ریگ رواں
 خود آں صبح را هر فلک شمنی
 بود سجده آنجا چو سر بر زمین
 ز آلالش کلفت رنگ پاک
 رسیدن به پهنای آں نارسا
 برخ ما تباب شهبستان حق
 نگهبان و همراه و رهن نداشت

در آنجا که از روی فرنگ رلے
 بجای باشد از خود نگویند جائے
 جہت را دم خود نمائی نماند
 زمان و مکان را روانی نماند
 غبار نظر شد زره تا پدید
 سرپائے پتند شد جلد وید
 در آوردی گفت سمت و سوسے
 بنور السموات والارض رلے
 تماشا ہلاک جمال بسیط
 فروغ نظر موجہ زال محیط
 شنیدن شہید کلامے شگرف
 منزہ ز آمیزش صوت و حرف
 کلامے بہ بی رنگی ذات علم
 شنیدن بعقل اندر اثبات علم
 نخستیں دراز کا کشوداں بھاق
 زاکا بصدر اندرش پیشطاق
 برالار سید و زلا در گزشت
 رسیدن ز پیوند جا در گزشت
 دران خلوت آبادراز و نیاز
 بردے دوتی بود چوں در فراز
 نماند اندر احمد ز ممش اثر
 کہ آل حلقہ بود بیرون در
 احد جلوہ گر با شیون وصفات
 نبی موحق چوں صفت عین ذات
 فروغے بہر جہانتاب در
 زخور شیدنا گشتہ پر تو جد ا
 بہر ذرۃ تابے ازال تاب در
 رقمہائے اندازہ ہر شمار
 محیط ضیا خود محیط ضیا
 در عالم خردش نواہائے راز
 ہماں از شکاف قلم آشکار
 ورق در ورق حکمت و لپزیر
 ولیکن ہماں در خم بند ساز
 ز گفتن شنیدن جدائی نہاشت
 ولیکن ہماں در خیال ویر
 نمودن ز دیدن جدائی نہاشت
 نمودن ز دیدن جدائی نہاشت

چو اندازه هر سنانش گرفت
 ز دعت بکثرت گرایش گرفت
 بحکم تقاضای حب ظهور
 تنزل در اندیشه آورد زود
 آخذ کسوت احمدی یافته
 دم دولت سسرد می یافته
 بکوشش ز طبع و فاکوش او
 هم سال میم او حلقه گوش او
 هر گونه بخشش سرافراز گشت
 هم از حضرت حق بحق باز گشت
 بیامد بیا خاکداں بید رنگ
 چو در جبه آب چو بروئے رنگ
 ز رفقه بروں پای از نقش پائے
 که کرده قدم بر قدمگاه جائے
 شرارے که از سنگ آں آستان
 بدر جست از نعل برق جہاں
 هنوزش قدم در ره اوج بود
 که آمد ز بالا به پستی فرود
 به جنبش درش حلقه درهماں
 سرے را که رحمت نهد در کنار
 بخوابے که بیاری بخت او
 سحر که که وقت سجودش رسید
 ز بخت او ز یاد او درودش رسید
 بشادی در آمد علی از درش
 شب از بادہ قدس ساغر گرفت
 جمال علی چشمه نوش بود
 دو هم از با ہم در راز گوے
 دو چشم ست و هر چشم را بینش ست
 دو چشم ست و هر چشم را بینش ست
 نخبه دولی در نبی و امام
 مبعوحی ز دیدار حیدر گرفت
 صبوحی هم از بادہ دوش بود
 نشانهای بینش بهم باز گوے
 لے آنچه بیند هر دو یکے ست
 علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام

منقبت

هزار آفرین بر من و دین من
 چراغی که روشن کند خانه ام
 حریفی که نوشتم از ساغرش
 برانغم که دادار یکیتا هست
 مهر گوشت از عرصه این طلسم
 بر آن شئی که هستی ضرورش بود
 کز آن اسم روشن شود نام او
 بود هر چه بینی بسو دایه دوست
 هر آئینه در کارگاه خیال
 بهم در شمار ولی الهی هست
 چو مرئوس این اسم سامی ستم
 بلندم بدانشش نه پستم همی
 نیا ساید اندیشه جز با غلای
 به بزم طرب منوایم علی هست
 به تنهایم را از گوی به او دست
 در آئینه خاطر م رود و بد
 مرا ماه و مهر شب و روز دست
 به صحرا به دریا بر اتم از دست
 خدا گوهری را که جان خوانش

که منعم پرستی است آئین من
 تو گوئی منش نیست پروانه ام
 بهر جرعه گردم بگردش
 فروغ حق تا لوح ز اسما هست
 و پدر و شتائی جدا گانه اسم
 به اسمی ز اسما ظهورش بود
 بدان باشد آغاز و انجام او
 پرستار اسمی ز اسما دوست
 کز انجاست انگیزش حال و قال
 دلم را از دار علی الهی هست
 نشاند این نام نامی ستم
 بدین نام یزدان پرستم همی
 ز اسما نیندیشم الا علی
 به کنج عنتم انده ربایم علی هست
 به هنگامه ام پای چو بی او دست
 به اندیشه پیوسته نیرو و بد
 دل و دیده را محفل افروز دست
 به دریا و طوفان نجاتم از دست
 از آن داد تا بروی افشانش

مرا مایه گردل و گز حباں بود
 کسم از نبی روستی در بو تراب
 زیز داں نشاطم به حمید ر بود
 نبی را پذیرم به پیمان او
 فدایش روا نیست هر چند گفت
 پس از شاه کس غیر دستور نیست
 نبی را اگر سایه صورت نداشت
 دو پیکر دو حبا در نمود آمده
 دو فرخنده یار گراں مایه بین
 بدان استخارے که صفائی بود
 ازاں سایه یک جا گرایش کند
 بهر سایه کافست زبالای او
 ز بهی قبله اهل ایمان علی
 پدیدار در حنا ندان نبی
 بیک سلک دشمن ده و یک گهر
 جگر پاره با چوں برابر نمند
 علی راست بعد از نبی جلی او
 بهمانا پس خاتم المرسلین
 نژاد علی با محمد یکے ست
 در احمد الف نام ایزد بود
 الف میم را چوں شوی خواستار

از دوا نم از خود زیز داں بود
 به بنگرم حیلوه آفتاب
 ز مستلزم بجو آب خوشتر بود
 خدا را پرستم به ایمان او
 علی را تو انم خداوند گفت
 خداوند من از خدا دور نیست
 تردد نه دارد ضرورت نداشت
 اثر با به یک جاست در آمده
 دو قالب ز یک نور و یک سایه بین
 دو تن را یک سایه کافی بود
 که احمد ز حمید ر نایش کند
 بود از نبی سایه همپای او
 به تن گشته همسایه جان علی
 به گیتی در از دوسه نشان نبی
 نبی را جگر پاره او را جگر
 به گفتن جگر نام آن بر نمند
 بهماں حکم کل دارد اجزای او
 بود تا محمد می علی جانشین
 محمد بهماں تا محمد یکے ست
 زمیم آشکارا محمد بود
 نما نذا احمد بجز هشت و چهار

ازین نمش کاینک ره هوش زد
 ز کوشش به گشتن سخن می کنم
 و نطقش به گفتار خواں می نهم
 ز لطفش به هستی خبر می دهم
 علی آں زد و شش بنیاد فرس
 خدا را گزین بسنده را ز دار
 به تن بهیش اندر ز آفاقیاں
 به کثرت ز تو حید پیوند بخش
 به سائل ز خواهش فزوں تر سپار
 نوید ظفر گردد از لشکرش
 گداز غمش کمیایه سرشت
 نگه کوثر آشا بداند دے او
 نیاز زده گوشتش ز آواز دوحی
 براه حق اندر نشانها زد
 به پیوند او ربط هر سلسله
 گزشته به معشوقه از همسری
 زمین فلک در گزرگاه او
 اگر پاره گشته بپسته بگرا
 بیاد حق از خواهش نفس دور
 به چشمی که گرید به بزم اندرون

بدل ذوق مدح علی هوش زد
 ستم بر گل و نسترن می کنم
 سخن را شکر در دهاں می نهم
 به ریگ رواں دجله سر می دهم
 علی آں یزید الله را گفت کفش
 خدا بندگان را خداوندگار
 به دم دانش آموزان شراقیاں
 به بے برگ نخل برومند بخش
 به لب تشنه جرعه کوثر سپار
 حساب نظر فردے از دفترش
 غبار رهش میایه بهشت
 رواں تازه رود گردد از بوی او
 صنمیش سرا پرده را ز دوحی
 بهر نکتہ درد استاها زد
 خود او را ربه خضر هر محل
 بدوش بنی پایش از برتری
 غبار سحر خیزی آه او
 بود پاره همچنان بر هوا
 ز شادی ملول و بانده صبور
 دل آسوده خید بزم اندرون

بدرویشیش و شیر شاهنشاهی
 بود او هوس گشته فرمان پذیر
 خرد نه که خویش به سر زانگی
 نهانش بیاد آوری دلکشا است
 بر اهیتم خوسه سلیمان فری
 لباس و منار طراز عمل
 نهادش به خلق خدا مهر خیز
 نوید نجات اسیران غم
 ز شمش سو بسویش نگاه همه
 روان و حسد گردی از راه او
 مدوش نمود حدوث جهان
 اگر خاکبازان دشت بخت
 چو آنجم به شب مهر گیتی مشرود
 نبی را بگر تشنه روی او
 کسان که اندازد پیش آورند
 به نادانی از شور گفتار من
 که آرایش گفتگو کرده ام
 مرا خود دل از غصه بیتاب باد
 چه باشد از یی بیش شرمندگی

ز به خاکساری و قتل الهی
 به سربازان روانی حصیرش سریر
 قضا پیش کارش به مردانگی
 عیانش بری نام مشکل کشاست
 مستی حاد می مصطفی گوهری
 بهسان کرم را صبح ازل
 جبینش به درگاه حق سجده ریز
 نظرگاه احرامیان حرم
 ولادت گمش قبله گاه همه
 نه ایزد دلی کعبه درگاه او
 به گرد ندگی در گمش آسمان
 بحر شید ساری کشا یند گفت
 نیارند مردم شسردن بردن
 خدا را بخوابش نظر سوئی او
 سخن ساز آئین و کیش آورند
 سگالند زان گونه بخبار من
 به حیدرستانی غلو کرده ام
 ز مشرم تنک مایگی آب باد
 که خود را ستایم به رخسندگی

سکه در متنوی ابر کهر بار طبع اول "مرا دل خود" است

سکه در متنوی ابر کهر بار طبع اول "خود را" نوشته است

به بحر از روانی سرایم سرود
 به گلشن بر دم برگه از نستر
 ستایم کسی را که در داستان
 به رد و قبول کسانم چه کار
 در اندیشه نهال و پیدای علی هست
 دلم در سخن گفتن افسرده نیست
 چه خوابم حدیثی سرودن از و
 گراز بنده های خدا چوں منی
 علی را پرستد به کیش خیال
 گلستان که هر سو هزارش گل هست
 اگر رفت برگ خزان از ازا
 نه دارد غم و غصه یزدان پاک
 تو غافل ز ذوق شش گوئییم
 مرا ناسزا گفتن آئین مباد
 بود گرچه با هر کس سینه صاف
 که تا کینه از مهر بشناختم
 جوانی برین در بر کرده ام
 کنونم که وقت گزشتن رسید
 و مادام به جنبش و رقص دل هست
 که بر خیزد آهنگ ره سازده
 به شبگیر زین تیره مسکن بر آ

به خلد از ریاضین منبر ستم درود
 به پچاک سنبل فرد ششم شکن
 شوم با سخن آسب و سربازان
 علی باید مباد جانم چه کار
 سخن کز علی میکنم با علی هست
 بهانا خدا و ندمن مرده نیست
 بود گفتن از من شنودن از و
 که در خرمن از د به نیم از دانی
 چه کم گردد از دست گاه جلال
 بمه سبزه و لاله و سنبل هست
 چمن رانه باشد زیانی از ازا
 علی را اگر بنده باشم چه پاک
 سزا گوئیم و ناسزا گوئیم
 لب من رگ ساز نفیس مباد
 من و این دالسته نبود گزاف
 به کس غیر حمید ر نه پرداختم
 شبی در خیالش بحر کرده ام
 زمان بخت باز گشتن رسید
 شنیدن زین صدای دل هست
 به جاده خفته آوازده
 به جنبان درای و بر غنق در آ

نجف کاں نظر گاہ اُمید تست
 نہ دورست چنداں کہ فرسخ شمار
 دلیرانہ راستے بریدن تو اں
 برانست دل بلکہ من نیز ہم
 بود گر چه ثابت کہ چوں جاں دہم
 بہ ہند و عراق د بہ گلزار و دشت
 ولیکن چو اں ناحیہ دلکش ست
 خوشاعرانی و گوہر افشانندش
 کہ ناگاہ کار خود از پیش برد
 تن مردہ چوں رہ بہ مژگان و د
 چو عرنی سر و برگ نازم کجا
 چو عرنی بہ در گاہ ہم آں دے کو
 نہ گویم غلط با خود چشم نیست
 مزن طعنہ چوں پایہ خاص ہست
 چو اینست از خواجہ آں بایدم
 ز دل گریہ اندوہ شکم برد
 من ایں کار بر خود گرفتہ بہ چشم
 بہ گریم ز عشم بود کہ شاد مکنند
 بہ گریم کہ سلیم ز سر بگزارد

طرب خانہ عیش جاوید تست
 برنجانداں در شہر دن یار
 بہ آرام گاہے رسیدن تو اں
 کہ چوں جاں خود آنجاست تن نیز ہم
 علی گویم دجاں بہ یزداں دہم
 بہ سوئے علی باشد مہ باز گشت
 اگر در نجف مردہ باشم خوش ست
 بانداں دعویٰ پر افشانندش
 بدشت نجف لاشہ خویش برد
 اگر زندہ خواہد خود آساں رود
 بدعویٰ زبان در ادم کجا
 چناں دادرس جذبہ انسوئے کو
 ز مژگان خویشم خود ایں چشم نیست
 نباشد اگر جذبہ اخلاص ہست
 ز عزم چشم تلزم نشان بایدم
 ز مژگان مگر سیل اشکم برد
 بہ مژگان گراورفت رفتہ بہ چشم
 گہر سنج گنج مراد مکنند
 نہ از سر ز دیوار و در بگزارد

سلاہ عرنی در لاہور در شہر مرد و ہماں جا بدفون شد۔ دے بعد از چند ماہ در دیشے بہ فلش را قبر
 مرشد خود دانستہ استخوانش را از قبر بر آوردہ بہ نجف اشرف برد و آنجا دفن کرد۔ (شعر ہفتم جلد سوم)

سرشکے کہ از دیدہ من چکد
 طلب پیشگان را به دعوائے چه کار
 که جاپ بر در بو تر اجم دہ
 چه کاہد ز نیردے گرداں سپہر
 کہ دل خستہ دہلوی مسکنے
 خدا یا بدیں آرزویم رساں
 نفس در کشم جائے گفتار نیست
 کزین بعد در عرصہ روزگار
 دگر بارہ از چشم روزن چکد
 ز بخشندہ یزدانم اُمید دار
 دراں خاک فرمان خواہم دہ
 چه کم گرد داز خوبی ماہ و مہر
 ز خاک نجف باشدش مدفنے
 ز اشک من آہے بہ جویم رساں
 تو دانی و این از تو دشوار نیست
 بروے زمیں یا بہ کنج مزار

ز غالب نشاں جز براں در مباد
 چنین باد منجر جام و دیگر مباد

معنی نامہ

معنی دگر زخمہ بر تار زن
 گل از نغمہ تر بہ دستار زن
 بہ پردازش آں گل افشاں نواہے
 نہ گویم غم از دل دل از من رہاہے
 دل از خویش بردارد بر ساز نہ
 ہم از خویش گوشے بر آواز نہ
 ز گنجینہ ساز بردار بندہ
 دریں پردہ نقشے بہ مہربان بندہ

برامش بزاور هم آواز شو ۛ
به آهنگ دانش نوا ساز شو

که دانشم ز دستان سراسر اے چنین ۛ
دل آویز باشد نوا اے چنین ۛ

ز کام و زباں هر سر جاں را درود
ز جاں حبا و دانی رواں را درود

گهر جو اے را مژده کن تیره خاک
در خشد همی گوهر تاب ناک

که هر گوهر اے را که دارند پاس ۛ
بدان گیر و انداز گوهر شناس

دے کا ندر آئیں ز من مسیر و د
تو دانی سخن در سخن مسیر و د ۛ

سخن گر چه گنجینه گوهر مست
خرد را ولی تابش دیگر مست ۛ

هانا به شمس اے چوں پیر ناراغ
نه بینی گهر چرخ به روشن چپاراغ

به پیرانش این کهن کارگاه ۛ
بدانش توان داشت آئیں نگاه

بود بستی را کشاد از حسد ۛ
هر مرد حسالی مباد از حسد

خرد چشمه زندگانی بود ۛ
 خرد را به پیروی جوانی بود ۛ
 فروغ سحرگاه روحانیان
 چراغ شبستان یونانیان ۛ
 پگاه که پوشیده رویان را از
 به خمیازه جُستند از خواب ناز
 چه خمیازه عنوان نام آوری
 خار می خوابش دلبری ۛ
 ازاں پیش کاین پرده بالانند
 نگه را صلائے تماشا زنند
 ردائے منک گوهر آما شود ۛ
 بساط زمیں عنبر اندا شود ۛ
 نور می ازاں پرده بر جائے خویش
 بردن داد نور می ز سیمائے خویش
 زبائے که رخشانی برق زد ۛ
 سرا پرده جوشش آنالشرق زد
 نخستین نمودار هستی گرائے ۛ
 خرد بود کاندسیا ہی ز دوائے
 به پیانہ بایں نظر نور پاک
 نمودند قسمت بر احب زائے خاک

زهر ذره کاں آفتابی شود ۛ
 نگه سرخوش کامیابی شود ۛ
 بنو زم در آئینه رنگ بست
 خیالے از اں عالم نور هست
 که بینی بهتاریکی روز من ۛ
 سر و زان سواد دل اندروز من
 کف خاک من زان ضیاء گسریست
 که چون رنگ رخشاں به انجم گریست
 کسے کو دم از دم از روشنائی زند
 به خود فال دانش ستائی زند
 دریں پرده خود را ستایش گریست
 که دانشمردم که دانشور است
 خرد جویم از خود بود مرگ من ۛ
 بهستی حشر دس بود مرگ من
 سخن گر چه پینام راز آورد
 سر و دار چه در اہست از آورد
 خرد دانند این گوهریں در کشاد
 ز مغن سخن گنج گوهر کشاد
 خرد دانند آن پرده بر ساز بست
 بر امش طلسم ز آواز بست ۛ

بدانش توان پاس دم داشتن
 شمار خسرام قلم داشتن
 ازین باد، هر گس که سر مست تر
 به افشاندن گنج تر دست تر
 به مستی خسرد رهنمای خود مست
 رود گرز خود هم بجای خود دست
 به کام دل می پرستان شے
 به ساقی گری خاست نوشین لب
 تبسم کنان باد در جام ریخت
 بے نقل از پسته بادام ریخت
 ز لب بوس بر لب جام زد
 به خود کرد پیان را ناسزد
 لبش را می از بسکه افشوده تنگ
 بیا میخت بالب چو بالعل رنگ
 همی خواست باتشنگان دست برد
 خودش باد و خویش از دست برد
 بدان می که خود خورد و از دست شد
 نیک تن دو تن کا بنجمن مست شد
 کجا در خور آن شد ا بهیم ما
 ز می خواره ساقی خسرا بهیم ما

چو سائی زده خود منائی گرفت
 بهستی حسد زور دانی گرفت
 به مست تر هر که هشیار تر
 سبک دوش تر چوں گرانبار تر
 جگر گون نواے که نامش دل مست
 ز به حشره خواران این محفل مست
 نشیده که مستان این می کشند
 صریح از قلم ناله اند نه کشند
 سر و سخن رود شناس بهم مست
 که هر یک ز دابستان دم مست
 بود در شمار شناسا و رے
 خرد را به گفتار بهم گوهرے
 ز به کمیای معانی سخن
 به خود زنده با ودانی سخن
 سخن را از آن دوست دارم که دوست
 به تصدیق از ما طلب گار دوست
 سخن گرم به خود گوهریں افسر مست
 سخن در سخن نعل با گوهر مست
 سخن با ده اندیشم میناے او
 ز باں به سخن لایه پالایه او

به پیودن باده پیمان گوسش
 خرد ساقی و خود خرد جر عس نوش
 حریفان درین بزم همواره مست
 به بوسے زلمے جمله یکبارہ مست
 پنگینه پوشان درین انجمن
 چو گردوں به رقص اندرون چرخ زن
 خرد کرده در خود ظهورے دگر
 دل از دیدہ پر رفتہ نورے دگر
 ز گنجی که بنیش به ویرانه ریخت
 در آفاق طسرح پر یخانه ریخت
 زدودن آئینه رنگار بر د
 زدانش تگ ذوق دیدار بر د
 درین حلقه ادب باش دیدار جوے
 به درویش رنگ آورده روست
 خرد کرده عنوان بنیش درست
 رستم سنجی آفرینش درست
 فردغ خرد منزه ایزدی است
 خدا فاشناسی دنا بخردی است
 نظر آشنای روست دانا پیش
 عمل روشناس توانا پیش

ز اندیشم دم در نظر نام یافت
 به کردار رفت از اثر کام یافت
 به چشم عجب سر از دگوشش تاب
 گراں پایے خواهش از ددر حساب
 چنان سطوتش راز بون خشم و آرد
 که فرمان او برده گمرگ و گراز
 غضب را نشاط شجاعت دهد
 ز خواهش به عفت قناعت دهد
 به انداز زور آزمائی کنند
 خورد باده و پارسائی کنند
 بدین جنبش از مرگ بخشد نجات
 بر اندیشم پدید آید آب حیات
 منشأی شایسته عادت شود
 نظر کیمیای سعادت شود
 ز دانش پدید آید آئین داد
 رسی چوں بدین پایه نغم المعداد
 بر نداز تو گر خود سرایندگی
 نه دارد زبانی بیایندگی
 مگر خوں کن و از دل آزاد زی
 بدین حبا و دانی رواں شاد زی

چنان داں که مردے بر اسے سوار
 بدشته رُخ آورده بهر شکار
 جگر خواره یوزبست همراہ او
 جگر خوارے یوز دل خواہ او
 کند گر بہ اندیشہ رفتار ہا :
 نگہدار اندازہ کار ہا :
 نہ گیرد سمندش رہ تو سخی :
 بود رام یوزش بہ صید انگنی
 بہ نیردے مردی د عشقوارگی
 ہمیش یوز آسودہ ہم بارگی
 چنین کس بدیں گو نہ رخس و پلنگ
 تواند کہ صیدے در آرد بہ چنگ
 دگردشت پایا ہنر پیشہ نیست :
 شناسائے منہر جام اندیشہ نیست
 رہ انخبام بے راہہ پوی کنند
 دو اندر روش زشت خوئی کنند
 چہ در چہ را گاہ تا برگ و شاخ
 رود در پے صید در سنگلاخ :
 بہ جو شد بہ ہر مغز رخس از تموز
 بہ خارا شود سفتہ چنگال یوز

بهستی کی گشته پولاد پارسے
 ز تندی کی رفعت پولاد خاسے
 مرایں راز پرے شکم باد ناک
 مراں راز گریے زباں چاک چاک
 سوار اندریں ہرزہ گردی نر نند
 نہ رویش برآہ و نہ صیدش بہ بند
 سوارے کہ رخش نہ سرماں برد
 نہ دامن کہ بے چارہ چوں حباں برد
 من بے خبر کایں قدم می زخم
 مسندار کز داد دم میز نم
 بدیں دم کہ در ناسر را نم ہی پ
 بداں حناک ناچیز ما نم ہی
 کزاں خاک ریحان و سنبل دم
 دگر گو نہ گوں لاله و گل دم پ
 تماشایاں را بود سرو و خاک
 بود بچپناں جو صبر خاک خاک
 ز دردی کہ دل را بہم میزند
 ز جو شے کہ خاطر بہ عنم می زند
 بود در گزر گاہ آواز من پ پ
 شاد و رہ خوں گوشش دماز من

بدانش عشم آموزگار من است
 غم کن از دل در سرشت من است
 بغم خوش دلم غمگسارم غم من است
 ز من جوی در بد نگو زیستن
 درشتی به نرمی ز بوی داشتن
 به عجز از درون سو حیر سوختن
 به هنگامه نیرنگ ساز آمدن
 ز دل خار خار عشم انگشتن
 سمن چیدن و در ره انداختن
 به در یوزه گنجینه انداختن
 طرب را به می خانه گردن دن
 ردا کردن از چشم همواره خوں
 برفتن سراز پائے نشناختن
 شگفتن ز دایه غم که بر دل بود
 بدین جاده کاندیشه پیوده است
 نظامی نیم کز خضر در خیال
 ز لالی نیم کز نظامی بخواب
 نظامی کشد ناز تا بم کجا

خزان عز یزاں بهار من است
 بود دوزخ اتا بهشت من است
 به بیداشی پرده دارم غم من است
 جگر خوردن دمازه روز زیستن
 رسد گر ستم غمزه پنداشتن
 بنا زار بر دوش سو رخ افروختن
 ز خود رفتن و زود باز آمدن
 خشک در گز از نفس ریختن
 دل افشردن و در چه انداختن
 به باز کچه دانائی آموختن
 طرب خانه را قفل آهن دن
 به شور را به شستن ز رخساره خوں
 بماندن تن از جایی نشناختن
 نهفتن شرای که در دل بود
 غم خضر راه سخن بوده است
 بیا موزم آئین سحر هلال
 به گلزار دانش بر م جوی آب
 ز لالی بود خنجر خوابم کجا

سه نظامی گنجوی، شاعر بلند پایه بزبان فارسی -
 سه سحر هلال - نام متوفی بزبان فارسی که همه در صنعت تجنیس توانی است. تصنیف ابی
 شیرازی متوفی ۵۳۵ هـ شاعر بزرگ در عهد شعراء متأخرین -
 سه زلالی خواناری متوفی ۵۳۵ هـ شاعر بزرگ بزبان فارسی -

مرا بس که درین اثر کرده غنم
 نظامی برفت از سرودش آمده
 من از خویشتن بادل دردمند
 غزل را چو از من نواسه رسید
 که نشکفت کاین خسروانی سرود
 نباشم گرا از گنج گنجیم بس است
 کنونم بسر شور گفتار نیست
 بشعر ارچه کمتر شکیم بهی
 کسے کش بجای بود دل به بند
 کسے را که با غنم شماری بود
 که در خستگی چاره جوئی کند
 چو میرد بر آں مرده نالدیم او
 مرا بین که چون مشکل افتاده است
 خود از درد بیتاب خود چاره جوے
 به تنهایی از همدان خود دم
 کسم در سخن کارشمرائی نیست
 چه گوید زباں آو به نوا
 شبے کاین درق را کشودم نورد
 شب از تیرگی اهرمن دے بود
 به خلوت ز تار یکیم دم گرفت
 دراں کنج تار و شب هولناک

بمرگ طرب مویه گر کرده غنم
 زلالی از درد در سرودش آمده
 نواسه غزل بر کشیده بلند
 زوالا بسیج به جای رسید
 شود و حی و هم بر من آید فرد
 به غم گر چنین پرده بنجم بس است
 بس از غزل زخم بر تار نیست
 بدین پرده خود را منسجم بهی
 با فسانه لخته گسار دگرزند
 روا باشد از غمگساری بود
 به غم خواری افسانه گوئی کند
 سر انجام کارش سگالدیم او
 چه خونهاست کاندل فتاده است
 خود آشفته مغز و خود افسانه گوے
 به دل مردگی نوحه خوان خود دم
 به بخشندگی بهت افزائی نیست
 چه آید دسیلاج به کد خدا
 به پرکار اندیشم تیز گرد
 ز سودا جهاں اهرمن خوے بود
 نشاط سخن صورت غم گرفت
 چراغی طلب کردم از جان پاک

چراغے کہ با سشد ز پروانه دور
 نہ بینی نشانے ز روغن دور
 چراغے کہ بے روغن است و ختم
 زینداں غم آمد دل افروز من
 نہ شاید کہ من شکوہ سخنم ز غم
 غم دل ز من مرتب با جوئے باد
 چراغے کہ باد از ہر خانہ دور
 کند شعلہ بر خولش شیون دور
 دے بود کز تاب غم سو ختم
 چراغ شب داختر روز من
 بخور بخدا ز من چو رنجم ز غم
 دلم زار و لب مر حبا گوئے باد
 دلم بچو غالب بے غم شاد باد
 بدین کنج ویرانہ ، آباد باد

ساقی نامہ

بیاساقی آئین جم تازہ کن
 بہ پردیزانے دروئے فرست
 بہ دور پیالے بہ پیالے مے
 قدح را بہ پیودن مے گسار
 نکیسا دماں را بر آتش در آرد
 بہ خشم ار بلائے زیاراں بہ گرد
 مبادا نظامی نہ را بہت برد
 فریش مخور چوں مے آشام نیست
 خود ادر است از پار ساگوہری
 درع پیشہ مسکین چہ داند ترا
 رضائے جوئے من شو کہ ساغر کشم
 طراز بساط کرم تازہ کن
 بہ ہرام اذ نے سروئے فرست
 بہ شور دما دم بفرسائے نے
 نفس را بہ فرسودن نے گسار
 سہی سرور را در خراش در آرد
 بہ کام دل شاد خواراں بہ گرد
 بدستال سوئے خانقا بہت برد
 ستم دیدہ گردشی جام نیست
 پھرے سروشے بہ ساقی گری
 بہ آرایش نامہ خواند ترا
 گرم نیل و جیوں دہی در کشم

ز چویدین می به جام بفعال
 اگر زود مستم پریشان نیم
 پذیرد ز می گوهرم آب رنگ
 ز اندازده سنجی برانم که تو
 به سائی گری رند و آ زاده
 هر آئینه چوں یک در ساغرش
 به لغزد ترا پا به رفته در
 بجاں در رسد کار کنز تاب می
 ازاں پیش کایں رفتگی رود بد
 بیندیش جابے و بیارایے بزم
 فرد هشته از دو سو بر عذار
 به می دادن از سر و سوسن قبای
 همانا تو دانسته کنز دو سال
 ز لب تشنگی چوں به می در خورم
 تو آں چشمه کنز تو خضر آب خورد
 نه خضرے که در آب باثشی بخیل
 هر آئینه چوں اعتقاد ایں بود
 ز خود رفته ترکی ست هندی می تو
 که جوی رضای ز خود رفته
 تو لے آنکه پس لو نشین منی
 نه دانی پس از رود گایے دراز

خورد و جله در ساغرم خاک ناں
 و گرد پرستم گرا نخبان نیم
 بهستی فزوں گرد دم بوشت هنگ
 گرانایه یک دانم که تو
 خوری باده اتا تنک باده
 ز مستی نرد را به خون در کشی
 سر اسیم گردی به هر کار در
 گلوئے صراحی نه دانی ز سنے
 گل جلوه بے خودی بود بد
 بنه باده دگل به پینلے بزم
 شکن در شکن طره مشک بار
 به زلف درازت میچا و پایے
 نه نوشتم می الا به بزم خیال
 تو کمتر خور امر دز تا بر خورم
 سکندر لب تشنگی تاب خورد
 تو آبی دے کوثر و سلسبیل
 منوش و بنوشاں که داد ایں بود
 عجب نبود از خوبی خولے تو
 دهمی به ترک جگر قنستر
 به پیناره اندر کمین منی
 به می کرده ام دست بارے دراز

در اندیشه محو تلاشم هنوز
 درین داستان نیز گم و ارسای
 می خویش و جام سفال خودم
 چه ساقی کی پیکر سمیا
 مرادست گاه می و همیشه کو
 می و همیشه بگزار و بگز ز من
 گل و بلبل و گلستان نیز هم
 نمود نیست کازا بود بود و هیچ
 به عرض شناسائی هر چه هست
 نه هر گه که تنها نشینی بجای
 به آرایش باغ رود آوری
 و مانی گل و زکس از روی خاک
 نواگر کنی مرغ بر شاخسار
 بخویش ار چه داری گمانی ز باغ
 در اندیشه پنهان و پیدا توئی
 نمود دو گیتی به گیتی حسد لای
 من و تو که بد نام پیدائیم
 و لیکن چو این ایزدی سمیاست
 نمودی که حق راست نبود چرا
 دو گیتی از آن جوئی بیش نیست
 زمان و مکان را ورق در نور

قدح ساز و ساقی تراشم هنوز
 بخویش مست گفتارم از بکی
 نه ساقی که من هم خیال خودم
 می آرزو می مرا کیمیا
 نشای چنین جز در اندیشه کو
 بهمانه من بلکه این انجمن
 مه و انجمن و آسمان نیز هم
 زیاں هیچ و سرمای و سود هیچ
 به دهم مست پیدائی هر چه هست
 به خاطر کنی طرح بستان سراسی
 در آن باغ از دجله جو آوری
 نشانی به طعن چمن سر و تاک
 به موج آوری آب در جوی بار
 بروی از تو نبود نشانی ز باغ
 گل و بلبل و گلشن آرا توئی
 چنین مست دیگر ندانیم رانی
 رفته ای منشور یکستایم
 به انت حسی چنین ایریاست
 زماں چو از آنجا است نبود چرا
 ازل تا ابد خود می پیش نیست
 خیال بروی از هر نور

نه از من ز سقدی شنو تا چه گفت
 ره عقل جز قیج در قیج نیست
 دیگر هر کسی گوید از زبردلی
 خیالے در اندیشہ دارد نمود
 نشانهای راز خیال خودیم
 خوش است باد غالب باز آمدن
 به گیتی مگر حشر دیگر نماند
 که چوں سینه کمتر و بد بانگ خوں
 چه زان راز پنهان نوا بر کشی
 به گفتار اندیشہ بر هم مزن
 نه دانی که دانش به گفتار نیست
 نه دانی که مسیحا شکستن لبیک
 تصوف نه زید سخن همیشه را
 نشان مندا می رود شنائی نه
 غزل گر نه باشد نواسے دیگر
 اگر مجلس آراسے را عود نیست
 غزل گر طال آرد افسانه گوے
 من آن خواهم سله لا ابالی خرام
 ز شاهان سخن مگر سفتن مست
 نثالی ز خم مگر سفتن شد
 خود این نامه فہرست راز حق مست

سخن گفت در پردہ ایا چه گفت
 بر مار و نساں جز خدا بیج نیست
 کہ حق مست محسوس و معقول خلق
 ہماں غیب غیب است بزم شہود
 نوا ہائے ساز خیال خودیم
 نوا سنج و ستانوں راز آمدن
 و یا خود ترا ہوش در سر نماند
 بہ نشر کشائی رگب ارغنون
 کہ چوں باز پُر سند دم در کشی
 در اندیشہ دل خوں کن دم مزن
 دریں پردہ آواز را بار نیست
 نہ بخت بد دل زدق گلابنگ چنگ
 سخن پیشہ رند کرا اندیشہ را
 غزل خوان و میخورد سنائی نہ
 سر دل سلامت ہواسے دیگر
 بر آتش ننگدن نیک سود نیست
 کہن داستا نہائے شام نہ گوے
 کز میں پو یہ خوشتر سگالی خرام
 سخن گفتن از حق جگر سفتن مست
 سخننہائے حق ہیں کہ چوں گفتہ شد
 درون و بردنش طراز حق مست

در انگیز معسنی د پرداز حشر
 سخن چوں ز بهدم به پیغاره نیست
 به زبدم شنا گوئی نا بوده کس
 نه زر گفت کاظم نه خاک نیست
 سخن را خود آن گونه داظم سرود
 دے تاب در خود نیایم کنون
 در یغاکه در ورزیش گفتگوئی
 بهر نایم رودی پیری سیاه
 کنون نیست قلیل همایم به سر
 سیاهی ز موئی سرم زود رفت
 شبایم که تاب آتیه بوده است
 به دامن که دارم شمارے دراز
 نه بود ارچه لبسای خنداں مرا
 که هرگز به هنگامه غم خوردی
 چه گریم که لبسای خنداں کجا
 به بے برکیم کلفشاں بودن است
 دریغ از ترقی معسوس من
 فلک بکه ناچیز خواهد مرا
 ز سر باد پندار بیرون شده
 بود قدخم گشته چو گان من
 چه غم گر فلک نغم از دے برد

به هنگامه سستی علی شگرت
 مرا از بخت چاره نیست
 به دالی حباه نستوده کس
 سخن در سخن می رود باک نیست
 کنون نیز خوشتر تو انجم سرود
 سر بر مستلم به تا بیم کنون
 به پیری خود آرای آوردی
 ز مگو بود بر فرق مشکین کلاه
 به پیری افتاد ایس هوایم به سر
 مگر کاش افسرد کایس دور رفت
 ز بهمایس جو زاشی بوده است
 شے کوته در دزگایس دراز
 دے دردین بود دندان مرا
 ز مردم نهان در دل افشردی
 جگر حسنایم از غصه دندان کجا
 به دم سردی آتش زباں بودن است
 که باشد سر من به پایوس من
 ببالا ندامت به کاید مرا
 سهی سرد من بید مجنون شده
 سرم گوئی داندیش میدان من
 تو انجم ز خود در سخن گوئی برد

نه ناله زه پیری جوا نغم برائے
 سخن مسخ معنی ترا ز مهنوز
 هنوزم جبکہ موج خوں می زند
 ز چشم ہماں خوں بہ داماں چکد
 ز حرفے کہ اندر صنم پیر آیدم
 بہ ہر بذلہ کز لب فشانم چو قند
 بہ دستان زنی خامہ منقار من
 تو انغم کہ در کار گاہ ہمنہر
 ز ہم بگلم باستانی ترا ز
 سر پیرے ترا زم کہ در سایہ اش
 نہائے نشانم کہ در پاسے او
 رہے پیش گیرم کز اقبال من
 نفس را کنم باد عسائے گرو
 مثالے نویسم کہ پیغمبر اں
 زباں تازہ سازم بہ نیرے بخت
 گزشت آنکہ دستان سوائے کہن
 منم کم بود در ترا ز کلام
 ز فردوسیم نکستہ انگیز تر
 فرو مردن شمع ساسانیاں
 رقم سخن منشور یزدانیم

ہنوزم بود طبع زور آزمائے
 بہ شیوانی شیوہ نازم ہنوز
 ز دل نیش عنسم سر بردن می زند
 بہ تن نبود اتانہ مرگاہاں چکد
 ہنوز از دہن بوسے شیر آیدم
 خضر دامن قال گوید بلند
 ہر خون مرغ گل از خار من
 بہ نیرے یزدان پیرو نہر
 سخن را دہم جادوانی ترا د
 بود بالش قدسیاں پایہ اش
 نہ وز ہرہ ریزد ز بالائے او
 دود خضر بے خود بہ دنبال من
 کہ باشد مراں را اثر پیش زد
 نویسند کاذب فتنہ براں
 بہ ذکر شہنشاہ بے تاج و تخت
 ز کینہ دور ستم آرد سخن
 شہنشاہ پیغمبر سپہد امام
 ز مرغ سحر خوان سحر خیز تر
 بود صبح اقبال ایمانیاں
 ز ایمانیم گویم ایسا نیم

لہ کا تختین است بزبان عربی کہ بعد از شنیدن اشعار دلکش می گویند۔
 لہ کاذب فتنہ "دریں شک نیست" ایہ آیت قرآن است در سورہ بقرہ۔

کسے را کہ نازد به بے گانگهان
 به اقبال ایمان و نیر و دین
 دریں ره هیچ سفر با بے دست
 ز پا لغز با کاندین ره بود
 به مستی توان نغمه گفتار بود
 سخن گفتن و پاس ره داشتن
 کی در شبستان به شہسایے می
 کی را به عشرت که شہسایار
 مرا بین که دیسایه داردی بهشت
 به بزمی که در می بود اجتناب
 سخنور چه گفتار پیش آورد
 نه ماند به شاهان دہیم جوئے
 دریں بزم ادب بخش را بار نیست
 نه من بلکه اینجا برامشگری
 اگر جائے دستان سرائی بدے
 زباں را برامش گرد کردے
 ہم زخمہ از دیگران تیز تر
 به آزادگی خسروی می کنم
 نباشد اگر پایے دین در میان
 پر ماز تو برتر به بال گزاف
 تو سوسن و سرستی بخنیا گمری

خرد در شمشاد ز دیوانگان
 سخن را نم از سید المرسلین
 بود راست لیکن خطر با بے دست
 بود ره دراز از چہر کوتاہ بود
 مرا باید از خویش ہشیار بود
 سخن را از سستی نگہداشتن
 ہم آتش ہند پیش دہم مرغ دے
 زمے بوئے مشک آید اندر بہار
 نیاید بجز دانہ اسبجہ کشت
 زرد و دوسر و دو شراب کباب
 کز اں رنگ بر رھے خویش آورد
 شمار شہنشاہ در دیش خوئے
 مے و ساغر و زخمہ و تار نیست
 اگر زہرہ آید شود مشتری
 رہ در رسم جاد و زانی بدے
 دم جنبش زخمہ نو کردے
 ہم سازد انش نو خیز تر
 بدین پشت دولت قوی می کنم
 نہم ہفت خواں بلکه ہفتاد خواں
 تو سیم رخ آری دمن کوہ قاف
 مرا جنبش کلک رقص پر پی

تو کاں بادہ بائے گوارا زنی
 من و جام بے بادہ درخون زدن
 ترا زانکہ اس طرز و منجا نیست
 بہیں تاجہ نازاں بخویش از من بست
 بہ نامش گراز صاف سے قرعہ پیست
 یکے صاف آب طربناک خورد
 ز سر جوش نوشاں چہ گوئی خموش
 بنوشیدن ارصاف سے خوشتر مست
 دگر غالب اے عہد رے تو مست
 حدیث سے دشمنہ و جام پیست
 نہ گفتی کہ بسینہ از گشتم ز سے
 زد یوانگی تا کے اے شور بخت
 بہ رفتار ناخوش مشو تیز گرد
 بہ مستی دریں راہ دستاں مزین
 ادب در زمین جوی دآئیں گزین
 برا ہے کہنی پو یہ کز پائے تو
 بکار سے زوی دست کز ساز تو
 چوں کشتی نشینان دریا نورد
 دم از نعل دے آشکارا زنی
 بہ لب تشنگی جوش جیوں زدن
 مرا با تو دعوائے بہ گفتار نیست
 کسے کاں سپا ز تست بیش از من بست
 مرا نیز فسرماں بہ جرعه پیست
 یکے خود بہ بہ جرعی پاک خورد
 بہ جرعه خواراں رہا کن خروش
 دے دُرُ در راستی دیگر مست
 بہ سپاہ دانش و فائے تو مست
 چکوئی وایں شیوہ را نام پیست
 بریدم ز بزم دگر شتم ز سے
 نہی در گزر گاہ سیلاب رخت
 دریں رہ بہ شوخی مسینگیز گرد
 میا شوب ہوئے چومتاں مزین
 بہ فن سخن شیوہ دے گزین
 درخشد چو خورشید سیما سے تو
 دم جبرئیل مست ہمرا ز تو
 سیر از رست بر مخمب زاد گرد
 ترا بخت در کار یاری دہا د
 بہ پیوندیں استواری دہا د

مثنوی

در میان سال نواب عالی جناب
 محمد علی خان فرخنده خوئے
 چون شست بر سندر سردری
 که از سردری یافت شاهای و اج
 ز بهی شهرت این بهایوں جلوس
 ز غالب که از روزگاری دراز
 به نظاره حسن اقبال جشن
 پس از مشکر دادار جاں آفرین
 که چون اختر نیک آمد بفال
 هم از اختر نیک بد است سال

مثنوی

نامه منظوم بنام جوهر

وفا جوهر از تو عنسم دور باد
 رسید از تو الفیت سنز نامه
 دلت سرخوش باد و سوز باد
 رواں تازه کن دل کشا نامه
 نشیند ترا بر دل از عنسم غبار
 نخواهم که در عرصه روزگار

۱- این مثنوی در کلیات مطبوعه قدس موجود نیست و در سبدها "و" باغ و در "م" مرقوم است.
 ۲- نواب محمد علی خان.

۳- که ما خود از نسخه خطی کلیات غالب مرقوم شده کاتب را که مجهول کتب خانه خدا بخش پنجم
 (مآثر صفه ۱۵) دباغ دو در صفحه ۴۴ و ۴۵ شامل از ذیل کالج میگزین لا بهور شماره انگست منتظر
 ۴- مراد جوهر سنگم جوهر تلمیذ غالب.

زرنجوری من مخور عنیم که من
 نه جان از من است و نه جسم آن من
 هر چه هست شایسته و سودمند
 از آن کس که من ز ندادنی شنو
 چنان داده منم ما که در ساز راه
 عزیزان رهبر و گرامی کند
 به شادی درین جمع انباز گردد
 الا تانه سنجی که این زان به است
 مشو سخت کوش و مشو سخت گیر
 به حکم پدر و چو گزیدی سفر
 درین رفتن از آمدن شاد باش
 ز بهر تو مادر به تاب اندر دست
 پدر نیز مشتاق دیدار دست
 ترا خواهد از بس که خواهد ترا
 بیا و دو خونین جگر را به بین
 دگر من چه را غم سحر گاهیم
 بیاتابه بینی که چو می تشیم
 بیاتاتم غم غرق خون بنگری
 بیاتابه بینی که از روزگار
 که می نوشم از خستگی نیز درع

نه دارم عنیم هستی خویش
 خود از مردن من نه نقصان من
 ز شایستگی بوده دانا پسند
 گرا از من نه باشد نکویی شنو
 نباشی به حیلست گری عذر خواه
 به شادی در آن ناحیت می رسند
 چو گردند اینان تو هم باز گردد
 چنین خواست آنکه فرمان ده است
 درین آمدن باش فرمان پذیر
 به گرد از سفر هم به حکم پدر
 به تعبیت از غم آزاد باش
 گدا از آن چو شکر در آب ندر است
 به صد گونه خواهش طلب گارست
 نه خواهد گرو پس که خواهد ترا
 به مادر نشین و پدر را به بین
 قدم نه برد و هوا خواهیم
 چنان دیده تامل به خون می تیم
 درون مرا از بردن بنگری
 کمنم بجای رسیدست کار
 بجای می تاب ما را القراع

بیا و بیا و بیا و بیا سر آمد سخن والد عا والد عا

بخواں چو بخوانی ورق را تمام

ز نیر سلام و ز عارف سلام

مثنوی

حق پرستان و معدلت کیشاں	علم لمان، لے د قیعت اندیشاں
راز دانان دین و دانش داد	ترز بانان و صفت جد و جہاد
نوبت خند و حادث نیست	شاہی مایہ دھر حادث نیست
منتهی تا بہ یافت اعلا نشس	یافت ہر کس کہ جست عنوا نشس
بود ہر دیدہ و رنبی اشد	زاں نشاں گاہ تا صفی اشد
کہ نیاگان ماز روز نخست	شد بہ نیر فے این دلیل درست
یا گراں مایہ سروراں بودند	یا گرامی پمیسراں بودند
در سراپردہ ہائے عزت و ناز	زاں سپس رود گار ہائے دراز
تا بہ چنگیز خاں مسیحائی	بود ہر کس بہ کشور آرائی
بسنگ قوم یافت ماہ تمام	چوں مستراحاں دم زد از اسلام
ہمہ فرماں دہان داد گریم	بعد از ازاں تا بہما کہ بوظننیریم
گام بر مسلک خیال نہ زد	ہیچ کس دم ز اعتزال نہ زد
مسکرویت آئہ نہ ایم	دشمن جوہر نگاہ نہ ایم
کارمانیست جز شنا گفتن	رسم مانیست ناسترا گفتن

لے این مثنوی ہے نام کہ تصنیف غالب است از متفرقات غالب دم تیرہ پروفیسر
مسعود حسن رضوی، نقل نمودم، سبب تصنیف مثنوی در مقدمہ کتاب نوشتہ ام

خانه زاد رسول و آل و یمیم
 حسنه زاد نبی و آل نبی
 زانکه ایناں امین و داد گرانده
 کیش بے گانگی رہا کرده
 به ولایے نبی و عترت او
 بدسگال صحابه بے دین است
 کار اصحاب میں و بد مشر
 گرترا صر ذلکو کارے مست
 فکر بغض صحابه سودا ایست
 رخص ما خولیاے خام آرد
 با تو گویم اگر یقین داری
 خیر خواه رسول و آل و یمیم
 دوستاں را شهر ده دشمن
 آنچه اندیشه نهانی تست
 کار دیں مشکل است آسان نیست
 پیش ازین آں چنانکه ما گفتیم
 تلج و تیغ و نگیں خود ارمایه بود
 آں نیز زده غصه، گرایم ماند
 اندرین روزگار گر شب و روز
 حاصل ماست با همهمه خم و چ
 بے شکوہی و غلست الله یمنی

دشمن خصم بدسگال و یمیم
 نه کند با صحابه بے ادبی
 با نبی هم نشین و هم سفر اند
 بر نبی مال و جاں فدا کرده
 یافته ملک و دین به دولت او
 در خور صد هزار نفرین است
 حال ایشان چه حال خود مشر
 حبت ایشان طرازدین اے مست
 خاطر کفر را سودا ایست
 صید دیوانگی به دام آرد
 کایں بزرگاں ز رقص دینداری
 عاشق حبلوه جمال و یمیم
 در خور سرزنش تویی یا من؟
 همه از روی بدگمانی تست
 بدگمانی طریق ایسا نیست
 حرفی از راز بر ملا گفتیم
 دولت و ملک دیں خود ارمایه بود
 ملک گرفت، گو برد، دیں ماند
 مانده داریم طالع فسیر و ز
 گوشه و تو سفر و دیگر هیچ
 بست بر من غلط بد آئینی
 (خواستی بر صفحه دیگر ملاحظه نمایند)

کال غلط بسکه بر زبانها رفت
 دیده باشد که شهر یار نیم
 شاهی من بجز ریاست نیست
 لاجرم رفت هر چه خواست سرود
 بر چنین کس هزار نفسری باد
 زین که تو قیام من نوشت به جمل
 حاش بشد که پنجه سیمین
 پنجه را که ساخت خوبه ستیز
 راه حق را به حرمت نتوان بست
 آن کی که کز خدا نه داشت خبر
 چون نه گردد ره رسول خدا
 گر چه بر من بزدل نتوان بست
 لیک بد نام کرد و داد این مست
 نه خورم خون دل ز خشم چربا
 نیست یارا درین گزر که تنگ
 تاز باں از قفسا بروں کشدش
 یا بگیرند و خوار و زار کنند
 رویه گرد شهر گردانند
 و تو گویی "مجال دیار نیست"

تا او ده زان غلط نشا نه رفت
 کار فرمای بست و دار نیم
 بهر من پایه ریاست نیست
 نارد گفت خود نه ریاست سرود
 لعنت از حق، از خلق آید باد
 خاطر مراست اندر آتش نعل
 ستر نقش داد و دانش دیں
 چون تواند شهر دست آویز
 خود ز دایه گو به طرف نتوان بست
 مرغی را شهر د جادو گر
 "من لسان التوراة فلیف أنا؟"
 تهمته را که مرد نادان بست
 که ز خون ریختن زیاد این مست
 که رود بر من این درد غم مرا
 که گویم من درود سر هنگ
 چون بمیرد بنحاک و خون کشدش
 و اثر گول بر خورش سوار کنند
 گز نه گردد به شهر گردانند
 حاکماں راست، گر چه یار نیست

لله اشاره است به جانب مرزا شکوه - (حواشی صفحه ۶۷)

لله اشاره است به جانب مرزا نورالدین -

دهر را حاکمان داد گرانند
 بر که بد کرد، کیفر آں هست
 لا جرم من که بادشاه هستم
 علت جعل کم گناهی نیست
 جعل سازی و فتنه پردازی
 راس حکام دهر تا چه بود؟
 گر جفا پیشتر را بنیاز مردم
 بوظفر، ملک دین خدا داد است
 نامه را ختم کن که پایاں یافت

که ز بر کس بداد بیشتر اند
 قتل گرنیست، بند و زندان هست
 پیش داد داد خواه، هستم
 بهر محبوسم گریز گاه نیست
 جرم دانی و نشهری بازی
 این چنین جرم را سزا چه بود؟
 به امسینان ملک سپردم
 داد خواهیم دکارها داد است
 مدعا صورتی نمایاں یافت

علماء را از خود دعا به مندرست

دین نمودار جا بجای به مندرست



قصاء

قصیده اول در توحید

اے زوہم غیر عفو غادر جہاں نداشت
 دیدہ بیرون درون از خوشن پر و انگه
 اے اساس عالم اعیان به پیوند آفت
 نقش بر خاتم زحرف بے صدا انگه
 چرخ را در قالب بدایع در و آینه
 عاشقان موقوف داد در سن و آداشته
 زنگها در طبع از باب قیاس میخند
 آینه شمع براه شبر و آفرین
 با چنین هنگامه در و حدت نمی گنجی
 رایحه کش پویه دشت خیالت در دل
 کاتبه کش نشاء وصف جلالت در سر
 زربانے بسته باد و آواز کاخ در نظر
 رفته هر کس تا قدم گاه و ز آبخا خوش را
 اے به ز بهت گاه تسلیم رسول حق شناس
 دے بر ستا خیز تا روم ناسپاس
 هر کجا سر سبک محکمت دریا ستگاه تر
 در بردت بخش اصغر چنگ سفاکی زده

گفته خود حرفی و خود را در گمان نداشت
 پرده رسم پرستش در میان نداشت
 پنهان بر صورت علم و عیان نداشت
 شور در عالم ز حسن بے نشان نداشت
 خاک را بر نطق پیدا ستان نداشت
 غازیان در معرض تیغ و سنان نداشت
 نکته با در خاطر اهل بیان نداشت
 این چنین گنج بحیب بے لال نداشت
 مرده را از خویش دریا بر کران نداشت
 دهم در شبگیر ستش بر عیان نداشت
 لوزه در تحریر کلکش از زبان نداشت
 انتقاش در نهاد این و آن نداشت
 پایه پای از سر از زبان نداشت
 ز آتش نمرود طرح گلستان نداشت
 جان اثر در در تن چوب شان نداشت
 قرعه عرض شکوه تیرمان نداشت
 در گوی سحر اکبر طیلان نداشت

اے بردت بمعنی سبوت، مویچک بخش، شوم سحر اکبر، زادش برجیس، مشتری (فرنگ غالب)

از تو در هنگامه بازی خور و گان تار و پود
 در تو در باز از سودا پیشگان هست بود
 داده در تو حیدم آئین غزل گفتن بیاد
 رقصه رقصه از پلاس پر نیال نداشت
 بے متاع آوازه سود و زیال نداشت
 اے هم از گفتار بندم بر زیال نداشت

مطلع ثانی

بر رخ چوں ماه برقع از کتان نداشت
 در نهفتن پرده از زنهال نداشت

گشته با چشم بتانش نقش همطرحی درست
 شعله عشقت کرا بشتانده بر نطح قصاص
 تا بود عاشق بنزدان عدم دائم اسیر
 تا بود شاهد به آزار دل عاشق حریف
 غم چو گیر و سخت نتوان شکوه زد دلدار کرد
 گل چو ماند دیر گردد بدش باز از سر
 گلخن آفرودن آن دامن هشت گلشن چرخ
 جاده بیابان راهت نه فلک چوں جرس
 آتش از روی گلها بهار افرودخته
 دجله در ساغر معنی طرازان ریخته
 سر به تیغ از دوش جانبازاں سبک شسته
 جز بدین بکشت زردشت نتوان سر کرد
 جز بدین الماس نتوان چنین روانه صفت
 چشم را بخشیده چوناں گردش کار بابوش
 هر کجا در دوت به بستر ناتوان نداشت
 بر کنار نطح فرشتان ز غوال نداشت
 در نهادش شور سودا اے دلمان نداشت
 در دیش ذوق سماع آلاکمال نداشت
 بهر آسانی اساس آسمان نداشت
 بهر تجدید طرب طرح خزاں نداشت
 در گزار ناله آتش فشان نداشت
 در گلوئے ناله طایفه کاروان نداشت
 شعله در جهان مرغ صبح خزان نداشت
 شعله در کاسه دریا دکان نداشت
 بار بر دلهای تا مرادان گران نداشت
 کعبه را جوئے بهشت از نادان نداشت
 رخنه از اسلام در کیش مغال نداشت
 بر زمیں دانند طرح آسمان نداشت

داده ابر در بدنیاں جنبش کاهل قیاس
 اے ز شرم خاکساران تو از شہر ہما
 ذوق تمکین گدایان تو گنج شاہ را
 تا دریں صورت ز چشم دشمنان پنهان
 تا علاج خشکی آسایش دیگر دهد
 اے عمل را داده فرجام مکافات عمل
 تند خویاں را بہ داغ ناشکیبی سوختہ
 آنکہ وصفت را از خود بینی بہ گفتن داده ساء
 سوخت عالم را صریح کلک من غائب منم
 رقص خس بر شعلہ زانساں سرخوشم در کہ
 می سرایم نغمہ تو حید و شور این نوا
 زانکہ این ترک تباہ اندیشہ در عنوان حمد
 تا شناسد حد خود زین سر ز نش خود را بقہر
 این گرا بخاں عندلیب بینوا کا ند خیال
 زابلی سجد کہ رضوان در ہوائے تقدیر
 نیستش سرمایہ کردار تا مزدی بود

با خموشی ساخت پندارم با تئید قبول
 گفتہ خود حرفے و خود را در گماں نداشتہ

قصیدہ دوم در نعت

مرادے ست بہ پس کوچہ گر قتاری
 کشادہ روی ترا ز شاہدان بازاری

به لایغزی کنم آسان قبول فیض سخن
 به تنگی دهن دوست خاطر دارم
 ز طویان شکر خاگویی و از من جوی
 چو زلفت جوهر تیغم بود پریشان
 نه مایه بخشش دل در حق زباں بیش است
 نه جوش خون دل از قدر گریه افز دل است
 ز بسکه عمر سپردم به بذله پالائی
 ز آب خضر نشان میدهم باسانی
 چو مرده دوست فوازم چو فتنه خصم گدا
 چو باد تند که هنگامه سیخ خویشتن است
 ملال خاطر حاسد ز من بدان ماند
 چه ننگ اگر به سخن همفن است چون به سخن
 مرا که عرض هزرد و ترخ پشیمان است
 شد آن که همقدمان را از من غبار بود
 سیخ شوکت عرقی که بود شیرازی
 بسو منات خیالم در الی تا بینی
 بساط روی زمیں کارگاه ارشدگی
 جیغم جوشدم از پرده نفس چو مرا
 بهشت ریزدم از گوشه ردا که مرا
 مطایع آدم و عالم محمد عربی

که رشته زد و در باید گهر ز همواری
 که دل ز بوده دشمن به نغمه گفتاری
 نشاط ز مزمره لذت جگر خواری
 چو چشم تازه بخویشم رسد زیبماری
 مژه چه پیش برود دعوی گهرباری
 چرا نباشدم از تاب چهره گلناری
 ز بسکه خوی گزفتم به لذت خواری
 بذوق عربده جان میدهم بدشواری
 بدل ز سادگی و باز باں ز پرکاری
 ستیزه بودش با غبار پنداری
 که گردد ره هوا بچپ از سیکاری
 زدوده ام ز ورق داغ ننگ همکاری
 همیس بس است مکافات حاسد آزاری
 ز رفتگان بگزاشتم به تیز رفتاری
 مشوا سیر زلالی که بود خوانساری
 رواں فروز برد و دشمنای زناری
 بتان دیر نشیمن شاهان فرخاری
 بود بجان عدو بنی خرد کاری
 ز خوان لغت رسولست زله برداری
 وکیل مطلق و دستور حضرت باری

شهنشبه که دبیران دفتر جا هوش
 عدد و کشتی که ز چاک کنار تو قیفش
 افاضه کرمش در حقایق آفاق
 افاده اثرش بر قوائم افلاک
 دران نوزد که وحدت بچار سوسه شود
 متاع او به تماشا سپرد از زانی
 نشان رتبه ذاتش بعالم تو حید
 تو کز وجوب مغایر شماری امکانش
 چنان بود که به بیند بخواب کس خود را
 دران مقام که هنگامه ساز کثرت کرد
 ظهور ایزد یکتا بصورت خاصش
 چنین که می نگرم جلوه حجاب گداز
 می مشاهده پر زور و من ز ساده دلی
 سخن مذاق دیگر یافت شورشی دارد
 عنا گسیخته بپراپه تا ختن تا چند
 بمطلعه که ز عینیت رساندم به حضور

به جبرئیل نویسند عزت آثار می
 و دیده تا دل خسرو براحت کاری
 بسان روح در اعصاب جانور می
 به شکل ریشه بر اندام آدمی طاری
 فردخت رونق هنگامه خریداری
 حدودش او بقدم داد گرم بازاری
 دو پایه بر ترازو انجالی وز آثار می
 زحونی ست نگه در مقام زتاری
 از دما هده حق بعین بیداری
 نفقت جاده مقصود اندران تازی
 نهاده در ره اعیان چراغ غمخواری
 چه مشکل ست دگر خویشتن نگه داری
 خورم چو پیش کنم حرص بیشتر خواری
 نمک نشانی مستی به مغز هشیاری
 بشرع پیچم دگر دم پیویه هنجاری
 کشم نواس نیایش بناله وزاری

مطلع ثانی

ز به زحمت تواندیشه را مدد گاری

خرد بسایه شریعت ز فتنه زنده گاری

تو د کلیم و کفش اجر آستان روبروی تو د مسیح و د مشاجرت هواداری

اسیر دایم ترا خلد در هوا خواهی
 تو مه شگانی و خورشید را بگرداند
 دم از ترانه خوب تو در اثر سخی
 به عطر سالی موج نسیم نوردی
 اگر نه خاصه ز بهر بساط عزت تست
 چراست اینکه حقش کرده کار فرمائی
 پو موج و بجز تایش گر ترا پیوست
 سخن یکیست دلی در نظر سرعت سیر
 سخن ز مدح تو باله به خویش که تعظیم
 به فیض کحل دلای تو در نظر دارم
 خود از احاطه علمیه تو بیرون نیست
 ز آسمان کله اتفاق ناسازی
 بمن دریں که فردرین دانه زبان چه گرفت
 بدادری سرو کارم به جمعی افتاده است
 چو فتنه جامع قانون عالم آشوبی
 نکلند و نو در سن را بچاه و بر سر چاه
 بسا بگشته و هم بر پے غنیمت
 ز نادکم تن خصم این ست و من خسته
 کجاست دست که چینیم شمر ز نخل امید
 اگر چه زاشتلم بخت میزیم ناکام
 معاش من به معاد عددی تو ماند

مریض عشق ترا حور در پرستاری
 رفیق تو به قدم گاه قدرت انهداری
 دل از فسانه موسی تو در نشان داری
 بشک زانی ثابت عزال تاتاری
 بنای کعبه دریں کعبه چار دیواری
 چراست اینکه خلیاش نموده معماری
 نشاط فیض ازل با زبان کننداری
 کند چو شعله جواله نقطه پرکاری
 بصد هزار زبانی ستوده باری
 که آنچه حد نظر نیست در نظر داری
 هر آنچه پیش تو گویم همه بنا چاری
 ز بخت شکوه تو رفیق زشت کرداری
 شکایتی که نه گنجد بدل ز بسیاری
 که برگزیده چرخند در ستم گاری
 چو غمزه صاحب فرنگ مردم آزاری
 شکسته اند سبوی مرا بر شاری
 بسان گاو خراسان دریں طلب گاری
 قضا سپرده به پیکان تیر سو فاری
 اگر رسد بزین شاخش از گرانباری
 بدان صفت که کسی جاں دهد بد شاری
 ز رنگ رنگ نرندی ز گونه گون خواری

دلی باین همه در ماندگی چو یاد آرم
 ز هم فرو گسلد بند بند فتنه اگر
 دور و زده راه بهر رنگ میتوان پیمود
 تنالم از ستم غیر بر تو باد که تو
 ز در حتمت که بحال همانیاں داری
 بقدر ذوق بیالم درین گرفتاری
 بلند و پست سراسر ازین تلوناری
 مرا بدست من دیو سار نگزاری
 به جنبش اثر کالایا لا اله الا الله
 غبار هستی غالب ز پیش برداری

قصیده سوم در نعت

آن ببللم که در چمنستان بشاخسار
 آن ساقیم که از اثر رشحه کفتم
 آن مطربم که ساز نوائی خیال من
 آن کوکبم که در تب تاب نور و شوق
 آن ریشه نگاه امیدم که دم بدم
 هر غنچه از دم به قضاے شگفتگی
 هر جلوه راز من به تقاضای دلبری
 هم سینه از بلاے جفا پیشه دلبران
 هم دیده از ادای مغال شیوه شایدها
 هم در زمانه بهر رواج نشاط خویش
 پیمان را به نرخ چمن دادی بها
 شوتم جزیده رقم آرزوی بوس
 بود آشیان من شکن طره بهار
 خمیازه را بموج گل اپناشتی خار
 غیر از کند مجاذبه دل نداشت تار
 ادج من از رسیدن نمی یافتی قرار
 بود از نم طراوت دل شوتم آبیار
 فیض نسیم و جلوه گل داشت پیشکار
 از غنچه بود محل ناز و بره گزار
 فرنگ کار دانی بیداد روزگار
 فهرست روزنامه اندوه انتظار
 هم در میان از اثر عکس روی یار
 آئینه را به موج شفق بستیم نگار
 ذوقم قلم و هوس مرده کتار

فکر من بحیب شاهد اندیشه گلشن
 از چشم و دل نهاد مرا بود تاج تخت
 بختم بحیب عشریان میفشاند گل
 وقت مرادانی کوثر در آستین
 سانی زباده بر اثر نمس عذر خواه
 از پرده های ساز نفسها اثر نشان
 همواره ذوق مستی و لهو و سرور و سوز
 با کیسه در خصومت و با کاره در لجاج
 بدستی شبینه و خواب سحر گم
 اکنون منم که رنگ بر دیم نمی رسد
 صدمه ز داوری بگرد باز برده ام
 نقشم بنامه نیست بجز سر نوشت داغ
 نم در جگر نمانده ز تر دستی مژه
 چشمم کشوده اند بگردا نه من
 پایم به گل ز حسرت کشت کنار جوی
 هم در دمن فتاده در آشوب گاهیم
 سوکر دم بو حشت شهباه بی کسی
 در پیکرم ز درد و دروغت جان دل
 هم تن ز ضعف و قف شکنهای بجا
 از خون دیده هر مژه ام شاخ ارغوان
 کاشانه مراد و دیوار شعله خیز

کلکم به طرت گلشن نظاره لاله کار
 دزد رنگ و بوساط مرا بود و تار
 سیم ز پای مختیاں میکشید خار
 بزم مرا طراوت فردوس در کنار
 مطرب ز نغمه در هوس باده حق گزار
 دزد جلوه های ناز نظر با کرشمه بار
 پیوسته شعر و شاهد و شمع و می و تمار
 زندان پاکباز و شکران شاد خواهر
 رنگینه سفینه و اشعار آبدار
 تارخ بخون دیده بشویم هزار بار
 افتادگی ز خاک و پریشانی از غبار
 تارم بجامه نیست بغیر از تن زار
 دل را بر تیغ و تاب نفس میدهم فشار
 ز آینده نا امیدم و از رفته شرمسار
 خارم بدل زیاد هم آهنگی هزار
 شمع سحر که و قدرح دست رخشه دار
 برد از ضمیر دهشت تاریکی هزار
 در بستم ز خار و خارست بود و تار
 هم دل ز رنج داغ المهای بیشمار
 دزد سوز سینه در نفسم تاب لاله زار
 همسایه مرا سرد دستار پر شرار

بمیوده ام درین سفر از تیغ و تاج عجز
 دایم بدل ز فرقت دلی نهاده ام
 بخت از سواد کشور بنگاله طسرح کرد
 با این همه نهیب که جاں میرد ز تن
 تلخه به دل فریبی شوق جنون مزاج
 محوم چنان که هر ندانم ز دشمنی
 هر گرد فتنه طره خواباں کنم گمان
 پست دین را نه سگالم به ناز و عجز
 هر گونه زهر عریده اندر مذاق من
 در دشت بر دمیدن نیز ز طرف کوه
 دکان دوستاں و شہای برشکال
 آیا بود که گریه بدل تازگی دهد
 آیا بود که دست تہی موج ز رزند
 آیا بود که از اثر اتفاق بخت
 ہم دوش شوق را دہمی محلہ زان نسیم
 سایم بر آستان رسول کریم سر
 ہم مشرد سعی بخشیم دہم مشردہ سکون
 فخر بشر امان رسل قبلہ اہم
 آن ابتدای خلق کہ آدم درین نورد
 آن منتہای ہمت ہستی کہ در وجود
 در معرض لطافت ہر شہاں بہاں

در ہر قدم ہزار بیابان و کو ہزار
 کش غوطہ دادہ ام بہ جہنم ہزار بار
 بر خویش رخت ماتم ہجران آن دیار
 با این ہمہ نورد کہ دل میرود ز کار
 تلخہ بہ پشت گزنی جان امیدوار
 مستم چنان کہ گل نشاسم ز نوک خار
 ہر زخم کینہ خندہ مستان دہم قرار
 رود قبول را نہ پذیرم بہ فخر و عار
 مانند تلخی مے ناب ست خوشگوار
 چشم مراست جلودہ روی بہ تابار
 دامن سواد سایہ تاکست و آبشار
 چون سبزہ کہ بر دما ز طرف جویبار
 چوں آتش کہ سرکش را ز پردہ چنار
 دیوانہ را بواد می یثرب فتد گزار
 ہم چشم بخت را کشمے سرمہ زان غبار
 جاں را بہ فرق مرقد پاکش کنم نثار
 از بوسہ پای خویش کنم بر درش نگار
 کز شرع اوست قاعدہ دانش ستوار
 پھچوں امام سبجہ بردنت از شمار
 اندر میان دہر نشاں میدہد کنار
 گلہاے شیشہ میدد از مغز کو ہزار

در موقوف سیاست تهرش زماں زماں
 دانی پیراست کز اثر جلوه قدرش
 و تئیکه ریخت طرح مثالش ز نور خویش
 هم سطوتش به عرص مشکوه شود حق
 هم قدرش باد عوی شرح کمال خویش
 از فیض بخشی نفسش غفلت آگه
 در بزم رنگ و بوی نگاهش زمر تفضا
 حقا که لفظ احمد و طغی که تحت دست
 اما پئے کشایش این معنوی طلسم
 باید نخست میم ز احمد فرا گرفت
 هر که به یمن معرفت ذات احمدی
 یی پرده بنگر از الف الله جلوه گر
 دارم سر حضور که در عرص خدمت

مهر از شعاع می کشد انگشت زینهار
 بر خاک نقش سایه نگر وید آشکار
 برداشت از میان حجاب آفریدگار
 از هر نگه دریده جگر گاه اعتبار
 قانون نطق را از رگ سنگ بسته تار
 و ز دل نوازی کرش جبر اختیار
 در رزم آرزوی سپاهش ز ذوالفقار
 گنجیت شایگان و طلسمیت استوار
 فطرت شگرت قاعده کرده اختیار
 کان میم اسم ذات نبی راست پرده دار
 میم از میان رفت واحد گشت آشکار
 وز حاو دال بشمر دریاب هشت چهار
 شو قم عنان گسته ترا ز باد نو بهار

مطلع ثانی

اے آنکه چشم در زبنت از موج هر غبار
 فردوس را بدام نگه می کشد شکار

تقدیر از وجود تو شیرازه بسته است
 تو فنی در زمان تو ترتیب داده است
 هم گوهر ترا ز سر درخ خود آبرو
 در یمن کرده اند یسار ترا یمن

مجموعه مکارم اخلاق کردگار
 فرنگ آفرینش دشواری آموزگار
 هم صانع ترا بوجد تو افتخار
 در بذل داده اند یمن ترا یسار

جنت بکارگاه دلای تو حلقه بان
 در عالمی که بر دمد از عرصه رستخیز
 بردامن از سپیدی رو باکشی طراز
 بخشش به نقد سجده روانی عطا نکرد
 رحمت ثواب را بسرا پرده جنان داد
 بے رخصت دلای تو طاعات مدعی
 بے عشرت رضای تو اوقات زندگی
 تا پیچیده عطای تو گردیده پرده در
 خواهم رواج در دلق جنت نه خار خوش
 نظاره گر به عرض نگه بال میسزند
 اندیشه گریبی تسلیم ناز میسکند
 می خواستم که شاید مدح ترا کنم
 در هیچ و تاب عرض جنون شما شوق
 هر لفظ را بقافیہ آرم هزار جا
 اما ادب که قاعده داین بساطت است
 از بسکه بر جگر نمک دور باش رنجیت
 دیگر چه گفت گفت که اے غالب جوین
 هر چند شوق تشنه عرض عقیدت است
 از ناکسی بنال و جبین بر زمین بسای
 تا کسوت وجود شب و روز را بدیده
 تا سینه راست ناله در انداز کاؤ کاؤ

رضوان بیارگاه رضای تو پیشکار
 در موافق که سرزند از پرده گیردار
 در دام از راهی اُمت بری شکار
 نگرفت تا تخت زنگ درت حیار
 نادر و تاز و دفتر جودت برات بار
 بے مزد پچو کوشش و بهقان بشوره زار
 تنگ و تبه چو دیده مورد دهن مار
 تا سایه لوائ تو گردیده پرده دار
 نازم سپید روی مشت سیاه کار
 با نزہت جمال تو سطریت از غبار
 در حضرت جلال تو طفلیست نه سوار
 دامان دجیب پر زگر بلای شاهوار
 ابیات را از صد بر سالم بصد هزار
 هر پرده را به ولوله سخسم هزار بار
 داؤ از نیب حوصله آذر افشار
 گردید خامه در کفم انگشت زینهار
 دیگر چه گفت گفت که اے رند خاکسار
 اما تو دستایش ممدوح کرد گار
 کلک و ورق بیفکن و دست دعا برار
 از تاب مهر و پر تو ماه ست پود و تار
 تا دیده راست جوش نگه ساز خار خار

تا سجده راست در ره حق مرده قبول
تا شاخ راز عیش بود غنچه خنده دیز
باد محیط نور ز فیض تو موجب سزین
عزم مجاهدان تو با چرخ همخوان
دایم ز وضع چرخ ثوابت محیط باد
لاغر چنان که در خم و تیغ فغان دآه
آنرا که بر ده الفت گیسوی تو بخاک
سنبل دمد ز جیب سواد شب مزاد

و آنرا که بر خلایق تورفته است در لحد
دودی بر آوردند و لیکن هم اندام

قصیده چهارم مشترک در لغت و منقبت

چون تازه کنم در سخن آئین بیان را
در قصد تسلیم بخود من خود نداده مهر
در ز مزه در بر رخ داود کشایم
جبرئیل دود در بوس فیض سر و شرم
هر که که به مشاطگی ناز کشایم
رضوان دود از حلقه سوراخ بر باد
هر که که به گوهر کده ناز نهیم روی
در راه گهر ریزه نشاتم که پس از من
آواز دهم شیوه ربا همفاس را
بر زهره نشاتم اثر جنبش آں را
تا بهره فرستد زده گوش زباں را
چندانکه چکاند چو خوی از روی دال را
پیچ دخم جعد نفس عطر نشان را
افکنده ز کف غالیه و غالیه دال را
آوردن آرایش سیلای بیال را
زین مجاده شناسند ره گنج نهال را

بان دایه پرستان ز جواهر شمارید
 گوهر کرده را ز بود عالم معنی
 لفظ کهن و معنی نو در ورق من
 آن دیده به لفظم نگر و نازش معنی
 فرزانه زهر خانه که فیضی رسدش خاص
 نازم روش زهره که در شکر گذاری
 چون من ز سخن یا فتنم این مرتبه خواهم
 دین پایه در آنست سخن را که ستایم
 آن کز اثر گرم روی در شب معراج
 شاهای که پے سجده خاک کف پایش
 حق تا نفرستاد ز عینش به شهادت
 از فرط محبت که بیدار جان جهان داشت
 در کشور لطفش کنی از شهر دبی ذهن
 کز فرط رواج زرد بیکاری آمان
 در موقت تهرش نگر می بر روش داد
 از بهر ثنا گسری تست و گرنه
 از بهر نثار قدم تست و گرنه
 گر بارخ عشاق تو تشبیه دهندش
 نازم بحسانه که به تشبیه حسیم تیغ
 در عالم عدل تو به مهر رسته دشت
 در نکته گر از قعر جهنم سخن رفت

تلخاب رگ قلزم و خونا به کال را
 و ز لفظ گهر ریزه بود وادی آن را
 گویی که جهانست دهباست جهان را
 کاندرتن یوسف نگر و شادی جهان را
 خواهد شرف ذات خداوند مکان را
 از صوت به تشلیت به بین سلطان را
 کز عرش فراتر نگریم پایه آن را
 محمد روح خداوند زمین را و زمان را
 در بال ملک سوخت نشاط طیران را
 از نش نبود جز سر صاحب نظران را
 کز خاطر این نش بر در شک جهان را
 نگذاشت قضا سایه آن سر دران را
 زانگونه در آنجا نگر می امن و امان را
 بر سنگ محک رشک بود سنگ فسان را
 دار و دین دد زده و شمشیر دسان را
 اندازه گفتار نبود و حیوان را
 ایند به کف خاک نداد دل و جان را
 گلگونه شود خلد بریں روس خزان را
 دیدند برادر و تو ماه رمضان را
 گرگان ستم پیشه رقیب اندشبان را
 در مفتح خطم تو ره افتاد گمان را

آن کیست که بیند چو بر رفتار واری
 این بس که تسکین دل از سایه رتنگش
 رفتار تو آن کرد با فلک ز شوخی
 هر چند شناسده هر راز شناسم
 یک از تف آن ز هر که غم در قدح بخت
 فریاد رسا داد ز بی برگی ایسا
 در خوشی تن ایسا شمرم یک از دست
 از عمر چهل سال به هنگامه سر آمد
 روز آخر دمن سست پی و قافه بس دقت
 زمین روی که طاعت نکم یک خداوند
 هر که که خورم نای تم از شرم گدازد
 در جلوه پرستم رخ و کیسوی صتم را
 در قاعده سجده سر از پانشاسم
 گیرم که نهادم بود از سجده لبالب
 شرع آنهمه خود بین دمن اینمایه سبک
 تا نام می دسانی کوثر زبان رفت
 آن قوت بازوی تو کز برق نهیبش
 در کیش تو ناتافته رواندم شمشیر
 آن اصل نژاد تو که در عالم بینش
 گرد سر آن کس که بدش تو هند پاس
 دوران تو دیار تو فرخنده تر نیست

بر ادج سمارش دلا و زحمتاں را
 اندیشه بدل جاس و هد کا همتاں را
 کز چاک بود خنده بر افلاک کتاں را
 آن چشم نهان بین و ضمیر همه دال را
 لب تشنگی ازوق بیانت عیاں را
 کاین نخل بتا راج فنارت خزاں را
 کاندرتن محبوب شمارند میاں را
 سرمایہ بیاز بجه تلف گشت دکان را
 در باخته ام از غم ره تاب و توان را
 از من نبرد مایه آرایش خواں را
 چندانکه ز خویش آب کشم دست و دهاں را
 در شیوه پندم روش و کیش معاں را
 در روزه ز شوال ندانم رمضان را
 اے دل گرانه ناصیه جویند نشاں را
 کز ساقی کوثر طلبم طس گراں را
 صدره بیم از مهر بسید زباں را
 ریزد جگر و نه بهره ز هم شیر ثیاں را
 بر خصم تو نکشاده کنی پشت کماں را
 یا بند از دگر نه تو جویند نشاں را
 گردش بود از راه ارادت دوراں را
 در طالع من جلوه ده آثار تسراں را

زان رو که امیدم بگرا نمانگی تست
 پر داز مرا شوق تو شهنشیر بودار نه
 در تیغ و تهم هستی مو هو می من بین
 من این همه بیدت که در خامه گهر پاش
 در خاطر من ره نبودیم و زیال را
 کو قدرت گفتار من پیچید ال را
 آویزش بخت در دم و طبع جوان را
 در دست تھی تا چه شمارست بنال را
 از غالب دل خسته بگو منقبت و نعت
 در یاب به خون جگر آغشته نعال را

قصیده پنجم

صبح که در هوای پرستاری نش
 در رفت دروب دیز دم گرم راهبان
 خیر زند دست و دسته مغانان نه شسته دی
 رخساره از رخ ناشسته مصنم
 بر رده خاک جلوه کند سایه در نظر
 خواهد چراغ کشته چو شخص بریده سر
 بر جام تل ز دیده شبیتم چکد نگاه
 غوغای روز پرده کشاید ز خوب زشت
 بر خیزم و شراره آذر بهر دو کف
 بر بوس طره که شبم بر مشام خورد
 از ذوق مشرود که نگارم بخواب داد
 جنبه کلید بسته در دست برهن
 آرد بر دل گداخته شمع از لگن
 در اتهام چیدن بر رسم ز نار دن
 باله بنفشه از قد خشم گشته شمن
 بر بوس دوست حلقه زند مرغ در چمن
 خیزد گل شکفته چو رنجور خسته تن
 بر رده گل ز طره سنبیل دود شکن
 آدای کوس خواب ر باید ز مرد دزن
 دویم ز رخت خواب و نشانم زیرین
 بر ره گزار باد بدم در کشم ختن
 در انبساط دجد هم بر زغم چمن

گرداب خانه زاد محیط است لاجرم
 چون برگ گل ز باد سحرگاهیم زبان
 فیض دم انا اسد الله بر آدم
 ساعی صیوح لبالب کف زده
 شاه نجف وصی نبی مرتضی علی
 ذاتش دلیل قاطع ختم نبوت است
 مه والی شب است دولی عهد آفتاب
 پیغمبر آفتاب و فرد غش جمال دین
 اے اند تو بوده دولتی دین محمدی
 بالیده اند تو علم و عمل در پناه هم
 جز بر تو نتایج یکتا ز سر دره
 گردشمن تو هست توانا شکفت نیست
 از کینه هر بانی و اند عجز پر دلی
 کز تره شیر بچه آهو نخورده دم
 در دشت هر دو تو نوشد مگر حق
 یادت کنند روشنی خورد بد نفس
 سوز غم تو بینم و نادم به بخت خویش
 طبیعت جز بذوق تو ناگشته منبسط
 خواهیم ز فطر شک که در مجمع حواس
 داغ غلامی تو مرا بر جبین دل
 نوریست از بطانه تو فلق جلوه گر

گردم بذوق دوست همار گرد خویشتن
 رقصد بنام حیدر کرام در دهن
 منصور لا ابالی بے دارد بے رسن
 چونان که لب ز زمزمه یا ابوالحسن
 آن از امه اول دشمنان ز پیچتن
 وقت عزوب هر دو ماه بے سخن
 باید بر روشنی مه اند هر دم زدن
 بعد از نبی امام مه دیر و اں پرن
 رویت سهیل و کعبه ادیم و عرب نمین
 اے آبرو دے خلوت دل فخر انجمن
 نامی ست چون خدنگ نگاه دچہ ذوق
 جانش ز ذوق تیغ تو خون گشته در بدن
 زانگونه شد پدید ز عدل تو در زمین
 الا ز ماده شیر هم از جوشش بین
 بر تخت پیر و تو بنوشد مگر خشن
 نامت بر ند حق پر دیں شود دهن
 کایزد مرا نسوخت بد اخ نه سوختن
 جانست جز به مهر تو نابوده مرهن
 مهر ترا بخویش بد ز دم ز خویشتن
 جوشش مناقب تو مرا در خیال من
 بحریت در میان ابرق موج سزن

مستم بدین طرب که پروازش خیال
شادم بدین هوس که بهدج تو جادو ال
کافور فرایندیم ده که خویش را
گفتی ز می به حشر و نه بجم ازین درنگ
لیکن نه هر دوان بسرای به باطن نیز
آنم که تاب غیرت آدای من کشد
کلکم بدان مشابہ ز تیزی که بستر د
بر ریز از قافیه خاص اندرین زمین
کو تا به سخن نبود از ره قصور
در مدحت تو ذوق نشاتم نه باد خواں
دام مرا آشکار فراواں بود و لے
دارای سر غریب نوازی ز می نشاط

دارم بیاد روی تو خلوت در انجمن
بندم هزار دسته ز نسرين و نترن
مرهم نهم به خشکی بسند اهر من
مستی دهد ز باده چو صبا شود کهن
نتوان در بلخ کرد سفالی ز درد و دن
از شاخ سدره طائر قدسی بیابان
نقش نگار ارمنی از چشم کوهن
نگزاشتم پنجه گله عیسر یا سمن
دانست اهل فن که منم ادستاد فن
در یوزده گهر کنم از دل نه از عدن
سیمرغ گشت قافیه بگزاشتم از زغن
غالب ندیده که غریبت در وطن

قصیده ششم در منقبت

نازدم به گراں مایگی دل که ز سودا
اجزای وجودم ز گدازے که ز جال یافت
در یاب مذاقم ز کلامم که نباشد
نالی قلم از جوش گدازد دل خویشم
رخشانی معنی دهد از پرده لفظم
میراث رسیدت ز خویش نفسانم
یابی نه خاکستر هر حرف شراب

هر قطره خون یافته پرواز سویدا
پالود بدال شیوه که دل گشت سراپا
مینای مرا پنبه بغیر از کف صبا
سیراب بود، همچو رگ ابر نه دریا
چون شمع ز فانوس و لعل زمینا
داعی شرر انداد بیایه جگر آلا
آتشکده کا دست دهم پادشاهان را

آنم که با فراش اندازده نطسرت
 نطقم ز دم انگیزه اند مغز خود بوش
 ہیں عیسی و سامان فوایش نفس گرم
 چو دشت پر از لاله خود دوست بساطم
 چوں لعل رگ ابر گدازد جگر ستم
 گوی مژده اشک فشانم که سراسر
 هر زمزمه کز کام دزد باغم بستر اود
 چوں سیل که از بادیه خیزد به بهاران
 هر چند دریں عرصه بهر رنگ که خواهی
 دل می طلبد دوستی و دشمنی حلق
 همداد که بختون نتوان شده تکلف
 گر حوصله همپایی نمی بود دریں راه
 آزاد گے از موج بردن برد گلیهم
 در حیب رفیقان گل شاداب فشانند
 در بزم حریفان رگ همتاب کشوم
 نقون زند سیلی صراصر به چرخ اعم
 از بسکه سیه مست می جنبش کلکم
 براهه اگر گام ز غم خنده بگریید
 نظاره خوبان دمی و نغمه حرامست

آنم که به آرایش اندازد تماشا
 کلکم ز دم ریخت بر صفحه شریا
 ہاں موسی و برہان کماش ید بیضا
 از جاده نور داں مکتم مزد تقاضا
 خونم همه در دامن خود می چسکد اما
 بر گنج گهر میسز غم از نار سراپا
 جوید ز ریزه پرده گو ششم بدلم جا
 مالد ز میں سینه و گیر دزد دریا
 بانیاک دیدد هر بسر میسر داما
 لب تشنه بخونند چه آغدا چه اجبا
 دیوانه توان گشت و لیکن بمدارا
 در با خستی ز ہرہ تاب تب غوغا
 در نہ من دایں دعوی دایں حوصلہ ہاشا
 ہر چند تق تشنگیم سوخت به صحرا
 گر خود همه گردوں آنکم ریخت به صہا
 تحسین ندماند ز رگ ساز من آدا
 در پرده ہر نقش دلم میرود از جا
 در عریذہ براہم ز دریا زیت به پنا
 دیدیم دشنیدیم سمعنا و اطعنا

لے در منقبت ابوالاعلیٰ مرتضیٰ علی علیہ السلام نسخہ ۵۰ صفحہ ۱۳۵ لے سمعنا و اطعنا

ما شنیدیم و اطاعت کردیم ترجمہ اند آیت قرآن است

با این همه هر جا کند آهنگ خرابی
 با نغمه مطرب نتوان شد متعصب
 شوقست که چون نشاء تو حیدر رساند
 شوقست که فریاد از دهر مرده به سختی
 شوقست که مرآت مراداده به صیقل
 شوقست که از اعجاز اثرهای قبولش
 قانع به سخن نیست و باک ندارد
 نظارگی بجاده اسرار خیاالم
 ز آوینشش دوتان ز سخن باز نمانم
 شوقم همه را از دست من عریضه هرگز
 گر مهر و گر کین همه رعنائی دهم ست
 اندیشه دود و دگر گلکده گل برده بدامن
 چون پرده شب بار مصور بخیاست
 آن وعظ فقیهانه زاهد که نزیب
 دال نغمه مستانه زندان که نیرزد
 آن حسن و دم ناز ز افنون ادائی
 دال عشق و گداز بجز با تمید نگا به
 گر دیدن هفت اختر و نه چرخ بهر سو
 گل کردن صد رنگ بهار از جگر خاک
 بهنگامه ابلیس و نشان دادن گندم
 دانسته شود هر چه ز اسرار قسین

سرگرمی شوقی که بود حوصله نرسا
 از جلوه سالی نتوان کرد تبسرا
 اندازد بر دپایه منصور بسبالا
 شوقست که بخون شد از دبادیه پیمیا
 شوقست که دوطول طبعم شده گویا
 آینه پیدائی حروف ست در قفا
 نه از خویش ساس ست و نه از غیر محلا
 در آئینه چشم سود و دل اغدا
 سیلاب مرا زین خس و خاشاک چه پروا
 سوزم همه ساز دست من و شکوه مبادا
 شاد آنکه به نیرنگ نه گوید فریبا
 اما همه از نقش و نگار بهر عنفا
 این کار که و هم ز پیدائی اشیا
 بر صفحه دین نقش رواج غم دنیا
 دم سردی امروز بسرگرمی فردا
 حال باز دمیدن به تن صورت دیبا
 از خویش گزشتن بسر راه تمتا
 زین عریضه بالیدن آشا بهر جا
 بر جستن یکدسته شرار از رگ خارا
 افسانه آوارگی آدم و حوا
 سنجیده شود هر چه ز آثار من و ما

از خامه نقاش بر دلی تاده هرگز
 وحدت همه حدیست معین که خود از دلی
 طرفی نتوان بست بر گرتی او با هم
 آئینه به پیش نظر و حیا ده فرادان
 پیدا و نهان مشغله و حجب ظهور است
 مدح و شوه در رسم فنایم خبرم نیست
 ایمان من اے لذت دیدار بجائی
 آن رشح که گوئی ز گراں مانگی و ناز
 آن رشح که ساریست در اعداد چو دانه
 آن رشح که آئینه تصویر منائی است
 آن رشح که گرد طلبش باز تابند
 آن رشح که گرد رصدفش باز چکانند
 آن رشح که بخواست چکد از کف سانی
 زان رشح نم فیض قبولست مرادم
 در سجده روائی خامه که این سیم مبارک
 گرد سیر این نام که معراج بیان است
 آن مصطفوی رتبه که تشریف دلایش
 آن شاه کرم پیشه که هنگام ز کوشش

نقش که بینی ز پس پرده هویدا
 هستی همه جز نیست حقیقی که مراد را
 هرگز نتوان کرد پراگنده بر اجزا
 دل پر هوس و صاحب خلوت کده تنها
 چوں پرده بر افتاده نهانست نه پیدا
 بنحوش قدح میزغم از خم کده لا
 در کار ندانم بچکان رشح الا
 مهریت به گنجینه کیفیت اسما
 آن رشح که حالیت به صورت چو پیه
 اسرار رفته های حیات ابدی را
 کوشش ز عرق مزد و بدل و لولای لا
 از موج گهر بادد انگاره دلی
 در عرض قدح در زدن اندر خم صبا
 سانی علی عالی و مخانه تو لا
 بمجله اسماء الهی ست همایان
 سبحانک یادت تقدس و تقا
 بر تارک سلمان بنهاد انسر میت
 بالید خم حلقه خاتم ز مصلای

حضرت سلمان فارسی یکی از اصحاب کبار نبی صلعم بود، اول پیر و مذہب مجوس بود و تا
 روزی به بود حضرت علی ادرا بیار و دست می داشت، حضرت محمد صلعم فرمود سلمان مینا
 اهل البیت یعنی سلمان از اهل بیت است.

هم شوکت آثار علی بود که داد و د
چو اسلحه سازان که بسازند سر و برگ
هم مژده دیدار علی بود که میر بخت
چون باد بهاری که به هنگام وزیدن
از مکر منش نواف زمیں نواف غزالت
نے نے غلطم کز اثر ذوق ظهورش
آں خاتم اسرار بدالذما که باشد
شد مهر نبوت فوّه تا ساخت پیبر
تا حلقه یگوش ست ز نقش سم و دل
یال و دیش از پر تو دیدار گل افشان
وال تیغ دوسر کز اثر شرک زدائی
چوں طرح شود یا الف صیقل ایال
سرشته نطقم به ستن زده اینک
پیدا است که پیچ همه را چه ستاید
اندیشه بخارے درک خامه گیا ہے
خواهم که ز جوش نفس و دلوله شوق
اے داغ غمت مرومک دیده اشیا
در جنب گرانمایگی تدر تو عالم
نقش قدم نور چه پیشیت شب تار

صد چشم بره دامت ز اجزای زده دا
تا مرد کند جلوه گرمی در صفت سیجا
در پرده اسرار لب دکام سیجا
از گل فگند غلظه در خط اغیب را
شکس ز چه شد ورنه لباس جرم آیا
زاں قطعه دل خاک زند جوش سویدا
منقوش به اسمی که بود عین مستی
از درش نگین خانه یا قوت کف یا
بر طایع این دایره ز شکست فلک را
گر دیش از جلوه رفتار شفق را
بر کوکبه کفر زنده صاعقه لا
در دیده توفیق دهد جلوه الا
از کار فردبته دل عقده کشا یا
من ذره تو خورشید من و مدح تو عا
بانگر چه نیروی و تحریر چسپا را
بر شیوه عشاق کنم مدح تو انشا
عکس تو هر آینه زهر آینه پیدا
چون ذره به صحرا بود و قطره بدریا
چون جوهر آینه ز آینه پیدا

له فوّه: بظای مقیم و داد بهای زده چیز است که براس افزودش بکس تخمین زیر آن

نند و بهندی دانک گویند: در میگ خالب

در پیش نگاه تو فلک پرده عینک
 میخوار ترانگ ز پیمان جمشید
 خاشاک در تاج سرافرازی رضوان
 هم مویه رفتار تو ذوق رخ یوسف
 در گرد خرام تو نگه ریشه طوبی
 تقدیر بر خار تو قبیح اما مست
 توفیق به آئینه اسرار نبوت
 رفتار تو گر آینه خاک زواید
 اعجاز تو گر سوس نباتات گراید
 گویند که کوثر من ناب است سراسر
 آن چشمه طریقت قدح رشحه باقی
 مهر تو درین عرصه بود اگر ایماں
 در تو درین پرده بگویند دیدار
 در پرده سازم جگر اندوده خطایت
 دانی که مراد عوی فضل و سیرت نیست
 در دایره فکر ز شفتگی راه
 از صعوبت بے بال و پر من چه کشاید
 آنم که رباعی ز غزل باز ندانم
 ذوق تو دمانیده ز لب سبزه گفتار
 نظم بشمار عدو حسن عملی شد
 مکرار رخ قافیه چندانکه خراشید

در چشم خیال تو جهان محل سیل
 بیمار تر از رنج ز تیسار میسحا
 نقش قدمت غازه رخساره سورا
 هم جاده راه تو رگ خواب زلفنا
 در بزم تماشا تو مژگانید بهیضا
 ز دانه رقم نام تو گلگونه طغسرا
 کرد از اثر رای تو پیرداز همیا
 از پرده هر ذره دید دیده بینا
 از ریشه هر برگ بر آید لب گویا
 گویند که فردوس نگارست سراپا
 دان سبزه ز بزم طربت خرده مینا
 بخشد بلم قیمت موعوده کالا
 امروز دید حاصل در یوزه فردا
 که برق و شفق باز بر دجلوه بهیضا
 دیبای من از نقش کمالست معرا
 هر دم نفسم پیچ خورد و چوں خط ترسا
 پر دانه ثنایت طلبد شهباز عنقا
 تار تخیل بمعنی شناسم ز ممها
 مدح تو دوانیده بدل ریشه احیا
 در رشته تحریر ز شوخی گهر اما
 شو قلم بجراحت نیک افشاند ز ایطا

ترکانه زدم ز مزمه مدح و ثنایت در منطق اجداد نه بر مسلک آبا
 این پارسى ساده ز آرایش دعوى دیں بندگی پاک ز آرایش عوفا
 دور اندازد عریزه و بحث دستیزه منظور نگاه دل و جان بخش تو بادا
 در عرض ثنایت نفسم جوهر معنی در بزم ولایت لقمه غالب شیدا
 سیراب سفالم ز غم رشح کوش گلیوش مزادم ز بهجوم پے مولے

قصیده هفتم در منقبت^۱

خواهم که به چو ناله ز دل سر بر آورم دود از خود و شراره ز آذر بر آورم^۲
 چاک افکنم ز ناله بدیں نیلگوں پرند دس عروس فتنه ز خادر بر آورم
 فشر به با سلیق شکایت فرو برم خون دل از رگ مژه تر بر آورم
 مرهم ز داغ تازه بر خنم جگر نهم پیکان ز دل بکاوشش نشتر بر آورم
 طومار شکوه نفس از دل بدر کشم برق از نور و بال کبوتر بر آورم
 آتش ز غم ز آه بدین خمیه کبود دود از بناد چرخ شکر بر آورم
 مانند برگ سید ز اندوه بے بری با خوشیتن در افتم و خنجر بر آورم
 آتش به زنده و موبد برسم در افکنم گرد از بت و برهن و بت گرد بر آورم

^۱ در منقبت اسد الله الغالب علی ابن ابی طالب علیه السلام نسخه "د" صفحہ ۱۳۲
^۲ آذر، اسم آتش (آگ) - ^۳ نام کتابی است منسوب به زردشت که هیرانش
 آتش پرست اندوادر پیغمبر دانند - ^۴ نام درختی که آتش پرستان در وقت عبادت
 قطعه شاخ و برگش را در دست می خندند -

پاسے ادب ز گوشه دامن بدر کشم
 جالے کہ گم کند نفس از بیم راه لب
 در بکتے کہ خامہ بد زود نواز خوف
 بر منبری کہ ز سینہ ز پاس نفس بود
 تا چار چوں خداے بد اوم نمی رسد
 فرمان سرفرازی مشیت غبار خویش
 یارب زیا علی! نشناستم قلندرم
 در دل بہ جستجو ہمہ ایزد در آورم
 ہر شکوہ کر فلک بدست اندرہ زبان
 دست از جفاے گردش گردوں بسزیم
 مکتوب شکوہ غم دل بے نہایت است
 باشد کہ جوش دل بخردش آردم کہ من
 گویم علی است آنکہ ز فرد عطای اد
 از ستم دلکش چو غبارے شود بلند
 در لجنہ خیالش اگر سرفروزم
 جایکہ از حیانت عدلش سخن رود
 چوں سبزہ ہر سرے کہ منم در پیش بجا
 در شوق کوشش از خش خشاک را خویش
 بر درکش ز پیچ و خم نقش پای خویش
 ہم در میان مدح ز اندوہ بکسی
 اندوہ چیرہ دستی اعدا چو بشمرم

دست تظلمے بردادہ بر آورم
 افغاں ز دل چو دود ز بجر بر آورم
 از نقطہ خط و نہ آئینہ جوہر بر آورم
 ہوئے چو سالکان قلندری بر آورم
 من نیز کام خویش ز منظر بر آورم
 از شہسوار دوشش پییمبر بر آورم
 یک می ز آب گینہ دساغر بر آورم
 و ز لب بہ گفتگو ہمہ حبیب بر آورم
 در بار گاہ تاتل عنتر بر آورم
 آہ از ستیزہ کاری اختہ بر آورم
 از پردہ کدام رستم سر بر آورم
 حمفہ نہ گفتہ قصہ دیگر بر آورم
 جویم اقل دیک قلم اکشر بر آورم
 یا قوت ریزہ بیزم و گوہر بر آورم
 ناگاہ چوں حباب ز کوثر بر آورم
 پروانہ را بہ طبع سمندر بر آورم
 از در زسافت گنبد اختر بر آورم
 خاقان چین بہ چینم و قیصر بر آورم
 منشور سرفرازی سنجہ بر آورم
 افسانہ ہائے غیر مکرر بر آورم
 از دایغ سینہ نقطہ محضر بر آورم

بیدادِ سلطوتِ شرکا گر بیاں کنم
 ممکن خود بر آتش دل گر نشان دهم
 چون التفاتِ شاه نوید طلب دهد
 در لابه گوشم و چو غلامان خود سال
 هم تیر را بکلبه قتلزن لقب دهم
 ز استادگان طرث بساطی که در شرم
 عامه و قضا بسر مشتری نهسم
 خلوت بدرس معرفت حق طلب کنم
 قنبر دریں میان اگر سرگراں شود
 تا خود اساس هستی من بر کند علی
 گستاخیم فرد خود و دمن به خویشتن
 گریم به پای پای دزخم سربنگ راه
 گردن به زخم ریزه خار ابدست خویش
 شاها اگر ز درد منتالم بدیں منت
 چون برق از پیدن جاں در کشاکشم
 نے پای آنکه از سر راحت توان گزشت
 دانی که از دواے توتارے کشیده ام
 تا کے دریں نور و زبید اونا کس
 آخرت من ز خیل گدایان در گهم

آمینش از طبیعتِ عنصر بر آورم
 نفس شرر ز طینتِ انگر بر آورم
 کونین را متارح محقق بر آورم
 صد خواهش محال میسر بر آورم
 هم زهره را بجسره ذاکر بر آورم
 افزون ز صد هزار سکندر بر آورم
 غور شید را بهمن ز خاد بر آورم
 سلمان بر دل نشاتم و بوزر بر آورم
 برخیزم دستیزه به تنبر بر آورم
 خود را از قلعه خیسر بر آورم
 غوغای پایہ سنجی کیفسر بر آورم
 چندانکه مغز سر بره اندر بر آورم
 بشکافم زبان ز پس سر بر آورم
 انده چگونه از دل مضطر بر آورم
 گر دل بود ز سینه به خنجر بر آورم
 نے جای آن که خار ز بستر بر آورم
 از پیرهن اگر تن لاغر بر آورم
 هر دم نفس ز سینه مکدر بر آورم
 تا کے نواس گدی بهر در بر آورم

۱ مرادیکے از اصحاب حضرت محمد صلعم کہ نامش ابو ذر غفاری بود، دست معاذ
 حضرت علی بود، ۲ قنبر نام غلام حضرت علی

تاکے بعرض در و لغابن بریں بساط
 تاکے بشمع کشتہ بزم مرادِ خویش
 حیف است کز تو باشم و از بہر وجہ نہ
 امروز دادِ خستگی من بدہ کہ من
 در عرصہ از ہجوم بلا جہائے آن نہاند
 ناگاہ مژدہ ظفرم دہ کز آن نشاط
 نتوان باوج جلوہ کہ مدعا رسید
 وقت دعاست تا نفس مشک ساز دل
 خواہم کہ نال کلک نیایش نگار را
 داغ غمت بسینہ غالب نہ روشنی
 رجمہ کنم بجان بداندیش دولت
 کام دشمن زدشند و خنجر برآدم

قصیدہ ہاشم در منقبت

دوش آمد و بوسہ بیم بردہاں نہاد
 دانگہ بمیغ ریزش را ز لب اندہاں
 چون لب ز بوسہ گنج گہر باکے را شد
 زان مشقت مشقت گل کہ بیالائے ہم نشاند
 زان رخ کہ دمیدم ز کنارم بسینہ سود
 را ز دہان خویش بلب دریاں نہاد
 ہرے ز بوسہ دگر مہر زباں نہاد
 بد گنج لب ز تیزی دندان نشاں نہاد
 از بیم باد را کجہ در معنہ زجاں نہاد
 گوشے بروے دل پے درک فغاں نہاد

تا دید جز بچاک گریبان ندوخت چشم
 شد صحن خانه و جله و خوں چوں فردش
 گستر دلی چنانکه تو دانی نبود نرم
 نازم به پیش بینی ساقی که هم ز پیش
 چوں بود باده تیز روی بر گساشتم
 زان پس که جلوه اشفاق اندر ایا رخ دید
 چشم دیش فوازش انباز برفتافت
 منظور بود جلوه یکتائی خودش
 از بذله در کمین شکاه انگلی نشست
 زان گونه گون سخن که به بخار بر میگفت
 گفت ای که در هوا تو رسوا شد مظهر
 پوشم دگر ز لاله رخاں رخ که در کار
 بر ساز ای ترانه که آن دلر با سرود
 گفتم که اے نهال قد خار زار خوی
 شب تار و خانه خالی و همسایگان بخواب
 گویم دگر بخلق کرا دل نشین شود
 در سرکشی فسانه شهری مدار پاک
 کینه های آشکار تو خود پرده داشت
 دست که چشم خلق ز خویش ندیده پاک
 گویند تا دلی که ز خنجر زهم درید
 انگیز ای سخن بدل دوست کار کرد

تا به درون روزن زن رواں نهاد
 آن آستین که بر مژه سون فتال نهاد
 بگرفت باشش پر در زیر راں نهاد
 آورده بود باده و از ما بهیاں نهاد
 تارفت و آمد و شکر آورد و خواں نهاد
 زان پس که ریزه شکر اندر دهاں نهاد
 از پیش که شراب و شکر بر کراں نهاد
 آئینه را به عفت در آئینه داں نهاد
 تیرے ز ترکش سخن اندر کماں نهاد
 منت ز نطق بر خرد خروده داں نهاد
 مهر تو بند بر دل نازک گراں نهاد
 داغ وفا بنا صیقل بر خواں نهاد
 بر رخم ای سپاس که آن دستان نهاد
 گفتم که اے ستاره دش آسماں نهاد
 در رگد ز تو که توان در نشان نهاد
 کماں مخونا ز پاس بریں آستان نهاد
 کایں شهره هر بر لب و هم گماں نهاد
 گر ناز خوان آشتی در میاں نهاد
 صدره ز مهر بر دل پر خون توان نهاد
 گویند تا سرے که به نوک ستاں نهاد
 برداشت از طرب دل بر امتحاں نهاد

بعد از هزاره لایه که اندر دے ناز بود
 نفس نبی خداے نصیری امام خلق
 هنگامه گرم سازد صفت و اصلااں علی
 پروردگار ناطقه عارفان علی
 زبان پیشتر که حسن تر ذوق نوا، کما
 از خوبی وجود دے ایزد بعلم خویش
 آورد حق ز خلوت خاصش بچار سو
 کوس بلند پایگی جاہ خویشتن
 یزداں که راز خویش نبی را بلب سپرد
 شمع ز آتش شجر طور بر فروخت
 اے که نوازش اثر اسم و رسم تو
 گفتار من ز نازش مدح تو باج دساد
 هر چند چوں منی نتواند تراستود
 عقایه قاف قدر تو اوج هوا گرفت
 مردم نبرده راه بجایه گماں کنند
 اندیشه بلند و لامکاں نورد
 دیدش بهاں بجای چو سپهر از فراز کوه
 در علم خود ز خوی تو حق ساخت گلشن
 مانا که نامور ملکه اندراں مقام
 هر فضله کاں فتاد به پیرایش ز نهال
 چوں جنس خانه خیز عزیزست نام آن

بهر شنائے شه قلمم در بستان نهاد
 آن منت عظیم که حق بر جباں نهاد
 که نور علم شمع بزم عیال نهاد
 که حق بر حق بکام و زبان نهاد
 آینه در مقابل اعیان عیال نهاد
 گلرسته به مجمع رود حانیال نهاد
 تا عامه را متابع نظر بر دکاں نهاد
 نیز از فرو تنیست که بر لامکاں نهاد
 یزداں که سوز خویش علی را بجاں نهاد
 داں را بخلوت علی اللهیاں نهاد
 تا هم زمانه غالب معجز بیال نهاد
 بر قهرمان سنبه و تو اماں نهاد
 گویم لطیفه که تو اں دل براں نهاد
 زو ماند بیضه که دریں آشیال نهاد
 کایزداں ساس چرخ بریں خاکداں نهاد
 چوں خواست باصم کاخ ترانردباں نهاد
 بعد از هزاره پایه که بر فرقداں نهاد
 جز حق و گر که داند اساکش چیاں نهاد
 بنیاد نخل بندی آن بوستان نهاد
 مزد در باغ در سبب باغبان نهاد
 فردس و خسلد و جنت و باغ جناں نهاد

بودست عین ثابت جوے انگین
 دوزخ شد آنچه در دل خصم تو هم بعلم
 فریاد رس شہاز سپهر شکایت
 بانگت کلم بہ اثر ہم نفس شمر
 پیدا بکار سازی سودم نہاد دل
 بیرونقی ز قحط خریدار چشم داشت
 از شہرتے کہ مزد جگر کاوی منست
 چرخم مگر ز جملہ زندانیان گرفت
 زیں بے حیا پسر کہ مارا کدام روز
 زیں بے نوابجوی کہ مارا کدام شب
 باش ز محل ار نہودشت قحط نیست
 دود چراغ در شب و خون جگر بروز
 یا قوت چیدگر ز بساطم سفال خواند
 گر برد رنج از تن زارم تلف نکرد
 ہرگز لک ستم کہ ز کیتم بہ سینه راند
 اندیشہ آل خطوط کہ دارم بر ستم خواں
 ہر چند بر طبیعت امکان گذاشتم
 بارے بدست مساعد خیمہ شای خوش
 غمسل بزعم من کہ گمان میکنم کہ چرخ
 زندانی اگر طلبد دایہ ز شاہ
 زیں رو بود کہ غالب سکین بہ بند چرخ

کیفتہ کزاں لب شکر نشاں نہاد
 سوز فراق آل چمن بے خزاں نہاد
 کاں جز شاہ خوش نبود در میاں نہاد
 بامنشی خودم بہ سخن ہم زباں نہاد
 پنهان بنائے کار مرا بر زباں نہاد
 کایں مایہ زرخ گوہر نطقم گراں نہاد
 بر جان من پاس ہزارہ مغاں نہاد
 کاینک مدار من بدی آب و ناں نہاد
 مسند فراز تخت کہ خاوردان نہاد
 بالین و بستر از سمن دار خواں نہاد
 بارے بود سرے کہ ببالیں توں نہاد
 سی سال خوردم فلکش را بگاں نہاد
 در خود پلاس واد بکن پر نیال نہاد
 واں را ذخیرہ از پے لعل و واں نہاد
 از تیزش نشاں بسیر استخوان نہاد
 شمرده ہمارہ ریگ و واں نہاد
 ہمست بند عم کہ زاد ل گراں نہاد
 کایز دوراں محال کشاے چناں نہاد
 ایں بند استوار گراں جاوداں نہاد
 بند از عکس روا نبود بر زباں نہاد
 دل بر عطاے پادشہ انس جاں نہاد

باں ہم نشیں اگر نگری کایں گہر فردش
 گنج سخن بہ قافیہ شایگان نہاد
 یاد آمد عذر خواہی سلمان کہ گفته است
 رسمیت بس قدیم نگونی فلان نہاد
 تازم بہ نطق خویش کہ در شاہراہِ موج
 خود مست رفت و برد گران تہاں نہاد
 چون پایہ رنج مستی خویش مست لایحہ مہ
 نام قصیدہ ناطقہ بر طیل گران نہاد

قصیدہ نهم در منقبت^۲

گم مرادل کافر بود شب میلاد
 کہ ظلمتش دہد از گور اہل عصیان یاد
 بطالع ز عدم آمد مہیاغ وجود
 کہ رفتہ بود بدروازہ اندام شداد
 خروش مرگ کہ طوفان نا امید بہاست
 غریب یاس کہ مرگ بہ نو مبارک باد
 طلوع نشاہ بیم ہلاک طالع وقت
 بہجوم عرض بلا ہای تازہ عرض بلاد
 نیم ناظر دشمن خداے مستولے
 سیم دشمن دہیلاج دیدہ حساد
 قضا نگارش اسرارہ شکل زایچہ را
 کند زود دل دردمند اخذ کرداد
 گوی زایچہ کایں نسخہ ایست از اسقام
 کز دست نادک غم را ہزارگونہ کشاد
 خود اصل طالع من جزوے انکمانست
 گوی زایچہ کایں نسخہ ایست از اسقام
 ہم از لطافت طبع و ہم از صفی نہاد
 دے اندانکہ غیبست ہرہ اندر تو
 کز دست نادک غم را ہزارگونہ کشاد
 تو کوئی از اثر انتقام ہاروتست
 ہم از لطافت طبع و ہم از صفی نہاد
 بہ صفر جدی ذنب را اشارہ باشد
 شستہ بر رخ نقد قبول کرد کساد
 کہ مر بطالع من چرخ زہرہ را جاداد
 بخاک و حلقہ دام و کیسنگ صیاد

چه دام روح و روان را گذار شوق و با
 ز تهر و پیکر تیرا شکار گشته بجدی
 بخت در شده هم شتری دهم مرتج
 کی بهیات پیری که ناگه از خون عا
 یکی به صورت ترکی که از پله ای عا
 قمر به نور که کاشانه ششم باشد
 سیاه گشته دو پیکر ز سیلی کیوان
 بدین دو نخ نگرتا چه شکل مستقبل
 بچارین کده بهرام پنجم پای
 کند چو ترک سنگ به کشتن استیصال
 ز حوت بهیبت طوفان نوح پرده کشا
 تو خدا که درین کشمکش که من باشم
 روان ز غصه سفا نیست در گذر که رنگ
 ز جوش خون جگر دیده کوزه صباغ
 گزارش بهوسم نو بهار در روی ماه
 مرا چو سایه سیاه است روز و شب تاریک
 بپوشم و قرطاس پیرهن سازم
 نفس به لرزه ز باد نهیب کلکستر
 چه صفر رنج و الم را فرا شش اعداد
 فردیغ افکار خشنده و کف ز یاد
 کی کفیل صلاح و یک دلیل فساد
 به کج صومعه و امانده باشد از ادراد
 سینه جوی در آید به خانه ز یاد
 چو نور خویش کند دستگاه خشم زیاد
 چنانکه از اثر خاک تیره گردد باد
 کشیده اندر ز تریح خویش در اوتاد
 به هفتیم زده کیوان بهشتین بنیاد
 کند چو هند در هزن بردن استیاد
 عیاں ز صورت جو ز انیب صر صر عا
 چگونه چو دگران ز لیستن توان بمراد
 خود ز فتنه چراغ نیست بر در یکه باد
 ز سوز داغ در دن سینه کوره حداد
 گدازش نفسم آفتاب در مرداد
 مرا چو شعله معاش است دود و داغ معا
 گم با تم دانش گم به حسرت داد
 نگاه خیره ز هنگامه اله آباد

۱- "تیر" نام عطار است. ۲- حوت ماهی نام برجی است از بروج دوازده گانه.
 ۳- کیوان زحل. ۴- بهرام مرتج. ۵- عاد نام قومی از اقوام عرب ذکرش
 در قرآن شریف موجود است.

تو ای ستاره ندانی که رنجم از آزار
ترا نمیست به سرمای گراتی کوه
من دلباک تو نطق ادیم و تاب سبیل
فغان و حوصله دل شراره و خارا
من و ستم دل رنجور و التفات طبیب
بگوش تاب طبیعت روم مغاذ الله
ستاره را همه رفتار از افتضای قضایست
ز گردشی که به گرد دل همی کتم ثابت
فلک کجائی و طالع چه دستاره کدام
غزل سرایم دور هر پنج پسم اندوده

تو ای سپهر نه سنجی که ترسم از بیداد
مراد میست به نیروی تیشه و فرهاد
من بجلای تو شاگرد و سیلی استاد
غبار و ناصیه بخت جوهر و نولاد
من و خطر رگ مجنون و نشتر فضا و
ندیده ام که خود از کیست جمله بست و کشاد
چنانکه جنبش زرد از انامل زرد
ستاره رفته به چشمک زنی که با سمراد
کتم شکایت دشمن ز دوست شمرم باد
ترانه سنجم و بر خیزم از سرفریاد

ز رشک گویم و داندم که نالم از بیداد
رسیده ام بنگارے که کس بد و مرساد

تو گفته که چو میری فدای من گردی
ز جور تو به تغافل ز خویش بجز شستم
هزار بار ز خواباں گرفته ام به فریب
تو آن نه که به مینگامه با تو درگیرم
گزیده گویی غالب نگر که از لطف مغر
بیا که شوق عنان سخن بگرداند
بیا که نیست ثباتی بدین نشاط و ملال
بیا که زود سراید زمانه اندوه

شوم فدای تو من بر نتابم این میعاد
به پشت چشم نهادیم شکوه را بنیاد
هم از مشایده کام و دهم از معانقه داد
به بخت جلوه سخن را ندن از گل و شمشاد
چه نغز شیوه در ابداع کرده است ایجاد
ز سنگلاخ شکایت بر غزار و دوداد
بیا که نیست دوا می بدی بیاض و سواد
شود روان گرامی ز بند تن آزاد

له انامل - انگشتها - له سمراد - دهم -

بیا که داده نوید نیکوئی منسجم
 بدان اشاره که چو در خدای گم گردد
 دلی نبود و سرش پنهان سجده فرد
 عنایت ازلی گاهواره جنبانش
 هدایت ابدی پیشکار دیوانش
 کزین امام بهمانی که در حسد طلبی
 بهین شهید سعید یک باج تشنه لبی
 زبیه بر تبه ملقب بید الشهدا
 ز نقش پای تو محراب سازی اقطاب
 چراغ بزم عزای تو دیده خونبار
 زنده موجه کفون دیده در پوئی تو بال
 ز عتبه بوسی مهر تو رو سپید احرام
 ز تاب داغ غمت سرخ زلی ارداج
 لولای قدر تو بالای ای فرازی کاخ
 اجل نهیب بیدان رزم اند تو نمود
 بیای ز حرم تو صورت کشای صلح صلاح
 ز دانش تو بیال عطیست ایشار
 کند مشاهد شایه ز تربت عاشق
 بسان باده زمینا بدیده بینا
 قوی که یاد تو وقت نیایش یزدان

حسین ابن علی آبروی دشت داد
 نمود نزد خدا امت نیار را یاد
 زبیه امام دزبیه استواری پاساد
 بزرگوار جهان تا بآدم از اجساد
 خدا یگان اتم تا بحکم از اولاد
 فرودده پیش خداوند آبروی عباد
 گرفته جلای دریدش ز خنجر جلا داد
 زبیه به نطفه موشح به سید استیاد
 ز گرد راه تو سحاب ده بانی اذتاد
 نشان محمود لای تو خاطر ناشاد
 بود ز کنت جگر ناله را بر راه تو زاد
 ز دل نوازی نطق تو کامیاب ارشاد
 ز فیض خاک درت سبز تجلی اجساد
 جهان جاه تو آنسو ای فروردین لاد
 قوی اساس در ایوان شرع از تو عماد
 نشان ز عزم تو معنی ناله جهاد
 ز بینش تو به فیض افاضه امداد
 نمود گریه ز دل بچو دجله در بغداد
 دهد نشان گل از خاک کور مادر زاد
 مبارک آمده بچون در و در آفراد

سه رگ گردن - شه رگ - سه فروردین - مدت ماندن آفتاب در برج حمل تا آمدن یازدهم

دلی دلال تو چون فیض مبداء فیاض
چون عین ثابته را افاضت ذاتی هست
قصا که دیده درستی کجا روا دارد
ستم رسیده امانا بخون طپیده سزا
چو خود بچو صله لطف تست انتظار
چرا از شوخی ابرام بایدم رو ساخت
ندول به لاف دلای تو جوش میزندم
بسر بزرگی و کوچکی و لے زمن پیر
بدان خدای که از فرط مهر بانی او
بر مبری که گدایان کو غفلت را
بدان سخی خداوند کز کمال شرف
بدان کریم که در جنب ریزه الماس
برسم و راه تو کا و رده رنگ بوئے نفاق
به زنگ که تو آن را سحاب نیسانی
به زهر دی که گراید بسایه شمشیر
بشدتے که رود در طریق استیصال
بتازه دلی بستانیان هر دو نفاق
بدشتبانی ترکان ایبک و قباچاق

رسیده است به کس بقدر استعداد
نتافت نیز مهرت بفرق ابن زیاد
که سر مه پدر فرستد بکورا در زاد
که کربلا ز تو گردد دیده قبله گاه بلاد
چو خود بجائز جودت رستم داد
چرا بعبیده خاموش بایدم استاد
روان فروز قشماست استی بنیاد
اگر و در همه نقش الوقت از احاد
برنده پیش دے از دست خویشین زیاد
ز نور شرع چو اسف بر هزار بنیاد
خداے راست دلی در رسول را و امام
چو اهر چکر پاره پاره بیرون داد
بخاک پای تو کا و رده ابروے بیداد
نفوس قدسیه یعنی انفس انجاد
پشتنه که سیراد بدست فلولاد
بگیرتے که بود در مقام استیاد
بذشت خونی ز نوازیان بعضی و حاد
به میرزائی خوان تلخ و نوشاد

له نام دالی کوفه که بکشم امام حسین را شهید کردند سه ایک تو می از اقوام

ترک سه قباچاق اصل درخت میان طی را گویند و نام گرد است

(فرنگ غالب)

به دور گرد غنچه لاله دامن صحرا
 به خواری اثر نغمه در نهاد اضم
 به آشتی که بود دیرینه بهر ساز نبرد
 به نسبت هوس صید گور با بهرام
 به نوجوانی سهراب و غفلت رستم
 به انتشار شمیم و به انتعاش مشام
 به استواری دانش بهست عهدی و هم
 به بیدارنی بیمار و اختلاط طبیب
 به موکشائے یلدا و مرگ آذر ماه
 به صبر من که بود بهجو آب در عز بال
 به یاس شب بسر آوردگان بزم و صبا
 به شادمانی بزمی که باشد اندر و سه
 بخاطرے که از سوداے رشک نکست نعل
 به ساز گاری دادی که خامه در سحر
 به شکوه که سرایند محرمان عروس
 به ساده که به بے پردگی دهد الزام
 به کلبه که نشیند بخاک پیش از خورش
 به حسرتی که بخوشد ز کاشکے یارب
 به نخوتی که عدد را بود بهمال و منال
 به آتشی که ز تری چکیده از لب من

له خاد به لکھندی چیل گویند

به خوش خرام تند زان سایه شمشاد
 به پیچی رقم نامه پیش کور سواد
 به مصاحت که بود خاصه از برای فساد
 به شهرت رم برق درفش باکشواد
 به لغزش قدم رخس و چاه سار شفا
 به اهتزاز نبات و بانقباض جماد
 به سرفرازی شایس به خاکساری خاد
 به بیگناهی اطفال و شدت استاد
 به هرزه تازی با حور و رخت خرداد
 به عیش من که بود بهجو عید و رانند
 به داغ روز فرورفتگان یاغ مراد
 به شراب خم خم در ندان حریف ساقی راه
 به سان زلف بخود چپ از وزیدن باد
 دهد به لیلاد مجنون ز خسرو و فرهاد
 به مصاحت ز زبان عروس با داماد
 اگر به پرده که نازش از گل آری یاد
 به سایه که فتد در مناک بعد از لاد
 به جراتی که تراود ز هر چه بادا باد
 به نازشی که مرا میرسد بخوی و نژاد
 به پیچشی که ز کوی فتاده در حساد

که ذره ذره خاکم ز تست نقش پند
نقش بند ازل فی زمانی و بهزاد
عنت اگر همه مرگست من بدال زنده
ولایت از همه در دست من بدان لشاد
ز تو که زیدم البتہ رنگ رنگ سوال
ز تو که بخشیم البتہ گونه گونه مراد
امید را بدعای همی دهم تسکین
خواب را بهوائی همی کنم آباد
که چوں به حشر غلامان خویش بشماری
کجا هست غالب آواره بر زبانت باد

دہمین قصیدہ در منقبت^{لہ}

ایر اشکبار و ما خجل از ناگریستن
دارد تفاوت آب شدن تاگریستن
فواره دارا شک زرقم جہد بہ ہجر
گم کردہ راہ چشم بہ شبہاگریستن
از ضبط گریہ حالے من شد کہ مجملاً
رنجیست سخت حوصلہ فرساگریستن
مردم گرم زد و در شناسند دور نیست
دارد حوسیل درد لم آ و اگریستن
از رشک شمع سو ختم اندازہ زال کہست
خوش جمع کردہ سوختن باگریستن
پنهان دہند دایہ بیاران تنگ دست
دارم ہفتہ بر لب دریاگریستن
نگزشت آب تازہ سرانیم ہراس بود
کار دچہ فتنہ بر سرم آ یاگریستن
خوش در گرفتہ صحبت من با گداختن
پنهان بخون پیدن و پید اگریستن
گوئی در اہتمام دل و دیدہ من است
باقیست بعد مرگ سیاگریستن
گوئیم دگفتہ را بتو خاطر نشان کنیم
در سر نوشت بود ہم باگریستن
ما را بسلک اثر خامسہ قصا

تا که از آن شتاب که اندر بذات است
 کرد آن اساکس راته و بالا گریستن
 سرزد ز جوش گریه چنین و در نه خود دراصل
 امشب نبود مرون و نسر و اگر لیستن
 فشکفت گر بقاعده مستوفیان کار
 از ما طلب کنند پس از ما گریستن
 خواهیم بخواندن غزل عاشقانه
 بر ره گزار دوست بغوغا گریستن

مطلع ثانی

گفته کشم به علت یحبا گریستن
 مردن هزار بار به از نا گریستن

اندره و خوش دلی نشا سیم کاراست
 یا خنده بر سحاب ندون یا گریستن
 دارم بذوق جلوه حسن برشته
 نقش کشیدن و به تمتا گریستن
 خوں در دلم نکلند غمت گرنه دام بود
 خواهد چرا ز من به تقاضا گریستن
 در مغز دانشم شر را ندا گداختن
 در تار داسم کسر آما گریستن
 بود آتش بدلی ز فغان تیز کردش
 تا در ضمیر نگزد را تا گریستن
 در گریه در گرفتن زان دے تابناک
 پر دس نشان دادن ست و ثریا گریستن
 تا بادلم چه کردی گریه و خوشم
 کز من نمی کند بدلت حائر لیستن
 اینست گر سرایت ز هر عتاب تو
 خواهد فلک برگ مسحا گریستن
 هر قطره اشکم آئینه رونماست
 بت خانه من ست هسانا گریستن
 ناچار صبح میرد اگر شب بسربرد
 با شمع خیز چیست بد عوا گریستن
 از دل غبار شکوه به شستن نیرود
 گفتن کدر است و مصفا گریستن
 حاشا که بر زبان منش گریه رود
 نادان ز من ر بوده به نیا گریستن
 گویند در طلوع سهیل ست قطع سیل
 ما را فرود زان رخ زیبای گریستن

بے گریه بچگاه نه خالباں چه خست
 خود بیتو بچگاه مبادا گریستن
 ہاں مطلعے دگر کہ بر آہنگاں غزل
 کوردم چشم خویش تماشا گریستن

مطلع ثالث

گرد مگر بحیلہ دو بالا گریستن

بے خواہد دلم بطالع جوزا گریستن

جنس شفاعت بکلم میتوان خرید
 معذوری از حادثہ رخنی از آنکست
 مسکین ندیدہ زمغان شیوہ بافواں
 دیوانگیست عریضہ کوتہ کھن سخن
 کفرست کفر در پے روزی شافتن
 گاہے بد اخ شاہد و سانی گداختن
 باید بدرد ہرزہ گریستن دگر گریستن
 چوں مویہ سرشک ہاشمیری نکرد
 رشک آیدم بہ ابر کہ در حد و شعادت
 رفت آچیز رفت یا دم اکنون نگاہداشت
 آن خنجر تشنہ لب کہ چو از وی سخن رود
 گویند چشم روشنی دیدہ ماہ و تھر
 باران رگبتے کہ باندا ز شست دشو

امروز باید از پے سر دا گریستن
 از ناز کنی بہ طبع گوارا گریستن
 در خواب گاہ بہمن و دارا گریستن
 فرح بود گریستن اما گریستن
 تنگست تنگ در غم دنیا گریستن
 گاہے ہر گ مالک و بانا گریستن
 بیجا گریستم و دریتا گریستن
 گو باش ہم نشمین عنقا گریستن
 بر خاک کمر بلائے معلے گریستن
 از ہر فور دیدہ ز ہر اگریستن
 در راہ بر خورد ز تیش با گریستن
 ناز و بسا تم شہر والا گریستن
 دارد بر دیاہی آغش اگریستن

بے بکلم در اصطلاح فقہ بیع سلم آنست کہ مشتری (خریدار) قیمت قبل از حصول شے ادا نکند

پا پس ادب نخواست کز اعجاز دم نند
 وقت شهادتش بصف قدسیان نقاد
 خود را ندید زان لب نوشین بکام خوش
 مزد شفاعت وصله صبر خوں بها
 اے آنکه در حرم حجر الاسود از غمت
 سیمای ماقم تو ستایم که زین شرف
 ضوای به آبیار می گلشن نمیرود
 با خاکیان بکنم دز افلاکیاں بر شک
 طرفی نیست یا همه شور از عزلی تو
 چوں رزق غیب درد ترا حام کرده اند
 چو شمع عظم تو بر سم خواجه خواست
 هر کس بچشم بسکه پذیرفتای برات
 غالب مغم که چوں به طراز ثنائی شاه
 گویند قدسیاں که درق را نگا هدار
 من خود خجل که حق ستایشش دانشد
 شه فارغ از ثناء و عز او انکه بدهر
 در مدح دل پذیر بود تا نفس زدن

جز در ثنائی شاه مبادا نفس زدن

جز در عزای شاه مبادا نفس زدن

بر مرگ شاه داشت سیاحت گریستن
 از اضطراب آدم و حوا گریستن
 زبید بشور بختی دریا گریستن
 چیزی ز کس نخواسته الا گریستن
 دارد بخود هنال چو سواد گریستن
 شد در شناس دید حورا گریستن
 و امانده در گریستن و اگریستن
 خواهیم بر آستان تو تنها گریستن
 گرید به پیش این دانا گریستن
 سر میزند ز مومن و ترسا گریستن
 از ساکنان خطه غیر اگریستن
 قسمت نیافت بر همه اعضا گریستن
 سخن ز غصه در دم انشا گریستن
 از تو گهر نشاندن و از ما گریستن
 اینست چوں ثنا چه بود تا گریستن
 صد جاسخن سرودن صد جا گریستن
 در نوحه ناگزیر بود تا گریستن

یازدهمین قصید در منقبت

آواره غزبت نتوان دید صنم را
نازم به صنم خانه که شاهان جهان جوی
چون فاش شد آخو که هم از خلق گرفتند
سهلست که عشاق ز بیداد نمانند
لزد و لطم از گریه بحال فلک آری
در راه و فای که بود یویه بسر شرط
گر بر خود اندی نخر بهالم که غم از کیست
تاخسته دل از قحطی و فرقت یارم
کو باد سیال که فیضش زردانی
گویا زهنرور که بخلوت کده انس
حاشا که ز غم نالم اگر غم غم عشق است
غم کاسه سم بود فلک نند در آن خاک
ای چرخ ستگر که چوں من غرقه خوں باد
گویند که بادست تپی عشق و بالست
خون میخورم از ذوق و تودانی که بدین
در شب و روز ندا تم ز چه زشت است
بر شعله مرتجخ ندا تم ز چه زشت است
یا بکلمه دگر با خودم از خویش حدیث

خواهم که دگر بتکده سازند حرم را
هم بر در آن خانه گزاند چشم را
بے فائده از خلق نهفتند ارم را
زین قوم محبت طلبد ذوق ستم را
در بادیه از سیل خطر باست خیم را
چشم از دل و از دیده فلک نیم قدم را
بر همنفسان تنگ کنم خلوت غم را
زنگست از خواب جگر بر مژه غم را
از لون بصر را اسد از آنکه شتم را
از هوش بدزدی برد شیوه دم را
پیوند نشاط است بدین مزه دم را
و آن خاک تبه که دگوارانی ستم را
یا یکدگر آسخت دود گون الم را
افتاده برین قاعده اجماع غم را
بر مانده سیری نتوان داد شکم را
خوش کردم اگر طره در خسار صنم را
دل دادم اگر مطربه زهره نغم را
کز صدق و صفا مایه دهر صبح دوم را

نازم بکمال خود و بر خود نفس نریم
 گوهر نه بکان کان بکهر روی شناس
 آبائے مرا تیغ و مرا کلک بسیارست
 دریاب کز الماس بود جو هر تن قسم
 آنکس که شناسائی آهن بودش خوب
 کو ببل شیراز و کجا طوطی آمل
 لا بلکه اگر خواهی ازین هر دو سخن در
 خاص از پی کسب شرف مرغ طرازی
 فرمان ده اقلیم کمالم نغمه جمع
 آزاده روی در نظر مژده زبول کرد
 سیم زر و لعل و گهر آن به که ازین چاه
 بے دعه بدر ویش بده وایه دگر نه
 همت نکشد ننگ نگو ناسه احسا
 رو همت از آن تشنه جگر جوی که ازهر
 عیاس علم دار که فرجام شکویش
 آن شیر قوی پنجه که گردیده زبیش
 آن را د که رساخته بر خاک نشینا
 حاجت بقسم نیز نماندست و گرنه
 از بسکه بنام آوردی شیوه انصاف
 هر شب فلک از دور به انجم بنماید
 له مراد عونی شیرازی له مراد طالب آملی

آسمان دور و بام صنادید عجم را
 بر فرخی ذات دیلم آب و عجم را
 دستت جدا گانه بهر کار عجم را
 هر چند هم بر زده بینی دم و تخم را
 جوهر نگر و تیغ فرو ریخته دم را
 تا پای به سخیم نوا سخنی هم را
 تحسین روش کلک دلا شوی مقم را
 از هم بر بایند بهر خاش قلم را
 لعل و در دنیل و فرس کوس و علم را
 تو قمع جهان بخشی شاهان عجم را
 اوتاد بود طالع تو نسیق کرم را
 نیل سرابست درین راه نغم را
 بر خیز و بیاز پچه فرو ریزد رم را
 بر تشنگی شاه فدا ساخته دم را
 باز پچه طفلان شمر و شوکت جم را
 دایرتب دیگر تب شیرال اجم را
 آورده کان را درون داده عجم را
 هر دم به عطایش خور و انصاف قسم را
 پرداخته از نام ستم حرف در قم را
 کای خواب که آن خانه بر انداز ستم را

خوایش بهشتان حسین ابن علی^ع بیس
 این هر دو گهر را زد و سو یک گهر آمد
 کتاب نیارد که کنم منع ز عباس^ع
 اے ہم گهر ختم رسل گرد تو گردم
 حاشا که لب از مدح تو خاموش پسندم
 شد تازه دم بند گیم جلوه گر بها است
 از کو دیکم درس ولای تو روانست
 در صومعه مدح تو بهر طلب فیض
 فرزانه حکیم من و مدحت گرشا هم
 اندر نظم صورت یک معنی خاصست
 تارسم نباشد بهوا بیضه نهادن

در یاب به پیلوے هم آرایش هم را
 چون نیست جدائی ز صدف گوهر ویم را
 فرزندش شاهنشیه بطحی و حرم را
 چندانکه کنم چلقه تن قلل علم را
 نسیاں زده ره رویه باد هر م را
 عنوان نمایش ز حدوثت ست قدم را
 دانی خود ازین پیش که گفتم بتو کم را
 محراب دعا ساخته ام وجه اقم را
 در شعر ز من جوے بر این حکم را
 مضمون دعائے تو و مفهوم اہم را
 کبکان خرامنده و زافان دژم را

بادا علمت کبک خرامنده دگر دون
 چون بیضه ز پرچسم ته پر باد علم را

قصیدہ دوازدہم در منقبت^۲

ہست از تمیز گر بہ ہما استخوان دہد
 مردست مرد ہر چہ کند ز بخطر کند
 گلزار را اگر نہ شر کل بہم ہند
 گنج سخن ہند بہ نہاں خانہ ضمیمہ
 آئین دہر نیست کہ کس را زیان دہد
 رادست را دہر چہ دہد را یگان دہد
 درویش را اگر نہ سحر شام ناں دہد
 دانکہ کلید گنج بدست نہیاں دہد

۱۔ چلقہ۔ پیلوے۔ زردہ۔ ۲۔ در منقبت خاتم النبیین امیر المومنین علی^ع ہادی علیہ السلام نسخہ

تا دوز خاک تیره نگر دوز رشک چرخ
تا آدمی ملال نگیسرد ز یک هوا
هم در بهار گل شگفاند چمن چمن
هم در تموز میوه نشانند طبق طبق
نظاره متاع اثر بر دو کاں هند
آنرا که بخت دسترس بذل مال نیست
آنرا که طالع کف گنجینه پاش نیست
سجده ترانه عزله کاین فوای شوق
رخشانی ستاره بر ریگ رواں دهد
سرماد نو بهار و تموز و خنجران دهد
تا راحت مشام و نشاط رواں دهد
تا آرزوی کام و مراد رواں دهد
اندیشه را شمار گهر در نهان دهد
طبع سخن رس و خرد و خرد رواں دهد
نغمه البدل ز خامه پردین نشان دهد
دل را نوید زندگی جفا رواں دهد

مطلع ثانی

گفتی بهم به بوسه دم وصل جاں دهد
آه ای اگر به بجز تو مرگم اماں دهد

در دلم که پیش تو افسانه پیش نیست
نه بخند ز سیراب غم نگر در خیال دوست
چون دستان ر بود به یمناد لے که بود
چون خود ز ناز کی رقم صانع بر نتافت
خوشنودم اند سپهر نداند مگر کس
آتش چکد ز هر بن مویم اگر به فتن
دانم که آسمان بر زمین پیشکار کیست
چون جنبش سپهر به فرمان داور است
رنگ از گل است و سایه ز نخل و نواز مرغ
چشم ستاره را مژده خوں چکاں دهد
از جوشش لاله خاک ز خونم نشان دهد
کام دے که نیست ندانم چیاں دهد
سعی نظر چگونه خبر زان میاں دهد
کو دل چو من به دلیر ناهرباں دهد
ذوقم بخود تسرار گل و گلستاں دهد
عکس چه جلوه روشنی روشنای دهد
بیداد نبود آنچه بجا آسمان دهد
هر جا بهار هر چه بود در خور آن دهد

در نشو و نما قرعہ بنام ہوا زند
 ہر صبح باد صبح بحر خان شاخسار
 مستیزبان نسیم اگر بلبلی بساغ
 دارد ز بہر زنداکی آمدن بہر مرگ
 پرویز دیر یاب شمع بود در نہ بخت
 فریاد زود میر کے بود در نہ دہر
 دارم نہ روزگار نویدے کہ آن نوید
 از دادر زمانہ باندیشہ درست
 ہر گہ بسر نوشت سراپد شبانہ غم
 کام و لم کہ پرستہ از شہ بنو دیش
 سلطان دیں محمد ہمدانی کہ رای اد
 گمرد و اگر سپہر خلافت رضاے او
 او بکش را بہر م شہنشاہ با رعیت
 گوئی دہان لب بہم آدر وہ کسے ست
 زان رو بود چنین کہ ز روے ادب سپہر
 ناگفتہ ماند مدح ز افراط ذوق مدح
 چشم پر ز ذوق و شہے کش نہم براں
 زود آ کہ فیض مقدم ہم نام مصطفیٰ
 زود آ کہ شہسوار نظر گاہ لافٹہ
 تو سن زند بگون دلیران ہم از شنا
 دشمن ہند ز برق سناں روے در گریز

در نشو و نما حکم باب رواں دہد
 مستی شمیم و نشاط فغاں دہد
 جاں در لوز و خار خوش آشیان دہد
 جوہر پز شک حلیت اگر خستہ جاں دہد
 آزارہ را براہ ز شیرین نشاں دہد
 کام دل غریب پس از امتحاں دہد
 در پیریم بشارت بخت جواں دہد
 شادم کہ مزدین گیم ناگہاں دہد
 راہم بسیار گاہ شہ انس و جاں دہد
 گر مرزباں نداد امام زمان دہد
 منشور روشنی بشتہ خاوراں دہد
 عذر آورد قضاوت در ترجاں دہد
 گردوں چہ ہر تہہ در دسر پاں دہد
 ہر کو کجے کہ روے شب در جہاں دہد
 صد جازہ دور بوسہ بر آں آستاں دہد
 تا این کشاکش چہ سخن بر زباں دہد
 ہم در نہاد من اثر ز عفران دہد
 آفاق را طراوت بارخ جناں دہد
 پروازش رکاب طراذ عناں دہد
 چنداں کہ نم گراہی برگستاں دہد
 چنداں کہ جان بختن تیر از کماں دہد

در هرودی چراغ شبانان را غ را
 در شجنگی گزاف نوایان کهنه را
 طرف کلاه خاک نشینان در گهش
 در موگیش پیاده گدایان راه را
 کالا فروش را خود اگر بخشم آورد
 هر کس ز همربان دے آید سوع وطن
 فرضاً اگر به نعت و مناجات دل نهد
 تا نم برد بدان لب شیرین زین ادا
 روغن نه پیه کرده مشیر ثریاں دهد
 پاسخ تبر زبانی نوک سنال دهد
 از تاب رشک مالش تاج کیاں دهد
 دخل هزار ساله دریا و کان دهد
 کالا بپای مرد و بهار مغال دهد
 همسایه راحیات ابد تو اماں دهد
 در شعرداد غالب شیوا بیایں دهد
 شکر بخور و طوطی بند و ستال دهد

مطلع ثالث

همدی که در روش ز محمد نشاں دهد
 سر روش رواست سایه اگر تو اماں دهد

از سایه خاک را رقم تو تیا کشد
 اندازه کشایش دین خدا نهد
 از لای نفی دشت نه بشرک خفی زند
 منت به فرق غیر زگر زگران نهد
 تا بنگرد که عاقبت کار کفر چیست
 اے آنکه از نجستگی فال بهر خویش
 کمک مرا ز نازش مدح تو در سرشت
 ایز دنیا فرید چنانم به فن شعر
 چوں من بمدح جاه تو بندم به یکدگر
 از پویه بجاده را غلط کهکشال دهد
 آوازه کشایش را ز نهال دهد
 از بهر دیده دیده ز عین عیال دهد
 تا زود مردنش ز اسیر اماں دهد
 در چشم خصم سرمه به میل سنال دهد
 اندیشه پر سسته ز توام در گماں دهد
 بادے که جنبش علم کاویاں دهد
 کانرا کسے نظیر دریں خاکدال دهد
 آں گونه گوں گهر که قلم در بنال دهد

کارانش سر بر قزل ارسلان دهد
 مشکل که دل بطره عنبر نشان دهد
 ناهید سازد و مشتیم طیلان دهد
 کاوا از من بزم مزه رنگ فغان دهد
 گم خامه شرح سوز دل ناتوان دهد
 داند نه یک ثمر که بوے باغبان دهد
 از یک دو حبش عرص قماش کال دهد
 یک تن ز کار و ال خبر ز کار و ال دهد
 گفتن چه ز جملت شمه ناگفته دال دهد
 از پیستم عروج بدیں نزد باں دهد
 بندی چنین شکفت که ذوقی خیال دهد
 کال جذبہ ام نجات ز بند گراں دهد
 فصلی دگر ز بهر دعا در میاں دهد
 تافو بهار تازگی بوستان دهد

چنید ز گم و پیش گم ریزه با ظہیر^ل
 ہر کس سوے صفحہ شعرم نظر کند
 ہم نغمہ سنج عشقم و ہم نکتہ دان علم
 بالین ہمہ ز غصہ بجای رسیده کار
 دودش دود ز فرق و بہ سجدہاں بفرق
 گم گویم و بس ست کہ دانا ہناد نخل
 در چار سوچنیں بود آئین کہ ہر کس
 آدے اگر برہ قدرے پیشتر رود
 ایں اعتذار نیز در بیخانہ درخورت
 شادم بدیں سطور مگر بخت کار ساز
 بندم گراں و ذوق رہائی سبک خرام
 باید ز التفات تو یک جذبہ قوی
 بعد از سوال رسم نباشد کہ گدیہ گر
 باد التیم باغ دلاے تو عطر بیز

بادا گلیم بخت عدوے تو شعلہ خیز

تا در زمانہ دود ز آتش نشان دهد

۱۔ مراد شاعر بزرگ زبان فارسی 'ظہیر فارابی' کہ در تصدیقہ گوئی یکمانہ روزگار بود۔ ۲۔ قزل ارسلان۔ نام بادشاہے۔ کہ ممدوح سعدی بود۔

قصیده سیزدهم^{۱۳}

درین زمانه که کلک رسد نگار حکیم ق
 ادا خرمه ذمی قشده خسر و انجم
 سحر ز نور رقیبانه بر کشاد بساط
 ز آتشی که به دی بر فروخت منعم شهر
 زمین صحن گلستان گردی پرداخت ق
 که داد این همه بیرون ز سبزه گل بار
 درین بهار که تر دستی هوا بهار
 ز غنچه شاخ به تنگست کز فراخ روی
 ز به خجستگی سال خاصه فروری
 جلوس شاهای و نوروز و عید ذی الحجه
 سواد شهر دلا دین تر ز طبع خود
 غنی ز هدیه بیالین هند گل و نسرين
 عجب مدارا کرد در کف ستاره شناس ق
 قلم ز جنبش کاغذ چمد چو سبزه زباد
 بیا که تازه کنم بر بساط نوروزی
 خورم می و بد و گیت نترسم از تقدیر
 جهانیاں ز طرب بخود ندانم اگر یک کس
 درین میان بهی مست شد ز طعن چیه نیم
 که کرد کار غفور است و پادشاه رحیم
 در این میان بهی مست شد ز طعن چیه نیم

له در مدح عرش آرام گاه محمد اکبر شاه بادشاه طاب ثراه (نسخه "ب" صفحه ۱۷۲)

اکبر شاه متوفی ۹۸۳ هـ

به نقد و نسیم جهان شاد شد که داد خدا
 کجای و چه قدر حاتم زینح و دست که من
 بدون باد به لطف هوا از من برخواست
 بدون وصل ز فیض منو بهم پیوست
 ز ساز بخت بگوش امید میرسد دم
 ستایش شه و شهزاده می کنم آهنگ
 ولی چنانکه ره در رسم بخت گویا نیست
 ق که نکتہ را بجل جاد هستند در تقسیم
 از شاهزاده تخت آورم سخن که بیابان
 مشکوفه را به ثمر در منو بود تقدیم

مطلع ثانی

نه به مناسبت طبع شاهزاده سلیم
 نه هر ماه و لیکن چو هر ماه مسیر
 همش به بار که ناز نه هر خنسیاگر
 ستوده ایست به نازش بیاد شاه نس
 بدستگاه گرامی چو ماهتاب به نور
 خدایگان سلاطین محمد اکبر شاه
 خلیفه حق و صاحبقران رده زمین
 روم براد تجاہل بمایه بحر محیط
 به فیض تربیت پادشاه هفت اقلیم
 نه ابر و بحر و لیکن چو ابر و بحر نیم
 همش در انجمن راز تیر چرخ ندیم
 ستاره ایست بتابش بافتاب سیم
 به هر شاه قوی دل چو زهره در تقسیم
 نه کردگار و لیکن چو کردگار کریم
 بدین مباحی و در دهر واجب العظیم
 کنم به مدح تنزل بیایه عرش عظیم
 له شاهزاده سلیم ابن اکبر شاه ثانی - این قصیده در سن ۸۳۳ هجری گفته بود -

بتاب چهره ضیا بخش دیده اعمی
 شها توئی که خداے تو داده است ترا
 اذل سپرده بتو کار سازی اورنگ
 ز بذل تست پراگنده زای زربارا
 بدال منط که ز آدم محمد است مراد
 طفیل جاه و جلال تو بود پسنداری
 حکایتیست اگر بشنوی نزد گویم
 اگر ز اکبر شه بود بهره در عسری
 نه کمتر ز حمیفاں به فن شعر و سخن
 به دید داد مراد ترا نبوده نظیر
 چه نیک رای ارسطو چه شاه اسکندر
 شهود همت تست آنکه در شیمه غیب
 صریح کلک منست آنکه در شین قدس
 ز گوی نفس خویش میتوانم داد
 بآستین گهر ریز میتوانی کرد
 مرا بشیوه جاد و دوعی همال محال
 بشهرتے رسی از من که از ادیم سہیل
 داد انداز که ہم در وطن دودل باشم

به لطف نکته گرانی ربایے گوش صمیم
 دم صبح و نوال خلیل و قرب کلیم
 ابد شمرده بتو سر فرازی و نسیم
 ز نیم تست نزد دست جمجم دریم
 ز پشت کار نمر خان تست ای حکیم
 جلال و جاه نیای تو در زمان قدیم
 بشوخی که چکد خون جبهه تسلیم
 و گر ز شاه جہاں بود مایه دار کلیم
 نه کمتری ز نیاگان بخود و خلق عظیم
 به ترک و برگ مراد ترا نبوده سہیم
 چه بید پایے بر زمین چه رایے دای کلیم
 دہد به قطره آبے نمود در یتیم
 به زہرہ شیوہ را شگری کند تعلیم
 برای سکہ نامت گدازش نزد سیم
 فراز بام امیدم ظهور صبح و نسیم
 ترا به پایہ شامش عذیل عظیم
 بدولتے رسم اند تو که از سہیل دادیم
 چو خستہ رہردی در کار دانسے سقیم

لے نمرہ مراد تیمور خاں اسم بادشاہے مست از اولاد آنصو۔ مقرر در ترکی
 فولاد را گویند۔ لے تام دانشمند بزرگ ہندی کہ حکایات کلید و دمنہ

از دست۔

سخن به نکتہ ادا گشت و ختم شد بدعا
 ز به شگرت و عاگز ضمیر تا بزبان
 چهار چیز بود آنکه جاودان باشد
 عظمی بخشی هر دو عطا پذیری ماه
 بطلب بست نه غالب گدانه شاه سلیم
 هزار مرتبه آمین برو کند تقدیم
 بحکم آنکه ز اسمای دوست حق و تقدیم
 بقای پادشاه و عیش شاهزاده سلیم

قصید چهاردهم

ز آن گنجنامه که خط ساغر گرفته ایم
 بر روی آمد و در دولت کشوده ایم
 می بر کنار چشمه حیوان کشیده ایم
 مینای می زمیکده جم خریده ایم
 ایس اجر آن شکیب که عمری بریں بساط
 ایس مزد آن دریغ که شهادتیں رباط
 باریک بین قاعده بت تراشیم
 عنقاسے تیزبال بهمان هو سیستم
 کاخ دماغ را بهواسے عروج فکر
 بچوں آسمان خود از ره پوزش درآمد
 خود را به نقد عیش توانگر گرفته ایم
 پیوند خشت از سر خم بر گرفته ایم
 از خضر انتقام سگندر گرفته ایم
 فتوایے ز ساقی کوثر گرفته ایم
 خون خورده ایم دیاده احم گرفته ایم
 از خار و خاره بالش دبستر گرفته ایم
 در هر تراش خورده بر آذر گرفته ایم
 افلاک را پو بیخته تیر گرفته ایم
 اندازہ بلند بی منظر گرفته ایم
 از رفته در گشته در بر گرفته ایم

له در مدح حضرت شاهنشاہ ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ غازی
 ۱۷۰۰ ادین قصیدہ است در مدح بہادر شاہ ظفر کہ در سال جلوسش نوشتہ

بود. (نسخہ ۱۷۰۰ صفحہ ۱۷۶)

ششخی و شاعری نه سزاوارشان است
 درک ادا از نسخه اشعار تا کجا
 تا که رسیده ایم بجای که خویش را
 در خواهش بریدن پیوند کمالی
 بر خود فسون دولت اقبال خوانده ایم
 دشمن سواد نامه محبوب گشته ایم
 طوبی نکات از زبان سخن رس شنیده ایم
 بر نام خود به شهنشاهی خطه سخن
 بر ساز دل نوازی تحسین خسروی
 یک باره ترک خرقه و دفتر گرفته ایم
 اینک عیار تیغ ز جوهر گرفته ایم
 از خوشنیتن بیایه سر را تر گرفته ایم
 همت ز تیزی دم خنجر گرفته ایم
 در سر هولایت و لشکر گرفته ایم
 فیض همان بال کبوتر گرفته ایم
 از نخل سندر میوه بنو بر گرفته ایم
 زماں ز شهریار سخن در گرفته ایم
 این خسروی نوا عزال از بر گرفته ایم

مطلع ثانی

با خود شمار سوختن از سر گرفته ایم
 پنهان چو شمع خلوتیاں در گرفته ایم
 گریز نیست آتش دل بدگماں شو
 دیگر بندوق گریه بدل جوش میزند
 آدایشی که در خور حالت بود در دست
 تا حق خدایه بود اندام به میفروش
 چندین چه دل بگردن و گوشن تا نیم
 دل در هوا گریه سبیل جنون گزید
 از دختیم مشعل صد هزار آه
 خود را نه سرد مهربی اسلامیان شهر
 امشب عیار ظن سمت در گرفته ایم
 فونی که صدره از مژه تر گرفته ایم
 از روی خنجر آینه در زده گرفته ایم
 در ماه روزه جلای بران در گرفته ایم
 گوئی به قیمت زرد گوهر گرفته ایم
 سیلاب را ببادیه رهبر گرفته ایم
 تا خود سلاخ این تن لاغر گرفته ایم
 در حلقه پرستش آذر گرفته ایم

غالب اداے مایه سخن خوش نکرده
 دانی ز بازگشت سخن بر طریق رجز
 نے بلکه حق گزار می مدحست کاین همه
 دانی ز دل نهادن مایه هواے باغ
 نے بلکه بهر شادی دیدار پادشاه
 شد تازه نو بهار بهادر شمع بدهر
 سلطان ابوالظفر که ز آسمن اشتقاق
 تیغ آزمایشی که در احکام طالعش
 جم پایه که از شرف پای بس او
 تا خطبه بنام بلندش ادا کنند
 در عهد عدل ابدیم صلح با چراغ
 گر بر شراره شبنم لطفش چکیده است
 در درجین سموم عتابش وزیده است
 صدره درال بساط بانوه بندگان
 صدره درال حرم بلباس کینزگان
 گر شه کند قبول ز سب آبروے ما
 خواهیم قرب شاه ولیکن دریں مراد
 جرات بعرض خط غلامی وفا نکرد
 خورشید منظر انظرے کاندیس شمار
 شبگیر مدح قوت بخت سخنورست
 طبع تو داد سر خط مشق سخن بها

با آن که طرز غیسر مکر گرفته ایم
 کاین سرکشان دلاور گرفته ایم
 ملک سخن بخسامه سر سر گرفته ایم
 کاین دل بعاریت ز صوبه گرفته ایم
 دل را بزور از کف دلبر گرفته ایم
 چوں نو بهار تازگی از سر گرفته ایم
 مفتاح باب اسم مظفر گرفته ایم
 سهم الظفر ز خط دو پیکر گرفته ایم
 خود را به کیقباد بر ابر گرفته ایم
 شاخه ز سدره از پی منبر گرفته ایم
 عهد ادب ز جانب صرصر گرفته ایم
 از بس تری گلاب ز اخگر گرفته ایم
 گل را ز شاخسار بانبر گرفته ایم
 محمود را به چیدن گوهر گرفته ایم
 نوشابه را بدزدی ز یور گرفته ایم
 بیعت بنام او ز سکندر گرفته ایم
 عبرت ز نامرادی سخن گرفته ایم
 پردانه دکالت قیصر گرفته ایم
 نعل دگر برشته مسطر گرفته ایم
 راهی بردشائی اختر گرفته ایم
 گوی برات نور ز خاور گرفته ایم

خاموشی از شنای تو حد ثنائی تست
 در وادی مقدس مدح تو از ادب
 در پرده مدح بذوق بساط بوس
 بخود ترانه آری نی ساز کرده ایم
 چشمی که جز بتو نگر و کور گفته ایم
 بر ریگ و بوی فکر خود و باستانیاں
 صد گونه آفرین ز زبان تو در خیال
 شوق محیط و ما چو حسن از بس سبکی
 آهنگ صد هزار دعا میرسد بگوش
 جاوید زی که ما به پناه تو خویش را
 پای ترا درستی اورنگ خوانده ایم
 هر لمحه کنز جواهر تاج تو دیده ایم
 در کنن بنای حیات عدو تو
 ذات ترا بایں همه آشنا فرخی

بر هر دعا که با تو رود مرده قبول

از پیشگاه خالق اکبر گرفته ایم

قصیده پانزدهم

ز به ز خویش نشان کمال صنع آله
 سراج دین نبی بو ظفر بهادر شاه
 محیط بخشش و دریا کف و سحاب لیل
 قمر لولای و فلک خرگه و ستاره سیاه

رئیس تا جوراں خسرو جهان داور
 بوی نیاز سپهبد ز پنجین منظر
 ز خاک ره گزشت سر مر آرزو عیون
 به فیض آگهی آئین شناس سیر سلوک
 دم مراقبه صورت نمایی جو هر عقل
 ز حق عطیه پذیرد چو ما هتتاب زهر
 بکار های جهان حکم محکمش نافذ
 ز عدل او که با صنداد بخشد آمیزش
 ز قهر او که بگردن کشاں دهد مالش
 فلک به لرزه در آرد ز دستبر علم
 بزم او که سلاطین دهر راست مطاع
 کرامت محال نشستن بغیر نقش مراد
 چو او نکرده کس از اهل دین بفرش حصیر
 چو او تکلفه کس ز خسرواں بردی سریر
 شهنشها ز غم دوری درت کارم
 بخویم از بدرت راه رهم کن نه عتاب
 کجاست ارزش آنم که بر بساط قبول
 ز نقش پای توام بوسه بس بود آرد
 مبارکه ز رسم خانه سپهر خراب
 ز شاه ز بهر من سوختن بدایغ فراق
 چه دل نهم به گهر پاشی سخن چو صرا

دلیل راه رواں مرشد خدا آگاه
 بوی نیایش کیواں ز مفتاح خردگاه
 بر آستان درش سجده آبرو بجایه
 بفر خردی ارزش نزل دولت و جابه
 که مشاهد نیرو و فزای نور نگاه
 به خلق بهره رساند چو آفتاب بماه
 ز دراز های نهال رای روشن آگاه
 بچاک شعله زند بخیه سوزن پرگاه
 بگوش شیر بود حلقه از دم رد بابه
 زمین به زلزله اندو ز رستخیز سیاه
 به عهد او که سین و شهر راست پناه
 کجانشان شکستن بغیر طرف کلاه
 نشاط شاهای فرماندهی خداست گواه
 حدیث فقر و فنا لا اله الا الله
 بدای رسیده که بیمرگ جاں دهم ناگاه
 درینک طالع من بد بود مرا چه گناه
 بلب نواد هم از پای بوس شاهنشاه
 درین بوس چو گدایاں گرفته ام همراه
 ندیم شه نه شوم رده روزگار سیاه
 ز دهر حاصل من زیستن بحال تباہ
 هزار آبله بر دل بود ز گری آه

چه سرگرم روش مدح گسری پو مرا
 ز کار رفته دل دوست من چنانکه مرا
 نه از تو لطفت و نه از حق مدد رسد جمال
 نباشد مصله مقصود مدح خوان تو ام
 و گر عطیه فرستی شکفت هم نبود
 بچشم کم منکر گر چه خاک راه تو ام
 کمال بی که بدین عضو های جانفرا
 مربی سختم من به مایه دار می فکر
 عبارتم به طراوت چولاله درستان
 با خد فیض زمیدار فرودم از اسلاف
 نزول من بجاها بعد یکزار و دویست
 سخن ز نکته سرایاں اکبری چه کنی
 کون تو شاهی من مدح گو تعال تعال
 به فن شعر چه نسبت به من نظیری را
 سخن سرانی غالب سپس برسم دعا

بیزم خسرو گیتی ستاں نباشد راه
 نموده شادی پاداش ورنج باد افراه
 نه تاب شکوه نه جای سخن معاذ الله
 بدین ذریعه مگر یاد م آور می گاه
 که می رسد زخم ابر تازگی به گیاه
 که آبروی دیارم درین خلافت گاه
 هنوز نگر که بدین فتنه های طاقت گاه
 ز لطف من بودش عیشهای خاطر خواه
 معاینم به لطافت چو باده دردی ماه
 که بوده ام قدری دیر تر بدای درگاه
 ظهور سعدی و خسرو شمس و بختگاه
 چون بختی عهد تو ام ز خویش گواه
 گزشت دور نظیری و عهد اکبر شاه
 نظیر خود به سخن هم منم سخن کوتاه
 اجابت از حق و خواهش ز بنده درگاه

طرب بطبع تو شامل چو رنگ بارخ گل

بقا ز خصم تو ز اکل چو خنده از لب چاه

قصیده شانه دهم

رو دین شعرا زان کردم اختیار گره
گره کشای رموز خرد بهادر شاه
نه چه روانی فرماں که در کفش پی هم
ز بسکه زنده شده خوار از کف زرافشان
نه بول حمله او بسکه در گلو به حد و
عجب مدار که چون خون روان شود بر خاک
فلک بجاده را همش گهر نشاند و بخت
از آن که رشته عمرش شعاع خورشید است
عجب مدار بخوبی اگر زنده بپیلو
بر آن سرست که جای دگر قدم ننهند
جهانیان به شما مرده کشایش کار
ز بسکه بسته بدین رشته دل روا باشد
پوشد وظیفه ز روز ازل که سال سال
گماں بر رشته عمرش کنم که سرتاسر
ایا شهنش کشور کشای دشمن بند
که چون بدین صفت اندر ضمیر من گزری
دست تنگ زان روشوشم که مباد

که از منست برابر دکن شهریار گره
که پیش ناخن تند بپیر دست خوار گره
دود چو گوهر غلطان بر دستان گره
ز کیسه ساخته پهلوتی ز عار گره
شد دست گریه بمیدان کار زار گره
دم بجای حبابش ز جو یار گره
بفرق رشته عمرش کند نثار گره
شد دست بسکه درین رشته تابدار گره
به انجسم و به گهرهای شانوار گره
گرفت بسکه درین رشته اعتبار گره
که هیچگاه نیفتد و گریه کار گره
ز رشته نازده گردد گر آشکار گره
رسد بر رشته عمرش ز روزگار گره
نشسته است گره را در انتظار گره
ز بنده در خشم ابد در وادار گره
به پیچ و تاب دلم را دید نثار گره
شود ز تنگی جا در دلم فگار گره

له ایضاً در مدح سلطان محمد ادم الشرا مره و سلطنته نسخه ۱۸۳۳ صفحه ۱۸۳ مراد

بها در شاه ظفر این قصیده در میان ۱۸۳۱ تا ۱۸۴۵ نوشته بود -

شد دست کار گره در گره چنانکه اگر
 ز کار خویش چه نالم که دست چرخ در
 اندیس گره که برابر دس تست در تمام
 زدی ز خشم برابر دس و غافل که مرا
 کنم بزم تو ساز عزل بلند آواز
 شوم غبار شود در هوا غبار گره
 بساز دست و زند صد هزار بار گره
 که آه در چه محل یافتست بار گره
 بسان رشته ز غم می کند زار گره
 ننگ دست بدل طرح خار خار گره

مطلع ثانی

نسب بخلق مویست نهال هزار گره
 فتاد دست بهر گوشه و کنار گره

چو داند به منش دل خود از میان بستم
 چو رشته پیچ خورم چو هنر جا خالیست
 بدین نخل و طاقت که لزه در گیرد
 مراست پویه بسر شرط و درده افتاد
 بد بختانی گفتار من که غالب را
 اندیس گره که برابر و زدی چو اترسم
 نشاط سال نو جشن این همایون سال
 ز فرط گرمی هنگامه خوشدلم که مگر
 گره اگر چه بتار نفس نمی سازد
 ز سلک رشته عمر تو آن طراوت یافت
 بهار راست بدین رشته سر شکفت مدار
 ازاں برشته عمر تو میرسد هر سال
 گزاشتم بدل و دست یادگار گره
 اگر چه رفته ز بند قبل یادگار گره
 بسان رشته بمن گر شود دوچار گره
 بتار جاده این ره ز کو بهار گره
 مزین برشته امید زینهار گره
 که در دلت ز صفایت پادار گره
 بر دژ ناصیه شاه نامدار گره
 مرا برون جهد از دل سپند دار گره
 بود برشته عمر تو سازگار گره
 که شد به حس جگر گوشه بهار گره
 بجای غنچه دمد گر ز شاخسار گره
 که عهد پاس وفا بسته استوار گره

ز بسکه رشته عمر تو در تنش جان شد
برشته هستی خود را دهد ترا در گره
ز بیم نشینی بسند قباله محسوبا
عجب بود نه گزینند اگر کنار گره
سحر بر رسم دعا خواستم که آں بادا
که بشمرند درین رشته صد هزار گره
مستحان بلند آسمان ندا دادند
که صد هزار گره بلکه بی شمار گره
چنانکه کار بد انجسار سد که بهر نشان
نیابد آں که بجوید ز روزگار گره

هفدهمین قصیده

گفتم حدیث دوست بقراں برابرست
نازم به کفر خود که با میاں برابرست
گو چرخ دشمنی مکن و بخت سرکشی
خود خواهش محال به حرماں برابرست
هنگامه گرم سازه می کوشش بجایمانند
خون همچنان باکش سوزاں برابرست
در راه عشق سینه زمیں سے دیدہ ایم
آں ناکه را که کوه بکوہاں برابرست
خوف غلے رستخیز بگوش شهید عشق
با کفن و صوت مرغ سحر خواں برابرست
بید ستگه نیم که هنوز از هوا کے وصل
شورست در سرم که بسا ماں برابرست
با چاره گر بگوے که تیار پیش کش
در دیت در دلم که بدر ماں برابرست
زین موج خوں که می گزرد دمدم ز سر
دستار من به لاله رنگساں برابرست
کینهاے آشکار که سر جوش نازاوست
در ذوق بالوازش پهنساں برابرست

سے در مدح بہادر شاہ ظفر بعد از رہائی زنداں نوشتہ بود۔ (بعد سن ۱۱۸۳۵ھ)
پس ازین بتوسط کالے شاہ شریف باریابی حاصل نمود شاہ نصیر الدین
عرف کالے شاہ مرشد بہادر شاہ بودند۔ سے این قصیدہ در نسخہ
"د" نیست۔

نے وعدہ نہ پرشش رازے نہ شکوہ
 نے کف گرفته ساعدے دل بودہ بس
 پیوستہ پر نشاں و نہ جسته ز آشیاں
 تن زن ز شکر و شکوہ کہ در مسلک رضا
 ترک وجود گیر سخن در سجود چیست
 در دیده جرمیده روان یگانہ میں
 ہا رب لا بیا کہ ایں شرک فی الوجود
 ذات حقست واحد ہستیت عین ذات
 غالب بہل نقوت دہنگامہ گرم کن
 بالہ بخویش خواجہ چو گوئی سخنورش
 نے ہر ترانہ سچ نکیسا نوا بود
 نے ہر شتر سوار بہ صالح بود ہمال
 نے ہر کہ گنج یافت نہ پرویز گوے برد
 گفتی کہ ایں واک بود از نطق مایہ در
 گیرم کہ ہر گیاہ برد ز ابر و باد فیض
 امر و ز من نظامی و خاقانی ہم بدہر
 مقصود گردشت بلندی فرو گزار

داغم ز نامہ کہ بہ عنوان برابرست
 در ناخوشی وصال بہ ہجرال برابرست
 پرداز من بہ جنبش مژگال برابرست
 راحت برنج و سود بہ نقصاں برابرست
 بگز ز طاعتی کہ بعضیاں برابرست
 کثرت بخواباے پریشاں برابرست
 باگردش دسینہ بایواں برابرست
 بزم جہاں بہ مجمع اعیال برابرست
 نال قلم بہ شمع نذر زان برابرست
 غافل کہ ایں ترانہ بہ بہتاں برابرست
 نے ہر سخن سراے بہ سحباں برابرست
 نے ہر شاں بوسی عسراں برابرست
 نے ہر کہ باغ ساخت برصواں برابرست
 ایں در شمار شیوہ نہ با آں برابرست
 خرد ہر کہ بہ سنبل در یجاں برابرست
 دہلی ز من بہ گنجہ و خرداں برابرست
 دکان من بہ گنبد گرداں برابرست

۱۔ سچان بن داکل خطیب بود در عرب کہ در نصاحت و بلاغت یکتاے روزگار بود
 ۲۔ عمران اسیم پدر حضرت موسی۔ ۳۔ گنجہ نام موضع در ایران کہ وطن نظامی
 شاعر بزرگ زبان فارسی و گنجہ ہم نام موضع است در ایران کہ وطن
 خاقانی بود۔

سبحو قیم به گوهر و خاقان سیم بفن
 تیغ مرا اگر چه بود خفت در نیام
 چوں آب ایستاده و موج و مادش
 دست مراست لاله خود رو چمن چمن
 روح اللهم جلیس و به دیر از فروتن
 کلک مرا سود سوید امثال نظم
 در عرصه قلم و فکر از محیط نطق
 گر من سکندر رم تو هر آینه خضر باش
 در مطلع دگر سخن از راز سر کنم

تو قمع من بسجود خاقان برابرست
 پولاد بابدخش بدخشال برابرست
 و اما ندنم ز یو به بجوالا برابرست
 تکین من به کوشش دمهال برابرست
 رخت تنم به بستر هبال برابرست
 با سرمه دیار صفایا برابرست
 جوی بریده ام بهتال برابرست
 گفتار من بچشمه حیواں برابرست
 هر بیت این تصیده بدیواں برابرست

مطلع ثانی

گر ماه نو بار دے جانان برابرست
 کو جنبش که گفته شود هال برابرست

یاد بجهین کیست که از لب سجده سود
 چوں مه شود بگو که ماند همی بگوی
 در شب چرا تلمیست بر و زار پدید نیست
 نه ازین که هیچ ندارد ز نقل دے
 زین سیمیا که ز ورق سیمیں دو در آب
 بالای طفل یک شب در خم ز راستی
 دقتی که از گرائی بار شمر خمد
 چوں آسمان هر آینه ماند بریل مست

باقی به ابر و مه گفتال برابرست
 در پیکر لال بچو گال برابرست
 چوں ماه نو بطق شبستاں برابرست
 گوی به طاق کلبه دیرال برابرست
 هر کو بکے بدیده حمیراں برابرست
 با قامت خمیده پیسیراں برابرست
 با شاخ نخله شمر افشاں برابرست
 این با کجک به سیمیت دکنواں برابرست

محراب مسجدی است بیاتا ادا کنیم
 با پشت کوزه و نعل سمند در کابوش
 قلاب شدت ماهی و خم کند شیر
 این نیم دایره که فرورخت کلاب صنع
 بر دست شاه تیغ و کمال راست جایگاه
 و انم نه تیغ مصقله تیغ پادشاست
 اندازه دال کیست که گوید بلال عمید
 حجم پایه بو ظفر که به میزان اعتبار
 شبدر یز شه زرخش بر قنار تیز تر
 گر شاه راز خون الهی به رزم گاه
 بدخواه راز ^{شاه} استلم خار خار خوف
 کیوان ندیده که بود دید بان بام
 جسم ز آفتاب پرستان نشانه
 نزدیکی زد و در بار انشان دهم
 هم کعبه بر زمین بود دهم سریر شاه
 در مدح شه معرفت شاهیم به معرفت
 هم پادشاه عالم دهم غوث ^{عظمی}
 بر گردن سراسر مثل گر نه قدم

آن طاعت قصدا که بتا دال برابرست
 در پیش گاه مرداد دال برابرست
 در حوت و در اسد دم جولان برابرست
 بالصف طوق و دور گریبان برابرست
 بای تیغ و با کمان بچهر برهان برابرست
 نشکفت گر به تیغ بدنیاں برابرست
 با ناخن بریده سلطان برابرست
 اورنگ و به تخت سلیمان برابرست
 سرسنگ شه برستم دستاں برابرست
 پیراهن حریر به خفتاں برابرست
 دل در خراش سینه به پیکان برابرست
 گفتی که بام کاخ به کیوان برابرست
 گفتن شه بهر در خشاں برابرست
 نازد بخوشی تن که بدربان برابرست
 در هر دو پله بار به میزان برابرست
 باشلی و جنید بعصر فال برابرست
 دار الخلافه از توبه گیلان برابرست
 سرچید آنکه از توبه همنعال برابرست

۱- هشتکلم - بضم الف و ضمه تا و ضمه لام، شدت (فرنگ عنالاب)

۲- جنید بغدادی

۳- غوث الاعظم، شیخ عبدالقادر

گیلانی

اهرم نیست با تو دم از دشمنی زدن
 رخس تو سیمیا بهارست در خرام
 لطف تو کیمیا به وجودست در نمود
 جلد دی سینه کاوی من در ثنائی شاه
 با آنکه بر سریر شه افشاند ام زکک
 اینک مرا از نخلت گفتار نار سا
 پوزش پذیر و مکرست انگار که تو ام
 آدمی قبول عذر گناه از گستاخکار
 با چوں مئی گرایش به چوں تویی به مهر
 تا اتمام نیر رخشاں به بذل نور
 باد ابقای شه که به فر فرود بخشت

هر تو با محبت یزدان برابرست
 گردش به سنبلی پچیاں برابرست
 تن در نظاره گاه تو با جلال برابرست
 هر چند مشکست با سال برابرست
 این نکته ها که با در و مر جال برابرست
 جوش عرق بموجبه طوفان برابرست
 خود یک نگه به لطف نمایاں برابرست
 با صد هزار بخشش احساں برابرست
 گر اندکست هم بفراوان برابرست
 در شهر و باغ و کوه بیاباں برابرست
 دهمیم شه به نیر رخشاں برابرست

هشتمین قصیده

خورشید به بیت الشرف خویش در آمد
 دارای فرید دل فرزندانه فرخ
 همتای بهاندار نه بینی به جهاں در
 در حضرت شاه همه دال و همه رالی
 خورشید بر یوزه دهمیم رخ آورد
 از پیش که هر بود پیشکش شاه

زانسان که شهنشاه به اورنگ بر آمد
 کز فرزادان لقبش بوظیفه آمد
 کز فرخ و فرہنگ بهانے دگر آمد
 کاندر همه جاد و همه بخش سمر آمد
 بهرام طلب گار کلاه و کمس آمد
 هر گوهر رخشنده که از کال بدر آمد

له در مدح بهادر شاه ظفر این قصیده در نسخه "د" نیست.

با خاک در شاه ز خورشید مزن دم
 با ذره خاک در خسر و چکت مهر
 هراز شرف خویش بمن داد نشانی
 آن وعده که فردا است هم امروز وفا شد
 این دیدگرا نمایه بر دیده نه بخشند
 با کوس و علم علم و هنر چون نکتند جمع
 بالعل و گهر جود و کرم چون ندید سازند
 در عهد و عه آسبب جزین نیست که گویند
 از راه کرم پایه اهل هنر افزود
 هر جا که سپه بردن زمین موجه کفول زد
 راز دل سودا زده در سینه نه گنج
 از ذره سخن گوی که خورشید گر آمد
 خود روشنی هرازین خاک در آمد
 وانکه به نظر گاه شهم را هبر آمد
 کاینک رخ رخشده شه در نظر آمد
 منت کش چشم که حقیقت نگر آمد
 شایه که بفرهنگ خرد نامور آمد
 شایه که بفرتاب نظر مهر سر آمد
 بر کشتی درویش ز موج گهر آمد
 از روی خرد کار روانی هنر آمد
 هر سو که رخ آورد نوید ظفر آمد
 اندیشه با هنک غزل پرده در آمد

مطلع ثانی

بر نقش من از ناز و ادا مویه گر آمد

تا روز فرود رفت شب بجز سر آمد

مارا بستم گشت و فریب دگران را
 تنگست ره عشق بیاتایه منسایم
 تا عی چه قدر جوش به خم زد که درین دور
 سازد طربم تا چه نواداشته باشد
 آوازه شنیدیم و ندیدیم همسانا
 چون جز به گرایش نفرستند بلا را
 در حلقه ماتم ز ره مهر در آمد
 خوں می چکد از باد کز آن ره گز آمد
 مارا به نخستین قدح اندر گذر آمد
 بچون زخمه و تارش زدگ و نیشتر آمد
 معشوقه نوا نیست که اند پرده بر آمد
 چند آنکه بلا بیش طرب بیشتر آمد

دیگر ره بیر و نشد و غنای نبودست
 خنجر به گفت دشمن و نشتر به گفت دوست
 یک شعله بود غم که از آن شعله به تقسیم
 غالب به ادب باش که در بزم شهنشاه
 این منظر اقبال بدال پایه بلند است
 در دانش و بینش ز شهنشاه سخن آرم
 دل آئینه و دیده بود جام جهان بین
 نازم بسویدای دلش کایں در قیام
 هر کس که ز مسکین نفسیهای تو دم زد
 در ره گزیده رح تو چند آنکه ز دم گام
 بباد ز رخس تو سخن رفت فرد ماند
 زان روی که ماند بر رخ راه غلط شد
 بدخواه ترا کش خطر از عالم بالا است
 آنی که فی کلک تو چوں خامه تقدیر
 زنی همه خیری تو و خیرست در دزم
 شرفیت جزا مر عدی کوزه هستی
 زان رو که نه از زمره ارباب یایم
 گز خود همه یک روزه بودستی کونین
 در خامه ز زمره روش شرط و جزا نیز
 تا نامزد صبح شناسند دمیدن

در خستگی دل فرخ از چشم ترا آمد
 سودا زده عشق تر خون بدر آمد
 دود از دم دسوز از دل دل غار جگر آمد
 فرشیست کش از اطلس چرخ آستر آمد
 کز گردش سر شخص خود را خطر آمد
 کش دیده و دل مایه ده یکدگر آمد
 هنگامه اسکت در دجشید سر آمد
 مجموعه احکام قصا و تدبیر آمد
 چوں سایه سواد ختنش بر اثر آمد
 چوں سبزه ره سطح فلک بے سپر آمد
 با ابر زایشار تو گفتیم ترا آمد
 گز زخم بداندیش ترا بر سپر آمد
 چوں پر تو مه سیل ز دیوار و در آمد
 پر کار کشای رقم خیر و شر آمد
 اقبال تو اعدای ترا جان شکر آمد
 خیرست دم خنجر اگر تیز تر آمد
 در مدح و دعلک تو سخن مختصر آمد
 خوش باش که عهد تو هم آنرا سحر آمد
 کایں شیوه در آئین دعا معتبر آمد
 تا در صفت روز سرایند بر آمد

هر روز بدان جلوه بر آئی که سرایند
خوشید به بیت اشرف خویش در آمد

نوزدهمین قصیده^{۱۹}

دوش در عالم معنی که ز صورت بالا است
خواند از دیده و ری دیده و رای را به بیا
راز هفت اختر و نه چرخ پش و پند از بجا
بر لب راز پش و رای نه سز مهر سکوت
دانش ندوز نیاید که شکوهد ز سوال
ز پرانده و گنجور تر از دوردست
چون بدانش نتوان گشت توانگر بپای
ر هر دانی به بخار شناسا بودند
اندر آن حلقه بدین فتنه هزار روز داد
که نداریم درین دایره آهنگ سماع
کیست تا جرعه کش باده تحقیق شود
ای فریبده سخنهای شناسائی راز
چون کس از بهنفسان زخمه بر آک تا نزد
رفتم آشفته و سرمست و پس ز لایه و لاغ
گفتم اسرار نهانی ز تو پرسش دارم

عقل فعال سر پرده زد و بزم آراست
تابه بیند که اسرار نهانی پیدا است
در دستان نتوان گفت که پرش غماست
ساقی نمیکرد هوش زبان گویا است
راز با غنچه و نشگفته و گفتار صباست
ما که شایم زمار خصمت یثار و عطا است
لاجرم هر که گدای در مانیت گداست
ناکه از خویش رسیدند که یارب چه صلاست
و ندرال زمره بدین زمزمه غبار خاص است
حاصل مازنی و چنگ همین صوت و صداست
الحذر الحذر ای قوم که می هوش رباست
نشناسیم که ما را سخن از برگ و فواست
منکه آزادیم انداز و رم از خویش و است
گفتم اینک دل و دین گفت از شت و بجا است
گفت جز محرمی ذات کنی چون و چرا است

له در مدح بهادر شاه ظفر - ۱۹ این قصیده در نسخه "د" نیست.

گفتمش چیست جهان گفت سر پرده راز
گفتم از کثرت و وحدت سخن گوی بر مرز
گفتم آیا چه بود کشمکش رد و قبول
گفتمش ذره به خورشید رسد گفت محال
گفتم آن خسرو خوابان سخن گویش هند
گفتم از بالش پر چاره ندارد سر من
گفتم از اهل فنا که خبر هست بگوی
گفتم از داغ چه خیزد که نهندم بر دل
گفتم افسوس که کمتر دیدم داد سپهر
گفتم آن بیت که همواره سرای از کسیت
گفتم از چیست که چون شمع گدازد نفسم
بره بیت شرف مهر چرا شد گفتم
بوی فخر قبله آفاق که در مسلک شوق
همه عالم عدم و ذات تو برهان وجود
مادرش کو رکنند هر که بزاید اخول
سایه خود همزه شخصست و تویی سایه حق
سایه چوں لازم شخصست و تویی یعنی چه
بسکه از فیض تو بالید بهاران بر خویش
نشویم صوت مزا میر و ضرورت سماع

گفتمش چیست سخن گفت جگر گوشه ما است
گفت موج و کف و گرداب همانا دریا است
گفت آه از سراسر رشته که در دست است
گفتمش کوشش من در طلبش گفت دامن است
گفت گر گوش هند زهره گفتار کر است
گفت هر سر که چنینست سزای سزا است
گفت ای قافله بے گرد ره و بانگ است
گفت چوں در و گرانپای شود داغ و دامن است
گفت خاموش که در داد و نگیرد کم و کاست
گفت غالب که هم از غالب شفته نواست
گفت جان پدر ریشنی طبع بلا است
گفت کاشانه سر منگاشه هر دو سرا است
بر که روی تو دارد و بهماں قبله نماست
آنکه بر سر لا چوں بفرایند الا است
بسکه در عهد تو فرجام دینی برخاست
سجده گر پیش تو آرمیم نه بیجا که بجاست
نیست همتا تو موجود که ایزد یکتا است
موج گل دامن گرفتاری مرغان هوا است
لاجرم خامه به گلبانگ غزل پرده سرا است

مطلع ثانی

گر همی خوش بهار است چه حاجت بصباست
که خود از تنگی جلیبیرین غنچه قیاس است

خاک را سبزه هر آینه بگردون روش
رنگ گل بسکه فراهم شده در طبع نبات
گل شمر گر به گلستان همه سنبل بین
سایه نخل نزد گشت سوادش دد دهر
گر فضایش شمری جمله پر از گل نگر می
دم نظاره چو بلبل به پیچد به شجر
نسبت نامیه با سبزه و گل خاص نماند
صوفیا را شده قطع نظر از غیر محال
در سرفرزه هر خاک هوا دگر است
سخن از خلل بهار رفت دگر یاد آمد
آسمان پایه شها چرخ بریں بار گها
جان نشاندن برست زنده جاویدم کرد
بنده ساده دلم بندگی آئین منست
برمن از بخت نکو هیده چه بنجم چه گزشت
هر چه باشوق ملائیم نقد مرگ دلست
خانه از سیل بیفتد بود اریل بهار
رنج این نشاء گرانپای نباشد چندین

تا که را خوشه همانا به ثریا ماناست
رستنی گر همه برگست دگر خار حناست
خون ز گرمی چو زند جوش لبوز سوداست
بسکه در روز بفرود از شب هر چه بکاست
آن تفاوت که در اندیشه ز گل تابکیاست
بسکه از فیض نوتار نگه بهره رباست
خود سخن ختم نکرد اگر از نشو مناست
که نظیر زمین مدد آب و هواست
هائ و هائ سبزه نو خیز مگر غفل هماست
مدح شاهنشاه دالا که سزاوارثناست
لے که روی تو هر آینه نظرگاه خداست
در صف صوفیه گویند بقا بعد فناست
از تو پر کشش نه داز بنده پر کشش سزااست
برمن از چرخ فردایه چگویم چه جفاست
هر چه بر طبع گوارا نبود جان ز ساست
آتش از آب بمیرد خود اگر آب بقاست
برمن آن میرود و امروزی که گوی زداست

خون چکد خاصه از آن دل که خفته دارد
بسکه گم گشت ز تاریکی و تشنگی گویم
اینکه بینی و پیرسی که چه خواهی سهیلست
رشته بر من بچکان باده گلزنای بنوشش
اثر تربیت تست کمالم به سخن
فیض حقست قبول سخن و شادی فتح
پنجون شاعر و صوفی و بخومی و حکیم
ذوق و روح تو بر آن داشته باشد کامرود
اینکه خور در محل و مه به دو پیکر باشد
باده باینرا عظم زده کیوان به حمل
زهره دیارم به محل تن زدم از خبث زحل
قاضی چرخ که درخوشه بود و اثر دل پوس
چون فزود آمده مرتج به منزل که ماه
تا چه افتاده که در خانه قاضیست دیر
گشته در دل و اسد روی بر و جاده نور
لوحش الله گهر افشانی نال تسلیم
تا چه در راه نشانده است که از کثرت شوق
نیست در هر دی از سایه و سرشته گزیده
تا قضا نسخه اجمالی آمارت در

ورنه در سینه دل هر که بینی در داست
مگر آن کلبه که من داشته در صحر است
آه از آن دم که نه بینی و پیرسی که کجاست
جرعه بر خاک نشاندن روشن اهل صفاست
زار پسندید بس سحر بیانی که مراست
به قلم نازم اگر تکیه موکد به عصاست
نیست در دهر تلم مدعی نکته گواست
رگ نالشیه ز دم گر چه قمر در جزاست
هست تسلیم و همایون نظر هر فزاست
همنشینی به شهنشه زکشا در ز خطاست
به رشته مطربه آورده نه دهقان تنهاست
متحیر که چرا اوج دو بالش یکجاست
کلبه یک طرف گاه سپید نه رواست
پر کشش واقعه هست اگر پرسی راست
دنب راس که از طالع و غارت پیداست
یارب آشخورای ابر کدایی دریاست
میرد خامه من پیش و نه رو بقفاست
خامه رهبر بود و سایه و سرشته دعاست
تا قدر صورت تفصیلی احکام قضاست

بجمله محیط انوار الهی باشی
کاپچہ خواهند ازین جمله مفصل پیدا

بستمین قصیده

عید است فشا طوطی و طرب و زمزمه عاست
 باد از جهت بزم شه آید مگر امروز
 برو عده فردا چه نهم دل که ز دیروز
 طوبی همه نخلیست که از جای نه چنبد
 پیدا است که ساقی که بود در مغاں را
 زلفش نگر آنکه بمن شیفته بهمن سالی
 دے نوبت شاه که شام و بل کوفت
 گوئی رخصت رفت به شبگیر و درین راه
 از فرخی عید و تماشا می عید
 مگر خلق بانگشت نمایند مگر نو
 هر شب غم آن بود که چوں صبح زنده دم
 امشب چه غم از صبح که در انجمن ما
 عید است و سلامی خورد و نوش است جهان را
 از روزه اگر کوفته باده دوا گیسر
 می نوش و میندیش و کن شرم که در شهر
 گمرا عطف دل مرده سفید است به دایش
 لب تشنگی باده گلزنک ندانست
 خود وجه می از قیمت حلوا نبوذ بیش

می نوش گنه بر من اگر باده حرامست
 کز بوب گل و باده فرخ بخشش شامست
 در حلقه میهم و شکن طره لامست
 اینجا سخن از ساقی طاووس خرامست
 هر چند من از رشک گویم که چه نامست
 گر سنبل فردوس چنین غالیه قامست
 کامشب بهماں خاتمه ماه صیامت
 منزل که دیر در بهماں سرحد شامست
 در غم سرانمیت اگر خود لب بامست
 مارا بخت از ساغر می ماه تمامست
 بر خاک بریزیم اگر آب بجامست
 افطار به گلابانگ می آشامی شامست
 می روزه نباشد که درین روز حرامست
 این مسئله حل گشت ز ساقی که امامست
 میخواره بود حاکم و داعظه عوامست
 خود لوح مزار نیست که از سنگ خامست
 آن خواجه که امروز در ایشاطعامست
 آلات سفالینه بهایش دوسه دامست

له در مدح بهادر شاه ظفر این قصیده در نسخه "ک" نیست.

آهنگ تو در زمزمه دل می برد از کف
 باں همدم دیرینه که غم خوار منستی
 دامن آرنجهاں خرقه و سجاده گرد کن
 آن باده که اندر آنکه قوت دل جانست
 امید که چوں بنده تنگایه نسباشی
 هشدار که در مستی اگر پائے نه لغزد
 گیرم که نشاط آمده چوں مرغ به پرواز
 در دایره دور قدح دیر نه کجند
 چوں بخودم روت دهد یک قدح از دست
 گویند که گردون دگر آرد رمضان را
 آمد ز عطایه شه جم کو کبیه ما را
 سلطان فلک رخس بهادر شه غازی
 گردنده فلک بنگر و خورشید درخشاں
 عیدست و دم صبح و بودا بختن آرائی
 عامست زمین بوس شهنشاه دریں روز
 والا خلف شاهجهان میں و مشکو هاش
 لے شاه سخن در که به احیای معانی
 ایماں به دلاویزی گفتار تو دارم
 با منظر اقبال تو او چیست که آن را
 تا فرق توان کرد خدا را از خداوند
 با ساغر شه ساغر خورشید سفاست

میں مطرب مرغوله نوا اینچہ مقامست
 رو بادہ بچنگ آرا اگر خودم بہ وامست
 لیکن نہ سے پختہ بہ آن بادہ کہ خامست
 آن بادہ کہ اند ذائقہ سود لب و کامست
 می خوردن ہر روزہ ز عادات کرامست
 زمین زاویہ تا میگردہ میدان دوست گامست
 آخر نہ تو صیاد و قدح حلقہ دامست
 ساتی گری آوردن جام از پیچہ جامست
 در جیب فروریز کہ این حق مسامست
 تا یازدہ مہ خود سخن از شرب مدامست
 نعمت بہا است و تمنم بہ دوا مست
 کش ابلق ایام دریں دایرہ رامست
 شہ را یضایں تو سن ز رینہ ستامست
 شاہے کہ درش قبلہ جمہور انامست
 از بندہ سو قیصر و غفور پیامست
 از شوکت محمود چگونہ کہ ظلامست
 کار سخن از معجز نطق توبہ کامست
 مارا چہ اگر نظم نظامی بنظامست
 از سبزہ گردون خط پشت لب بامست
 در پیش شہ از ما عوین سجدہ سلامست
 با خنجر شہ خنجر مر تیغ نیامست

در بزم ندیم تو اگر تو رو پیشک است در بزم زبون تو اگر رستم و سام است
 بدخواه تو در بد روشی عادمعا دست سرسنگ تو در تیغ زنی سام سام است
 در یوزه سیم و زر و لعل و گهرم نیست گفتار مرا جایزه تحسین کلام است
 غالب چه زنده دم زد عاکنه تو خود او را تو قبیح ثنا خوانی و اقبال مدام است
 در دست همی چشم باز روی تو در نگاه
 این نامه که زد خامه رقم زخم پناست

بست و یکم قصیده

دے کہ گشت ندامتی تماشا را سپیدہ سحری غازہ روی دنیا را
 بد لکشی رفتار زخمہ مطرب بزم کشود راہ بروں شد ساز آدا را
 فروختیم متاع سخن بدیں فسر یاد کہ مژدہ بادشاسندگان کالا را
 مذاجر بندگی بت گزشتیم آن خواہم کہ نشنوم زر قیباں دیر غوغا را
 چرا بود کہ سکندر رود بتا رویی فشرده ام بخسرات لای پالا را
 قرار داد چنین بود دست پسندارم کہ روز خوش نہ نمایند چشم بینا را
 عیار کعبہ رواں تا بہ تشنگی گیرند نداده اند دران دشت راہ دریا را
 در آبہ کلبہ ویران ما کہ پسنداری ز شش بہت ہم آوردہ ایم صحرا را
 ز سر نوشت جدا نیست نامہ اعمال طراز صورت دی بودہ است فردا را
 بعہد خویش سگالم ہلاک ہفت سپہر بمن دہند مگر کار و بار آبا را
 بہ دزدی آمدہ ہند دے غم کعبہ دل کہ بر کند حجر الاسود سویدا را

لے در مدح بہادر شاہ ظفر در نسخہ "د" این قصیدہ نیست۔

هزار دوزخ سوزنده در قفا مانده است
 ذرا از اختردگر دوزخ دم زنی که هنوز
 بر مصوری آموز تا چو کار کنی
 ز دست رفته عنایم بعالی که در آن
 نخه زباده مرا بود از عزیزان پرش
 نه خوں چکیده زرش و زبوده دیده زیش
 تو ای که چون بعد طرح آشتی فکری
 بحق تمنی ز هراب غم که نوشم باد
 بهای دل نشامی فروز ز نیم نگاه
 دمی که دلوله رستخیز انگیزد
 رواں درانی و در عذر آل دل خرام
 فزاید آل همه جرات به و انموده نظیر
 و گر به جائزه آل طره تخم اندر تخم
 بساط عیش ز جنت برم بیای عرش
 تو هر پیشه دلی بند تخم نه آغوش مست
 دگر زبانه دمی نامد از عدم بوجود
 بجلوه گاه شهود آدم چسرا تنها
 دگر بود ز چه ناید نه اندرین محفل
 نگفته ام که مکن قبله دعا از نور
 مشو ستاره پرستار کافای بهت
 بدای که از ره صورت نه از ره نیست

همی برو بستم تا کجا بر دمارا
 همی ز هم نشناسی ستان و در دارا
 در آن میاں تگری روی کار فرارا
 به رشته ریش کند طفل پائے عنقا را
 که ریختن پس از سن بخاک صهبا را
 ز چاک سینه چه ارزش فرو دوزما را
 به من در افتی و پر سی طویق حلوا را
 ز بوسه بر لب من ریز من و سلوی را
 مگر فروخته باشم متاع یغمارا
 ز خواب گاه کس طفل و پیر و برنارا
 بجل کنند ستم های بے محابا را
 که اهل حشر شفاعت کنند لیس را
 نهند در کف شوقم نه زلف حورا را
 به بن خودی نشناسم ز سدره طوبی را
 چراست کاینکه در هم نشسته ده مارا
 چه روی داد روانهای ناشکیبارا
 مگر نیافتد باشم بغیب همتا را
 شکسته ایم بروی بساط مینا را
 ولی چه سود پراگنده کردن اجزا را
 فرو گرفته فروغش نهان و پیدارا
 ز هم جداست اگر قبله گبر و ترسارا

مراست قبله حاجات و کعبه اعمال
 دوم بگردشش گردم ارچه بے اوست
 گو که گرد سر بادشاه گردیدن
 به کعبه رشک برم زان که در دلم گزرد
 ز من پیرس هر آئینه کال جهان با کست
 فروغ اختر دنیا دین بهادر شاه
 جهان دانش و بینش که در جهان داری
 ز دیر باز تماشا میان خمیره نگاه
 قضا در پیمو کشوده در نه نسبت
 رخ مخدّره دین ندیده در مستی
 طراز کسوت نام آوری شناخته اند
 خدایگان سلاطین بشیوه تحقیق
 بر غم تخت سلیمان که بر هوا میرفت
 به عکس خاتم جم کا هرمن ر بود از دوس
 بهای خاک درش میدهند آب حیات
 ز نظم شاه چگونی مگر فرد آری
 ز شاه سجزه آندم طلب که در جنبش
 نه در بهار که گرد در خزاں سحر گاه
 برین مقدم خاقان به صحن باغ نبات
 خورد بهر رخ سرش ناگهان اگر فراش
 دم افاده ز حکمت چنان سخن راند

یگانه که بهزش کشوده ام حبا را
 بهانه ساخته ام رسم عید اضحی را
 نه در خورست جز آل چتر آسمان سا را
 که کعبه داشته باشد خود این تمنا را
 مباد نام بری کیقباد و داورا را
 که اختران بدرش سوده اند سیما را
 نزوده فزه و فرنگ لفظ و معنی را
 گزیده اند غلط های راست مانا را
 هوای کاخ مصور بود ز لحن ارا
 کشیده اند در آغوش زان دینار را
 لولای دست و تاج و نگین و تمنا را
 گسست بند رو شاهای ناشناس را
 بروی آب همی گسترده مصلّا را
 همی هند به نگین خانه چشم بینا را
 بران سریم که بر هم زخم سودا را
 پے مثال زاد ج فلک ثریا را
 به گاهواره سخن گو کند مسیحا را
 بفرص سوے گلستان رود تماشا را
 بروزنامه از بیکه قسط افلاک را
 فراز سبزه هند تکیه گاه دیبا را
 که بنگرند ز صورت جدا هیولای را

نه از مشاهده مانا که از شنیدن اسم
 ز به زردی شناساوری شناساگر
 چه بحر موهبه و گرداب در نظر دارد
 روا بود که در اندیشه انحصار کند
 شدم خموش و گریب چه میگری غالب
 گریزگاه جزایں جاده ریزاننداشت
 نشاط در زم از انجاش شتابد عا
 وجود تا نبود جز به چشم بینش را
 بدهر صورت پیوند لفظ و معنی باد
 زردی ضابطه مدت آن بود مکرور
 نشان دهد که چه در دل بود مسمی را
 رموز تفرقه و جمع دلا و الا را
 شهود ذات و صفات و شیون اسما را
 تجلیات کمالات حق تعالی را
 من آن نیم که نه نهیده باشم ایما را
 گزیر به منطق صوفی فتاد انشا را
 بدین پیاله کشم باده قولا را
 نمود تا نبود جز به لفظ معنی را
 طراز نام شهنشاه و طرز طغارا
 سنین عمر شهنشاه عالم آرا را
 که سعی سیر ثوابت بحسب رای حکیم
 در آورد به نشانگاه نور جوزا را

بست و دویم قصیده

دیگر بدای ادا که وزد در بهار باد
 وقتت کز تراوش شبهنم ز جوش مهر
 وقتت کز شکر نه آثار نامیه
 وقتت کا درد زره آورده بهار
 با محتسب بگوی که سستی گناه نیست
 دارد به پویه کلک مرا بے قرار باد
 گوهر نشان شود بے سبزه زار باد
 بند و حنا زلاله بدست چتر باد
 بے جام و آبگینه حنیخا رباد
 زیر لب بجل باده خورد باده خوار باد

له در مدح بهادر شاه ظفر در نسخه "د" طبع شده است.

گنج روان باد کست تا دید خاک
 بود از گهر به بطن صد نقشبند ایر
 از تنگ درزی گل و نسری که با همست
 سوسن کشیده خنجر و سنبل نهاده ام
 گل بین که خست در گزر باد و بهیچان
 رفت آنکه پوے پوے بهر سوز خاک راه
 بینی که سبزه زار همی بر هوا رود
 از گونه گون شقائق و از رنگ رنگ گل
 سنبل چرا از غصه نه پیچد به خوشیتن
 در باغ و در باغ بهر نمود شکوه خویش
 فرجام شادی خود از انبوهی نهال
 صبر از نهاد خاک بدر بردن بهار
 زین بعد رنگ را نتواند نهفت خاک
 بهنگر قماش سبزه که با فدر دای خضر
 با آب در سپارش گل شد سخن دراز
 با عطر پیرهن نگر آید ز بوے گل
 تا سر و سنج سنجد و گل پیرهن درو
 نه باد بلکه خود دم جان بخش میو نیست
 زان رو که چار سوے بهان را فرو گرفت
 سلطان ابو ظفر که ز بیم سیاستش
 خورشید فرو دفتر آثار راے است

راز نهان خاک کست آشکار باد
 گشت از شفق بر اوج هوای کار باد
 در هر وی خورد بخیا باں فشار باد
 نه شگفت کز میانه رود بر کنار باد
 خندد بعشوه تا نشود شر مسار باد
 اینک خنجر عیار به نیروے کار باد
 انگیزد از بسط زمیں گر عیار باد
 ز نقشهای بو قلموں صد هزار باد
 کش جز به سبزی نه تند در شمار باد
 دارد هواے پرورش برگ و بار باد
 بیند دے که بگذرد از شاخسار باد
 تا رشک بر زمیں نبرد زینهار باد
 ز انساں که بوے را نبود راز دار باد
 بی آنکه بود را بهسم آرد بیتار باد
 هر لحه هر زده نگر د از جو یار باد
 عشاق را نمانده دگر غمگسار باد
 رقص از تندر و حبت سرود از هزار باد
 نامش نهاده اند درین روزگار باد
 ماند به پرچم علم شهر یار باد
 خم خورده از چراغ سر بر بگذار باد
 اینک رعبوده ایس ورق ز رنگار باد

در بزم که نهاده بفرقش نسیم گل
 بادست رخسار شه که دهد خاکمال حضم
 بآباد پای شاه گران روی داری
 تا زویدان شتاب که در بازگشت می
 نازم بدان بهلای بهایون اثر که هست
 در ده گزار فوج نگر گرد باد را
 افتاده گریه طره گریه در هوش گره
 صبحی به فرخ انجمن شهر یار یافت
 افشاند لاله و گل در یحیا در انجمن
 پیغامه حبیبیت گریه باین نشانده شد
 در عرض رنگ بوی ریاحین بهار را
 در مدح شه روانی طبعم نه باد صبح
 در بزم گاه نظم زد و در چراغ من
 از جنبش قلم به کینگاه فکر من
 از بخت تیره طبع روان مرا چه بیم
 برون ز مقتضای طبیعت کرشمه السیت
 خواهد که بهر سرمه چشم سخنوران
 داند سخن گران از نفس گرم من بیان
 بامن حدیث مہنصال تربات گیر
 خود را طفیل شاه ستایم که بهر گل
 گفتی که حق مدح ز غالب دان شد

در بزم جافتاده ز تیغش فگار باد
 آسان ز قوم عاد بر آورد و مار باد
 در ده نند نشان و در آید بکار باد
 گردد بهماں بگام نخستین دو چار باد
 در کارزار آتش و در خارزار باد
 از بیم ترکت از خرد در حصار باد
 گردید شانه دش همه تن خار باد
 از بهر کار سازی نوروز بار باد
 کز دیر باز بود درین انتظار باد
 کا و رده عذر خواه کف رسته دار باد
 باشد به پیشگاه چسمن پیشکار باد
 ماند بشرط آنکه بود مشکبار باد
 یا بد شمیم نماند مشک تار باد
 باشد فرشته صید و سلیمان شکار باد
 خوش بگزید ز خلوت شهباز باد
 دانی که از چه می و زدم به مزار باد
 خاک مرا برد به صفا جان دیار باد
 در رخت خواب غنچه نشانده شرار باد
 دزد رفیقاں اگر رود از شمار باد
 بندد طراز نامیه بر جیب خار باد
 در موقف دعا نفسم حق گزار باد

دولت بکارگاه بقا زودم از دودم
 یارب بقلب خسرو فرج تبار باد
 باشهریار عهد وفا بست روزگار
 یارب بنقلب عهد وفا استوار باد
 نامش که محضر ملکی را زوده ارج
 در منطق ملوک خداوند گار باد
 گیهای خندیده را بسریه شهنشی
 پیوسته تکیه بر کرم کردگار باد

بست و تسوین قصیده

ما بهانیم و سیه مستی هر روزه هما
 نه شب جمعه شناسیم نه ماه رمضان
 مستیم رانه بود مطرب ساقی درکار
 مستیم را نه بود نامه سیاهی فرجام
 مستم امانه ازاں باده که آید ز فنگ
 مستم امانه ازاں باده که در سنگ اندازد
 بشکر که در ساغر من ریخته اند
 زده ام جام بزمیکه در اں بزمگهست
 می چنان نیست که خیزی و بخاکش ریزی
 خون من باد بد ز باده زرد ریزد اگر
 مست پیمان پیمان استم بگزارد
 لاجرم صرفه در انست که در بنجبری
 همدین فصل که مستانه سخن می گردد
 نه شب جمعه شناسیم نه ماه رمضان
 مستیم را نبود نغمه و صبا سامان
 مستیم را نبود باده پرستی عنوان
 مستم امانه ازاں باده که سازند مغان
 به فی و جنگ خورند آخر ماه شعبان
 می بیرنگ ز میخانه بے نام و نشان
 ساقی اندیشه و مینا دل در اذق عرفا
 شیشه بشکن که من از دست نخواهم تاول
 صدره این شیشه ز مستی زده ام بر بند
 منکه مستم چه شناسم که چه بستم پیا
 گزرد سال و مه و روز و شب من یکسا
 نکته چند سرالیم ز و خوب و املکان

له در مدح بهادر شاه ظفر در نسخه "د" نیست.

صور کون نقوش ست و هیولای صفحہ
 هستی محض تغیر نہ پذیرد ز نهاد
 ہچنان در تنق غیب ثبوتی دارند
 نتوان گفت کہ عینست چرانتوان گفت
 پر تو و لعل ندانی کہ بود جز خورشید
 عالم از ذات جدا نبود و جز ذات
 صبحگاہی کہ گزر سوسے چین بود و ز دور
 ناگہ آں آفت نظارہ و غارت گر ہوش
 آمد آشفۃ و سرمست بیاں پویہ کہ پایے
 غار خار غم صورت شکم ریخت بحیب
 گفتم لے حوصلہ پر داند کیاں پایہ لوک
 آمدی سوسے من از ہر کہ عیدست امروز
 بنچو دم لیک دو صد پرہہ سردن دایم
 خلق را کردہ سرا سیمہ ہوا خواہی عید
 عید را عشرت خاصست و راز من پرسی
 عشرت عید نہ آنست کہ تپچوں نہ ہاد
 عشرت عید نہ آنست کہ ہچوں اطفال
 عشرت عید نہ آنست کہ در بزم نشاط
 عشرت عید نہ آنست کہ از بادہ ناب
 عشرت عید نہ آنست کہ بالدمہ نو
 عشرت عید نہ آنست کہ بانگ و دستخ

صفحہ عنقا ست چہ گوئی ز نقوش لواں
 حوت الاں کما کان ازین صفحہ بخواں
 بوجودی کہ ندارند ز خارج عیاں
 صور علیہ کز علم نیاید بہ عیاں
 موج و گرداب نسبی کہ بود جرمہاں
 پھو رازی کہ بود در دل فرزانہاں
 میزد مہ بر گل نشگفتہ معنی دستاں
 کہ غزالیست سخنگوی دہالیست رواں
 تاب خوردی ز سر طرہ و طرت داماں
 بود می کاش ز پیراہن صورت عیاں
 گفتم لے خانہ بر اندازمغاں شیوہاں
 عید قربان کسے کش شدہ باشی ہماں
 بہ مقامے کہ سخن گویم و جوئے برہاں
 جز ہواد ہوس از عید چہ خواہد ناداں
 گویم البتہ نہ راز ست کہ گفتن نتوان
 شیر و خرماں بہم آری پے آرایش جاں
 جامہ در بر کنی از تیزی و دیبا و کتاں
 ریزی آئناہ گل دلالہ کہ کردی پناں
 بسرو خنمہ پر ویز شوی جوئے فشاں
 از خنمہ ست تو در گردن ہر پیر و جواں
 خیزد آئناہ کہ در لرزہ در آید میداں

عشرت عید نه آنست که گردنم رخس
 عشرت عید کسے راست که چوں صبح دم
 عشرت عید کسے راست که چوں حرف نند
 آن توئی خسرو در دشت دل و فرزانہ ستائ
 من سخن گوئی سعطارد دم ناهید نشید
 از تو باید که نسیانی نفسم را نیز
 تیزی فکر من از تست ز گردن چهره خطر
 از بزم مصرع بر جسته بر آید در وجد
 این جنوبی و شمالی چه نمساید گردون
 نه بسی نقش دلاویز کشیدم زان دست
 به سخن زنده جاوید شدم داد آنست
 دم بدم گرد و دلم گردد و پیر و انکمنم
 این چه موج است که از خون جگر میخیزد
 در شن گتری شاه نه از بے ادبیت
 تو سن طبع رواں دم ز حردن زده بود
 مطلع تازه بدان آب طرازم در مدح
 سرمه دیده خورشید شود در جولان
 دیده مالده به کف پای خدیو گیسوان
 لب به تحسین دے از مهر کشاید خاقان
 این منم غالب فرزانہ اعجاز بیاں
 تو جہاں جوی قمر بجز کیوان ایوان
 از من آید که دم در تن اندیشه رواں
 سختی دهر شود تیغ مرا سنگ فنان
 به اداے که رود قیر تو بیرون ز کماں
 دیں ریا حیس و شقایق چه ستاید رعنواں
 نه بسی پرده نیرنگ کشودم ز نیسان
 کاین سودا نیست که در دے بود از مرگالماں
 بو علی را نگزشت آنچه ز دانش به کماں
 ہاں دہاں لے دل آشفته سودا ز وہ ہاں
 کہ سخنور سخن خویشتن آرد بہ میاں
 رانیش از رہ ناراست بہ پیچید عناں
 کہ تو دانی کہ فرو می چکد انجم ز زباں

مطلع ثانی

پرورد تا ہنرش عرصہ شود بر سلطان
 در نہ خورشید چه خواهد ز جگر گوشہ کال

آن بهادرش خور جلوه کیوان پایه
 آنکه از سطوت دی رعشه دود بر اجرام
 آن حد و کش که بیک چوبه دو جانش کند
 زندگی دشمن شه راست ز اسباب پلاک
 نیست اندیشه ز خوں گرمی دشمن که دلش
 حکم شه راست بر افاق روانی در دست
 نتوان گفت که امضانش علی الرغم قضاست
 گردش چرخ به پیش دم رخسارش دم سیر
 در ره مدح فرو مانده تر از خوشبختی
 بزبانے که دو نیم ست بسان دل من
 که گراز حوصله خلق نشان باید داد
 پایه شاه هر آئینه بلند ست بلند
 در باندازه بالیست سخن باید راند
 چوں فرو ماندگی کلک سبک رود دیدم
 باز بهوشی دیرینه بیاد دم آمد
 سخن از بزم خوش آنست که بیرون رود
 رفت بر من ستم از من که ز دم گام فراخ
 می کشم نقش دعا در تو وفا می طلبی
 در وفا عهد من آنست که باشم گیرنگ

که خود از عمر تو تار و زر قیامت گزرد
 آن قدر عرصه که در آب نشیند نپکاں

آن بهادرش مه رایت مرتج نساں
 آنکه از هیبت دی لرزه قند در ارکان
 می جهد لبکه جدا گانه ز تیرش پیکاں
 چه فسادش که بخوں نیست ز شیرینی جال
 می خور دلمه ز خونه که دود در شرپاں
 چرخ گرداں چه کند گر نه پذیرد فرماں
 خود قضا با خودش انباز کند در جریاں
 نیک ماناست به غلطیدن گوی از چوگاں
 خاشم من ز من اندیشه دانه خامه زباں
 بیوایا نه نه خامه بر آورد فغاں
 میتوان گفت سکندر در دربار ادباں
 این نه مدحیست که اندیشه کند ناز و بداں
 نه پذیرد شه دالانه پسندد یزدان
 بار غم بر دل بیحوصله گردید گراں
 رفتم از خویش که بر خویش کنم کار آساں
 به شه آورده ام از دوسه ارادت یماں
 از ره داد گری داد من از من بستاں
 ورق از کف نه دانه ناصیه من میخوای
 وز دعا کام من آنست که باشی چنداں

بست و چارین قصیده

داد کوتا ستم بر اندازد
در رگ ساز من فوای مهت
زین فوای شرفشان ترسم
سرگزشتیت بر زبان که زیبا
بامداداں که آسماں خواهد
لمعه مهر در رگ جاننش
تا ز چستی به مبحث کشتن
تیره خویش بر دها چوں دود
ز نگاری زنی بسا تم دیو
دانگه از زیر گوشه چادر
گوهر آما پرند در پیچید
کچه دباره که فردنگند
رهروان لوا مع سحر
بر بایند و ناپدید کنند
تا گرفت آل بساط برچیند
چوں عرق کز جبین چکد در سحر
هر که بینی همی بر دے طنا

طرح نه چرخ دیگر اندازد
که بر عوله احسگر اندازد
کاتش اندر فواگر اندازد
بر من از خویش بنجر اندازد
کا هر من راز پاور اندازد
خله نوک نشتر اندازد
نون مصدر ز مصدر اندازد
نه بریں سطح اغبر اندازد
از رخ زشت چادر اندازد
گوهر آمود معجز اندازد
از بدوش گوهر اندازد
گاه خلخال دپر گر اندازد
هر چه خاتون ز زیور اندازد
خود فلک طرح دیگر اندازد
ناگزیر آل بسا بر اندازد
جبهه چرخ اختر اندازد
جامه را که شد تر اندازد

رخت مناک خوشتن گردون
 تابش مهر و جنبش ذرات
 مه چو طفلی که ترسد از غوغا
 سایه را پایه نموداری
 باد کز بوی باده مست شود
 ساقی انجن یگه خیزست
 مطرب بزم زخمه اش تیزست
 همدم من که نیست جز دم گرم
 در کبابی که بر سماط نهد
 باده مغز سرم بجوشش آرد
 بوی عودم ز جا برانگیزد
 جهم از جا چنان که جستن من
 شور شوقم ز گرمی رفتار
 حاجت شاه چو بشهر آیم
 راه بر من ز ششجهت بندد
 می شناسد که کیستم و رنم
 گوید اے آنکه رقص خامه تو
 دستگاه تو چار باش ناز
 اینت غالب که آتش از دم گرم
 عید اصحانه جشن نوروزست
 بر در کلبه گو سپند کشد

می برد تا به محور اندازد
 شور در هفت کشور اندازد
 خوشتن راز منظر اندازد
 باد پندار در سر اندازد
 پرده از روی گل بر اندازد
 باده در کاسه زرا اندازد
 تاب در زلف مزمر اندازد
 عود بویا به مجسم اندازد
 خاک از شور محشر اندازد
 نغمه خارم به بستر اندازد
 همچو عودم و را در اندازد
 ز آسماں ماه و اختر اندازد
 هفت دوزخ بره در اندازد
 در رهم خار بیمر اندازد
 مهره دارم بششدر اندازد
 کس چرا صید لاغر اندازد
 سرور را بر صنوبر اندازد
 آنسو هفت چنبر اندازد
 در ماسم سمت در اندازد
 که کس این باد در سر اندازد
 گرنه در غزوه کافر اندازد

نہ کہ بر جالے خون تسربانی
 تا خرد پیکرے فریبندہ
 کو دکان محلہ را در حبیب
 سادہ دل میں کہ پڑہ کا ہے
 طوفِ حجاج و دور پیمانہ
 در بگویند کایں ادا تلخست
 گیر دم مست و ہوش مندانہ
 کہ گرازد رقتش نشان جویند
 ہمہ جارس ہوا بفرصن محال
 ہمہ خاقان و خاں سر دبار و
 در درگاہ شر کہ دیوارش
 آسمان آستان بہادر شاہ
 آن موحّد کہ ہیبتش دم کار
 بہ گماں دوی عطّار و را
 لطفت ہر دم نزولش از خوبی
 نگہ خشمگینش از تیزی
 خود ز جیوں غبار بر خیزد
 در بہ ہمگامی جنیبت خاص
 گرد روی زمین فرو پوشد
 وال سپاہ سپہر بر ہمنزن
 تا ازاں فتنہ جاں برد بہرام
 دم بدم می بہ ساعز اندازد
 مایہ در پیش پیکر اندازد
 اخلگند و د فرزند اندازد
 در گزر گاہ صرصر اندازد
 چوں دو حلقہ بہم در اندازد
 در سے از بذلہ شکر اندازد
 بیرو تا براں در اندازد
 مرغ اندیشہ شہر اندازد
 بر فرازش گزر گر اندازد
 ہمہ کسری و قیصر اندازد
 سایہ بر قصر خضر اندازد
 کہ فلک بر درش سر اندازد
 تیشہ از دست آذر اندازد
 از فرازد و پیکر اندازد
 تشنگان را بہ کوثر اندازد
 نور از روی نیر اندازد
 گر بہ بلبلوں تنگدرا اندازد
 قرعہ بر نام شکر اندازد
 نام بحر از جہاں بر اندازد
 با ختر را بہ خادر اندازد
 جامہ زہرہ در بر اندازد

گز کند ساز محفل آرائی
 بر سرده دور ویه مینو را
 خور در بزم که بجای بساط
 در نور و شراب پالودن
 جانب جسم که می فزود میخورد
 چو کند می بجام پنداری
 اے که دست تو در گهر پاشی
 تیزی دور باش موکب تو
 پرچشم را بیت تو در جنبش
 کلک من بین که هر نفس جانے
 در سستی و سر اندازی
 با سلیمان زند دم از بلقیس
 باز یخا اگر شود همسر از
 یا سمندر اگر بود مساز
 از نوازے که در غزل سجد
 از طرازی که در دعا بسند
 آل قدر زی که در زمانه تو
 طرح از هفت اختر اندازد
 با ارم در برابر اندازد
 طره های معبر اندازد
 در دمی بر سکندر اندازد
 پاره زان فزونی تر اندازد
 که به مهر انور اندازد
 موج در آب گوهر اندازد
 رخنه در سنج سحر اندازد
 از سر مهر افسر اندازد
 در رگ تار مسطر اندازد
 هر کجا هر چه در خور اندازد
 در ره مورد شکر اندازد
 طرح کاخ مصور اندازد
 همه آتش بد فتر اندازد
 حلقه در گوش زاور اندازد
 بر ورق مشک اذفر اندازد
 چرخ را کهنگی بر اندازد

تا قضا بهر آستانه تو
 طرح نه چرخ دیگر اندازد

قصیدہ بست و بچمیں^{۲۵}

در بہاراں چمن از عیش نشانے دارد
 غنچہ مشکیں نفس و لالہ بخورش گلبوے
 یاد را راہ بہ خلوت کدہ غنچہ چراست
 سبزہ رانامیہ انداختہ بادے در سر
 گر یہ ہر چند ز شاد بستی دے ابر بہار
 بر خیزد ز رش گرو دم قطرہ زدن
 تاک از باد خور و آب خوشا بادہ فروش
 ماہم از دست سرایم و گل و سبزہ و باغ
 بعد ازیں در چمن لالہ نہ بیند در خواب
 باد چوں نو سفر اں در دم رفتن رقصد
 گوئی از آتش شہلے زمستان باقیست
 غم گیتی نتواں خورد در ایام بہار
 دیدہ بر غلط سبزہ خط جادہ پدید
 بر زمین جوش سمن میں چہ کنی انجم و چراغ
 چہ زباں گر تو ندانی کہ دعا گوئی گلست
 ز گس آن سر و رواں را بہ گلستاں جوید
 ہر سحر خوبی حسن چمن افزوں بینم
 بو ظفر شاہ جہاں گیر جہاں بخش کراوست

برگ ہر نخل کہ بینی رگ جانے دارد
 انجمن مجمرہ و غالیہ دانے دارد
 گر نہ باشاہ گل را نہ نہانے دارد
 بر خور از ہمہ سری سر و گمانے دارد
 نیز چوں من مژدہ اشکفشانے دارد
 ادہم ابر کہ از برق عنانے دارد
 مایہ در باغ و بیازار و کانے دارد
 داعظ شہر گر از غلد بیلنے دارد
 کوہ کز دیر برہ خواب گرانے دارد
 آب چوں نکتہ و راں طبع روانے دارد
 سنبل و لالہ کہ داغ و دخلنے دارد
 دورہ شمس نو آئیں رمضانے دارد
 آسمانست زمین کاہکشانے دارد
 کہ بود بادیہ و رنگ روانے دارد
 وہ زباں سوسن آزادہ زبانے دارد
 خود ازیں روست کہ چشم نگرانے دارد
 چو شہنشاہ مگر بخت جوانے دارد
 چمن دہراگر سر و روانے دارد

تاج باله که چنین مهر جماله بیند
 لامکاں گزنتواں گفت تو اں گفت که شا
 بر فلک صورت انجم مسکالید که چسیت
 خوان خاقان کرم پیشه که از بخشش عام
 تازش مه به نشا منندی داغش نازم
 در بلندی بکله گوشه شاهست قریں
 تا سپس زان گفت ز ریاض بر آهمن چه رود
 ای که در بزم دل افزون نگامش دیدی
 مشنوا دازه سلجوقی و ساسانی را
 بهل افسانه بغدادی و بسطامی را
 همه دانا منم آل شاعر اعجاز بیایاں
 رفته بالا که نشاں آورد از پایہ من
 دهر گویند ندارد روش دانش و داد
 سخن از ہمدی خامہ نیسانی هست
 معنی از لفظ مرادست سخنور نبود
 بسکه ہر دم رود اند زمزمہ خویش ز خویش
 مدح کز روی گزافست شمار و انصاف
 روی خوش باید قتاب کمر و طرز خرام
 نطق تنها نبود مشن سخن را کافی
 ہم ازیں جاست کہ دانا دل شیر از سرود

تخت نازد کہ چنین شاه نشا نے دارد
 بر تر از ہر چہ تو اں گفت مکا نے دارد
 بگزارد کہ ناں ریزہ خوانے دارد
 بر سر ماندہ ابنوہ ہما نے دارد
 گوئی از سجده آل عتبہ نشا نے دارد
 طالع ہر ستایم کہ قرآنے دارد
 دم بد م تیشہ سر کنڈن جانے دارد
 ہیں کہ در رزم جگر دوز سنا نے دارد
 شہ بفرخ گہری شوکت نشا نے دارد
 شہ بہ بالغ نظری سیر و شانا نے دارد
 کہ زمین کا لبد ناطقہ جانے دارد
 تا بیداں پایہ کہ گردون دورا نے دارد
 ہمہ دارد کہ چو غالب ہمہ دلنے دارد
 کہ ہر آئینہ چو من شیر ثیا نے دارد
 کہ با ہنگ حزنیں ساز بیانا نے دارد
 خواجہ داند کہ دلاویز فغانے دارد
 با خود از خوبی گفتار گما نے دارد
 نبرد دل ز گفت از مور میا نے دارد
 سخن ایمنست کہ ایں تیر کما نے دارد
 بندہ طلعت آل باش کہ آنے دارد

دم گر می که بمن داده بهر کس ندهند
 منشم را به سخن تیز کند تاب نبیزد
 همچو شاهد که تخاصی زند اندر آغوش
 در دوازده مزمه مرده دلال بود العجبت
 داغم از خویش که با خویش زبانم دارم
 در پناه تو رہی راجه غم از فتنه دهر
 عین علم من و بیت الشرف من در دست
 در زمین سخن آنراست تصرف در نور
 نبود در بود البتہ دعای تو بود
 دفتر عمر شهنشہ بمثل تقوی است
 یا جهان نیست جدا گانه خود از روی مثال
 که هر که زبانه سخن هر که زبانی دارد
 میغم از گردش پیمان فانی دارد
 خامه در دست من از ناز فغانی دارد
 موج خوں جوی در آن تن که روانی دارد
 که زافزدنی یک نقطه زیانی دارد
 که خود از دهر بکف خط امانی دارد
 مشتری کوکب علم از سر طانی دارد
 که بدستوری اقلیم ستانی دارد
 گر ثنائی تو به سحر بر کرانی دارد
 که بهر سطر از می زفرانی دارد
 که بهر گوشه جدا گانه بهانی دارد

بیخزاں باد بهار تو علی الرغم جہاں
 تا جہانست و بہاری و خزاںی دارد

بست و ششمین قصیدہ

در ہر دال چوں گہر آبلہ یا بینند
 ہر چہ در دیدہ عیانست نگاہش دارند
 راستی از رقم صفحہ ہستی خوانند
 دور بینان ازل کوری چشم بد بین
 پایہ را پایہ فرا تر از ثریا بینند
 ہر چہ در سینہ نہانست زیما بینند
 نقش کج بر ورق شہیر عفتا بینند
 ہم در اینجا نگرند آنچه در آنجا بینند
 لے در مدح بہادر شاہ ظفر در نسخہ "د" نیست۔

ران زین دیده درال بخت که از دیده در
 راه زین دیده درال پس که در گرمی
 شریک را که بناگاه بدر خواهد بست
 قطره را که هر آئینه گهر خواهد بست
 شام در کوکبه صبح نمایاں نگرند
 وحشت تفرقه در کاخ مصور سخند
 هر چه گوید عجم از خسر و شیرین شنوند
 نشتوهند اگر بکمره مجنون گردند
 خون خورند و جگر از غصه بدندان گیرند
 سروتن را اگر از درد ستوه انگارند
 قطره آب بلب بوسه نشتر شمرند
 چول بدانند که عامست ندانند زهر
 قشقه را از دلق هنگامه هندی خوانند
 برسم و زمزمه و قشقه و زتار و صلیب
 دل نه بندند به نیزنگ درین یرد و رنگ
 جام جویند و زرنده می نگریند به زهد
 هر چه در سونخواں یافت بهر سویا بند
 همه گردند بدان پایه که ادرادانند
 این نظر باک گرانمایه فرا موشش کنند
 نظم را موجه سرچشمه حیواں فهمند

نقطه گر در نظر آرند سویدابینند
 جاده چول نبض تپال تن صحرابینند
 زخمه کردار بتا رگ خارابینند
 صورت آبله بر چهره دریا بینند
 روز در منظر خفاش هویدا بینند
 مجمع انس به نایبست زلیخا بینند
 هر چه آرد و عرب از دماق و حذر بینند
 سخن دشنداگر تحمل سیلابینند
 خویش را چول بسرمانده تنها بینند
 جان و دل را اگر از دوست شکست بینند
 پاره ناں بگلو ریزه میثا بینند
 رقص گرمی اگر از مهر بجوزا بینند
 باده را شمع طرب خانه ترسا بینند
 خرقه و سحر و مسواک و مصلابینند
 هر چه بیند بعنوان تماشا بینند
 سحر انجم اگر درید بهینا بینند
 هر چه در جانتواں دید بهر جا بینند
 هیچ باشند درال وقت که خود را بینند
 چول به نیزنگ سخن شعبده ما بینند
 نثر را نسخه اعجاز مسیحا بینند

گہ پے نقل بصد گونہ تقاضا خواہند
 برو از یاد کہ دنیا ست نمود بے بود
 نهم از عید فرا پیش نگاہ آئست
 ہمدیس روز نشانند جہاں شاہاں را
 خوشتر آئست کہ چوں بے بدر گاہ آرند
 خسرواں را کہ چو ما بہر زمین بوس آیند
 سپہی چند پر اگندہ بمیدان نگرند
 نیز بچہ سپہ از رومی و روسی گویند
 پیش پیش ہمہ تازند و براطراف بساط
 ان یکا دی بصد اخلاص بخوانند و ز دور
 چشم بدور بہادرشہ خورشید بگیں
 بزحمت آراستہ امر و زبایاں کہ در آں
 صورت لہزہ بر اندام سلاطین پیدا ست
 خسرواں سجدہ بر و نکتہ و راں طرح سرا
 بخت آواز غزلخوانی غالب شنوند
 وند راں بزم کہ پردیس دیرن را ماند
 پیکرے فرخ و فرخندہ کہ از بے نیاز
 پے بہ پیدائی اقبال خداداد برند
 دانکہ از جانب اقبال بامید قبول
 بعد از آں کایں ہمہ بینند بہ پیغولہ چشم
 لہ صحیح "وان یکا د" ہے ۔

گہ پے فال بصد رنگ تمنا بینند
 ایں دل افروز نمودی کہ دنیا بینند
 کاندراں آئینہ پیدائی اشیا بینند
 بہ در شاہ جہاں ناصیہ فرسا بینند
 ہم ازاں پیش کہ آں در گہ والا بینند
 بنشینند سر راہ گزر تا بینند
 علمی چند درخشندہ بہ پہنا بینند
 نیز بزم علم از اطلس و دیسا بینند
 بسر پائے بیابند اگر جا بینند
 شاہ جسم کوکبہ را انجمن آرا بینند
 کہ لوایش بسر گنبد خضریٰ بینند
 نہ قدح بر کف دنی بادہ بمینا بینند
 موجہ را کہ بہ پیمانہ ز صہبای بینند
 بزم نظارہ فروز خرد افزا بینند
 بخت انداز جہیں سالی دارا بینند
 پیکری بامہ ناکاستہ مانا بینند
 پیش وے دولتیال را بجا با بینند
 از شکوہی کہ در آں پیکر زیبا بینند
 پیشکش زندگی خضر و مسیحا بینند
 بکفم خاتمہ و نثر انشا بینند

کلک داد و نوازے اثر اندوز مرا
 با من زار کہ در بند نواہیم چوں نے
 در دعا گو کشش آگاہ دلائل خوش باشد
 خواہم ایں زمزمہ امروز بد انساں سخم
 تا گل و سبزہ و ریحاں ز خیاباں جویند
 تا بریں پشتہ نشاں از مہ و پردیں یابند
 تا بہر سال شمار دی و بہمن در زند
 ہم بدیں ساز بہ ہنگامہ ہر عید سعید
 شاہ جسم کو کہ را انجمن آراہینند

بست و مفتیس قصیدہ

دریں زمانہ کہ از تار روز ہائے دراز
 نگر نیم سحر آں و سادہ را در باغ
 سپس بہ صحن چمن تا نشیمن خاتاں
 بر آں بساط ہند پائے آسماں پہلے
 شہنشاہ خود آموز گار داد گراے
 ابو ظفر کہ نگر دد ہلال عید پدید
 ز بیل ابر مزین دم بہ پیش شاہ کعبہ
 سپہر بافتہ اطلس پے و سادہ ناز
 بر دے لالہ و گل گستر و بعد اعزاز
 کشد ز سبزہ نوخیز فرش پا انداز
 ز نقش پابزیں بر ستارہ رخشاں ساز
 شہنشاہ گنہ آمر ز بے گناہ نواز
 اگر بہ چرخ نہ بند ز نعل رخشاں طراز
 بہ بحر قطرہ دہد تا گہرستاند باز

ز بسکه بند گیش دارد آرزو محمود
 دماغه بهر چه دوزند چو خود از ره دور
 مردم که آورش تا کلام شش نشود
 براه تقریب رانی سخن ز دالی بلخ ق
 بتاج و تخت کند قطع راه سیر و سلوک ق
 اگر نه چرخ پله پایه سر بر آورد
 چراست این همه گرمی در آفتاب که سوخت
 سخن رسید ز گرمی بتاب هر تموز
 نغوز بالش ازین باد گرم و تابش هر
 زهر رفت پردش که چسبیت چاره کار
 درین سموم چو پروانه کال زند بر شمع
 ز بس بایه گراید عجب نباشد اگر
 چو عکس هر در آب روان نظاره کنی
 به نیمه در کس زخمه گر زند بر تار
 شد آنکه غنچه شکفته دانه شامه گل
 گرفته تنگ چنار خویش راز بیم سموم
 بدیهه گوئی من بین که در چنین آفتاب
 بر آن سرست که خود را بدل کند به ایاز
 پی شرف بکف شاه دیده دوزد یاز
 چو بشنوم که فلاں نیست منکر اعجاز
 که تاج و تخت بجا ماند و دم ز دانه تنگ
 درین روش نبود کس بشهر یار انباز
 طلای ده دهی آفتاب را بگذارد
 ز تاب خویش در برابر و اشاره در دل اند
 چنان مباد که سوزم ز شعله آواز
 که در تحمیم فروز نیست زهر بر گذار
 جواب داد که غالب چو من بسوز و بساز
 رواست سوز داگر بال مرغ در پرواز
 رود بسوی نشیب آفتاب ره ز فراز
 نگاه دود بود تا بیدیده گرد و باز
 زمانه جلای نوا سر کشد ز پرده ساز
 شد به صحن گلستان نسیم خالی ساز
 که غنچه را نتوانی شناختن ز پیاز
 نبشته ام غزلے در ورق بزود انداز

کشایش در میخانه می دهد آواز

که روز عید صبح کنی بعد نماز

بیاد باده به هنگامه آشکارا خور
 بدست آنچه به هند دستاں کشد از قند
 گماں کنم که خدا خود نیا نریده بهشت
 بنا ز می جهد از دست من چون غمزه چنگ
 زرد و دوسه همی رسد دمی میجوی
 غزل به درج چنان داں که مطرب انگیزد
 قلم که کامرداں قلم و سخنست
 شبی که چوں بستر تخت پانهاد سپهر
 فلک رسد چو براں در خبر دهند بشاه
 ز دوده غضبش خویش را شمرد آتش
 حویص مدحت شاه هم بدوق کسب شرف
 اگر فرد چکد آتش ز لب ندارم پاک
 سخن دے که بیایاں رسیدنی خواهد
 دے بایں همه کوشش نمیتوانم گفت
 چه سود گر به سخن فر خردی دارم
 سخنور مست و سخنزان گریز نیست از اں
 دعا بصورت شرط و جزا کن رسمست
 برائے شاه زیز داں طلب کنم شش چیز

نماند راز نهانی که ترسی از غماز
 هم از فرنگ بیارار نباشد از شیراز
 در بهشت بردیم اگر کنند سر از
 بوقت بوسه مگر بهجونی شود دمساز
 تو اے که ره به حقیقت نبرده ز حجاز
 تو اے تازه ز آمیزش عراق و حجاز
 بر آستانه شه سود باز دے نیاز
 به تخت گفت که بر بخت خوشی تن می ناز
 که ایتاده بدر دانه پیر لعبت باز
 بجرم ترک ادب چوب میخورد ز اں باز
 بقدر لطف بود آبرو دے مدح طراز
 به درج شاه فزول بادگر مخونی آزد
 نداده صورت انجام دے کنم آغاز
 که حق مدح ادا کرده ام ز دے جواز
 قتاده کار به کیخسرد سخن پرداز
 که لب ز حرف به بندم به حیل و ایجاز
 نسبت دل به چنین شیوه خامه سلطان
 به صد هزار تضرع ز دے بحر دنیا

تن درست ددل شاد و طالع فرخ
 شکوه دافر و ملک وسیع و عمر دراز

بست، ششمین قصیده^{۲۸}

روز بازار عیش امسال است
 بر رخ روز میفرزاید حسن
 در دو پیکر خرامش خورشید
 سبزه ز آمد شد بهار و تموز
 بر شگال و تموز اندر دهند
 هر یک را ازین دو فصل بوصل
 فیض باران هم از بهارال حجب
 میوه باله بخویشتن بر شاخ
 ابر از باد در ستنه از ابر
 باز ماند انبه از گل افشانی
 لذتش را همی زیان نکند
 باد گرم از خاک دود اینجخت
 ابر گرد آرد در فلک زین دود
 گیر در شب حیار گرمی روز
 ذره باران تابش خورشید
 خوبی کار بعد ازین بهی
 سبز گرد و گردگرد انسان دشت
 جای پر سبزه روید از تابش
 ماه خرداد و عید شوال است
 شب که مانا به عنبرین خال است
 روز را بر فرزندش دال است
 بسر رگزار پامال است
 دیده باشی که بر چه منوال است
 دوش بر دوش بال بر بال است
 کار دانی دگر بدنیال است
 کشل مید قبول اقبال است
 کو بکو بار و سوسو بال است
 در گش شه نایب سیال است
 گره ز ریر است گونه در آل است
 تاندا نسموم قتال است
 در دماغش هوای رسال است
 لب آفاق پر ز بتخال است
 بهیئت نقطه های رسال است
 آنچه پیدا است خوبی فال است
 که تو گوئی ز مردین شال است
 هر کجا مرغ بے پرو بال است

سیم را کشته آبجو سبّاک
آبهای دال فراز فریز
عارفان را دهر ز خلد نشان
به بیست و چم دل نمی غالب
سایه ابرجوی و سبزه باغ
مدح سلطان سرائے کای دولت
بو ظفر کز اذل به فیروزی
ز نشان خسروے که در عهدش
شاهد بخت شاه را در دهر
با نوازش و فور از ذاق ست
در ملکش ثبات اقطاب ست
جاهش از تازگی بود با سغ
سدره با آں ز مردیں بالال
در کفش خامه دیده دریاب
زاں چکد قطره زین گهر بار
به تنزل نشان دهم ز عروج
دیں مکتوب فلک که میدانی
خامه دم ز زرا از گونی دمن
جو هر تیغ شاه دید قضا
در زمان ظهور صاحب امر
مژده لے تیغ دای قلم کای حزن

موج دریای سبزه خلخال ست
نه به تنها نشاط اطفال ست
آل به تفصیل و ایں با جمال ست
که به یاد اش حسن اعمال ست
که رواں تازه کن بهر حال ست
خوشتری نقد گنج آمال ست
کار فرمای بخت اقبال ست
معدن از زخم تیشه غریبال ست
چرخ آئینه هر تمثال ست
با جلالتش ظهور آ جمال ست
در سلوکش مقام ابدال ست
که در اں گونه گونه اشکال ست
اندر اں باغ پیشه آنال ست
ابر نیال ریش ازین نال ست
ایں بهر روز و آن بهر سال ست
شوکت شاه بحر سیال ست
اندر اں بحر ماهی دال ست
رازد ارم ز بال من لال ست
گفت کاین سر نوشت اقبال ست
ز خم ایں رزق فرق دجال ست
بر دوام بقای شه دال ست

شاد ماناد شاه تا در دهر
دور روز و شب و مہ سال

بست و نمیل قصیدہ برگزیدہ در مدح حضرت فلک رفعت^۱

نظم نخست زمزمہ خوشچکاں دہد
خون دل از شگافِ قلم می تراودم
آں نے کہ بہت در بن ناخن ز سر خلد
از سرگزشتہ سیل و مراد سر آں کہ لب
نالہ ز جورِ شحمہ دے بیم گیر دوار
فریاد از سپہر کہ بر خوان آشتی
آہ از فلک کہ چوں زند آتش آفتاب
خور نام کیست ہر سحر این خستہ دیگرست
زین ہفت دزد داد کہ ہر روز آں کے
ہر شب بصورتے دگر این دیو ہفت سر
گفتم لیکن نیست فلک چوں بر آسمان
ناگہ ذنب چو مار بپیچد و حلقہ زد
خوانم بدایں نواغزلے تازہ کا سماں

کز خوں طراز سر ورق داستان دہد
بارد بہ بام ابر و نم از ناردان دہد
از جنبشے کہ خامہ مراد ریناں دہد
زین سرگزشتہ داد سخن دریاں دہد
نام فلک در انجمنم بر زباں دہد
خون جگر بناں خوش میہماں دہد
نظارہ را بیداں بفریبہ کہ ناں دہد
کا ز فلک بسوزد و سر در بہاں دہد
دادستم بہ شعلگی خاک داں دہد
ز حمت بہ مرد راہ درین ہفت خوال دہد
دیدم کہ ہر نور بہاہ از مغال دہد
تا در میانہ این بر دہرچہ آں دہد
خواہد ز رفتہ حذر و قضا را ضماں دہد

۱۔ در مدح ملکہ معظمہ دارا دربان فرمانروائے انگلستان مدظلّال اجلالہا۔
نسخہ "د" صفحہ ۱۸۵۔

مطلع ثانی

دهرم به شهر بیکه بدر یوزه نال دهد
همسایه راز دوده من میهمان دهد

نشاندم فلک بسر خواں دهم ز دور
گر خود تنظم لفظ و کال در دل آورم
بختم ندیم یک ندیم که چوں اندر
گر پیش روزگار بنالم ز زخم خار
لطف سخن گواه من آن نیستم که دهر
حاشا که جز بهانه آزار من بود
عریاں بردن تا بودم تن در آفتاب
دیگر به مطلع دگر آورم سخن ز خویش
نال ریزه باز ریش اطراف خواں دهد
اختر گزار قانسیرام بر نریاں دهد
پرسم ز آسمان خبر از رسیماں دهد
ظالم جواب من بزباں سناں دهد
بالین و بستم ز خن و پرنیاں دهد
عیش به آشکارم اگر ناگهان دهد
شبهای ماه پیر بهم از کتاں دهد
دانا چه لب به حرف مر آسمان دهد

مطلع ثالث

آں مورد سر کشم که چو مرگش اماں دهد
از تنگ یا نمال به پردانجاں دهد

گردن ز سخت جانی من داغ دهن هنوز
چوں بندم آشیان گمارد سپهر برق
آنرا همای سبیکه آں ز کنم قیاس
نازم که نزد چرخ گرامی ترم بقدر
سازد ز خود کشتی من چرخ دهن به خویش
شادم که مزد صبر پس از امتحاں دهد
دانم که چشم روشنی آشیان دهد
گر گل برد زمانه و برگ خزاں دهد
چوں کس مخور غمی بمن اندر نهال دهد
بنجم ز ابله که متاع گراں دهد

گمرد دل و میکہ گوش باہ و فغاں دہد
 تیر جگر شکاف کشاد از کساں دہد
 بوئے کہ تن ز سوختن استخوان دہد
 آں را کہ روزگار فیض شادیاں دہد
 از جوش دل نثار دگر ہر زماں دہد
 آں را قسم بجاں من ناتواں دہد
 سارے کہ بانگ زمزمہ اللہاں دہد
 اندیشہ اس ستیزہ کرا در گساں دہد
 گاہ مرا حجادہ ہا بہکشاں دہد
 راہم بہزم با نوبہتی ستاں دہد
 یاد از زمان سحر و نوشیر داں دہد
 جامش خبر ز گردش ہفت آساں دہد
 کافاق رامشالی از دور عیاں دہد
 کش فرخی بزنگی جاوداں دہد
 توجیع خسروی بہ جہاں خسراں دہد
 افلاک راز دور بہ پستی نشاں دہد
 آرد مثال و رابطہ در میاں دہد
 زماں لمحہ لمحہ بعد کہ دور زماں دہد
 اس خشت زیر پایہ آں زردیاں دہد
 فرجام نازش شرف دور ماں دہد
 آید کہ تن بہمدی پاسباں دہد

شہماے تار نالم و دالم بمن خوش سست
 داں خود بریں سست کہ ہم بر صدائے من
 دالم ز سوز غم کہ نخل دار دم ز خلق
 یارب زباں مباد کہ جنبہ بنام من
 مرگم ز بس کشیدہ در آغوش خویش تن
 چوں خوں گرفتہ طلبہ ہملت از اہل
 ناسازی غم اس دخواہم بہزم راز
 دیوانگی نگر کہ در آویختہ بہ چرخ
 تا در سرم ہوائے کہ باشد کہ آں ہوا
 راہ سخن کشودم اگر خود نشد کہ بخت
 آں داد گم کہ عہد دے از بس بتگی
 آں دیدہ ور کہ بر منظر زمیں کشی
 روشن دلی کہ روشن از آں گشت آفتاب
 فرخ میکہ عیسے از آں زلیست جاوداں
 و کٹوریا کہ کاتب قسمت ز دفترش
 اندیشہ گر بہ فرض برد رہ بہ منظرش
 فطرت کہ از برائے نمودار ہر کمال
 تا بہر کاخ جاہ دی آورد زردیاں
 ز نقش سطح خاک کہ گر کوہی کند
 از بسکہ قرب عتبہ مشکوے خسروی
 نوشاہ پوی پوی زری تا بداراں حریم

قسط شهران دیگر ازین در رسد مدام
 بر سنگ شکل خاتم جم گردد آشکار
 نطفش بخاک وادی حرماں خلایق رسم
 تشر برستان تمنا بشرط حلم
 فرمان او ز بسکه هند رسم یک دلی
 پیش سگش ز بسکه زند دم زاشتی
 نامش ز خویشتن بر نامه گل زند
 صحن فلک به رونق بزمش قسم خورد
 از فلک خال مشک برده درق هند
 در عدل خط بهشت نوشیدال کند
 با بذل ادسحاب چه د آفتاب کنیت
 اما نبش که چوں به سخن در نشان شود
 هر روز بسکه خاک نشینان شهر را
 ساقی چناں که باز نگیرد ز کس قدح
 نشگفت گر به میکده با پیر می فروش
 از شهر شه نشین چه سراییم که جوش گل
 معموره که آب د هوایش ز خر می
 گر خود ز رود نیل بود آب بر دے مهر
 لندن نگر که سر مه ز خاکش برند خلق
 لب بستم از خطاب زمین بوس بعد مع
 گویم دعا دانه بد انسان که گفته اند
 دولت عطیه بسکه بدین خاندان دهد
 بلقیس بسکه بوسه بر آن آستان دهد
 قند از فی صییر و گل از خیز راں دهد
 اودی بهشت را نفس مهر گال دهد
 در گله گرگ رونق کار شبان دهد
 دم لایه ریزش تن شیر ثریاں دهد
 مدحش در انجمن به تن خامه جال دهد
 بال ملک بتوسن عزمش عنال دهد
 از تیغ رنگ لعل بنگ فساں دهد
 در بذل نال بدوده چنگیز خاں دهد
 کای دم زند ز قلم و آن عرض گال دهد
 از رشک مالش کف گوهر نشان دهد
 گنجینه های لعل و گهر رایگان دهد
 در بستن قدح می چوں رخاں دهد
 از زان خرد پیاله و رادق گراں دهد
 رشک شفق به کنگر آں شار ساں دهد
 در عهد گل شربکت باغبان دهد
 در سر مه چشم و شینی اصفهان دهد
 چندان که خاک رگیز آب و ال دهد
 مشکل که ساز عجز نواے چناں دهد
 تا این بود سپهر بمقدوح آں دهد

قسط شهران دیگر ازین در رسد مدام
 بر سنگ شکل خاتم جم گردد آشکار
 نطفش بخاک وادی حرماں خلایق رسم
 تشر برستان تمنا بشرط حلم
 فرمان او ز بسکه هند رسم یک دلی
 پیش سگش ز بسکه زند دم زاشتی
 نامش ز خویشتن بر نامه گل زند
 صحن فلک به رونق بزمش قسم خورد
 از فلک خال مشک برده درق هند
 در عدل خط بهشت نوشیدال کند
 با بذل ادسحاب چه د آفتاب کنیت
 اما نبش که چوں به سخن در نشان شود
 هر روز بسکه خاک نشینان شهر را
 ساقی چناں که باز نگیرد ز کس قدح
 نشگفت گر به میکده با پیر می فروش
 از شهر شه نشین چه سراییم که جوش گل
 معموره که آب د هوایش ز خر می
 گر خود ز رود نیل بود آب بر دے مهر
 لندن نگر که سر مه ز خاکش برند خلق
 لب بستم از خطاب زمین بوس بعد مع
 گویم دعا دانه بد انسان که گفته اند

آن خواهم از خداے توانا که روزگار
 از من پذیرد آنچه مرا بر زبان دهد
 آن باد کایں شهنشہ فرخ بتار را
 از شرق تا بغرب کراں تا کراں دهد
 آن باد و در نیست که گفتار من مرا
 سیماے عزد و جاه بریں آستان دهد
 آن باد و زود باد که کلک دبیر خاص
 آذازہ فوازش من در بهماں دهد
 آن باد و در خور صفت که فرماندهی کنم
 بر یک دودہ که گنگ بہند و ستاں دهد
 آن باد و خوش بود کہ شهنشاہ بحر و بر
 انجام خواہش اسد اللہ خاں دهد
 چوں دہر غالبم بہ سخن نام کردہ است
 غالب کہ نام من از حقیقت نشاں دهد

سی ام قصیدہ

در روزگار ہا نتواند شمار یافت
 خود روزگار آنچه درین روزگار یافت
 پر کار تیز گرد فلک در میاں مہیں
 حق داد داد بحق کہ ہرگز ترا یافت
 در ہلے آسماں بنمیں باز کردہ اند
 ہر کس ہر آنچه حبت بہر ہرگز یافت
 آمد اگر بہ فرض نہ بالا بلا تسرود
 بر روی خاک پیچ و خم زلف یار یافت
 چوں حسن ماہ یکشبہ یعنی بدایں کہ ماہ
 پادشہاں نگذازمی شبہای تار یافت
 چوں رنگ روی گل نگر می شاد شو کہ گل
 اچو جگر خراشی پیکان خسار یافت
 در خاک باد و آتش و آب شتی نژد
 این پردیش کہ خلق نہ پروردگار یافت
 ناچار جز بداد گزایش نمی کند
 در دہر ہر چہ صورت ازین ہر ہا یافت
 ہر کس بقدر فطرت خویش از ہنزد گشت
 ہر شے بہ حسن جو ہر خویش اشتہار یافت

لے این قصیدہ در نسخہ "نیست" لے در مدح ملکہ و کٹوریہ و تہنیت فتح دہلی۔

گر خواجه بنده را خط آزادی بنشت
 در بنده خود ز خشم خط بندگی درید
 مهر رشتنی دهر زرش ز سر گرفت
 بهرام دل به بستن تیغ و کمر نهاد
 نظاره فتنه های عیاں از نظر سزد
 جام از شراب رشتنی آفتاب داد
 دوی سخن صفای بنا گوش گل گزید
 برهم زدند قاعده های کهن بدهر
 فیض سحر به غالب پیمان کش رسید
 دهن متاع خویش بر این اسبیل ریخت
 عاشق زبکه شاہد بیداد پیشه را
 خون گشت در دل دے اگر حسرت نگاه
 گزاهدست نیز ز من عجبام برد
 قفل دل حد که کشایش نداشت نیز
 با فتنه هم مضایقه در خرمی ز رفت
 عنواں رنگ دبور قم و فرد ز جست
 دولت سپند سوخت که شد ملک تانہ رو
 از انتظام شاہی و آئین خسروی
 بر خستگان ہند بہ بخشود از کرم
 جشن بکار سازی اقبال ساز داد
 بالہ چنان ز ناز کہ پہلو زند بتاج

ہم بر در سرائے خودش بندہ داریافت
 تو قیج خوش دلی ز خدا و نگار یافت
 بیل و نہار صورت لیل نہار یافت
 ناہید ذوق در زرش مضرب تار یافت
 اندیشہ گنہائے ہنای آشکار یافت
 بزم از بساط تازگی نو بہار یافت
 بانگ قلم نشاط نوائے ہزار یافت
 ہر کس نشاط تازہ ز ہر گونه کار یافت
 ذوق صبور عابد شب بندہ داریافت
 کودک رضای لہوز آموزگار یافت
 از ہر خویش غمگسل و غمگسار یافت
 چشم سیاہ را بعد از سوگواریافت
 در بحر مست نیز ز شہ زہار یافت
 دندانہ کلید ز دندان مار یافت
 خود رخت خویش از رگ گل بود تار یافت
 بستان آرزو شجر میوہ داریافت
 ملک آفریں سرود کہ دلدن داریافت
 سور و سرور دانش و داد انتشار یافت
 و کتوریا کہ ردق از در درگار یافت
 کاقال ناز را بہ منش سازگار یافت
 از بکہ تخت پایگی استوار یافت

نازد چنان بخواست که بالدرودے تخت
 بایستی انجم از پے تر صیغ تاج و تخت
 یا قوت ساز چرخ که معدن دکان او
 تنگ که نقش لعل و زمره نه بسته بود
 خورشید را چشم کواکب فرود راج
 جمشید کش بشاه سر همسری بنود
 زیر پس بے میان مردم سخن رود
 همت نخواست باده زانگور ساختن
 زحمت کشد گر چه بهار اندر اہتمام
 آورد گونه گونه نشا ہنای رنگ و بو
 گل راز جوش رنگ بہنگامہ ہا کی است
 در راہ پایے مزد غریباں شمرده شد
 موجے کہ آب در گہر شا ہوار زد
 روزے کہ زیر ران شہنشاہ کا مراں
 از گرد راہ سیلے گیتی نقاب بست
 در در شمار گاہ خدنگے ز شست جبت
 باشد بجای و شہدہ بمنزل زند فرس
 تاج و نگین علامت شاہیست در ہا
 فرمانردایے ماست کہ از فر شوکتش
 زینیاں پو فیض نامیہ نامی نگشتہ بود
 دامن کز اقصائے زمان است کای زما

از بسکہ تاج کام دل اندر کنار یافت
 نازم فرو تنی کہ جواہر قرار یافت
 آورد ہر چہ در کمر کو ہسار یافت
 در سینہ خار خار ز جوش شرار یافت
 تنہا نہ آبرد گہر شا ہوار یافت
 ساقی گرمی گزید و درال حلقہ بار یافت
 از دور با شہا کہ ہم از پردہ دار یافت
 در دور شہدہ بیکدہ پردیں فشار یافت
 داند ہی کہ سود بردن ز شمار یافت
 با خویش برود ہر چہ نہ در خورد کار یافت
 آورد گر ہمار تنش را فگار یافت
 در بزم قوت روح عزیزاں قرار یافت
 جوشے کہ خوں بنان غزال تار یافت
 تو سن شرف بحیلہ سیر و شمار یافت
 در خط جادہ ناقہ گردوں ہمار یافت
 چشم غزالہ سرمہ دُنبالہ دار یافت
 بالیدش سزد کہ چنین شہسوار یافت
 ایں ہر دو ہر کہ شد بکمال شہر یافت
 شد تاج سرفراز و نگین اعتبار یافت
 صد بارم از گداز نفس آبیار یافت
 شلخ بریدہ قلم ایں برگ و بار یافت

آردی پورا چنیں نبود کز عطای دهر
 کوه از بهجوم لاله خود و بخاک خفت
 بی آنکه خواهش زر گل در میاں بود
 امر دزلاله را بسر کوهسار دید
 در وصف رنگ و بوے توانی تمام شد
 این خوش دلی ز روز ازل بود آن شاه
 حاشا که مستعار بود همچو عمر خلق
 نتوان شمار دولت جاوید یا مستن
 از بس پرست حبیب سسی ز نقد اسم

آبای دهر دسترس تو بهار یافت
 خاک از نمود در بحال غبار یافت
 داماں گل نسیم بدست چنار یافت
 دهقان که دی بدامنه کوهسار یافت
 ناچار مدح شه بدعا اختصار یافت
 دقت آمد از سر و شالمانت سپار یافت
 عمرے که شاه زنده دل از کردگار یافت
 وز خود ز صفر بند سه گل به شمار یافت
 هر جا الف بنشت بحاسب هزار یافت

قصیده سسی و کیم

شکر که آشوب برت و باد سر آمد
 کسب هوا نفع آب خضر رساند
 در چمنستان کشته بار نوادر
 اشتکلم انتظار گل بود ارنه
 تازچه دانسته قرب مقدم گل را
 بهنده نبود خردش مرغ سحر خوان
 قیس کجا تا کند شمارة تحمل
 کثرت انواع گل نگر که هیولی
 شاه در مدح بهادر شاه ظفر -

نامیه از بند نه هریر بر آمد
 سبزه بهال را به بیشه راهبر آمد
 باد که یازار گال بحسره بر آمد
 دیده زر گس ز حدقه چوں بدر آمد
 سبزه بباغ از شکوفه پیشتر آمد
 کوکبه گل مگر بباغ در آمد
 از پس هر عنخه عنخه دگر آمد
 رنجه ز باره فردنی صور آمد

لایسچد ز تیغ کوه گزشتن
 نکست گل شد دبای حبسل را
 میکرده خرد گل ست رزستان
 اے گل دل را شمرده قافیه هم
 مس اگر از کیمیا بصورت زرشد
 تا چه بنشتند در صحائف حکمت
 و غم تر دامن مخور که بهاں را
 به منط سال نوے کهن آور
 جائزه شعر درد باد بهمن هم
 فتوی می داد ابر و باد و نسیم
 گیر که در سایه نهال نشسته
 سیر نکرد و هوس بسبل و ریحاں
 سرور دانه و گریب باغ در آری
 تا چه قدر زردی که جلوه فرد شد
 شعله رخاستیزه خوس چه جوی
 در کف این قوم هر چه هست بکار
 زین همه بجز بهی که باد خزانے
 عنجه اگر رخ کشوده طرف نه بسته
 حرمت خاک آسمان نگاه ندارد
 خرد و انجسم ز برج بره بسطال
 بر سر و برگ سه ماهه عیش چه نازے

دانش اینک ز زیر سنگ بر آمد
 ز بخره هر شب نه هرزه موبه گر آمد
 صورت مینا ز غوره در نظر آمد
 در زرد زربین که قلب یکدگر آمد
 باده نه بینی که کیمیاے زر آمد
 زرده و می خورد و حوت مختصر آمد
 موج گل از هر کرانه تا کر آمد
 شادی روی که جنت نظر آمد
 کوری چشمی که دشمن همنز آمد
 شیشه نهال به که ژاله بدگر آمد
 مایه سر و سهی همیں قدر آمد
 عشرت گلشن بقدر ما حضر آمد
 عکس پری در پیاله جلوه گر آمد
 زرخیز انگار دیده را خط آمد
 تانہ سگالی که شعله بے شرر آمد
 تیر جگر دوز و دشنه سینہ در آمد
 سبزه و گل را چگونہ بر اثر آمد
 سبزه اگر سر کشیده بے پیر آمد
 خرده گل دقت و خول گل بدر آمد
 آمده باشد که نو بهار سر آمد
 حیف ز اصلی که فرع برگ و بر آمد

رود چینی جوے کز خزاں بود ایمن
 فلکده بے خزاں زردی حقیقت
 خامه رقم زد بنامه مطلع دیگر
 یک باندهیشه که معتبر آمد
 بزم شهنشاه کیقباد نر آمد
 تا سخن از فتح و نصرت و ظفر آمد
 مطلع ثانی

نامہ زد و کتور یا چو نامور آمد
 آنکه به بیدای دلکشای تقدس
 آنکه بآرایش بساط نشاطش
 آنکه مراد را بگاہ بندہ شمر دن
 بسکه فزودار ج مردمی بکمال در
 آنچه همی جست ز آب خضر سکندر
 زانکه بوسم جبین ماه چه خیزد
 ناسخ آوازہ درفش کیانی ست
 بیم خطا نیست لرزد دل دشمن
 چیسنه مرغان بام تست کواکب
 شیر شکار اسکندر آیینہ دارا
 قطره نشان رفته در قطره براهش
 بر اثر رخشہ خیل نور روانیا
 خامه خود را بر هر دی نتایم
 گرچه دریں قحط سال دانش پیش
 بیج و شری نبود اختران فلک را
 زخمہ ندارد ستیزہ بارگ جانش
 ز افق نامہ آفتاب برآمد
 راه رود راه دال و راهبر آمد
 هر در خشنده رخ تریخ ز رآمد
 دولت جاوید پچو من ز در آمد
 واسطه نازش ابوالبشر آمد
 موکب اورا غبار ریز رآمد
 عتبه شاه از فلک بلند تر آمد
 رایت رایت که آیت ظفر آمد
 تیر ترا خود نشانه از جگر آمد
 زانکه نماند بعرصه چوں سحر آمد
 سوسه توام خضر خامه راهبر آمد
 تیره سواد می چو سایه در نظر آمد
 خامه مگر پاره ز نیشگر آمد
 خود سخن من ز مسلک همنز آمد
 جنس سخن کس میسر و کس محز آمد
 پر کش اگر نیست از زشی دگر آمد
 آنکه ز ذوق ترانه بجنبه آمد

دل نبود سینه فسرده و ماں را
 ناله صدای شکست دل بود آری
 چند فریادم بحرف و صوت خرد را
 تا چه بود سود همفان گزاشته
 شعر مگر معدست و لعل و ذر آبخا
 جز جگر نخت نخت و آبله و پا
 هم بدل خسته ستکشی مازو
 آمده غالب بعرضه گرد گراں را
 گر پس و پیشم نه زهم کم و بیشم
 موج همی پای کم ز موج نیارد
 هم بتو نازم که مرجع سخن من
 داد سخن ده که دل بداد نهادن
 ساز دعا پیش از آن که زخمه یزید
 عمر گرفت بود عطش کوکب
 حاصل هیلانج و کد خداست همانا
 مدت عمر ترا زمانه چسب داند

خسته سگال که ناله بے اثر آمد
 بانگ دلدیشی که بر حجر آمد
 خامه همال داں که نخل بے ثمر آمد
 ما بفغانم کز سخن صبر آمد
 بحر بود کال ذخیره گهر آمد
 هیچ نیاد و دهر که زین سفر آمد
 گردم یاراں رقتش کار گهر آمد
 روز فرورفت و سوز و ساز سر آمد
 حاده ره تار سجده گهر آمد
 گریه نمود از تقای یک دگر آمد
 دادر دانش پرشده دیده در آمد
 شیوه فرماں دهاں داد گهر آمد
 خود بنوا از نوازش اثر آمد
 بخشش یزدان عطیقه دگر آمد
 هر چه فرا خورد و انش بشر آمد
 کال ز بقای زمانه پیشتر آمد

قصیده سی و دوم^{۳۲}

باز به اطراف باغ آتش گل در گرفت مرغ برسم مغال ز مزمره اندر گرفت

له در مرغ نواب گور نر جنرل لارڈ آکلند بهادر در نسخه ۵۰ (صفحه ۲۰۲)

سبزه بر اندام خاک حله مخمل برید
 دشت به پرکار باد طرح صنمخانه رخت
 سر و به بالای سر و طره ز سنبل فلکند
 قامت رعنائ سر و پرده گلبن درید
 گرچه گل اندر هر زمین تخت گله برگزید
 بسکه نیاید فرد سر به گهر گشتنش
 هر بود ای تاک لعل نه کاں باز چید
 وی مه انداز اطرح حسن رونق خرد ادیان
 روشنی روزگار از شب یلدا افزود
 خاتمه سال و ماه چهره بهفت آب شست
 رفت چو بر کین از شبت صدوسی و بهفت
 گلبن افسرده را روح بقالب دوید
 تا به ستیز و بهار تیغ ز آتش کشید
 بسکه با آتش سپرد نامیه سیاه گل
 بلبل آشفته را حسن گل اندر یاد رفت
 کار که پر نیاں رشک به پشمینه برد
 شعله بنگ از شرار بال چراغان کشود
 دیده امید خلق آئینه در ره نهاد
 پرده گری تا کجا صاف نگویم چرا
 بسکه بذوق رخسار تاخت بسرعت ز غیب
 پر بجلاهِ اندر شجنش پر بر سرش

هر بیدار باغ آئینه در ز گرفت
 باد بر اطراف دشت صنعت آذر گرفت
 گل به تماشا س گل دیده ز عیبر گرفت
 عارض ز یل گل دل ز صنوبر گرفت
 یک بستر هنجایش سبزه سر سر گرفت
 قطره ز بالادوی هیئت اختر گرفت
 از زرا صفر گزشت باده احمر گرفت
 هنر بجای اندرون عرص دو پیکر گرفت
 عشرت اردی بهشت در مه آذر گرفت
 کار که روز و شب نقش دسمبر گرفت
 محجوه عیسوی تازگی از سر گرفت
 سبزه پشمرده را نامیه در گرفت
 تا بگریزد خزاں پویه ز صرصر گرفت
 امت گل فوج فوج کیش سمندر گرفت
 در صفت رنگ و بو جانب اخگر گرفت
 در صفت رباب هوش جلای گل آذر گرفت
 باده به خم از حباب صورت ساغر گرفت
 شاه اقبال ملک پرده ز رخ بر گرفت
 هند ز لار واکلند رونق دیگر گرفت
 آرزو دے را بهار هم بره اندر گرفت
 در مژه بر هم زدن صد سر و آذر گرفت

بسکه بهرزم اندرش بذله فشانست لب
 بسکه برزم اندرش حربه گزارست کفن
 آنکه بفرز آنگی دفتر بقراط شست
 آنکه بکار آنگی بنده زیونان خرید
 خسته بیداد را مرهم راحت نهاد
 در صفت بذل وجود طعنه بجاتم نبشت
 در فن اسپیدی گوی ز گودر ز برد
 خشم شرر گسترش دود ز سنبل کشاد
 خواست بهار از سحاب بهر شارش متاع
 ابر تنک بایه را شرم نیامد که هم
 بسکه ز اهل سلاح تندی گیس دور کرد
 ترک سپهر از نسیب شغل عطار دگزید
 بسکه در احکام او داشت سعادت ظهور
 بسکه ز رفتار او خواست شمیم سرور
 شست بمشک و گلای کام زبان چند بار
 نامه بنامه و بخویش کز اثر فیض مدح
 بر منط گفتگو در روش رنگ بو
 غالب بید ستگاه جاده این شاهراه
 تمنیت عید را نیک سرانجام داد
 کلک بهر پیشه را باد زبان مرده گوی
 شاید گفتار را بادل آئینه دار

جام شراب از لبش قند مکرر گرفت
 سینه خصم از کفش رباط به مغر گرفت
 آنکه بر دانی تخت سکت در گرفت
 آنکه بفرمان دبی باج ز خاور گرفت
 غمزده دهر را خار ز بستر گرفت
 در روش عدل و داد خرده بسنج گرفت
 بر منط دادری تاج ز قیصر گرفت
 لطف رداں پرورش لاله ز مجمر گرفت
 رفت وز رخ کفش بایه گوهر گرفت
 بر سر داور نشانده هر چه ز داور گرفت
 بسکه ز اهل صلاح سردی دم برگرفت
 قاضی چرخ از نشاط پیشه زاور گرفت
 تا برآشد قلم هم ز همسایه برگرفت
 خاک بجو لاینگش قیمت عنبر گرفت
 تا اسد الله خاں نام گور ز گرفت
 نقطه ز بس روشنی تابش نیز گرفت
 طبع ز اقسام طرز هر چه نکوتر گرفت
 از رخ زرد و سرشک در زرد گوهر گرفت
 گرچه سخن در طواف دایه زهر در گرفت
 کاین رقم دلکش صورت دفتر گرفت
 کز درو یا قوت مدح اینهمه زیور گرفت

شاه نشاناقوی آنکه ز تو چوں منی
 از تو رسیدم نبوش ورنه نیم عمر با
 از تو توانا شدم ورنه مرا دریا
 خواست دل او در خیال زخم جگر دوختن
 بهیبت پیشینه غم بردم بدح از خودم
 خواستم از سوز دل یک دو نفس بر کشم
 هم بدم گرم خویش خشک نمودم دریا
 با تو چه گویم ز جور کایزد از انصاف تو
 درد دلی داشتم ناگهم از یاد رفت
 تا بتواند بدشت یوز بر آید و دید

رایت لارڈ اکلٹ باد بد انساں بلند
 کش رسد از ظل خویش ملک سراسر گرفت

قصیدہ سی و سوم

بہر کس شیوہ خاصے در ایثار ستارہ زانی
 ہے باشو کفش فرخندہ آثار بہانگیری
 دش وقت نوازش جانفزا باد نیست فردا
 گرامی منصبش را طالع اقبال جمشیدی
 بعدش ماہ ہر شب کامل و آفاق ہمتابی
 زمین موج و زلزلہ ڈالٹن برا گنجینہ افشانی
 خجے باد و لٹش آمادہ اسباب بہانہانی
 کفش ہنگام بخشش درفشال بریت نیانی
 ہمالیوں سندش را پایہ اورنگ سلطانی
 بد درش زہرہ دائم جوتی و بریس طانی

لے در مدح فواب گور ز جنرل لارڈ، آٹن برا بہادر دنیہ "۲۰۶"

همش با خلق گوناگون نوازش حق اندیشی
 سر را بش پسر آورده قیصر را بد روشی
 نهان در خاطرش اسرار اشراق فلاطونی
 به رزمش گردیده بر خاک بنشیند بشواری
 دیران سپاهش را همنزله جمله بهرامی
 با قلمش گدازن توان بره دیدن ز نایابی
 فروزش را بر دیش سازش پیمان گیرنگی
 طرب در بزم عیشش برده حوران ابرقاصی
 روا باشد به گلشن گرداش گلشنش یابی
 عجب نبود به گیتی گر پهلانش جادوان بینی
 ثریا بارگاه نظم من در مدح خود بنگر
 ندانم چو فرستم این گهر با لیکن آن دانم
 بگفتارم تو آنکه گهر به سیم و زر تهیدستم
 برسم نکته سخنان در سخن غالب بود نامم
 مراد رویت اندر دل که جانفرسائی آنرا
 بسان درو کاندرتنگنا بر خوشنشین پیچید
 نمک پر درده ای دولت جاوید پیایم
 کرم میگرد گدازد آکنده از راه غمخواری
 ازان در نامه مدح تو آدم بر زبان نامش
 سواد نامه های دلفروزش در نظر دارم
 گزاد در رشته مدح سخنور گوهر آمود

همش با خویش رنگارنگ نوازش خدادانی
 بدرگاهش تضایبشانده دارا را بدر بانی
 عیان بر خاتمش آثار تو قیج سلیمانی
 بعززش کوهسار از راه بر خیزد باسانی
 فرازستان جایش را بنا با جمله کیوانی
 بدیمیش گهر نتوان شمردن از فرادانی
 نوازش را بخوش نوازش پیوند روحانی
 کرم بر خوان فیضش خوانده عنوان بهمانی
 که گلبن نامه اقبال او را کرده عنوانی
 که مهر را در سجودش تا با بر دسوده پیشانی
 که سیماش بهر دماه ماند در درخشانی
 که خود تا مشتری خواهد رسید از فرط غلتانی
 زمین کلبه من شد گلستان بعد ویرانی
 بدین نام از ازل آورده ام طغیان سبحانی
 ندانم چاره اما اینقدر دانم که مبدائی
 ستوهم در نور و تنگدستی از پیریشانی
 به بیان مودت دارم آیین ثنا خوانی
 تو نیز از راه غمخواری کرم کن کز کریمانی
 که با من داشت گوناگون از شهلای پنهانی
 که چشم من بدان کحل الجواهر گشته نورانی
 ترا باید که بر فرق سخنور گوهر افشانی

سخن کوتاه دایم باد و فرخ باد و روزافزود
 بمن لطف تو همچون بر تو بخششهای یزدانی

قصیده سی و چهارم^{۳۳}

اے برتر از سپهر بلند آستان تو
 اکنون بر آنکه شاه نشان دادری بدر
 در پایہ آن می که بتو قیام روزگار
 در جلوه آن می که باندازه کمال
 ہم بندہ از تو خوشدل و ہم خواجہ سرفراز
 ہم سبزہ از تو خرم و ہم گل شکفته روی
 اے تیغ تیز ہمدم کلک نزار تو
 اے روزگار بستہ بند کند تو
 در بزم گاہ عیش و طرب ہم نشین تو
 جز حق نماندہ هیچ ہوس در ضمیر تو
 انصاف جادہ روشش مستقیم تو
 سخن تو اے مطلع دیگر کہ آسمان
 رقص بدوق ز مزمرہ مدح خوان تو

مطلع ثانی

گردوں ز ریش کف گوہر نشان تو
 شناخت خویش باز زمین در زمان تو

اے از ہنہا د پاک جگر گوشہ مسیح
 ہر جا کہ رفتہ حکم تو خود نیز ہمست
 جاں چوں برود عدد ز خدنگ تو چوں زد
 در بزل و عدل حاتم د کسرے مسلم اند
 نے نے ز بزل و عدل چکدیم از انکہ هست
 بے سعی تیشہ لعل ز کاں میوای گرفت
 در نوح کشورت بسپاہ احتیاج نیست
 شیریں شدت ز اں لب نوشین عجب مدار
 از اں شد از قدوم تو در ملک ننگ بو
 گردیگر اں بہ پیشکش آرد گنج زر
 دیگر ز مطلع کہ کند ہمسرے بہ ہر
 سو گند قدسیاں نبود جز بحبان تو
 بالہ بخویش بسکہ تسلیم در بنان تو
 دل میبرد کشاد خدنگ از کمان تو
 پیش از تو بودہ ایں درد تن ز پس روان تو
 ایں ہر دو صفحہ یک رقی از داستان تو
 از بس کہ خست سینہ کوہ از سان تو
 تو ما ہتاب و عرصہ یستی کتان تو
 گر بادہ راست طعم شکر در دہان تو
 اے نو بہار گرد رہ کار دہان تو
 گلستہ سخن ز غمت از مغان تو
 اندازہ جوی را بنمایم مکان تو

مطلع ثالث

تو خود ہمانے و دگرست آسمان تو
 ایں آسمان ز میں بود اندر جهان تو

مراح چوں قوی نسزد غیور چوں منی
 باید دماغ بہر شنیدن نہ گوش و بس
 از تو تیا نشست مقدم بچشم حور
 حاشا کہ در گماں گزرائی نظیر من
 آری گمان تست نہ آئینہ است و آب
 نازم شکوہ خویش بلس دست شان تو
 بوی گلست زمزمہ نا تو ان تو
 برخاست چوں غبار من از آستان تو
 یکتا درے بدور تو گردیدہ آن تو
 تا خود نظیر من گزرد در گمان تو

دور از توام بسینه غمی بود جاں گسل
 بخت و دهر بر من و دهر من آشکار
 رفت آن غم از نهاد و بدین شاد زیستن
 گیر دامن عمار تو آن بے خبر که او
 در اجوای که کوشش من را لیکان زبست
 من خورد و چاکر تو بزرگان بریں بساط
 چو چاکران خوش شماری در آن شمار
 بنگر بچشم لطف که غالب دریں دیار
 ای بخت تو بسزی دگر تو در خوشی

همواره باد روی زمین جلوه گاه تو
 پیوسته باد خنک فلک زیر ران تو

قصیده سی و پنجم

یافت آئینه بخت تو ز دولت پر دانه
 گل بر افشاں بگریهاں چو حریف مرست
 وقت آنست که پاییز تو گردد روز و نه
 جوش آهنگ هزارست ترا بانگ سرود
 به کلکتہ بدیں حسن خدا ساز بنانه
 جلوه گر شو بنظر پیر عسکر دس طنانه
 وقت آنست که انجام تو بالذآغاز
 موج نیزنگ بهارست ترا رشته ساز
 له در مدح خدام جناب ناظم الملک مشرف السس باکس بهادر سہیت جنگ از رگ کلک فروریخته است
 رقمی گردد (ماثر غالب بحوالہ نسخہ کلیات قلمی کیتخانہ خدا بخش (پٹنہ) و در کلیات مطبوعہ این قصیدہ
 در مدح سرچارلس مٹکان، طبع شدہ است۔

سیرگامیست در اطراف تو گوی کشمیر
 گرد سرگردمت ای بقعه که گرده نست
 چشم بدور که هر جا ده بصرای تو گشت
 فرصت باد که آرایش ایوان تو شد
 چارس مشکف فرخنده شمائل که بهر
 آنکه بر خاک درش چرخ پے عرض سجود
 آنکه در هند به یمن اثر معده لنتش
 آنکه باشد بره فیض در مکر متش
 بسلا مشن خمیدست ز حد جاگر چرخ
 غم یک شجره فیض ست که تاریخت فرد
 استو یافت ز ماش بریں بسکه ز عدل
 بسکه دل گشت ز فیض اثر تربیتش
 عزم دی در ردش عربه با چرخ سیم
 بر رخ از تاب رخ فر سعادت پیدا
 ای که بر نامه نام تو ز دیوان قضا
 این رفقا که فرد ریخته ام از رگ کلک
 ورنه اندازه هر بیدر پائے نمود
 یاد باد آنکه ازین مرحله تا کلکتہ
 گرنه اندیشه بعدل تو قوی دل گشته
 ناله زار من از شدت جور شرکاست
 بر رخ من در رزق که کشاید اور

دست نیست ز اقصای تو گوی شیراز
 خاطر آدینه تراز طره مشکین ایاز
 تار گلده نقش قدم شاہناز
 داور عادل ظالم کش مظلوم نواز
 بستہ بردامن نظاره ز فردوس طراز
 شب روز از مه و خورشید و ناصیه
 آشیال ساخته کجشک ز سر پنجر باز
 چوں در آئینه پیوسته بر دے هم باز
 از چه شد دایره برداره مانند یاز
 در دیش رائے شد و برب عیسی اعجاز
 سایه بر شخص پخر بید به پنا و دراز
 شیشه رانیست بهنگام شکستن آواز
 رائے دی در اثر جلوه بخورشید انبار
 در ره از گرد درش خیل هماد پر داز
 بستہ انداز اثر دولت جاوید طراز
 باشد آرایش تقریب پے عرض نیاز
 که باندازه ثنائے تو نماید تک و تاز
 کرده ام طے با مید تو ره دور دراز
 ناقه سعی من از راه نگر دیدے باز
 نه ز دیوانگی و خیسرگی و شوخی و آزار
 حیف باشد که کند خصم بد اندیش فرار

هفت سالت که بایکدگر آویخته ایم
 اوز خوشخواری خوشی در انداز غضب
 آه از عریده پردازی بخت سرکش
 دل در اندیشه و جان در غم و لب فریاد
 خود تو دانی که ازین مختصر سخن نتوان
 زین چه خوشتر که بعدت شود انجام گرا
 بو که اندازه در آید بدستی ز حسل
 طاقت نیست بخاک کف پای تو قسم
 چو چراغ ره بادم بگز رگه فنا
 پنج مطلب ز تو ام هست و بعد گونه امید
 ادل اینست که در باب معاشی که مراست
 هر چه در دفتر سرکار بود نقش پذیر
 دوم آن که اثر عدل تو ای سحر عهد
 سوم آنست که دیگر نکم دست طلب
 هم بگنجینه سرکار براتے خواهم
 چارم آنست که باقی ز رخسار ساله
 پنجم آن که پس این فتح که بنماید روی
 بخشیم تازه خطای و بران انزائی
 به که کوه کف افسانه دعوی بدعا
 تا زمان آئینه عرص صباحت و مسا
 بزماں باد زمینت چو فلک زیر نیکی

من غاصب چو سر رشته شمع و دگر گانه
 من ز بیجاری خوشی با داب نیان
 داد از خانه بر اندازی چرخ کجبان
 خصم مغرور و دهمال دشمن طالع ناساز
 جز بتائید توان خسرو درویش توان
 ستم کش بود آغاز وجودم آغسان
 بو که اندیشه گراید بحقیقت ز محبان
 زانکه غم حوصله سوزست و بلا زهر گداز
 داد از دود ترانه هر چه بحالم پرواز
 خواهم آن پنج علی الر غم خود و غمتان
 کنی اندیشه محکم به طریقی ای یار
 هم باندازه آن نقش شوی مانده ساز
 غیر باینده درین وجه نباشد انبار
 پیش فرمانده میوات بدر یوزره دراز
 داده انصاف بدین یافتگی اذن جوان
 بے نزاع و جدل و جهد بمن گرد و بان
 دهم مرده اکرام و نوید اعزاز
 خلعتی در خور این دولت جاوید طراز
 زان که دامن سراپا رشته درازست
 تا ز من جلوه که نقش نشیبست و فراز
 بزین باد زمانت ز زمانها ممتاز

نصرت فتح رفیقانه بر زمست همراه عشرت و عیش ندیمانه بر زمست همراه
غالب خسته مسکین که گدا و دلت
از تو خارش همه گل باد و نیازش همه ناز

قصیده سی و هشتم

آنکه از دوست درین دایره تنها ماند
از گل سبزه بود دهر باطلی که بران
دهر و کعبه بشارت ز قبولش ندهند
در ره شوق نیم تنگ دل از بیم هلاک
سجده خواهیم که ز سیمانه گذارد اثر
قصه شوق بشیر از نه گنج ز هزار
و نگر آن دایه و من مزد دعا می خواهیم
دیده اند اشک نشانی نه پندم معذره
ما به جلای که ز جسم ماند قناعت کردیم
نیم شب فکر صبوحی ز تو کل در دست
عالم آئینه را ندست نه باز بچه کفر
قدم یوسف اگر در ره ایمان لغزد
در ره عشق ز معموده نشان می خواهیم
گر بدین گونه ازین مرحله نالان گزیم

جز دران خانه نماند که بصحرایمانند
در دمی از قدح در یزه زمینا ماند
جز بیدان خار که از بادیه دریا ماند
خضر این دشت ز خوبی به میحانمانند
اثر سجده چه خواهی که بسیمانمانند
بگذارید که این نسخه مجسرا ماند
بر در دوست سوالم به تقاضا ماند
گر آن لحظه که حیران تماشا ماند
به سکندر به دهند آنچه ز دارا ماند
نه پندیم که یک جرعه ز صهبانمانند
عارف آن به که به نظاره ز غوغا ماند
بته از دور نمایند که بر جانمانند
تا بدوش دهم هر چه ز غیما ماند
از من این گنبد فیروزه پر آوا ماند

له در تالش میر سلطان شان مجس تاسن صاحب بهادر نشت گورنر اکبر آباد (صفحه ۲۱۳)
(یادگار غالب)

سخن از پیشروان ماند همانا زین پس
 کیست کز کوشش فرهادشال باز دهد
 بلکه دیوار دود را ز دود دلم گشت سیاه
 روزم از سوز درخشانی آتش دارد
 شیم از روشنی داغ به روزم خند
 غم دآن جمله گرانی که بگویش سبجد
 آن چنان تیز پرد طائر شکرم کز دی
 آنچنان تند رود پیک خیالم کز من
 روم از شوق چنان مست که از رخت سفر
 مست پر عریده بر خار بیابان غلتم
 تا بر منزل مقصود ز بیتابی شوق
 دل نشین شد سفر آگره کس چون نزد
 یارب از فیض درود اثر مقدم کسیت
 فرد فرنگ فریدون دهد آسایش خلق
 نیست کس بلکه نبود دست و نخواهد بودن
 آسمان پایه جس ثامن آن قلزم فیض
 هم در آغاز دعا گفتم و شادم که بدم
 راست گویم چو پایه مسموح بلند
 پادشاهان بسجود درش آورده بهجوم
 ماه و بیت الشرف ماه ندانم در است
 گرچه با تیغ و تبر صولت رستم شکند

مانم انیم و گیتی سخن از مسامند
 گر آن نقش که از تیشه به خار ماند
 کلمه من بسیه خیمه سیل ماند
 شیم از دود با بوی سودا ماند
 روزم از تیرگی خویششها ماند
 طبع دآن مایه روانی که بدریا ماند
 چاکها در جگر باد هویدا ماند
 سایه شگفت که در راه روی دماند
 هم از انجاشمرم هر چه بهر جا ماند
 کز ره دوست نشان بر همه اعضا ماند
 دم دل آشوب و قدم آبله فرسا ماند
 بدریا که سوادش به سویدا ماند
 که ارم بر در آن بقعه جبین سا ماند
 کشور آباد ز فرمانده دانا ماند
 که بفرنگ به فرزانه یکتا ماند
 باد جایش بکهاں تا به هجاں جا ماند
 از من این قاعده تازه بدینا ماند
 چه کند گرنه سخن در زنا و اماند
 تا ازین قوم کرا عرهن تمنا ماند
 بزم گلاب که بساطش به ثریا ماند
 گرچه با برق و شر در صفت بهجا ماند

بعد ازاں کش ظفر از غیب نمودار شود
 مژده هنگام خطا بخشی اعدا از حیا
 ای که با عارض پر نور تو در معرض لاف
 دائم اندر سفر مدح تو از دوری راه
 و در درین بادیه سالک به مثل باد شود
 حد ما نیست شنای تو و لیکن در دهر
 حجت عصمت مریم بود از حق بر خلق
 ای که مدح تو چون نقطه گزارد بورت
 که سیه مستی نماند به صحرا پدید
 حق گزارنده مهرم نه نگارنده مدح
 نیکویی یاد و نرنجیم که در اندیشه من
 در بگویند ز سهوست بمیسرم لیکن
 غالب از عریده بس کن که خود اینگونه سخن
 مکن اسراف درین زمزمه سنج بگزار
 در ره شوق دلادیند نواس بر کش
 چون در اهل سخن آئین دعا شرط جزا
 دل نشین مهری از صدر بیایاں بنویس

یار بس داد و فرزانه فرسخ فرسنگ
 باد جانش بهماں تا بهماں جا ماند

بعد ازاں کش نگه از خشم معسر اماند
 به علمای فرد خفته اعدا ماند
 شمع پر دانه شود مهر به حر با ماند
 منزل آنست که رهرو زردش و اماند
 همچنان تا به ابد بادیه پیمای ماند
 زین شناسه زخی ذات تو پید اماند
 آن روایات که از نخله حسوا ماند
 خامه من بغزالی دم انشا ماند
 داند راں پویه از دنا فیه صحر اماند
 خود غلط گوئی درین معسر که رسوا ماند
 این تغافل به فراموشی عکس اماند
 بر لبم زمزمه هرگز دحاشا ماند
 به نغان ماند و این شیوه به سودا ماند
 تا نوالی ز پل بلبل شیدا ماند
 به ادا که بهسجار نکمیا ماند
 چند گوئی که چنین باد چنایا ماند
 محض شوق هماں به که مشغی ماند

قصیده سی و هفتم

بی من نکند در کف من خامه ردائی
 باید که صراحی بود آ بستان صهبای
 عیدست و دم صبح جہانے تماشا
 نگذاشته هر چند نشاں لاغری از من
 از خون دلم در شکنت هیچ نشاں نیست
 از بهر ربائی که کنم سحری هسانا
 رنج ز بیم دوست بخوابه نشانی
 آرزوم گل و سر ز نشاں خار نسجد
 بید شگهم بکه گرم باد و فرستند
 من شاد با امید وصال وے داغیار
 نازم بسر زلف در آتش که دل زار
 اے حال دل از دشت بحر تو پریشاں
 در عشق تو بیتابی بیاخته من
 پیدا است که بر راز نهانت که بر دپے
 بیگانه رسم دره انصاف نزیبی
 شه عادل و من روے شناس شه عادل
 وقتست که سرمست می از انجمن تانہ
 گاہے با دادم زنی از بذله نشانی
 گاہے بنوا ساز کنی نغمه سرانی
 سردست هوا آتش بید و کجائی
 تا ناطقه را روی دهد نادره زائی
 ماه و کف خاکستر و آئینه زردائی
 از ناله کنم سوے خودش را سہنائی
 اے طرہ طرار ندانم چه بلائی
 لب می گزم از ذوق دریں سلسلہ خائی
 اما نکند منع غم از سینه گزائی
 نازم به گرامنایگی بید و پائی
 از خانه همایه کنم کاسه گدائی
 دانند که از دوست شکیم بجدائی
 ہم در چشم آں دامن بود بعد پائی
 وے رنگ رخ از شدت درد تو هوای
 بے سود تر از کشمکش زہر ریائی
 گر بر دل پر خون نیم دست خنای
 لب تشنه سخن دل عشاق نشائی
 در کشتن من این همه میباک چو الی
 برخیزی دبیاب ببالیس من آئی
 گاہے بنوا ساز کنی نغمه سرانی

در چاره نیندیشی و آزاد نشینی
 در هر نوزی و به بیداد گرایی
 بر دل غم عشق تو کنم سرد و نفس را
 سازم بغزل گرم خداوند ستایی
 فرزانه پیر نسب که ستایند بجایش
 چند آنکه پرستند خدا را بخدائی
 آن عین ظفر در فن اقلیم ستائی
 آن اصل خود در روش کار کیائی
 چوں دید که طاقت نفراید مگر امید
 بر طاقتم افزود ز امید فزائی
 چوں دید که اندوه نژاید مگر از دل
 دل بر در ز من تا کند اندوه ربائی
 چوں باد که در غنچه کشودن نکشدرنج
 نوحش نشود خسته تن از قلعه کشائی
 در جناب کند بر تن بد خواه سموت
 در صلیح کند بر چمن ملک صبائی
 در مدح سرایم غزل و باک ندارم
 کز ذوق بود این همه آشفتہ نوائی

مطلع ثانی

اے آنکه کند سایه دست تو بهائی
 سهلست که شاهی ز تو خواهیم بگدائی

اے آنکه بفرمان قضا کعبه خلق
 اے آنکه در آئین دفا قبله مائی
 همسایه اقبال لواے تو بلند می
 وابسته انداز کند تو رسائی
 از رغبت دست گهر افشان تو در بزم
 از موج دهد می قدح بال کشائی
 از سطوت شمشاد خوامان تو در باغ
 از سایه کند گل بنزمین ناصیه سالی
 آنانکه ستایش گر هر گونه کمالند
 دانند که شائسته هر گونه شنائی
 در ناصیه جوهر جلال تابش مهرے
 در مردمک دیده دل نور وفائی
 گر مشرب توحید شود چشمه زلالی
 در صورت معنی شود آئینه صفائی
 در میکرده یا و خدا گردش عباسے
 در قافله فیض حق آواز درائی

غم گاه ترا از مرده ایام وصالی دلخواه ترا از سرعت تاثیر د عالی
 از پیشگه فیض ازل آن تو بادا عمر ابد و خوشدلی و کامروائی
 سیم رخ شود گر به مثل طائر مقصود از حلقه دایم تو مبینا و رهائی
 از غالب غم دیده که از تست سیاش
 مقبول تو بادار و شیر مدح سرائی

قصیده سی و هشتم

هر چه در مبدار فیاض بود آن نیست گل جدا ناشده از شاخ بدامان نیست
 از سواد شب قدرست مرا دم به دوات آسمان صفحه و انجم خط پاشان نیست
 بسکه دل داده موزونی انکار خودم خامه هنگام رقم سر و خرامان نیست
 ره رود و غبار می که ز راهش خیزد در خیابان درق سنبیل در بحان نیست
 خامه گرفت سر دشت ز سرشان نیست از چه در مرحله خاک نه باندان نیست
 مستقیم عام مدال در دشمن سهل بگیر ناقه اشو قم و جبریل حدی خوان نیست
 بجاده عرفی در رفتار شفائی دارم دلی داگره شیراز و صفایان نیست
 تاجر نطقه و از کشور جان می آیم بدخ و شبیب و یاس گل سامان نیست
 نامه از چلیست که بر خویش چنین میبالد گردانسته که نام که بعنوان نیست
 مر حبادا در جسم مرتبه نامس ماژک بنگر این صفحه که آرایش دیوان نیست
 خورده است آب ز سر چشمه نطق تو مگر ای رگ ابر که کلک گهر نشان نیست
 دم تحریر ثنائی تو به خلوت که فکر بال عقاب نظر مژده جنبان نیست

له در ستایش سطر هر برت ماژک صاحب بهادر چیت سکر تر (صفحه ۲۳۰)

سخن از مدح تو را ندادم شرف افزود مرا
 نکته سخنان سلف را از تو در معرض مدح
 از زبان تو اگر مدح تو گویم بپذیر
 گفتم این چیست که ما هر منیرش نایم
 گفتم این چیست که ما جوش بهارش گویم
 گفتم این چرخ که گرد دگرش بر چه خط
 گفتم این ابر که بار دهنش از چه نیست
 دید چو نقش کف پای تو بر خاک لعل
 ذره گرد در بهت را بهوا در پر واز
 زهره چو بزم ترا نام طلب کرد که
 زخم در سایه سرائیت کند از پیکر مرد
 هر دم عیش ابد حلقه زند بر در دل
 کشته تیغ وفا عشرت دگر دارد
 به نسیم سر کوی تو کشودم سینه
 فرط اخلاص نظر کن که گزشم از رشک
 به تو ام زنده و نادیده سراپای ترا
 شرط اسلام بود و زرش ایمان بالغیب
 به میاخی گرمی خامه شدم رده شناس
 آشکارا بتواند خویش نشان باز دهم
 چو بریں دایره بینی شفق از من یاد آرد
 چو بدریا بودت راه ز من جوی نشان

عقل فعال بدین مدح ثنا خوان نیست
 رشک بر فرخی و خوبی و دران نیست
 کای ادا بر شرف ذات تو برهان نیست
 گفت جاه تو که این شمس ایوان نیست
 گفت فیض تو که آل موجه طوفان نیست
 قلت گفت سرش بر خط فرمان نیست
 کرم گفت ریش بر در عیان نیست
 خور و سوگند که این کفه میزان نیست
 چرخ هفتم به قسم گفت که کیوان نیست
 مشتری گفت که حوت تو در سلطان نیست
 تیغ نیز تو درین مسئله برهان نیست
 غم عشق تو درین غم کده همان نیست
 عید در معرکه شوق تو قربان نیست
 زین پس لاله و گل ننگ گریبان نیست
 سگ کویت بوفاداری از اعیان نیست
 بگام ز سراپای تو کان جهان نیست
 اے تو غائب ز نظر هر تو ایمان نیست
 در رهت خامه من خضر بیابان نیست
 گردلت در گرو پریش پنهان نیست
 کال کف تلزم خوانا به مرگان نیست
 کال فرور نیخته دیده گریان نیست

چوں رسد نامه خائب بتواز مهر بگویی
 پای مدح تو ام نیست همانا زین بعد
 آه ازین غم که بدایغ آفت اجزای دست
 شاید غم چو به مستی رخ خویش آراید
 بزین بار غم از بسکه فرو برد مرا
 دل بدندان دهم و برب دندان نهیم
 هست دشوار و محال است که مشکل نبود
 حال اگر خسته تر از تن بودم نیست شکفت
 بصر بر قلم خویش خوشم پسندارم
 بر تپید ستم و بے برگ خدایا تا چند
 چوں به بند قلم خسته ازینم چه نشاط
 ای چه حرف است که گفتم ز سخن شرم باد
 دیگر از غم چه کنم مشکوه که رستم از غم
 دیگر از درد چه نالم که به غم خوارم
 لطف یزدان ز غم دهر نگهبان تو باد
 بنده و مدح و دعا در ورق انشا کردم

کای خط بندگی بنده احسان منست
 آنچه از من شنوی ناله و افغان منست
 آه ازین غم که بتاب آتش سوزان منست
 طره خشم بخش حال پریشان منست
 اختر روز شب شمع شبستان منست
 کای دل گزده هم در خوردن منست
 اینکه در مرده دل زایتن آسان منست
 زانکه دل تنگ تر از گوشه زندان منست
 کاندیس بند قلم مرغ خوش الحان منست
 به سخن شاد شوم کای گه از کان منست
 که عطار د به سخن طفل دبستان منست
 نار وانیست متاعی که به دکان منست
 بنده مدحت گرم خواجه باندان منست
 چون تو عیسی نفسی را سردر مان منست
 اے که لطف ز غم دهر نگهبان منست
 تا بدانی که فلانی ز ندیمان منست

خود فرد خواں و بگفتار شناسان بنامه

کای غزل ز مرمره بلبل بستان منست

قصیده سی و نهم

فغاں که نیست سرو برگ امن افشانی
 فغاں که رنجیت تمنای بستر و بالیس
 فغاں که نامر شوقم بچار سوس قبول
 فغاں ز عمر که در سنگلاخ زند گیم
 فغاں ز غفلت دیر دزد ز ندگی کامروز
 فغاں که داد نداده و وقت آل آمد
 فغاں که جاں به نعمت دادم و تو دانستی
 فغاں ز بخت مخالف که ز ورق صبرم
 فغاں که در عمل صاحبان عالی شان
 فغاں که گدی خور و آذران دهر رود
 به من نماند ز هستی نشاں که باخته ام
 کنول ز سطوت اعدا شکنجه بیم ست
 برنگ موج دغانی که خیزد از سر شمع
 ز پای آنکه بر آیم ازین گرفتاری
 به داد من که رسد کاندیس باطرا
 مگر تلافی آزار من کند روزی
 بقل عیش و نشاط زمانه را ضامن
 بهار و دهنه آفاق منستر استر لنگ

به بند خویش فرو مانده ام ز عریانی
 خشک به پیرهن لذت تن آسانی
 نبرد راه بجای زهر زه عنوانی
 بزیر کوه بود دامن از گرا بخانی
 بیاد هر نفسی می کشم پیشانی
 که خاک گور سرم را کند گریبانی
 که جبال دهند دقا پیشگاه آسانی
 بجار موج بلا گشته است طوفانی
 کشم جفا فلانی و جور بهمانی
 به پیش پوچ خودی بهر کاس گردانی
 نفس ز خوف عدد چوں نگاه قربانی
 دلی که بود طربگاه روح حیوانی
 همی پردزد و ما غم قوای نفسانی
 نه جای آنکه بمانم درین پریشانی
 گلو فشرده دخول کرده اند پهنانی
 بمقتضای خدا ترسی و خدا ادانی
 بنک بار که عدل و داد را بانی
 کز دست گلبن انصاف در گل افشانی

له در تالش مستر اندر و استر لنگ بهادر صاحب سکر تر (صفحه ۲۲۳)

نظام عالم و آدم که در جمیده دهر
 اگر چه سنج و کسری و خسر و این دگر
 توان بقاعده قهدها بمبالغه گفت
 ز بهی مزلی بیایگان که از فیضش
 ز خاک در که او ذره ذره هر طرف
 خوشالطافت اندازه ادا نمی
 که شد بزم قبولش که او بید و بخواند
 بقلب عشرت او را چمن دعا گوئیست
 بهار باد فروشیست بزم جاهش را
 حضور بدخ و رخ از من نهفت می ترسم
 مگر سری که فرو برده ام بدلق خیال

صحیح کرده توانین معدلت رانی
 فکند و اند در آفاق شور سلطانی
 که ادست مخترع شیوه جهان بینی
 سراب کرده محیطی و قطره عسانی
 به آفتاب طرقت گشته در درخشانی
 ز بهی نزاکت اندازه مدعا دانی
 غم در دل دے از سطر چین پیشانی
 ز قطره قطره شبنم بسج گردانی
 بصد زباں رگ گل در آفرین خوانی
 که غیبت افکندم در طاسم حیرانی
 بر آورم ز گریبان مطلع ثانی

مطلع ثانی

ز بهی کریم که دستت بگوهر افشانی
 نفس زخوی تو گلده بسته بند رنگینی
 لب تو زنده کن معجز مسیحایی
 به صفحه از خم تیغ تو گر کشد نقشه
 فلک بدر که جاده تو معتکف پیریت
 به گرد سم سمند تو نسبت دارد
 بذوق نعمت خوانت چنان بحر صفت
 سپهر بارگاه روزگار مرتبستا
 بر اوج قیصر جلالت به نیمه ره نرسد

بگاه عرص گردیده ز ابر نیسانی
 نگه زرد دے تو آینه دار حیرانی
 رخ تو جلوه ده شوکت سلیمانی
 پو خامه شق شود از بیم پیکرمانی
 ز روز و شب به کفش سبزه سلیمانی
 سزد که ناز کند سرمه صفایانی
 که در دهان صدف کرد آب دندانانی
 که از تو یافته جنس کرم سرادانی
 خیال انوری دسی منکر خاقانی

من شکسته دل بینوایه پیچ مداں
 گدایم و به تمنای داد آمده ام
 ز ناله ام چه محابا که معدلت کیشی
 نه ملک خواهی و نه مال اینقدر خواهم
 مراد لیست ز در و شکستگی لب ز
 زینت سال زردن میشود که می سوزد
 کجاست جیب که چاکه درد تو انم زد
 زایل دهر دریں روزگار بیدردی
 سیاه مست ندارد ز کس محابای
 شرر به پیرهن جان نشاند و جانگزیشت
 چنان به حلقه دامن کشید تنگ که من
 غریب نیت بدر دلم رسیدن با
 بداد گاه رسیدم چنانکه دانستم
 بجز کوش که غالب طریقه را دبست
 خوش مست اگر ز شیم دعا به گلشن صدق
 مدام تا که بود سایه تیره و تاریک

چگونہ دم زخم از دعوی ثنا خوانی
 بدر گئی که بود قیصرش بدر بانی
 ز گدایه ام چه خجالت که از کریمانی
 که گرد غم ز رخ بخت من بیفشانی
 نه آرزوی امیری نه حسرت خانی
 نفس چور شسته شمع به زم حیرانی
 مگر جگر بدریدن دهم از عریانی
 به عید عشرت خورشید نموده تیرانی
 شمرده خون دلم را رسیق ریخانی
 که شعله سرکش از داغهای پنهانی
 به بند عجز فردا ندم از پیرا نشانی
 نه مدعی عربی و نه من خسراسانی
 برس بداد غریباں چنانکه میدانی
 نگاه داشتن اندازه ثنا خوانی
 نهال جلوه آئین کند گل افشانی
 مدام تا که بود سایه تیره و تاریک

چو سایه روز عددی تو باد تیره و تار

چو مهر جبهه بخت تو باد نورانی

قصیده چلمین

نه جیب افق هر پهل سر بر آرد من دوزم دلیم فریزر بهادر
 که از جیب هر گوشه گوهر بر آرد خنچه داد گستر که گر در حضورش
 کشتا تمام خس از شعله چندان که از بیم عدش نباشد هراسان
 بزدق کف دست گوهر نشان بتاثير اعجاز خلق هميش
 سپهر احتشای که گاه تجمل بوا از غباری که زان عرصه خیزد
 ثریا بساطا فلک بارگاه توانی که در هر خم نقش پایت
 ز تاثیر خاک ریت دور نبود فلک جمله در بارگاه ذوالت
 به قیصر جلالت نیاد رسیدن بس است اینکه هر صبح بهر سجودش
 نگاه که از دعوی گره مخونی امید که از تار دامن هستی
 می از سبز میسنا بسا غر بر آرد که از جیب هر گوشه گوهر بر آرد
 خنچه داد اند دست آذر بر آرد که دود از نهاد هر اخگر بر آرد
 چرا شعله بر خویش خنجر بر آرد بطا باده از موج می پر بر آرد
 صبا جامه گل معطر بر آرد چو شکر پی عرض شکر بر آرد
 فریدون ددار او قیصر بر آرد که قدرت و قهر را موثر بر آرد
 زمیں کان گوگرد احمر بر آرد که هر ذره را کیمیاگر بر آرد
 در آرد گدا و توانگر بر آرد خور از پر تو خویش گر پر بر آرد
 سر از گریبان خادر بر آرد بدل در رود دوزخگر بر آرد
 همه لعل و یاقوت و گوهر بر آرد

له در ستایش مشرد لیم فریزر صاحب بهادر ریزیدنت دہلی (۲۲۸ صفحہ)
 مقتول بتاریخ ۲۲ ماہ مارچ ۱۸۳۵ء

نویدے کہ در ہر نور و تبسم
 رہے را سراگشت پرش بلبین
 مگر بندہ غمناے دیرینہ از دل
 کشد ناله چند در بارگاہست
 اگر ریزد از دیدہ پر کالہ دل
 دگر بردماند ز لب برق آہے
 غمے در دستم کہ شور بیانش
 فشار دچو اندیشہ ام مغز جاں را
 شنیدن ز سوزم بغلت بدای غم
 رسیدن ز ہوشم بیالہ بازی
 بدستت کہ تیمار خلقت کارش
 نوائے کہ من درد عالے تو سنجم
 جہاں تا جہان ست کا جہاں را
 بفراں ولیم فریزد بر آرد

قصیدہ ہیل و یحییٰ

خیز تا بگری بشاخ ہمال
 گاہ مر جاں و مانده از منقار
 طویان ز مردیں تمثال
 ہمہ آہنگ ساز و زمزمہ سنج
 کہ ز برجد نشانہ از پردہ بال
 ہمہ دستانراے و پردہ سگال

زان مسیحی دمان و خضر لباس
 نشنوی یک ترانه کشش نبود
 کف زدن ساز کرده برگ درخت
 طوبی و طوطی و نوا و هوا
 نئے کلک من آں نہالستے
 گفتہ باشے کہ خامسہ رقاصہ
 نغمہ گفتی و تن زدم آسے
 نظم اندازِ نخلبتندی کرد
 مسرور با من، می دود پا جفت
 عالی را بہ راہ می بسیم
 جامہ ہا از نشاط رنگارنگ
 گاہ در ناکے می دمند نفس
 کردہ بر ساز نطق ز خمسر رواں
 ناگہاں از کنارہ دادی
 جادہ راہ و پرچم علمش
 گفتی آفتان را گرفت فرد
 اسکوڑ کاکون کہ در گامش
 داوراں داد بر عید عیدیل
 آن معینی طلسم دانش و داد
 گر پیچہ گزیدن ساعات

زان بہشتی دستان حور مثال
 شور گلابنگ دیگر از دُنبال
 رقص آعنا ز کردہ بادشمال
 نبود حبز ترنم اطفال
 دین معانی طیور و سرخ خال
 خشک نے پارہ ایست سچ مبال
 نتوان جست کار ریشہ ز نال
 رست سرفے بسر زمین خیال
 تاک را می روم بہ استقبال
 بچو خود بر جمنارِ استعجال
 جاہا از شراب مالا مال
 گاہ بر کوس می زنند دواں
 بہم آہستگی تَعَالٰ تَعَالٰ
 شد نمودار مَوکِب اقبال
 افقِ عنبرنی و طلوعِ ہلال
 فرسرداں رولے غربہ شمال
 اہل دل راست کعبہ آماں
 سروراں سرورِ محال ہماں
 اں بصورتِ جہان جاہ و جلال
 در شگالہ کشیدن اشکال

مهر تابنده گردد افسطراب
 لای که با شتی ز استقامت طبع
 با تو نبود مستراں قرین ترا
 الله الله چه مایه بے ادبیت
 به تو بخشیده حق جاسان بانی
 با تو دارد زمانه در همه وقت
 کار سازی به اهتمام تمام
 صبح گاهی به طالع فیروز
 مجلس ساز کن زباده و جام
 من ز خویش اندراں بهایوں بزم
 می به ساغر زریزش خواناب
 همه بر رخ دویده سیل سرشک
 زان جگر پاره کاں بمشکان ماند
 رحم کن بر غموشیم که زباں
 می خورد جرعه فشان بر من
 تا به سرستی از سبک دستی
 به ادای که دیده در داند
 ستم از خستگان دهره دهر
 حیث باشد که جز ستم نه کند
 داں ستمهای نار وادر شهر
 از خوی شرم غرق حبس جو نم

چرخ گردنده فشرده رمال
 محور آسمان فضل و کمال
 جز به خلوت سرای فرض محال
 مرا ترا خواستن به فرض بهال
 بهماں گوی که ز نشاط بهال
 از تو جوید سپهر در همه حال
 سرسرازی به امتثال مثال
 به نشین بر و سادۀ اجلال
 خوشتر از بزم جم عکس الی جمال
 به فزایم شکوه صفت نعال
 لب پر آرد ز سوزش بتخال
 همه بر دل نشسته گردد ملال
 بر سر چوب کرده جامه آل
 خونچکان مست گرچه باشد لال
 زان فشر زنده جوهر ستیال
 ز تم اندیش را رگب قیفال
 کنز مسلم می تراود آب زلال
 نه ز دل بستگان مال و منال
 آسماں در قلمرو مد و سال
 شهره گردد به کیف سیر اعمال
 مرده ام را چه حاجت غتال

نه ز اجزائے بوستان توام
 به نظر گاه بوستان آراے
 به خداکے که داده از پے رزق
 که ندارم دریں سراے و دور
 حاصل من ز هر چه می گزرد
 کنج امن و سفینه ز غزل
 هم به گلبانگ خامه گرم سماع
 در معانی نظیر نه چندان دور
 نظم غالب نگر که پنداری
 در گزر که دمید سنبل و گل
 سپس لے والی سپهر شکوه
 از تو در خواه آبر و دارم
 آبیار نه سال امید
 عارض عیش را جمال دوام
 شاہد بخت را دوام جمال

قصیده چهل و دوم

رسته است بگو شمشیر فتح الکباب
 هم جنگ جدل چون به فتح اسخاسید
 ز ترکستان سپه در تلم و پنجاب
 ز پیگاه و فانیات صلح خطاب
 ز بعد فتح اگر صلح اتفاق افتد
 ظفر بود که ملقب بود بدین القاب

سله در مدح لارڈ ہارڈنگ بہ تقریب تمنیت فتح پنجاب در سلسلہ

ز سپه نوازش صلح کز ان نو آئین ساز
 چو صلح اصل صلاحست فتح چون نبود
 علو حوصله این جهان ستاناں میں
 بجنک ملک گرفتند و باز بخشیدند
 روا بود که به بیچارگی شوند ز بون
 شود به نشر مناشیر عدل داد آباد
 بر دوسود من آن نیستم که نشناسم
 غنیمت دلشکر منصور خاک خفته و باد
 زبانه زد بزبان و فرو نشست بدم
 ز سعی طوف نه بند دهن فرو مایه
 ز دشمنه جان نبرد گو سپند قربانی
 به حاکمان گرانمایه سرگزشت خسان
 دود و لیک نگیرد غزال جانے پلنگ
 به پیش تیغ سر سرکشان مشر دآمد
 ندیده که ز آمد شد سپاه فرنگ
 ندیده که ز آوای توپ عدل خروش
 بدین دو چشمه خون کز دوسو رواں گردید
 در دلفکر نصرت اشرار ان تسلیم
 که گفته است بهمانا برکے خلعت ملک
 بسان کودک بد خو که بعد گریه تلخ
 سپس بود منش روزگار آسوده

نوید مستح بر آید و جنبش مضراب
 صلاح بین که بهان فتحه ارد از اعراب
 که فتح را بصفا صلح کرده اند حساب
 چه فرخست ظفر چون بود بدین فرتاب
 سیه دلان سیه نامه پیش اهل کتاب
 قلم روی که سوادش بود ز ظلم خراب
 سپهر را ز غبار و محیط را ز سراب
 حریف فوج ظفر موج شعله دشمن آب
 ز جاد و دید بلند و ز پافتاد شتاب
 ببال گرمه ز ند فال جستن ز گرداب
 بشاخ گرمه کند قصد جنگ با قصاب
 بهان حکایت نخلست و پیش بلباب
 پرد و لیک ندارد تدر و بال عقاب
 که ناگزیر بود سجده در خم محراب
 فرو گرفت زمین را تشنج اعصاب
 دوید رسته بر اندام چرخ چون سیاب
 بود بر آینه پنجاب بعد از این هفتاب
 چنان بود بر نبیندگان معسنی یاب
 زمین حریر نقش ز نقش سیم دواب
 بخیزد و داز طبع دایه بر دوش تاب
 که رفت فتنه در آغوش و زگار خواب

کنوں کہ ملک مطیعیت راہ بخین و خار
شراب قندی بند تان باغم خست
بخاک تفت ز نند آب تا خاک گردد
کدام تفت تفت بهجران آن صف که رایا
به مطلع و گراییک کشم نولے بلند
مطلع ثانی

زمن بگو بفروشدگان بادہ ناب
ز شیرہ خانہ کشمیرم آورند شراب
مگر به مے زنہاد مہ بدر و وقت تاب
کہ رخت شاں بو غا بر نیاید از سیلاب
ز طبع غمزدہ برداشت بادہ بند حجاب

زمن میسر کہ باغم چه میکند مے ناب
ہولے انجن آراییم فستاد بسر
کہ می خورد چو از بادہ رخ برافروزد
تولے ندیم تولے ساقی و تولے مطرب
کجائی لے مہ خورشید جلوہ ہیں ساغر
معاشران نکو نام و فست و خنی فرجام
بزم گاہ بیارید یک دو گلشن گل
بنام خویش به گیتی ز نید نقش مراد
بخاک راہ زمستی مے آل قدر ریزید
دہید بادہ گلغام چوں سلام کنم
بہ فکند قنادیل آگینہ ز کف
ز نید چشمک آشام مے بیکد بگر
دو جام بادہ شیریں بہن دہید کہ من
یکے بہ شادی سخن بر صوبہ لاہور
جہاں ستان جہاں بخش بار دنگ کہ مست

چه می کند بہ جگر گاہ دیو تیر شہاب
شراب خوارہ تنے چند خواہم از احباب
بسوز رشک دل حاسداں کنند کباب
بسوز عود و بہ پیامے و بہ از باب
کجائی لے بت ناہید نغمہ ہاں مضرب
پس از ادلے سپاس مفتح الالباب
بخاک راہ بیارید یک دو جلد کلاب
بزم عیش بساغر کنید لعل مذاب
کہ تا ابد مدد از خاک لالہ شاداب
ہاں بہ بادہ سلام مراد دہید جواب
بہ سقیت حجرہ بہ بندید زہرہ و ہمتاب
دے کہ برمد از بادہ در پیالہ حباب
نہ خوش بود کہ بوم تلخ کام زہر عتاب
دو مہ بفسر خنی عمر و دولت نواب
شہاب سحر و فلک تو سن بلال کاب

ز سبب بجزرع اممیدار بر دریا باد
 ستاره رودی ترا گفته شمع بزم جمال
 حدود بخت بلند تو بهمن و دارا
 غبار راه تو سپیدایه نکویی ملک
 نگاه لطفت تو سر مایه بسزدنی عیش
 سحاب را بتو در بزل نسبت است مگر
 عقاب را چو تو در نیچ قدری مستی
 به پشت خم شد استاده و کشید ز خویش
 بگوئی تا بنشیند مگر بیاساید
 بلند پای سر اگر چه من سخن سخجم
 سپیدی بدو زافریاساب تا پدرم
 دلاوری نگری تا بشکست به پشت
 من آن کسم که به تو قمع مبداء فیاض
 همی کنم به قلم کار تیغ در این کار نیست
 خرد به عالم نظر نهاده غائب نام
 بنام خویش خوشم زانکه بوده هم ز خست
 ز من بجوی نزدن زانکه در جهان گنجد
 گزاف شیوه من نیست است میگویم
 به شکستن کفار بسته به نبرد
 دگر بجای بمسازم زنا توانائی
 ز بسکه کوشش من بود در دماش و به

ز سبب به مشرق فیض آفتاب عالم تاب
 سپهر رسد ترا خوانده خضر راه صواب
 اسیر خیم کنند تو رستم و مهر آب
 چنانکه موجب آراشش جمال نقاب
 چنانکه باعث افزایش نشاط شراب
 تو دجله دجله فشانی و قطره قطره سحاب
 تو شهر و قریه ستانی و کبک و صحرای عقاب
 به پیشگاه نگاه تو صورت محراب
 ستوده آمدن چرخ از رعایت اب
 و یک پیشه آباء عالم اسباب
 همان طریق اسلاف داشتند عقاب
 به پیشگاه تو چون خویش اشوم فتاب
 شرف مسلم و نظم درین جهان خراب
 شگرت لغز و پسندیده اولوالایا
 سرودش نام مرا می برد پس القاب
 نشان غلبه پدیدار درین خجسته خطاب
 اگر متاع وفادار جهان بود نایاب
 درین زمانه مرا بودی از زمان شباب
 کمر به سر خوشی نیست حصول ثواب
 نه بخت خوشی تنم تا بسر برم در خواب
 درین گرایش لشکر جانب پنجاب

بهر مقام ز من چشم بود و از تو مستدم
دے کہ ہمقدماں را بہ لطف بنوازی
رسد عطیہ بہنگام آب دادن کشت
ہمیشہ تا نبود حبس فصل غیر فصول

بہر خرام ز من سست بود و از تو رکاب
مرا کہ گوشہ نشینم بہ پرستے دریا
بسزہ لب چاہ از تراوش دولا ب
مدام تا نبود حبس باب از ابواب

ریاض طبع تو شاداب باد در ہر فصل
مواد عیش تو آمادہ باد از ہر باب

قصیدہ چہل و ستو میں

باز پیغام ہزار آورد باد
نیکوئی در رنگ و بوافزود ہر
گنج باد آورد خسو یک طے
گر ترنج زر نباشد گو مباحش
شاہد گل تاب مستوری اندشت
از هجوم غنچہ در صحن چین
نقشہائے دلفریب انگشت چرخ
کرد خوش گرم تاب آفتاب
چوں سمن بگلست گوہر در صند
گر نہ لعبت باز بود دست از چہرہ
گل برے سبزہ می غلطہ بدشت

مژدہ بہر روزگار آورد باد
تازگی در برگ و بار آورد باد
گنجہائے بے شمار آورد باد
زیں نمائشہا ہزار آورد باد
مستش اندر ہر گہزار آورد باد
کو دکان نے سوار آورد باد
اہر ہائے دجلہ بار آورد باد
چشمہ از کو ہزار آورد باد
از کجا ایں کار و بار آورد باد
لالہ و گل را بکار آورد باد
آرزوے سبزہ زار آورد باد

جوش خوں در سینه جوش گل مبلغ
 بوئے گل شد گر بخار انگیخت خاک
 حق خدمت می گزارد اهل جاه
 خواں به پیغامی دهست اهل کرم
 از غم پاییز دستش بر خداست
 گل هوئے خسروی از سر گرفت
 تا فراید باد شاهی را شکوه
 تلج از زرساختن فرمود گل
 ریش می بر هر گیاه افشاندا بر
 در اندک باد چوں بازار گان
 غنچه بستگرز بیابان تار
 حسن گل بین کز نگارستان چیں
 در درگن گوهر شبنم نشاند
 کئے به نذر شهر یار از دهمی
 دالی غرب و شمال از دهنش
 روز نور و دست آغاز بهار
 در نظر گاهش پئے تجدید حکم
 تا بیا را بدبساط انجمن
 تا بیا ساید مشام اهل بزم
 تا نماید زور بازویش به شیر
 باد پانی بهر داور خواستند

هم نهان هم آشکار آورد باد
 موج گل زد گر غبار آورد باد
 باغبان را مزد کار آورد باد
 خیل مرغ میوه خوار آورد باد
 شاد از برگ چنار آورد باد
 نیم تخت از شاخسار آورد باد
 دور باش از نوک غار آورد باد
 قالی از کوکسار آورد باد
 بوئے گل از هر کنار آورد باد
 تحفه از بهر دیار آورد باد
 نافه مشک تار آورد باد
 گونه گون نقش نگار آورد باد
 بهر نذر شهر یار آورد باد
 این همه بهر نثار آورد باد
 بر دایاں بنده دار آورد باد
 جمع و خرج نو بهار آورد باد
 دفتر امسال و پار آورد باد
 از رنگ گل بود و تار آورد باد
 خوشی را مشکبار آورد باد
 دردش ذوق شکار آورد باد
 رفت و برخیزش سوار آورد باد

در روش از ذره های خاک راه
 تابش وید پائے توسن از گرد
 تابو سدا آن بلال آسار کاب
 نستر زائے بصحر اعرضه داشت
 گلزمین بزم عیش وقت خوش
 بودش اورنگ سلیمان در نظر
 سوئے من کز گوشه گیرانم بهر
 ساز و برگ مدحت گماں خد
 تا ناید حسن طبع من به من
 کلبه درویش را نبود چراغ
 غالب این گفتار کز پندار نیست
 دیدم در داند که از نظمم بزم

هفت اختر در شمار آورد باد
 رخ بسوی جویبار آورد باد
 آب را در ره گزار آورد باد
 نیمه های زرنگار آورد باد
 رامش از بانگ هزار آورد باد
 جاسی کرسی در شمار آورد باد
 چون نوید روز بار آورد باد
 هر چه من گفتم بیار آورد باد
 آب را آئینه وار آورد باد
 برق در شهابی تار آورد باد
 بر لبم بے اختیار آورد باد
 ملک دیر شاہوار آورد باد

شاد باد از دست من کنز بهراو

خواهد اینها بار بار آورد باد

قصید چهل چارمین

ز سائل نو دگر آید بے کار آمد
 به غلست شب بید اگر بخت آذر ماه
 بدانکه خود سوم دی هست چون بینی
 کفیل خوبی سالست مین و ز بزرگ
 هزار و هشتصد و شصت در شمار آمد
 خرویش موکب دی ماه زر گزار آمد
 که روزی یک و دهم به سبب چار آمد
 که فرخ و فرح افزای سازگار آمد

سه در مدح لار و کیننگ

بہ صفر جدی بدان سال فزود مایہ روز
 بہ طالع جدی زخود نقطہ نہاد سپہر
 تو نقد عیش شمرنے سبیکہ زر و سیم
 ز نہ بہ نہ صد اگر رفت نیز بس نہ بود
 مراد مدت اندک بود ازین ہ روز
 چو زین شمار زدہ بارہ نہ نود بالہ
 مگر نظارہ نیرنگ روزگار کنیم
 ہنوز گام نہ سنجیدہ باد نور روزی
 ہنوز غنچہ بہ گلشن نگشتہ نافہ کشای
 نہایہ ہائے شگفت و رست دینہ نیست
 نہ ناگزیر طریق از خرد پڑ و ہش رفت
 خرد بہ من زرد ہست در میاں آورد
 سرود کز گل و بلبل سخن مگو کاینک
 ز ابد و نامیہ بگز کہ تازہ رونی دہر
 بدیں ترانہ من از جہانے جستم و گفتم
 مشیر خاص شہنشہ کہ در جہان نبانی
 جہاں ستاں جہاندار شیر دل کیننگ
 بہر کجا کہ رود داد عیش چوں ندہد
 ز پرچم علمش سایہ وقت افتادن
 بدیں صفات مقدس و گرہ اندیشم
 شنیدہ کہ پس از کعباد و کیکاؤس

کہ روز مایہ فزود ساز روزگار آمد
 مآت ہیں کہ از احاد آشکار آمد
 کہ اسما برے تو دواں از پے نثار آمد
 شمار حاصل دہ روز نہ ہزار آمد
 حساب طول امل در نہ ہزار آمد
 پس از سہ ماہ بہ مینی کہ نو بہار آمد
 دریں طلسم کہ گوئی شگفت زار آمد
 کہ بوسے پیرہن گل ز ہر کسار آمد
 کہ باد صبح بہ ہر گوشہ مشکبار آمد
 کہ این نمود نہ در خورد اعتبار آمد
 چہ سیمیاست کہ اندر جہاں بکار آمد
 حکایتی کہ در اندیشہ استوار آمد
 ز بارگاہ نواسے نوید بار آمد
 ز فیض مقدم نواب نامدار آمد
 کہ خسرو آمد و سلطان شہر یار آمد
 ستون بارگش چرخ را مدار آمد
 کہ شیر صید گمش را مکیں شکار آمد
 کہ ہمرہش ہمہ جافتح سایہ دار آمد
 فراز کسنگراں نیلگوں حصار آمد
 مگر مسیح دریں خاکدان و بار آمد
 گرایش سومیں کے بسوئے غار آمد

رسید ملک به کینک بعد کیخسرو
 جهان بے سر دین را اگر چه شاها نند
 سخنور است که بر مسلک عایت اسم
 دگر نه دولت جاوید دانش ازلی است
 ز مطلع که مراد در ضمیری گزرد
 که سخت کوش و خردمند بختیار آمد
 شکوه و فتر کئی آن این چهار آمد
 درین نور سخن زان سه تاجدار آمد
 کسے که آمد از و پیش پیشکار آمد
 قلم بزمز مه آموزی هزار آمد

مطلع ثانی

بهار رفت دران بزم و شمسار آمد
 به تیغ و گنج بود کار ساز دشمن دوست
 چنانکه میوه ز شاخ نهال می خیزد
 نیس به ملک ستانی سکندر ثانی
 ز فعل خشن تو بگرداخت هم در آتش خویش
 به کودکی شده ام ریزه چین خوان فغان
 دله از ان همه مال و منال تو قی
 ز یک و جبره فروں می فرو رفت کجوت
 به پیریم ز تقاضای طبع اوج گر لے
 به نذر شاه رواں داشتیم سفینه شعر
 ز بارگاه سلاطین پناه سوے سہ
 پس از مشاہدہ آن دو نامہ نامی
 ز پیش گاہ جلال تو ہم دو حسب الحکم
 چه گسترند بساطے که نیم کار آمد
 یمن اوست که یاری ده لیسار آمد
 سر مخالف دے خانه زاد دار آمد
 که گوهرت شرف دود و تبار آمد
 اگر براه تو ناگاه کوہ سار آمد
 نہالم از شرف پیش رس ببار آمد
 کمست آنچه به تحویل خاکسار آمد
 قدح بدست من از دست عتہ دار آمد
 خیال مدح شهنشاه روزگار آمد
 سفینه که پراز در شاہوار آمد
 نظر فرد ز دوشور در دو بار آمد
 که حرز بازو جان امیدوار آمد
 ذریعہ شرف عزت و افتخار آمد

زمین به چرخ حریفان گفتگو که بی
 ستاره راه من از دور چپک که فلاں
 مگر ستاره خبر داشت تا چه خواهد شد
 هم از بقاء تو نشاد شادمان گردید
 زبندگان شهنشاه من آن کسم که مرا
 به ناگرفت چنان صرصری دزدید بدار
 شراره بار غباری ز مغز خاک انگشت
 تو گوئی آنچه من آن را غبار می گویم
 درین جگر گل آشوب کز صوبت آن
 گواه دعوی غالب بغرض بے گنهی
 نه در معامله کارش به باز پرس سفید
 چرا بود که پیچ سر از طریق و فضا
 بدین نشانه که از زندگان دیرین است
 کنوں که شد ز تو زینت فزونی روزین
 بیک دو جرعه روح پرورم دریاب
 غرض ز جرعه لطف خامست که آن
 خطای خلعت نیش ز شاهی خواهم
 پس از سه سال که در پنج و پنج گشت
 امید کار بدان سال که داشتتم دارم
 مدح را به دعا ختم می کنم که دعا
 دعای من چه فرزند بران که خود زازل

چگونگی شاه مقصود در کسارت آمد
 اساس کارندانی که پادشاه آمد
 نماز کار با ماں چو وقت کار آمد
 هم از عطاء تو ناکام کار آمد
 دعا طرا و کلام و فاشعار آمد
 کز آن بر آئینه آسمان غبار آمد
 سیاه رویی کا ندرین دیار آمد
 ز بهر کشت من ابر بزرگ بار آمد
 سپاهار سپهری به زینهار آمد
 همین بس است که هر گونه رستگار آمد
 نه در مواخذه تمیز ز گیر و دار آمد
 چنین کسی که ریک عمر بذله خوار آمد
 به بخش جرم اگر خود گستاخگار آمد
 سواد بند که چون زلف تار و مار آمد
 که همچو جام به گردش سر از خمار آمد
 مفروضیت که نوشین و خوشگوار آمد
 هم از سخت بدی دایم قرار آمد
 سر گزارش اندوه انتظار آمد
 بر آرزو که فرصت ز کار زار آمد
 طریق مدح سرایان حق گزار آمد
 سنین عمر تو افزون از صد هزار آمد

قصیدہ چهل و پنجمین

خامہ دانی درجہ سر بر خط مسطر دارد
 منظر گری که سراسر آنس که ز پیشش گزرد
 راز دانیش بدان پایه کز اسرار اول
 در امیری ز حجم و کس بود افزون بشکوه
 پنجمین چرخ دگر نیست مقام مرغ
 مهر دیدی که چنان دانه شبنم چنید
 بسکه در عالم دارائی و کشور گری
 بمقر است چنان آهین تغیش که مگر
 توسنش راست جماعی که بهنگام خرام
 طالع کشور پنجاب ستاید یونان
 داورا غالب عاجز که ستایش گشت
 ذکر این فتنه که بر خاست انبوه سپاه
 چون دریں شهر ستم بهر که نامش دلی است
 بنده میخواست که بریں دودا ما بوجوه
 ماند و آئین وفاداشت در آن عهد منور
 جز شنای و دعای که بمیگفت نگفت
 دگر این نیز قصور است که تدبیر نکرد
 بود با بنده در آن روز دهم از سبب است
 سلسله در مدح لاری منظر گری لغت گور نر

سر بر دای لغت گور نر دارد
 داند از دیدن سیماک چه در سر دارد
 بر سج انچه فرود آمده از بر دارد
 کلهش خنده بر آرایش افسر دارد
 کال چو سر سبک کنون جا بریں در دارد
 همچنین او ز جهان تهنم ستم بر دارد
 در زین قتل عدو شادی دیگر دارد
 غار در پیرهن خویش ز جوهر دارد
 عرق افشانی او زینش اختر دارد
 کاین چنین دالی دالای خرد در دارد
 گل از گردش این چرخ ستمگر دارد
 بزبان که قلم راست سر اسر دارد
 دیدم آشوب که بهنگامه محشر دارد
 توانست که از گوشه قدم بر دارد
 نیز آن قاعده با خویش مقرر دارد
 و انچه میگفت درین وقت هم از بر دارد
 چه کند آن که نه گنجینه نه لشکر دارد
 خشت خاکی که از آن بالش و بستر دارد

خود برین قول که ماتم زده دم زده دست
 بگوا بان دگر نیز گرافست حاجت
 از تو جز داد سخا هم که در آئین داد
 هوس کار دگر نیست بجز شعر و شراب
 من ثنا خوان شهنشاه فرنگم که درش
 آن شهنشه که کشد غاشیه او بردوش
 آنکه از پرورش روم بهنگامه روس
 گفته ام مدح وی و یافته ام عز قبول
 لطف تکرار گوا هست که این حرف سخن
 از دوشور فردر بخت کاکت زیر
 همچین در صله مدح با فرایش قدر
 خوش بود آب رخ نامه نگار افروزدن
 اینک این خسته دل غم زده گوشه نشین
 یعنی آن نامه نامی که چو گیر در دست
 دیگر آهنگ دعا دارم و از بهر شمار
 جاودا باشی و میداشته باشی در دهر

دزد تو ام باد بکا شانه خویش ارزانی
 انبساطی که عطارد به دو پیکر دارد

قصید چیل و ششپن

دائر سلطنتان نشان آید همی - سرور گیتی سستان آید همی

سلطه در مدح ولیعهد شاهزاده فتح الملک بهادر (در نسخه ع نوشته بود)

داد و سر در چہ می گوئی بگوئے
 مو کیے بینی کہ پنداری مگر
 واں گلستانے کہ نامش موکبست
 از خیاباں بہر استقبال سرد
 شہر یاراں نکتہ داناں بودہ اند
 مہرباں بر خلق باید شہر یار
 شہر یارے با جوانی خوشتر مست
 نام شاہی از شہنشہ یافتہ
 معدلت را منصب مشاغلکیست
 لاجرم اہل زمین را ز اسمماں
 در ولی عہدی بہ حکم پادشاہ
 آنکہ ہر کس پیش دے غمگین رود
 آنکہ از بہر تاشائے رُخش
 آنکہ چوں آید خیالش در ضمیر
 از زباں بر دل نہم صدرہ سپاس
 شاہ فتح الملک غازی کش بہ دہر
 پیش دے از پیش اہل حل و عقد
 دانگہ آں پیک ہمایوں آورد
 نامہ تو مستیع ولی عہدے بود
 بر سر خوانے کہ فیضش گسترد
 از درش عریاں گدائے بے نوا

والی ہندوستان آید ہی
 نو بہارے خزاں آید ہی
 گر بسوئے بوستاں آید ہی
 تا در گلشن رواں آید ہی
 شہر یار نکتہ داں آید ہی
 شہر یار ہسرباں آید ہی
 شہر یار نو جوان آید ہی
 با کف گوہر فشاں آید ہی
 زینت افزائے جہاں آید ہی
 مرثدہ امن و اماں آید ہی
 باوے از شاہی نشاں آید ہی
 چوں بساید شادماں آید ہی
 مہر و ماہ از آسماں آید ہی
 در تن اندیشہ جاں آید ہی
 نام پاکش بر زباں آید ہی
 دولت از در ناگہاں آید ہی
 پیک فرخ پے دواں آید ہی
 نامہ کاں حرز رواں آید ہی
 ملک دولت ارمغان آید ہی
 ماہ و پرویں میہماں آید ہی
 گوہر آماطیساں آید ہی

از دبستان کمالش مشتری
 از فضائے رزمگاهش ترک چرخ
 هم به نیر و روانیهای حکم
 هم به فرمان فرزندانی زور
 پیش و سراسر مایه دریا و کال
 آشکارا و نهان بخشد به خلق
 راز داناگر نویسم در دِل
 بگزم از داستان خواهم سرود
 پیش از آن لفظی که آرم بر زبان
 بسکه می سوزد ز لفظ سوزناک
 بعد ازین نبود بعید از کلام من
 غم سراپای مرا در هم فشرد
 تا چنان رود داد کا و از شکست
 بسکه از آینه شش قوم ملول
 قانع زندان سست من ساکن در آن
 خود به هنگام غروب آفتاب
 با جهاں داد و زعمهای جهاں
 کاین ورق را بیند و یاد آورد
 غائبش نام و گدای در گهست
 مصرعے از خود کنم تضمین که آن
 در نظر گاه جهاں داد و ز غیب

شرمسار امتحان آید همی
 خسته از حسرتناں آید همی
 چرخ تیغش را فساں آید همی
 تو سیرش را کماں آید همی
 آشکارا و نهان آید همی
 هر چه از دریا و کال آید همی
 داستان دردناک آید همی
 آنچه در خورد بیاں آید همی
 خون ز چشم خونفشاں آید همی
 از قلم بوسه دغاں آید همی
 گر صدای الاماں آید همی
 دفع غم از من چساں آید همی
 هر دم از هراسخواں آید همی
 نفرتم از تو اماں آید همی
 از سیه روی هم آں آید همی
 مرغ سوخته آتیاں آید همی
 گفتگو در میاں آید همی
 کاینک از نزد فلاں آید همی
 در گدائی مدح خواں آید همی
 شرح مقصد را صفاں آید همی
 هر چه از دریا و کال آید همی

پاره لخته قلبی زان همسر

در دعای داود فرستد ز بخت

توسنش را باد سیرے کش برآه

بهره این ناتوان آید همی

رنگ فیروز می عیاں آید همی

فتح و نصرت همعناں آید همی

رایش را باد شانه کش سلام

از درفش کاویاں آید همی

قصید چهل و هفتین

ز سبب بتان مغاں شیو داد خواهانش

برخ نقاب چه بندد که از فروزش رنگ

فریب دی که خورد دهره کز فروغ جمال

دراز به سخن زلفت نازم ابر سیاه

چه خیزد از پئے ساقی گرمی کمر بندد

دل شکست ز آیم دلش خراش گرفت

چه رفت بر سر دل تا گسست پیاں ا

فریب پریش پنہاں نگر که من همه عمر

دفا نگر که پیشانم از وفا و هنوز

دل شکسته نه بینی و با تو بحث خطاست

دگر چه سود ز دعوت مگر به چشم ارم

گمے به ناز بدرجسته از جگر تیرش

کسم به خود نه پذیرفت دهر باز مبرد

زدستهای خابسته گل بدامانش

در دن جامه توان دید نیز عریان

بود چو روز عیاں از بهای پنہانش

سهیل و زهره دمه قطره با بارانش

که رخنه در بن ساغر ننگه مشرکانش

ز شیشه یزه فگارست رو سندان

دل ستم زده بستم چرا به پیاں

بذوق وصل ابد ساختم بهجرانش

بر خیم از جفا بس گرم پیشانش

سر شکسته من بین چوب دربان

ز تاب گرمی هنگامه پری خوانش

گمے ز مهر بدل جاگزیده پیکانش

چو نامه که بود نا نوحه عنوان

ز خون دیده مگر شیشه کنم لبریز
 به بزم عشق کسے شاید نه ناز کند
 در آں مقام که ساقی قندم بگرداند
 فغان که خورد بهاں بر پے نختن پائے
 سخن بهدم دیرینه به که آں خوشخو سے
 ازاں به گلشن گیتی نشاط می ورزی
 چو عمر رفته متاعے بود که رهن برد
 مباحش بے خبر از چاکهای سینه رگل
 چوناله بهدم بادست ریشہ نخلش
 ز نو بهار چه جوئی و سر و شمشادش
 به پیر خانقهم در امور دیں روداد
 ز من بگو سے به فرزانه زبانه زباں
 بسوز غالب آ داده را و پاک مدار
 چگونه سوختنی بوده باشد آنکه خورند
 چگونه بے خبر از دیں بود سہی کیثے
 اگر به صلح گراید دعا کنم که به جسد
 دگر بجنگ در آید بیا که زود نه دیر
 نتیجہ شرف مهر و ماه فتح الملک
 نظر به منظر جاہش بود سرم بهشت
 به خلق رخ نه نماید شبانه اختر روز
 برائے بیضه نهادن شکون شمرده بها

دے که رفت ز من برست تاوانش
 که چاک چاک بود همچو گل گریبانش
 چرا سخن بود از خضر آب حیوانش
 پس ز بریدن رلے که نیست پایش
 ادا شای منست منم زباں دوانش
 که بوسے زهر می نشنوی زریحانش
 خوش مست گر نه سگایم نفع و نقصانش
 بدین نظر که چو مستان لبیت خدانش
 چو سایه خسته بجا کست نخل بستانش
 ز روزگار چه گوئی در یو و دستانش
 ستیزه که نیارم شمر د آسانش
 که سوخت جبهه دعوی ز داغ برهانش
 بشرط آنکه تو اں گفت نامسلانش
 مغان آدر بر زین قسم به ایمانش
 که چرخ در ششتمین بار خوانده ساسانش
 فگار باد لب ز دست بوس عنوانش
 برم به پیش خداوند حق پرستانش
 که خوانده خسرو انجم سپاه سلطانش
 اگر چه بنگرم از سقف کاخ کیوانش
 ز رشک و ششمنی شمع در شبستانش
 نور دایچ و خم پرده های اوانش

شمرده اند بزرگان بزرگ آفتش
چرا به همسری حجم سرش فرود آید
ز باد کار نه گیرد خدا نگه دارد
کسیکه ابر کفش گفست در درافتاشانی
پرست دامن دهر از در و هنوز بجاست
نخسته شاه نشاند و نجسم انجمن
به پویه برد گردان نسیم نوروزی
به بین که روز دراز و سموم و تابش مهر
سموم خورده گریزد در آب اینک مهر
مدان کتاب و تفت و زده دارم رنجور
گداخت روزه گر مار و ان گویا را
نشاط این شه فرخنده فراز آناں پس
کنون که گرمردی کرد روز عید رسید
به تارنالی قلم دسته رگله بستم
چرا نه زمزمه ساز قدسیاں باشد
بصرفه حرف زدم درد عاکه می خواهم

نوشته اند خدیواں خدیو گهانش
یگانه که بود یا دیگر به فرمانش
زننگ نسبت بهم چشمی سلیمان
ندیده ریزش ابر کفت در افتاشانش
هزار گنج به تحویل ابر نیانش
نگر به غالب و کلاب بهار سالانش
دریں تموز که سوزد نفس ز نیرانش
چه رست خنیز بود در نهاد انانش
که افتاده ز جویا گزر بسر طانش
که داغم از مه و خور داد و باد سوزانش
مگر بدهر فرستند در زمستانش
که دیده اند پس از آفتاب میزانش
ز تاب و زده دآں سوزد به پنهانش
بروز عید نهادم بطاق نیانش
دعای آنکه بود چون منی ثنا خوانش
درنگ و دیر دریں کهنه دیر چندان

که صد هزار رود بلکه بگزرد ز شمار
شمار عید در آردی بهشت آبان

قصید چهل و هشتین

بازم نفس از سینه به بهنجار آمد شد زخمه رواں زمزمه از تار برآمد
له در مدح شاهزاده فتح الملک بها در دو سیصد بها در شاه ظفر متوفی ۱۰۵۸ هـ

گویند کہ در روز است از ره مستی
 آں از نعم آوازہ انکار در افکند
 آں آب کہ از خاک بھی سبزہ دماند
 در دست کیے آبلہ زردانہ اسج
 زانگونہ در آسخت کیے باسنم خویش
 زان رنگ جگر خست کیے راستم ہجر
 شبر و کہ نہ مردست بدزدیدن کالہ
 شب گرد کہ مردانہ و فردست پے پاں
 راندند کیے را کہ چو لب تشنہ می رفت
 خواندند بدان مہر کہ از کعبہ کیے را
 آں روفت در میکدہ و خردہ زریا
 شوریدہ ادلے بہ دم تیشہ رواں داد
 آسودہ بفردوس بریں آدم ناگاہ
 آں یک کہ برآمدہ قدر نام برآورد
 مرغان چین عربہ بنیاد نہادند
 گرد از رہ دافعاں ز لب دود آتش
 بے شایہ جنبش سکاٹ صدت انگ
 ایں دائرہ کزدور نیا سود زمانے
 ہر حسن کہ اندر پس ایں پردہ نہاں بو
 ہم حسن بہ اندازہ مستوری خودماند
 نشکفت کہ یوسف رہیاں اشته باشد

حرفے ز لب کافر و دیندار برآمد
 ایں راز بے معنی اقرار برآمد
 در طینت آہن ہمہ رنگار برآمد
 بردوش کیے رشتہ زرقار برآمد
 کیش نقش دو پیکر بہ نمودار برآمد
 کیش تخت دل از دیدہ خونبار برآمد
 از زاد یہ پنہاں شب تار برآمد
 در کوہ بگردید بہ بازار برآمد
 ہم تشنہ لب از خانہ انتظار برآمد
 آواز بیا از در و دیوار برآمد
 ایں کوفت در صومعہ و مار برآمد
 آشفتنہ نولے بسر دار برآمد
 از دم مہ دیو تہسہ کار برآمد
 دیں یک کہ برآورد چاں خوار برآمد
 مہراں آفتی گنبد دقار برآمد
 گوہر زشط و لعل ز کشتاہ برآمد
 چندیں صور از پردہ پندار برآمد
 بے واسطہ گردش پر کار برآمد
 گوئی ہمہ از پردہ بیکبار برآمد
 ہم کام دل دیدہ ز دیدار برآمد
 دل و من از یں چاہ گرانبار برآمد

پُر گفتم ازین از من چوں نگرستم
 در شب زدم این نغمه کنون چوں نغمه
 امروز که هنگامه عید رمضان است
 ز ابد به نشاط زده از حجره بدر گام
 در صبح هوا سلسله جنبان هوس شد
 رفتم که طراز من سخن از مدح دلی عهد
 سلطان کرم پیشه ابو الفتح که دستش
 زید گل اقبال خداداد بفرقش
 از طلعت تابنده این کوکبه آرائی
 آن کوکبه آرا که به هنگام درودش
 در گوشه هر باغ که بزم طرب آید است
 ریزد چو لبش حرف گرانمایه تو گوئی
 یا شکر اثر در شکن قاف شکافش
 با چهره شد و تیغ دو دم بر سر و در خورد
 اندازد انداز کرم من که بسائل
 نرفته به گلزار چو زان سو گزر کرد
 با ثابت سیار گز و بست بتابش
 چوں نطق بدین پایه رسانید سخن را
 غالب بغضب گفت که دعوت پذیریم
 روساز دعا کن که شفاعت تو نبود
 آهنگ عا دارم اگر خود نه سر دم

ناگفته و نایافته بسیار برآمد
 از روز به بنیم که چه مقدار برآمد
 از سینه تفت روزه با فطار برآمد
 کز کنج نقض مرغ گرفتار برآمد
 هر کس برداں کردن هر کار برآمد
 نامم همه درد هر به گفتار برآمد
 در بحر فرو رفت گهر بار برآمد
 زانسان که توان گفت دستار برآمد
 هرے دگر از مطلع انوار برآمد
 دارا پی در یوزه گداوار برآمد
 چوں شمع در آں باغ گل از خار برآمد
 گنج از در گنجینه اسرار برآمد
 هر سوخته اختر که به پیکار برآمد
 با قلع نشین گشت و بزنهار برآمد
 بخشید و گیتی و خریدار برآمد
 هر نخل سر اسیمه ز گلزار برآمد
 هر نکته که در مدح جهاندار برآمد
 گفتم مگر از سعی من این کار برآمد
 گر خود ز قلم گوهر شهوار برآمد
 این بسکه تنای دل زار برآمد
 مستم ز نوائے که نه از تار برآمد

من در گره کوشش و به زانکه بسچم مقصود من از طالع بیدار بر آمد
 سلطان جهان آنچه خود از حق بدعا خواست
 آهین ز لب ثابت و سیار بر آمد

قصید چهل و نهم

گر به سنبل کده بروضه رهنواں رفتم
 کار فرمائی شوق تو قیامت آورد
 عالم از کثرت خونابه فشانی دریاب
 عجت بود به قطع ره هستی در کار
 جز در آئینه نه دیدم اثر سعی خیال
 تاب جذب نگهم رنگ به گل نگزار
 نتوان منت جاوید گوارا کردن
 باز گشتی نبود گرم بهر هوشم بخشند
 موبویم خبر از جلوه ناله دارد
 ذوق غم حوصله لذت آزارم داد
 شنبه آدینه شد از شهرت یونگیم
 پایے پر آبله ذوق سفر افزود مرا
 حال من بنگر و از عاقبت کار میرس
 بسکه تاریکی شهلای جدائی دیدم
 نار و ابود به بازار جهان جنس وفا
 هوس زلف ترا سلسله جنبان رفتم
 مردم و باز با یجاد دل جان رفتم
 که بتا راج جگر کاوی شرکان رفتم
 جاده کردم ز دم خنجر بران رفتم
 هر قدر بهر طلب کاری انسان رفتم
 به هواداری بلبل ز گلستان رفتم
 همچنان تشنه ز سر چشمه حیوان رفتم
 راه صحرائ خیال تو چوستان رفتم
 بخیلای که چنین آئینه سامان رفتم
 پایے کوبان بسرخار مغیلاں رفتم
 راه آزادی اطفال دبستان رفتم
 راه بیدای بلا ازین دندان رفتم
 عمر خود گشتم و در غصه بیایان رفتم
 سایه گردیدم و بخورد ز شبستان رفتم
 رونق گشتم و از طالع و کان رفتم

سعی در باب ربانی نبود غیر فتن
 تا سبک و حی من رنج گرانی نه کشد
 ز جنت بر نفس اهل طرب ریخته ام
 پای خوابیده مدد کرد و سر آمد شبگیر
 تا دیگر رنج جلوداری مجنوں نه کشد
 ننگ بمطرحی مرغان گرفتارم کشت
 تا نباشد الی ترک وطن نتوان کرد
 چهره اندوده بگرد و مژه آغشته بخون
 اضطراب آئینه پرواز جلاسه وطن بست
 هم جگر تفت ز کین خوابی اغیار شدم
 از تعلق نبود رو به قفس رفتن من
 امین از فتنه عیاری عیارانم
 بسفر تان کشم رنج نگهبانی خویش
 منت از خویش به اندازه طاقت نام
 منت ساز زار باب خجالت دارد
 نگهم نقب به گنجینه دلها میزد
 نقش آوارگی بود به پیشانی من
 داغ حسرت بدل و شکوه اختر بیا
 داشت آن بند که برپایه جهاں پیا بود
 گاه از ولولہ نازش جادو در میست
 که به حکیم هوس تربیت عرض کمال

دود آهی شدم از روزن زندان رنم
 شب وصلی شدم از و دیایاں رنم
 خواب خوش گشتم و از یاد عزیزاں رنم
 همچو شمع آخرا ز این انجمن تاں رنم
 بهر آرامش طفلان به بیایاں رنم
 بستم از زمزمه منقار و زبستان رنم
 مشکلی در نظر آوردم و آساں رنم
 خود گواهم که ز دلی بچه عنواں رنم
 نه بدل رنم از آن بقعه بل زجاں رنم
 هم دل آزرده ز بے مهری خویشاں رنم
 وحشت بردم از احباب هر ساں رنم
 با چنین تجربه گزیری یاراں رنم
 بے سراخام ترا از خواب نگهباں رنم
 که بدین بارالم های فراداں رنم
 خجلت نیست اگر بے سر ساماں رنم
 مژده باد اهل ریاری که زمیناں رنم
 پا ز سر کردم و سر بر خط فرماں رنم
 منت از بخت که بسیار ساماں رنم
 شمش جهت گشتم و ستار گهباں رنم
 سخن خود شدم و تا به صفا باں رنم
 مهر تاباں شدم و سوئے بدخشاں رنم

که ز جان بخشی انفاس درون پر خویش
 گوش نابی دهم اندیشه خود را که عبث
 بخودی بادی سپائی تحیر شدن است
 بر فشاں بودم و بیرون ز خودم راه نبود
 لکن دادم نشل طے سر را هم گسترده
 طاقت عرض غمناک بکف خاک نیست
 جلوه در طالع خاشاک من افتاد ز بول
 کاش می سوختم و داد فنا می دادم
 تشنه بکهر تا شام شد نم صدف نه کرد
 سبزه رنگ طرادت بخراش باخته ام
 خار خشک سر آشکده کافه دارد
 اندراں بقعه معمور ز دل تنگی خویش
 متحیر که کجا می برد آوار گسیم
 ناگهان اثر مرهم طبع بهار
 شمع بخت جگر تشنه فروزاں گردید
 از جفا بے فلک آهنگ تظلم کردم
 شاه حجاب که دولت بدش ناصیه است
 آں فریدون فرج شد مهابت که بغیر
 حبه رحمت عامی که ز فیض کریمش
 خاطرش راست فرست عی که بیا دش خود
 خواستم پای قدرتش بخیال آوردن

بوئے پوست شدم از مصر کیناں رفتم
 جاده رفتم در رفتم چه پریشاں رفتم
 نه بکاشانه کشیدم نه بکاشاں رفتم
 موج گوهر شدم و پاسه بدماں رفتم
 بخود از دلوله شوق پرانشاں رفتم
 زین چه خیزد که به جولان گویاں رفتم
 شد غلط جاده کلخن به گلستاں رفتم
 شرم باد که بدماں تازه خیاباں رفتم
 که ز جوش عرق شرم به طوفان رفتم
 خس شدم تا بچراگاه عزالان رفتم
 فرصتم باد که بسیار به سامان رفتم
 حسرت آگین چو گنهار بر زندان رفتم
 متاتم که درین مرحله از جاں رفتم
 شد بلد نکست گل جانبستاں رفتم
 کاندراں نور بسر چشمه حیواں رفتم
 بدر بار که خسرو گیماساں رفتم
 همچو دولت بدش ناصیه سایاں رفتم
 ز آستانش بسر مست خاقاں رفتم
 همه درد آمده بودم همه درماں رفتم
 ذره آوردم و خورشید درختاں رفتم
 به تنزل سوک او رنگ سلیمان رفتم

در دل افتاده بارگش سر کردن
 شرعی از وسعت اخلاق و آید بصیر
 مهر را یا فتم از مشرم جالش ته خاک
 منظرش ادج قبول مست ترقی کردم
 خسرو در ره اندیشه صفت بخیال
 حور گلچینی گلزار گریب با نم کرد
 چوں شنیدم که ترا نائب مهدی گویند
 هم ز اسمت که دین نصرت دین حید
 حرف جود تو به لب بود که سر تا سر دهر
 وصف نیر و سگ کوی ترا زمزمه
 شیر دم لایب کنای گفت بیار ام که من
 خاک نقش گفت پائے تو نشان ادم را
 رخش چوں موج گرفت مست سر پائے مرا
 شوق در راه تو چوں گوے سر ز پا خشت
 تا توانی بتواضع ادب آموز من مست
 بر امید کرمست بود که در عالم ضعف
 لے با خلاق حسن آید رحمت بر خلق
 هم ز خلق تو شنا در دل کوثر کردم
 بزم دستور ترا قطع و گلشن گفتم
 روشن الدوله هادر که به ایشار و عطا
 بر مکی دهمه بر مکیاں زهر ز رشک

اول گام فسر از سر کیواں رفتم
 ناز بالیدم و از عالم امکان رفتم
 بعضی دارن خورشید پرستان رفتم
 پیکرش عید نگاهست بقربان رفتم
 هر قدم پایه سر سنبلی در یجاں رفتم
 چوں بذوق ریح تو سر به گریباں رفتم
 بهر شکلی به طلبکاری برهیاں رفتم
 صفت ذات تو درستم و نازاں رفتم
 همچو ابرمه نیساں گهر افشاں رفتم
 باد اداں که بر اطراف بیاباں رفتم
 ناله گردیدم داینک ز نیساں رفتم
 چوں بر عیسی مریم پی دریاں رفتم
 هر قدم راه درین بادی لرزاں رفتم
 بسکه آسیمه سر از سیلی چوگاں رفتم
 پائے مورم ره کوے تو بهر گاں رفتم
 اینچنین راه دراز این همه آساں رفتم
 از حضورت بتماشاگر رنواں رفتم
 هم ز بزم تو به عشرت کده جاں رفتم
 چوں بدیدم هم از آن گفته پشیاں رفتم
 حاشش گفتم و شرمندہ نقصاں رفتم
 چوں شناخوان سخایش بر آناں رفتم

توسلیانی واد آصف دمن مو صنیعت
 بومیم بسپرد بنویس بر اتم بر دے
 سر این رشته نگه دار که در راه طلب
 نیستم مبرم و بر طبع گرانی نه کنم
 ناز پرورده خلوت که آزاد گسیم
 صله جو نیستم و شعر سر و شمع نه کنم
 مدته در وطن از کثرت مستی شوق
 گاه دیوانه صفت سیر بیا باں کردم
 که چو بلبل سر دیوار چمن بگنجدیم
 ساز هنگامه نه اندر غور طاقت کردم
 قطره ام قطره وے حال خرابم دریاب
 چشمه وجود کند چاره لب تشنگیم
 من هم از خیل کریانم و نخلت نبود
 آدم بر در گنجور علی مدح سراے
 مدحت نائب مهدی ز محبت باشد
 از غلامان علی ساخت لایق تو مرا
 نازش قطره بد ریاست تکلف موقوف
 شایگان گشت قوای همه در نامه شوق
 آب رنگ سخنم بنگر و معذورم دار
 شرف ذات من این بسکه ثنا خوان توام
 وصف جاهت نه باندازه ادراک هست

راه نسبت طلبی بی که چه شایاں رفتم
 تا بدانم که به آصف ز سلیمان رفتم
 قدم بود که سنجیدم و پنهان رفتم
 از تو فرمان عطا و زدی احسان رفتم
 کافرم گر بسرا پرده سلطان رفتم
 راه مدح تو به سر گرمی ایان رفتم
 جاده مرحله عمر پریشان رفتم
 گاه مستانه به گلگشت گلستان رفتم
 که ز پروانگی دل به چراغان رفتم
 راه مستی نه باندازه سامان رفتم
 که ز دریای دلی خویش به طوفان رفتم
 آب جویاں به لب قلزم و حمان رفتم
 گر بدر یوزه بدر گاه کریساں رفتم
 نه بدر کوئی گنجینه خاقان رفتم
 شادمانم که به مخابر محبان رفتم
 تنیست خواه بر بوز و سلیمان رفتم
 مرد بودم به سجود شبه مردان رفتم
 بسکه به خویش به آرایش عنوان رفتم
 گر چو عرفی زه فخریه به بزیان رفتم
 عزت و فخر نسب به ثنا خوان رفتم
 عجز نیست بدانستم و نادان رفتم

غالب از راه ادب لب بدعا باز کشا
شوکتت باد که شان دگر مافزودی
کو کب بخت تو رخ شده تراز مهر که من
آبدی باد بهار تو که در انجمنست

تانه دامنم که ره فکر پیشان رفتم
شادمان باش که از لطف تو شادان رفتم
از تو چون مهر بر آفاق زرافشان رفتم
گفت خاک آدمم و جوش بهار را رفتم

لب هر کس که عدی تو و جا هست باشد
ساز این زمزمه بادا که من از جان رفتم

قصیده پنجشاهی

شادم که گردشی به سزا کرد روزگار
تاریب باطرا نخب من انبساط را
ز آن رو که خلق مست تراز ما سرست
دگر پی سر و دمطرب نیاز نیست
آباں مه هست شاد گل جلوه گری باغ
ایں از هجوم لاله و آن دگر از شفق
در برگ ریز تشنه لبان نبات را
گوهر فشان مگوئی که ابر بهار را
بر رخ ز ابر پرده فرو بست آفتاب
بلبل بشاخ از نگه داشت آسمان
از بسکه بهر پرورش جوهر حیات
مخمور را آب نشاط شراب داد

بے باده کام عیش روا کرد روزگار
چون تار ساز نغمه سرا کرد روزگار
مارا خجل ز مشرب ما کرد روزگار
بے زخمه ساز با هوا کرد روزگار
امسال عده زود وفا کرد روزگار
رنگیں بساط ارض و سما کرد روزگار
شاداب فیض نشود نما کرد روزگار
از بس شتاب آبله پا کرد روزگار
بند نقاب نامیه واکر کرد روزگار
آهو بمرغ زار رها کرد روزگار
اصلاح حال آب هوا کرد روزگار
مسموم را به باد واکر کرد روزگار

بر ساز آبخار که سرزد ز کو بهار
 تا سر دراز شک چمیدن فزود شود
 آمد بهار رفته بدانشان که بهر دید
 دزد بهر آنکه رفته به آینه بر خورد
 قوسین حلقه دار چو آورد سر بهم
 پیرایه بهار دگر نگلد حسنرا
 ماں لے ادانشناس بگفتار دل میند
 دانی چه ویدا که در جلوه گاه حسن
 فیروز طالعے بسر پرشمن نشست
 باغے بنا نهاد و بدان باغ دلکشا
 نرگس ز چشم طالع بیدار ساز داد
 لعل از جهاد و گل ز نبات دان خلق
 در مدح شاه غالب رنگیں ترانه را
 از ذوق نشر رایحه مشک این نوید
 نے درخزاں بہار و نہ در برگریز گل
 ہم داد تازه روی عنوان مدح داد
 نازم بنام نامی سلطان که از شرف
 شاهی که نخل دولت ادرا بلوغ دیں
 امجد علی شہ آنکہ بہ ذوق دعائے او
 زان و ہی پرست و منت نہی تہد
 چترش ز خوشنقش فلکی کاندراں فلک

آدائے کبک سار سا کرد روزگار
 طاؤس ابرقص بپا کرد روزگار
 بے اختیار روی قفا کرد روزگار
 از کف زماں ناقه را کرد روزگار
 چون نقطه خود بدائرہ جا کرد روزگار
 کاین رشته را بتاب دوتا کرد روزگار
 پائیز را بہار کجبا کرد روزگار
 خود را چنین خجستہ نقا کرد روزگار
 کال را ہی نہفتہ دعا کرد روزگار
 سرمایہ شگرت عطا کرد روزگار
 منیل ز ظل بال ہما کرد روزگار
 بر شاہ و تخت شاہ خدا کرد روزگار
 چون بلبلان ترانہ سرا کرد روزگار
 فردوس پائے مزد صبا کرد روزگار
 این بود انجیہ کرد بجا کرد روزگار
 ہم حق مدح شاہ ادا کرد روزگار
 ترکیب آں ز مجدد علا کرد روزگار
 سر سبز آب چسے بقا کرد روزگار
 صدرہ نماز صبح قضا کرد روزگار
 کش بندگی بہ حکیم خدا کرد روزگار
 خورشید ماہ ماہ اسہا کرد روزگار

زان دایه پاک بر دبر یوزه از درش
 نبود بسایه عنصر و اسایه خداست
 می آرمود خامه به تصویر قهر شاه
 ملے آنکه روزنامه حکم ترا به دهر
 از شکل ماه نوبه گمانم که ماه را
 برخوان نعمت تو که گسترده اندپین
 دانم که سفله رانه نشانی بطرف خواں
 میخواست بند دار به پیشیت بر دستانه
 دانی که در سخن به که مانم ز من میسر
 آنم که بهر صیفت صفات کمال من
 چوں بر دنامد سو خودم خواند از اهل خرد
 من خود عدیل اخو شمرده نبود عدیل من
 هم پای تو عالی و هم دست گاه نظم
 نگزشتہ مطلع غزلم بر زبان بنور

در هفته هشت و نه بنا کرد روزگار
 ابدای گوهرش ز دنیا کرد روزگار
 کال اثر دبا عیاں ز عصا کرد روزگار
 فهرست کار با سے قضا کرد روزگار
 بر در گه توانا صیبه سا کرد روزگار
 لب از نوش بهره را کرد روزگار
 خود تکیه بر عموم سلا کرد روزگار
 از آفریدگار حیا کرد روزگار
 این دعوتی محال کجا کرد روزگار
 ایجاد حرف صوت صدا کرد روزگار
 تازش به بخت حرف ندا کرد روزگار
 چوں خود مرا به غفقه فنا کرد روزگار
 هر مدح را دوبار شناسا کرد روزگار
 آهنگ و عبود ساز فنا کرد روزگار

مطلع ثانی

دل را بشعله جلوه عطا کرد روزگار
 با سیم ز جاگزانی خواهش سنجاست داد
 دو د چراغ چوں خورشید من قرار یافت
 کالاسی نانهاده بدزدی بود چرخ
 گفستی بملک نظم که صاحبقران تویی
 لوح طلسم بے اثر و من به بند دیو

قلب من از گداز روا کرد روزگار
 در د مرا به داغ دوا کرد روزگار
 زاتش بزدر دود جدا کرد روزگار
 پیراهن نه داده قبا کرد روزگار
 آری نه دیده که چها کرد روزگار
 خوش در سخن طلسم کشا کرد روزگار

با این فروغ گوهر خشانی نهاد
 نبود غلط بگو که غلط رفت در ازل
 با من که تاب ناز نکو یان نه داشتم
 گفتم به عقل کل که نه دانم برائے من
 گفت ای ستاره سوخته زانغ و زغن
 تو بلبلی همی که بدام آمدی ترا
 غالت ز خستگی گل سنجی و ننگری
 چون دستگاه قیمت جنس بمن نه داشت
 گویند بوفاست هال می نه رستیت
 تن زن که گر چه بود گدایانه سر نوشت
 زین پس من دعا می هانباں که پیش حق
 زین سال سیاه روز کرا کرد روزگار
 نبود خطا بگو که خطا کرد روزگار
 بد کرد بد که جور و جفا کرد روزگار
 حکم دوام صبر سپرا کرد روزگار
 کازا گرفت و باز را کرد روزگار
 اندر قفس ز بهر نوا کرد روزگار
 کست عین علم و ذات ذکا کرد روزگار
 در هم شد و به هیچ بها کرد روزگار
 خود با تو درستم چه وفا کرد روزگار
 باری بگو شاه گدا کرد روزگار
 ابرام در قبول دعا کرد روزگار

تا بست عهد هستی خود با بقل شاه

پیدا طریق شرط و جزا کرد روزگار

قصید پنجاه و یکمین

سخن ز در وصف رضواں بگو یار کشد
 تو باش حاسد رضواں بی اغبانی خلد
 سخن به ذکر قیامت در از کن واعظ
 بر نه نشین و دعا گو و هر چه خواهی کن
 ز به صبیب که پیکان تیرم از دل تنگ
 چو جاده که ز صحرا به لاله زار کشد
 من آن نیم که مراد دل هیچ کار کشد
 مگر ز طول به بالای آن نگار کشد
 عنان کجاست که آن طفل نیوا کشد
 بدون آنکه فزوں تر شود نگار کشد

سله و زید بادشاه از جهان عالم داعی علی شاه

رقیب کشت بخاکم نهفت آن بدخوے
 بے گرانی خوابم ز سو رخن نه به لہو
 اگر نه خال بر آن دے دلفرد ز ہند
 وگر ز نسبت آن لف و رخ سبیل گل
 بشہر شہرت حسن تو فستنه انگجنت
 امید من بتو باقی ست میخورم سو گند
 بز ن بر آتش دل آب ورنه عاشق را
 بھیج حیلہ غم از دل نمی رود بیرون
 رواست عوے ذوق غم آن بلاکش
 غم ست آنکہ منش را بھی کند ہموار
 کشاکش غم ہجران گل اگر این ست
 تو لے ندیم کہ مانی ز تازہ رے خویش
 فریب ہرزگردوں مخور کہ این بے ہر
 زمانہ بے سبب آزار دو پنداری
 ز خود بروں مدہ آتش کہ خود چه کس باشد
 تو اضطوار چه دانی کہ صیت ہرہ منال
 ز ہر چه میگزد بگزد سخن بہ گزار
 سخن در اصل ہمانا بود سیہ خونی
 ز نظم و نشر چه خیزد بہار کس خود نیست
 کشد چه رنج سخنور کہ نقشہاے بدیع
 خجستہ طالع دستے کہ بے توقع مزد

بدر کشید کہ نقش مرا بہ دار کشد
 چه نقشہا کہ بہ انگشت بر مزار کشد
 اگر نه شانہ بر آن زلفت تابدار کشد
 بخویشتن چه فزاید کہ ننگ عار کشد
 کہ شیخ شہر خجالت ز شہر یار کشد
 بہ نالہ کہ دل نا امید و ار کشد
 بہل کہ غمزدہ آہ شرارہ بار کشد
 کسے برے چه منت غمگسار کشد
 کہ سم بجز بے دم از دہان مار کشد
 رود ز اسب بروں تو سنے چہ بار کشد
 عجب بود کہ خزانم بہ نو بہار کشد
 بہ سبزہ کہ سر از طرف جو بیار کشد
 دہد فشار کسے را کہ در کسار کشد
 کہ انتقام تو از اہل روزگار کشد
 کہ ننگ نسبت ہمطرحی چنار کشد
 مباد کار کس از غم با اضطوار کشد
 کہ چرخ کینہ زمر و سخن گزار کشد
 کہ کاتبش زرگ کلک مشکبار کشد
 کہ ہرزہ صورت گلشن بہر گزار کشد
 ز بہر آنکہ گزارد بہ یادگار کشد
 ز پائے رہبر آردہ پائے خار کشد

ستوده خوی سوارے که در گزر گه صید
 به ضرب گرز حوادث بخاک یکیاں با
 نیازمند مباد آں بزرگ کو چک دل
 کفش به کویچه و بازار زر فشاں باید
 به سنج تاجچه کند صد ستم بادل
 ستم مکن که ستمگر به حکم قهر و غضب
 به بخش جرم عدد در به انتقام خوشی
 بقدر نفهم تو گفتم و گریه کار آنست
 سبب بزرخمه و جنبش نگر که آن ز کجاست
 ز اصل خلق سراییم سخن به پرده راز
 نیافت راه ز کثرت غلل بود ثبات
 اگر به پیش این از در سخن بهیچ
 بیا که نقش دلادیز صورتی دیگر
 چنانکه هر سپاه لوا مع سحر
 دل حزیں به سیاہی زدودن شب غم
 ابوالاکم علی دلی که از ذاتش
 جلیس تاقه سوارے که پیش دے جبریل
 انیس راه سنائی که در پیش در حمله
 هند چو شهنشهرش فراز مند پای
 خرد کشوده بر امش دکان میل به میل
 شهنشاه ملک سخت گیر ہیں که به قهر

کماں به نیست م خوردن شکار کشد
 سرے که بنده ز فرمان کردگار کشد
 که ناز راه نشینان خاکسار کشد
 بخانه آنکه سر پرده زر نگار کشد
 ز سنگ ضربت آهن بهی مشرار کشد
 خود از نهاد خود آزار بهی شمار کشد
 مباحش رنج ز غم کافریدگار کشد
 که مرد خط بر قهقارش اعتبار کشد
 نه زخمه بلکه مغضبه صد از تار کشد
 نسب به پنبه ردار از پود دتار کشد
 کی یکسیت عدد گریه صد هزار کشد
 سخن ترا به طلسم شکفت زار کشد
 قلم بواسطه دست عشه دار کشد
 پے کشایش تسلیم زنگبار کشد
 نفس به یاد فدا دند ذوالفقار کشد
 دلیل ختم نبوت به پشت و چار کشد
 پیاده ره رود و تاقه را مهار کشد
 بود چو چشم کس باز کا انتظار کشد
 سریر از زمین جانب یسار کشد
 بچشم اهل نظر سر مه از غبار کشد
 چو کینه های نهان از من آشکار کشد

خم زمانه خود اندوه عشق بازی نیست
 سپهر سفله بجا کم فلکند و می بینی
 گهم چو یوسف یعقوب در چه اندازد
 فشانم از به زمین دانه بدو لای نهال
 و گرز دانه و در لیش خاک خود فشار
 مگر بکم یٰ اَللّٰهُ فَوْقَ اَیْدِیٰهِمْ
 خوش آنکه خسته به نیر و دستگیری تو
 فدایان ترا داد پیشه شاهی هست
 بلند مرتبه و آبد علی شتر آں که پهر
 ز بیم قهر و از کار رفته شعله چنانک
 محیط جایش اگر موجزن شود نه شود
 بکشورش ز نمود شعاع مهر پهر
 ز بس بود به هنر مند پروری مشهور
 بهار از پے عرض هنر ز سبزه و گل
 گئی که حرف به آئین گیر و دار نرند
 ز جوش رخش فلک شیشه بر زمین فلکند
 ستم رسیده نواز من آں نوا سنجم
 لبم به زمزمه دل راز جا برد انگیزد
 کف مرا به نگارش دوا بر الفناظ
 قلم ز من بسرا نگشت محرر می ماند

که دل هر آنکه لذت زخار خار کشد
 چگونه پوست همی از تن زار کشد
 گهم چو عیسیٰ مریم سن از دار کشد
 بود که مور ز خاکش بره گز از کشد
 ز ریش ماده شاخ و برگ و بار کشد
 کرامت تو بر و نم ازین فشار کشد
 دلیر گردد و دامان شهریار کشد
 که در شکنج فلک راز گیر و دار کشد
 ز عجز پیش و نه آهنگ زینهار کشد
 به گرد خویشتن از خار و خس حصار کشد
 که چرخ ز درق از آن ورطه بر کنار کشد
 بود که لای تنک مایه که خار کشد
 اگر سر به تماشا لای نو بهار کشد
 هزار نقش نو آئین بره گز از کشد
 دمی که تیغ به میدان کار زار کشد
 ز فرط کشته اهل خجالت از شمار کشد
 که ناله رشک نو لای من از هزار کشد
 دمم بجا ذبه گل راز شاخسار کشد
 ز حلقه ایست که در گوش نو بهار کشد
 که پرده از رخ خوابان گلزار کشد

چنین کسی که چنانست در زمانه است
 نمی رسد بدرت زانکه روشناس تو نیست
 بخند متش مکار و عطا درین مدار
 خود آن کریم گرانمایه که ساکن را
 خوش آن عطیه که غالب بدان توانائی
 دے شتاب که دیگر دے نه ماند مرا
 گهر نشانی من در دعای شه غالب
 زمانه تا که بفرمان اقتضای ظهور

ظهور فتح ز شمش سوئے مهنت کشور را
 به سایه علم شاه کامگار کشد

قصیده پنجاه و دویم

رواست شور نشید ترانه متاں را
 مگیر خرد ه کز اں فرقه ام که پندارند
 مستم که بدل دین خود اعتماد هست
 ز دوستان خود مگیر در دهنای و ببر
 ز دل خدنگ تو بگزشت در جگر بنشت
 نماند گل به گلستان بخنده لب بکشاے
 درنگ نیست خزاں در بهار می گزرد
 کجائی اے همین آرا مگر نداری تاب

بشرط آنکه نه گویند راز پنهان را
 سواد خالی رخ دوست داغ عصیان را
 به نیم غمزه هم این را ربانی و هم آن را
 کسیکه دوست ندارد کجا برد جان را
 سری بخانه همسایه بود همسان را
 به برگریز پر از گل نگر گریبان را
 بگوئے تاد هم آواز بوستانان را
 ز مرغ ناله آواز بادا بهو باران را

سے در مدح جان عالم و احد علی شاه بادشاہ وادعه (این قصیده در نسخہ نیست)

تراست مرغ دعا گوئی باد فزماں بر
 نه پائے سر و کنار چمن نشیمن مست
 به بویه گر همه ره برده به چشمه خضر
 نشاط یک دم از عمر جاوداں خوشتر
 بیاد از پی گستر دن بساط نشاط
 ترا به شیوه مشاطگی است آن خوبه
 که گفته است در آئین بزم سوره مهر
 من از درازی شبهای قوس پندارم
 خوشا درازی شب آنکه گر بود تاریک
 و گر بود شب مه نیز بزم عیش آری
 مگر منی و قدح از سفال کافی نیست
 نه آن بود که بسوزد ز کار گردش چرخ
 ترا رسد ز سر پرده های رنگارنگ
 بهر بساط نوا اگر کن اندراں خرگاه
 فراجم آرد و رداں سوئے خیمه گاه فرست
 تو باغ و راغ بیارانی خواجهم ضامن
 بهشت لاله اگر نیست گو مباش که شاه
 وے دے که کنی تو تیاے دیدہ خوش
 رکاب بوسه و جاں بیایه خوش نشان
 بهار کو کبه داعی علی شاه آن که بهار

بزن بباغ سر پرده سلیمان را
 بهل به پدگیاں خوابگاه ایوان را
 بدای زلال میالای طرقت داماں را
 بگیر باده دگبزار آب حیوان را
 ز خار و خاشه سپرد از باغ و بستان را
 که جا بیدہ خواباں دہی خیاباں را
 که فریخی نمود روزهای آباں را
 که بهر انجمن آرد فلک زمستان را
 درنگ در نظر افزدون بود چو غاں را
 بعمره دیر نگذار ماه تاباں را
 چه غم خوری که چرا خورد خاک یحیاں را
 بروز گیتی دیا ز آورد بهساراں را
 نگار خانه چیں ساختن بیاباں را
 گروه چامه سرایان دلکش اکھاں را
 ز میوه انچه بود در خور انجمن خواں را
 که آورم تماشا خد بویه گیسواں را
 ز خون صید کند لاله زار میداں را
 غبار به بگزار باد پایے خاقاں را
 سپس بمرگ عدو مژده گوئے سلطان را
 بروز موکب جاہش به گدہ ساماں را

بروز بار برمد از درش طغان و تگلیں
 پی پش و پیش راز نهان بکار آورد
 ز قطره که به بطن صدق گیسو بند
 سبیل بخشش سلطان نکر که بر کشت
 بیا بوقت و رویی که بر کنار ذرع
 زهر و زهری شه بکمر دم اندر راه
 در آن ه از کف هر خاک چو بفتاری
 نور و نام اقبال بر کشاد به خواں
 بقا تو یزد است تو داده دوست را
 ز سر به پای خاک ه تو افزون است
 کمال سعی تو در پاس یل زان دست است
 چنان ز تیر تو کافر کشی رواج گرفت
 ز دیر باز رخ آورده ام بدین درگاه
 در تو با همه دوری نظر فرو زمین است
 ز بعد بندگی غائبانه می بایست
 فغان ز پیری در بخوری دگرانی گوش
 ز قریب بعد زانم سخن بدان شادم
 غلام شاه هم دحق دانم دحق اندیشم
 ز دوسه رسته نبی گشته ام پیرفتار
 گدای ترک نژادم ز دوده سلجوق

بزیر تاج نهان ز خیم چوب دریاں را
 بجای قرعه رمال چرخ گرداں را
 به بذل نام بلند دست ابر نیسان را
 فشاندر شمع کف دست گوهر فشان را
 به خرمن مست گهر چای دانه دهمقان را
 بر دے خاک فشانده خرد ه جان را
 رواں بر دے زمین بنی آب حیوان را
 که جز بنام تو نوشته اند عنوان را
 قضا طرا ز بنام تو بسته خرمال را
 به چشم کم نگر و لکنو صفایاں را
 که همت تو بود تکیه گاه امیسان را
 که ذوالفقار جگر گوشه خواند پیکان را
 بگرد خاطر شه ره مباد نیسان را
 چنانکه می نگریم پرده دار کیوان را
 که در حصن کرم استوار پیمان را
 که کرد این همه دشوار کار آسان را
 که دشناس بود ذره مهر تابان را
 معاد و عدل و امام دینی دیزدان را
 بدهر بعد نبی الهییت و قرآن را
 فراخ تا نبود خواں نبی خورم نان را

کجاست ناں کہ نغم خواں چه پیره میلایم
 دل پر آتش و چشم پر آب من دارد
 سوال ساکن اگر زده برده گوش
 ستم نگر که زور ماندگی همی سشنوم
 به آبروز جهان و تا نغم نمی دامن
 هلاک عشرت نقدم اگر ز من باشد
 چنان نگاشته ام این ورق که گر نگر
 گزیده ام روش قاص کا ندرین منجار
 شود ردائی طبع منسوز ز سحری دهر
 بیا که افسر شرق سخن کنم غالب
 دهم بشرط و جزا نیز رنگی از ابداع

فشرده ام بگلر بهر قسم دنداں را
 تنور پیر زن و ماجراے طوفاں را
 قبول تا نه کنم مهاب نادر مآں را
 خروش ناله و فریاد دام خواہاں را
 غم و نشاط و کم و بیش و نفع و نقصاں را
 بچار سوئے فرد شتم ریاض رضواں را
 فتد ز دست قلم نقش بند شرداں را
 بچو یہ پاسے بلرز و ظہیر و سلماں را
 بسنگ تیز تو اں کرد تیغ بُراں را
 دعاے دولت شامشہ سخنداں را
 بطرز تازه طراز م دعاے سلطان را

پہر تاج او باد در جہاں داری
 دہند تا الفت دوا و ثور و میزاں را

قصیدہ نجاہ و سوسین

بیاد کر بلا تا آن شکش کارواں بینی
 نباشد کارواں را بعد غارت خست کالاک
 نہ بینی هیچ بر سر خازنان گنج عصمت را
 ہمانا سیل آتش برده بنگاہ غریبان را
 کہ درے آدم آل عبار سارباں بینی
 ز بار غم بود گر ناقہ را محل گراں بینی
 مگر در خار دہناتار و پود طلیساں بینی
 کہ ہر جا پارہ از رخست موجی از دغاں بینی

لہ مراد شاعر بلند پایہ ایران قاتانی شردانی - لہ ظہیر فارابی لہ سلمان سادجی

لہ دردم

به بینی چشمه از آب چوں جوی کنارش را
 ز تاب مهر گیتی سوز خط عاده ره را
 زمین کش چو فرسائی قدم بر آسماں سائی
 بهر گامی که سخی حوریاں را مویه گر سخی
 به بینی سرخوش خوابم خوابم غازی ا
 علم بنگر بنگاک ه گزار افتاده گر خواهی
 هجوم خستگان سوز و ساز نو گرفتاراں
 نه می بینی که چوں جان داد از بیداد بد خواها
 گرفتار کاین همه بینی دے داری و چشمه هم
 چه دندان در جگر افشوده باشی کاندراں دای
 نیاری گرد راں کوشی که پایش در رکاب آید
 تنه را کش رگ گل خار بودی بر زمین یابی
 نگه رازاں و ابرود برود درخون تپان آبی
 سناں بانیزه پیوند همی زین و عجب نبود
 گران آهمن بود گو باش غم بگدازد آهمن ا
 شهادت خود ضمانت نیست لیک از سر آگاهی
 بهمن فردا ست تا تو قیام آمدش و اں گرد
 و گرتاب شکیمانی اندازی بد در ره نه
 بود تا تکیه گاه ناز آفرینش چو دهاں را
 نقلی است صریح فرخ فرخنده فرجامی
 بهنگامی که حلالاں نهند از دوش در پیش

ز خون تشنه کالماں چشمه دیگر رواں بینی
 بساں ماهی افتاده بر ساحل تپان بینی
 زمین کش چو گردی پا بفرق فرداں بینی
 بهر سو که بینی قدسیاں انور خواں بینی
 نه مشکلی در خیم بازو نه تیرش در کماں بینی
 که بر روی زمین پیدانشان کهکشان بینی
 نو آئیں بزم طوی قاسم ناشادماں بینی
 علی اکبر که همچو بخت بد خواهلش جوان بینی
 بخون آغشته نازک پیکر اصغر چپاں بینی
 حسین بن علی را در شمار کشتگان بینی
 نه بینی گر خود آں خواهی که دستش بر چناں بینی
 سر را کش زانفسر عار بودی بر سناں بینی
 هوار ازاں دو گیسو سوسو عنبر نشاں بینی
 که ز ازاں گره پیوسته در بند فغاں بینی
 سناں اہم ز بتابی چو مژگان خونچکاں بینی
 پے آفرینش خلق این شهادت اضاں بینی
 مریخ از ناراں ای گرد رنگی در میاں بینی
 که ہم امروز از بخشاںش فردا نشاں بینی
 منہ بکے سوے ہند از خاک آں مشہد و اں بینی
 کہ فر تائب سرخ فرخی از دے عیاں بینی
 دے بخشش کہ گردش گردش ہفت سماں بینی

منیای زان یارست گاه بر دوزخ می بارد
 بر انگیزد قیامت مردگان این قیامت
 جز آن بیدارست پاکیز خاک نتواند که بر خیزد
 نفس در سینه داغ از تابش تابنده خورانی
 سواران همچو مهر آسمان در زیر سلب یابی
 بره فتن هجوم گوهر آگین طلیحانان
 هجوم خاکیان بدی سپس گردید بر بندگی
 بوالا پایه نام آور سرشان در شنا خوانی
 محیط داد و دیں سید محمد گز فره مندی
 نژاد خسرو الفقیر فخری گوے را نازم
 ز هر جز و ضرر کج اقدس دست هما پوش
 چو یابی خواجه ادرره چه نیکو را بهر یابی
 سفای مینی از ریحان فردوس بریں کاینک
 مگر در خواب دادند آگهی سلطان عالم را
 طریق پیشوایان محی الہام مست خاصا
 حبلے در میان بند حق نیست پندام
 روانی تشنه گفتار من دارد شنیدن را
 نهفته دانی شاه آشکارا شد و ا باشد
 نشاط اندوزی سلطان انادول عجب نبود
 رسد پیش ز رسیدن نظم غالب در نظر کار

که خاک لکھنؤ را مردم چشم جہاں بینی
 کہ از فیض درودش در تن ہر ذرہ جان بینی
 با استقبال تازاں اہل شہر از ہر کراں بینی
 محل بر خلق تنگ از ہوکب شہزادگان بینی
 ہیوناں چوں شریا گوہریں برگستوان بینی
 کہ بر روی زمین چرخ ثوابت رواں بینی
 سرشاں ابا نذازشنا مشیواریاں بینی
 سحر رحمتہ للعالمین را ہمزباں بینی
 مراد را در جہان آگہی صاحبقران بینی
 کز استغنا بدوشی درش سلطان نشان بینی
 کف رضوان مفتاح در باغ جناں بینی
 چو بینی ہدیہ را بر کف پیہ فرخ نور ہاں بینی
 بباغ جم جم شہم واحد علیشاہش مرکاں بینی
 کہ سوے شاہ از پیش شہنشاہ ارغوان بینی
 بود خولے کہ تعبیرش بہ بیداری ہاں بینی
 در آنجا آشکارست انجہ ایجاد رہنماں بینی
 قلم را بعد از پیہ رمد باخاں تر زبان بینی
 دلش را اگر بدیں آہنگ بر من مہربان بینی
 در قصے کا ندرینجا خامہ ام ادر بناں بینی
 لبش داد سخن همچوں کفش گوہر نشان بینی

نہ بیند عرض لشکر در نہ صفت صفت سبایش
 بیا بیاں را نہ لشکر بلکه طوفان در رہد انکار
 بدان قانع نخواهی بود اگر گنجینه سلطان
 چه پرستش دارنی ز خازن که خود بر طاق نشانی
 جهاندارا بکاخی کاں طلسم نصیب جا دارد
 در آن قدسی زیارت گاہ بام کعبہ اماند
 چه گویم چوں همی دانم که میدانی و نپندی
 کمالش را طراز نازش عین لعلین بخشی
 خدایا تا بهای و خزانے هست گیتی را
 ز بخشش شمل یزدان آنچه باید یافت آری
 جهان سوز است آئیں مہر را در کشور آرائی
 گراز رست غضبناک جمع بسوی دشمن انداز
 چرا گویم کہ تا در روز یابی مہر تاباں را
 سخن کوتہ ز صبح و شام مہر دمہ چاند شیم
 زمین را در دست خود را بہ گیتی بے خزاں مینی
 ز تابش ہائے اختر آنچه شاید دید آں مینی
 تو ماہ چارہ باشی و دشمن را کتاں مینی
 منان اچھو منقار بہا بر استخوان مینی
 چرا گویم کہ تا در تیرہ شب زاجم نشاں مینی
 تو باشی جاودان دیدنیہا جاوداں مینی

و اگر خواہی کہ مینی چشمہ حیواں بتاریکی
 سواد نظم و نثر غالب معجز بیاں مینی

قصیدہ پنجاہ و چار میں

ہمانا اگر گوہر جاں فرستم بہ نواب یوسف علی خاں فرستم

سہ درج نواب یوسف علی خاں دانی رام پور در سن ۱۱۵۵ھ میں تصدیق و یک شہادت
 توسط مولانا فضل حق خیر آبادی برائے نواب فرستادہ ہوا۔

ز نامش نشانی بعنوان طرازم
 ز غلش حسلے بہ معدن نوایم
 ز لطفش کہ عامست در کام بخشی
 ز لطفش کہ خاصست در ملک گیری
 ز ہے شمسوائے کہ گرد سمندش
 رود سام چوں بہر پیکار سولش
 درش گو بود پایہ در خسیالم
 کلیم از عصا از مغناظم فرستد
 وجودش بود فخر اجرام دار کاں
 ز جودش بود وعدہ باز یردستان
 ز مولش فیمے بہ جنت رسانم
 ہم از شرق اشراف دے آفتابے
 ہم از رقصے نیکو دے مایه تاجے
 اگر بگزرد تیرش از سینہ من
 دگر سر ازیں راہ دزد و حبیں را
 سرشت از خزائنست بدخواہ اورا
 ہم از آتش دوزخ آرم تموزش
 دگر تا بہاراں بہ سخنی بمیرد
 سپہ چوں کشد گرنہ از نا توانی
 دریں انزو از نفسہاے گیرا
 بتوقع فضل حق آں عین معنی
 ز مدحش طرائف بہ دیواں فرستم
 ز بذلش صلاحے بقاں فرستم
 نویدے بہ گبر و مسلمان فرستم
 مثالے بشیر از دشر داں فرستم
 پے سرمہ چشم خا قاں فرستم
 عز انامہ سوے نریاں فرستم
 نگہ سولش از دور پنہاں فرستم
 من آں ارمغاں بہر درباں فرستم
 تحتیت با جرام دار کاں فرستم
 بشارت بہ بر عیسیٰ کیواں فرستم
 ز کوشش نسیم بر ضواں فرستم
 با ختر شناسان پوناں فرستم
 بہ شب ندہ داراں کفغاں فرستم
 دل از سینہ ہمراہ پیکاں فرستم
 چو گویش دریں آہ بچو کاں فرستم
 نہ فصل اگر ہم بدنیساں فرستم
 ہم از زہر ریش زمستاں فرستم
 در آردی بہشتش بزنداں فرستم
 تو انم کہ خود را بمیداں فرستم
 بر ایات آیات شمس آں فرستم
 کہ آباد بر دے فراداں فرستم

گزشت اندر اندیشه کز خامه شمع
 بدل گفتم البتہ کاریست مشکل
 سگالش چنین فتنہ کاری سازی
 فرستادم تا نیاید جوابے
 ندانم کہ شور و غسان گدارا
 بدل گفتم آری فرستاده باشم
 دگر جادہ رہ نمایاں نہ گردد
 بدایاں تار و لعل دہم کار خود را
 دہم در تن نے دم آتشیں را
 بر رفتار ناز اندر آرم مستلم را
 سخن کوہ آں بہ کہ از نظم جزئی
 فرستم لیکن خرد چوں پسند
 گرفتہ کہ رنگیں خیالہ بہ گیتی
 گرفتہ کہ بحر روانہ بہ معنی
 گرفتہ کہ روشن روانہ بدانش
 دریں پردہ خواہم کہ از مور مسکین
 بنشتم کہ خدمت گزار است غالب
 بشب بستم این نقش در بند آرم
 بدایاں قلزم فیض احسان فرستم
 نباید کہ این نامہ آسان فرستم
 کہ فرخ بود چوں بغیراں فرستم
 کہ تاہر پہ فرماں سداں فرستم
 چساں باز تا گوش سلطان فرستم
 گرا از راہ پاک گریباں فرستم
 ہم از جیب پاکے بدایاں فرستم
 ز خوننا بہ موسیٰ بہر گاہ فرستم
 فرو زندہ شمع بہ ایواں فرستم
 تدرکے بہ صحن گلستاں فرستم
 بدیون آں صدر گہماں فرستم
 کہ برگ گیا ہے بہ بستاں فرستم
 شقائق بہ بنگاہ نماں فرستم
 گہر جانب ابریاں فرستم
 چراغے بہ ہر درخشاں فرستم
 سلائے بسوئے سلیمان فرستم
 پے دعویٰ خویش برہاں فرستم
 کہ حرزد عابدان فرستم

بقا بہر داور ز دادار خواہم
 بہ آئیں خروش از سر شاں فرستم

قصیدہ پنجاہ و پنجمین

چوں نیست مرا شربت آبے ز تو حاصل
در بادیه برگور غریباں ز چه سوز د
زاں خسر و خواباں چه قدر چشم وفا بود
افسانه غم گریه بسرایم نه بود عیب
میگویم و همدم زندم طعنه که تن زن
از طعنه شدم خسته دل از ره تیمار
تا کس نبرد ظن که بشا بد بودم رودی
شاید بود آن دست که اندر غزل در را
من نالم از آن دست که در عالم انصاف
او خسر و خواباں بود و بنده گدازش
گر خواجہ بہان مست دگر دوست بہان است
خود ہر چه سردم ہمہ با او دست کنزین پیش
یارب چه شد اینک کہ نگیرد خبر از من
اے یوسف ثانی کہ بود در ہمہ عالم
گر نام تو در بحر نہ گنجید زیاں نیست
تا نزد تو چوں آیم و دور از تو چه سازم
اے کاش بگوئے تو چنین اے نمودی
چونست کہ گاہے نہ کنی رو بدیں ہوئے

دانم کہ تو دریائی دمن سبزہ حاصل
آن شمع فردزاں کہ بود در غور محفل
صد صیغہ کہ شد نقش امیدم ہمہ باطل
باد دست کہ پیوستہ ہی برد غم از دل
چوں مے نہ بد داد ز فریاد چه حاصل
دل گفت کہ ہاں شیوہ عشاق فروہل
ماشاکہ حکایت کنم از لیے و محل
خواندستم نگارہ و خود بخوارہ و قاتل
شایاں بودش گویم اگر خسر و عادل
اد قلزم دعاں بود و من خس حاصل
مایم یقینی کہ بود حدت شدہ کابل
امید گہم بود بہر وادی و مستنزل
بر بستہ بردیم در ار سال رسائل
مشتاق جمال تو چه دیوانہ چه عاقل
شد نام نظیر تو و ہم نام تو داخل
ماندن ز تو دشوار و رسیدن تو مشکل
ز نیاں کہ فرو رفتہ مرا پایے دریں گل
از چیست کہ ہرگز ندہی دایہ بہ سائل

گر جان هم از غصه تو دانی که به گیتی
خواهی که مرا بنگری اند دور بفرماید
از صنعت استاد ازل آن که زهر سوز
غالب سخن نام من آمد ازل آورد
در فن سخن دم مزین از عرفی و طالب
من گنج و گردون به گل اندوه درم را
خود در خور ویرانه بود گنج گراں مستند
بهاروت نسون نفس گرم چسب داند
آز که صریح تسلیم هوشش را باید
توقع بر بی تو فرخنده که من نیز
حاشا که ستانم رقم و تاضی و مفتی
بفرست خردمند کسا را بجلو مست
هر سال از آن شهر به من دایه ردا را
امید که لب تشنگی من نه پسندی
امید که بپزیری و بر من نه کنی قهر
امید که آن شیوه نوزدی که بگویم
سایه رطوبت تو در روشنی از مهر فزون تر
تا هر یک سال کند دایره را دور

حرفی فلط از صفحی هستی شده زایل
تا نزد تو آرند کی طایر بسیل
چون قبله ناسوس تو ام ساخته مایل
دانی که درین شیوه نیم عامی و جایل
این آیه خاصست که بر من شد نازل
منم بین در گنج ارمه کشودن شده مشکل
غم نیست گر آبادی دلی شده زایل
اعجاز زد دلی بود و سحر ز آایل
دیگر نبرد ذوق ز آواز عناد دل
بستم به فربه مندی خویش از کرمست دل
عاشاکه پزیرم عمل شمع و عامل
در حبیب گذارین قلیله ز داخل
کز بهر بهین گشته در اقطار تو شامل
زاں رشمه که بر صفحی فشان زانامل
نیز یرم اگر معذرت منسوط مشاغل
کز درد دلم فارغ و از من شد غافل
سایه رطوبت تو در حسن دو چند از مه کامل
تا ماه بیک ماه کند قطع منازل

باشی به شهر شرف آن ماه که باشد
در ثور به خورشید جهان تاب مقابل

قصیدہ نچاہ و ششین^{۵۶}

اے ذات تو جامع صفتِ عدل کرم را
 در امر ترا قاعدہ ثابت کہ بہ تسلیم
 در نہی ترا ضابطہ محکم کہ بہ تمسید
 حقا کہ ز اسم تو عیانست کہ در شرع
 معذورم اگر نام تو در بحر نہ گنجد
 در عہد تو از گوش بدل راہ نہ باشد
 بے سکہ کنی شاہی و بر خود نہ پسندی
 جاہ تو سر پرده در آفتاب زدانا
 صد غوطہ بہ زمزم زده از بہر طہارت
 بالفرض گرانیشہ بہ تشخیص مدارج
 تا بود شود آں قدر از دہر کہ لشکفت
 یا تیزی نوک سہر رُوح تو چہ کردے
 زان رو کہ بہ پیدائی بزم تو نہانست

اے بر شرف ذات تو اجماع ائمہ را
 در سجدہ حق سودہ شود جہہ صہم را
 بر فرق سکندر شکنی ساغر جسم را
 فرزاند وزیرے شرع بطحا و حرم را
 در کوزہ چہاں جاسے دہم دجلہ دیم را
 آوازہ اسکندر و افسانہ جہم را
 کز سکہ بہ بند تو شنا سند درم را
 جانیمست دگر برزدن طرف خیم را
 تا رخصت پا بوس تو دادند قسم را
 از قہر تو اندازہ سگالہ کم کم را
 گرزنگ شود دائرہ پہنائے عدم را
 در پشت نہ وز دیدے اگر چہ رخ شکم را
 انگارہ ایں نقش تو اں گفت ارم را

سہ در مدح نواب وزیر محمد خاں دالی ٹونک (در اجمستان) میان سن ۱۱۳۳ تا ۱۱۳۴ شہادہ نوشتہ بود
 و در کلیات نظم مطبوعہ ۱۱۳۵ شہادہ طبع شدہ است (ماثر غالب قاضی عبدالودود)
 سہ و دہ شعر در آغاز قصیدہ در نسخہ خطی کتب خانہ عذاب بخش پٹنہ زائد اند کہ در کلیات مطبوعہ نسخہ
 دون موجود نیستند

اے مظهر کل در ازل آثار کرم را
 شمس الامرار از اثر نسبت نامست
 ثبتست بر لوح ز اسم تو قلم را
 خور قبلہ برادرنگ نشینان جہم را
 از میں دو اشعار ظاہری شد کہ ایں قصیدہ در مدح شمس الامرار نواب محمد رفیع اللہ خاں بہادر دالی
 حیدر آباد ہم نوشتہ بود۔ چنانکہ قاضی عبدالودود نوشتہ است رجوع کنید بہ اردوے معلی
 غالب نمبر اول

گر حوت و قار تو فز آب نویسند
 ناموس نگه داشتی از جود به گیتی
 دقت هست که این جمع بهر کوچه و بازار
 در غلبه تو وضع نه گزاری که ز شمشیر
 در خشم سخاوت نه کنی قطع که از بر
 هم نقل تو پیوده قوانین ملل را
 نفس تعین ساخته لطف تو غضب را
 علم نظرت پایه خاص است اخلاص را
 بتخانه براندازی دزان دکه بهر کار
 گرد دولت افتد که کشدش بجزر با
 دانی که پرستند و نخواهی که پرستند
 دارم سر عشق تو دے ترسم از آشوب
 لے در روش موکب عزیم تو به شکیب
 رونے که به اقلیم کشائی زدیا لے
 فراش به گنجینه قاروں رسدش دست
 در بزم تو گویند سخن می رود از من
 بهر چند خود از پیش کم است اینک بهر سی
 شادم که توئی تا به تو هنگامه کنم گرم
 چشمم گهرم در ره غواص سفید است
 چون سکه که ششم پائے بدامن ز قناعت
 بیت اشرف خویش بود خانه خویش

از موج به طوفاں نتوان برد رقم را
 جز پر دگیان حرم معدن و بیم را
 پرسند ز هم منشار رسوائی هم را
 زائل نه کند فسخ پزیرائی هم را
 بیرون خبرد برق تقاضای کرم را
 هم عقل تو پا لوده بر این حکم را
 بر سج رواد داشته داد تو ستم را
 دست کرمست محبت عام ست علم را
 نیز دے اثرهای شکرست بهم را
 ناگاه خود از پایے ددرخته صمم را
 در راه بدم محو کنی نقش قدم را
 کز رشک ظلم در نظر اعیان اُمم را
 پروین دیرین سحر سر انگشت علم را
 رانی بدیا لے دگر این خیل و حشم را
 کز خاک بردن آرد او تا د خستیم را
 از بلبل شیدا که خبر کرد ارم را
 لے کاش بهر سند ز من بیشی و کم را
 در نه ز کجایا فستے قیصر و جم را
 تا در طلب من که شکافد دل بیم را
 آرم به ادب تاب گرانباری عظم را
 مانا که عطار د ز من آموخت شیم را

قدسی گسرم هر که باز دهن زهر
 نادان نشناسد که نهاد سخن چسبست
 غاصم سخن لاف نسب مسلک عامست
 نازند به اغراض کسان که ز کوری
 نامم به سخن غالب در دشن ترم از روز
 رشک و دش و ذوق سماع آورد آس
 توفیق قبول اثرم علم و عمل را
 هر چند به پیری شده دل سرد نهستی
 دارم نفس گرم در افسرده دلی نیز
 بر نانی اگر رفت نه آنست که بر من
 فرخ دم پیری که کند در نظرم خوار
 پشت لبوس سجده زخم راه نماید
 با پشت غم آسوده توان نیست گیتی
 عباد در دو جهان آنقدرم نیست که دقت
 در بحث غم اشعار عبا گانه سرایم
 از من غزله گیر و بفرماید که مطرب

مطلع ثانی

هر یک بهم از خود شمر و شیوه روم را
 تا بر تو نماند عوص رنج دل ما
 در هند تنگ مایه جورند نکو یا
 گفتم که دم نزع در آن کشمش سخت

با بد که نواز دشت عتبت صغیر را
 با بار بدی غم سر چه پیوند اصم را
 در نطق میسم چه شایم آب و غم را
 از فریبی تن نه شناسد درم را
 بهوده چرا جلوه دهم اسم و علم را
 در زمزمه ماند نفسم تیغ دودم را
 منشور سرخ سجده دیر و حرم را
 از سردی موسم چه زباں گرمی دم را
 از بهمن و دی تب نزد شیر آجم را
 حق نبود پدرش آموز هر دم را
 خوابان مستم طاعت ناپید غم را
 بار سیت گراں منت غم خواری غم را
 اما چه کنم کج روی بخت و ژم را
 بیرون نهم از دایره یاس مدم را
 تا در سخن از مدح بود فاضله ذم را
 در نه دما از روی تو از دش دورم را

هوش من و ناز تو معارض شد هم را
 بر تربت مار نجبه کن از ناز و مدم را
 یارب بچه تسلیم برم ذوق ستم را
 چشیش بغض مست شود عقد غم را

شیرینی جان بر لب من موج زد انا
 آسوده دلاں چوں شنوند آه و فغانم
 غافل که هم از هول نگو ساری بختست
 غم خست درون من خونبار آں زخم
 در سمره فروخته گدایان خروشیست
 گفتم که گدایم ز گدایان نه شماری
 در جوهر آواز که سر دست نه بینی
 هر چند بدر پوزة عزت ز عزیزان
 سوگند خورم گر بفسرد رخ گهر خویش
 من دایه ز رشه جویم دشه معرفت از من
 هنگام گدائی فتد از شرم سوا لم
 بستم بودل تا ز تو بر من چپر کشاید
 امید که ز نهار ز من یاد نیاری
 امید که بر من نه گماری نظر لطف
 آهنگ دعا چنگ زنی دعو دهنه خواهد

این شهنشیر را از دهنم تلخی سسم را
 دانند که من مرد نیم رنج و الم را
 فریاد گرا ز لب جبار باب هم را
 بر چشم روا داشت بر دل دادن نم را
 پیش آمده روز سی حرف در قلم را
 در همغسار نیز بود تفرقه هم را
 هنجار دم از زیر جدا ساخته بم را
 با خود بشفاعت نتوان برد قسم را
 فیض از دم سوگند رسد مسج دوم را
 رخ جانب کشکول نیست افسر حجم را
 لعل و گهر از لرزه زد دست اهل کرم را
 محمول بود سود و زیان مع سلم را
 تا یاد نیاری که چه معنی ست اہم را
 تا در نظرت جان بود و چه اقم را
 ابر شیم این ساز که نم نال مستلم را

تا چرخ کشد محل بر جبین بفتاباد

نواب فلک محل بر جبین شیم را

قصیده پنجاه و هفتین

عید اضحیٰ بسر آغاز زمستان آمد وقت آراستن حجره و ایوان آمد

سلسله در مدح نواب وزیر محمد خان داماد نونک

گرمی از آب برون رفت و حرارت از هوا
 روز می کا بد و شب است را افزایش بود
 آورد افروز و خرد و طلسم و سیف و ربد و ز
 هند در فصل خزاں نیز بهای دارد
 دی و بهمن که در اقلیم دیگر رخ بستند
 نیشکر لب که صفت آراست کدو و بهنیم
 نخل نارنج نه بینی که هم از میوه و شاخ
 تا بر دماغ غنیمت هر شقایق زدش
 گر نه این گرمی هنگامه تماشا دارد
 رستم از خویش و گل و لاله فراموش کردم
 سخن از فرزند فریاد خداوند آرم
 دانی آن کیست که منشور نگو نامی را
 صورت معنی اسلام و وزیر الدوله
 مهر و مهر را بزمین بوس و آرد سپهر
 سالکان چون نه بوس و رفته ارادت
 هم کلمه شش سخن دوست ره آورد آورد
 نکته بمیر شنود گنج فراوان بردار
 استانش بود البته که دریا با دوست
 گوئی آن روز کش آمد صفت میجادیم
 خرد از روی ادب گفت ز من بر بخوری
 مطالعه تازه به گل بانگ سرودن دارد

محل مهر جهان تاب به میز آن آمد
 موسم دیر غنودن به شبستان آمد
 مهر مه میرد داینگ مه آبا آمد
 گونه گون سبزه حلی بند خیابان آمد
 اندرین ملک گل و سبزه فراوان آمد
 گفت جانمست و گرسزده نتوان آمد
 گوشت و چوگان به گفت آورد و بیدار آمد
 گل صد برگ به دخیوی دهنقان آمد
 از چه نرگس به نظاره به بتان آمد
 زانکه بتان همه بر صورت نسیان آمد
 داستان گل و گلزار بی پایان آمد
 نام نیکوئی به آرایش عنوان آمد
 که دلش آینه صورت ایمان آمد
 این شبانگاه حبیب سود به و ز آن آمد
 در ره شرع دلش چشمه عرفان آمد
 هم غلیش بسیر مائده همسان آمد
 لب لعل و گفت را دلش گهر افشان آمد
 چرخ بهفتم که تماشا که کیوان آمد
 گفته باشم که مگر سام نریاں آمد
 تان گوئی که حجم و قیصر و خاقان آمد
 خامه من که سخن سخن و سخندان آمد

مطلع ثانی

چرخ کش نام دگر گنبد گرداں آمد
 از جهانی و جهان نامور از تست آید
 زان سر ره که سراں بهر تا شاگرد
 ناگهان چون تو بدین سخن خدا داد آئی
 تا به آهنگ ستایش چه سخن ساز کنم
 غالب از دیر هم از دور نوا سنج دعاست
 حق پرستم من انصاف بود شیو که من
 منم آن بنده که با خواجہ بھی در زم عشق
 من در آئینہ زدائی نہ کنم سعی در بیخ
 حسن باید که در آئینہ شود عکس سنگ
 داشتم از پے تقریب سگالش باخویش
 ماں نثار تو ام از عید چه پردا دارم
 بغیر تادان فرمان قبولم در یاب
 شادم از بخشش یزداں کہ بغیر غنہی
 دیگر از معنی اخلاص به انداز دعا
 چند چیز است کہ در پیش گاہ اہل تمیز
 آن درخشندہ درفشے کہ بیغایے حرب
 آن فروزندہ و فیروز دل فرد و رنگیں
 دیگر آن جام ہماں میں کہ بروشن روشی
 دیگر آن تخت سبک سیر کہ از تیز روی

با تو گوئیست کہ سیلے خور چو گاہ آمد
 شہر ت زلال زرا در ستم دستان آمد
 شور خیزد کہ فلاں آمد و بہاں آمد
 ہمہ گویند کہ شاہ آمد و سلطان آمد
 من کہ با من ہمہ گلبانگ پریشان آمد
 بلبل باغ دلاے تو خوش الحان آمد
 ہر کہ شد بندہ حق بندہ احسان آمد
 ناقہ و منکر مرا شوق حدی خواں آمد
 صدرہ از دست من اینکار نمایاں آمد
 ورنہ روشنگری آئینہ آساں آمد
 عید سوداے مرا سلسلہ جنباں آمد
 کہ خود اشعار مرا قافیہ شرباں آمد
 بندہ را ورنہ ہماں گیر کہ فرماں آمد
 سخنم کا لید نا طعشہ را جاں آمد
 دم ز دم چوں سخن از بخشش یزداں آمد
 بہ گرا نا گلی آرائش گہماں آمد
 در زمان عشر از لشکر ایراں آمد
 کہ روای دہ فرمان سلیمان آمد
 عالم افروز ترا از مہر درخشاں آمد
 ہمہ باد چو بوسے گل ریکاں آمد

هفت گنجینه پرویز که در هفت اقلیم
 به نوداری هفت اختر تابان آمد
 هفتم هر نکتست غامض که همیبر فرمود
 فیض هر آیت رحمت که بقرآن آمد
 یارب اینها تو بخشند بر آن افزاینده
 دم آسج که ز سر چشمه حیوان آمد

قصیده بنجاه و ششمین

گرد آورده شکل فرس با در اهرار
 فرزانه را در راه که بار لے روشنش
 بر هر زمینی که موکب عز مش گز ر کند
 موکب بگوئے روشنی روشن چرخ
 آوازه گرایش نصرت ز هر طرف
 ره بر نظاره بند گردان تیغ زن
 دلها شکسته در تن گردان دور باش
 یا بلز نسرخ بسترش بهیئت کلاه
 گیرد ز تازگی بهر مش صورت قوع
 از نشر فوج قطع گلشن شود زمین
 سردی به سایه بر دید ز مغز خاک
 میداں ز گرد سرمه فرو شده چار سو
 لے ماه نیم ماه ز خوبی بوقت عیش
 لے بر براط بزم تو ز اور غزل سر لے
 تا شود صیان سنگه بهادر شود سوار
 کس آفتاب انبرد نام زینهار
 آن جاده بختیان فلک ابود همار
 موکب بگوئے تازگی موسم بهار
 انداز ده کشایش دولت ز هر کنار
 جابر اشاره تنگ ز شاهان تاجدار
 خونها فشرده در رگ شاهان ز گیر دای
 تلج که مانده است ز پرویز یادگار
 فیضی که میرسد ز بهار اں بر دگار
 از سیم رخسوده گوهر شود غبار
 صدر رنگ گل بجلوه بر آید ز نوک خار
 تو سن ز خوی ستاره فشانده گزار
 لے مهر نیمروز ز تابش به گاه بار
 لے بر براط وجود تو حاتم وظیفه خوار
 سکه در مدح رام شود صیان سنگه بهادر دای

کلک تو طرا از عطا بال اہتر از
 لے آنکہ از اقامت غالب بہ پیشگاہ
 آنم کہ چوں بہ بند دولت کنی جلوس
 چوں من گہر فردش نباشد بہر بساط
 پیرم دے طبع جواناں گراں نیم
 گفتار من چو سر جمال تو دلفروز
 تقویم سال نیست خط بندگی من
 آن خط لطیفہ ایست کہ امسال درجہا
 از رے راستی بود آن الف دے
 ہر سال قدر آن شود افزوں کہ بالف
 زان پس کہ گشت گوہر من در جہاں تنیم
 در پنجائیگی شدہ ام چہا کر حضور
 دارم بگوش حلقہ ز پنجاہ و ہشت سال
 باید شنید را ز زاعیان بارگاہ
 کافی بود مشاہدہ شاید ضرورت نیست
 فرزانہ داد را و کرم پیشہ سرور را
 سونے کہ در دست فرد میخورم بدل
 گردم ز دم زلات صبور ی نہ رستیت
 در سینہ خوں شدی و فرد بخیمی ز چشم
 کس بر نتابد این و صفت فندیک گر
 دانم کہ دوختند زمین را بہ آسمان

دست ترا دہان طمع چشم انتظار
 دام ترا ہماے ہمایوں بود شکار
 اگر م بہ نذر سلک گہر ہماے شاہوار
 چوں من سخن ہر لے نہ خیزد ز ہر دیار
 غم خورد غم نفستہ و می خوردن آشکار
 افکار من چو رے رزین تو استوار
 کر کہنگی من در فند از ادج اعتبار
 خوشتر ز پار و پار بود خوشتر از ہزار
 سال مست نقطہ در نظر مرد ہوشیار
 یک نقطہ دہ دہ نقطہ قند شدہ شود ہزار
 زان پس کہ کشتہ شد پیر من بجا و زار
 رنگیں سخن طرازم و دیریں و نلیفہ خوار
 اکنون کہ عمر شستہ رسالت دیر شمار
 باید شغفت قصہ ز پیران آن دیار
 در خاک آج گردہ پیرم را بود مزار
 دارم دے ز زخم جفاے فلک فکار
 زان و چو شمع دیدہ من نیست اشکار
 با غم چہ تاب عوی و بردل چہ اختیار
 گردل بہ بخشش تو نبودے امیدوار
 و اما ندہ ام چو خاک و پراگندہ چوں غبار
 زان گوہ دادہ اند مرا در میان فشار

با این همه غموم غموم حسرت دگدا از
پاداش جانگدازی من در طریق نظم
زان رو که مدح را به دعا ختم میکنم
خواهم به صد نشاط که باشم بعد نشاط
سهل است غم که دالی ملکی و غلگسار
دسته بدستگیری من ز آستین برآرد
شو قلم ترا نه بسنج دعا گشت گوشدار
خواهی در روزگار که به ششم به روزگار

من از تو شادمانم تو از طالع بلند
من از تو کامیابم تو از آفریدگار

قصیده پناه و تهمیش

سحر که باد سحر عرض بوستان گیرد
براست بر زر گل کرده اند پنداری
نگرم گرد گل از بهر پاس حلقه زدست
ستاده سرو بدان اهتمام بر در باغ
ز ژاله غنچه سیرست شاد به ماند
چمن ز عکس شفق سائگین مل گردد
زند گریه آتش بنار گل باله
ز انبساط هوا بعد ازین عجب دارم
خود از نشاط چنان ره رود که از ره
نوبت مقدم گل گر تو نشنوی مشغول
شود فراز در بوستان مباد که باد
و گل نکه نتوان داشت لعل بجای عشق
داده به نکت گل حکم تا جان گیرد
که غنچه را سپهر سبزه در میان گیرد
که ژاله را ز هوا سبزه بریناں گیرد
که تا بهار دگر راه بر خزاں گیرد
که بعد باده شکر ریزه در دهاں گیرد
سمن ز جوش طرب بنگار غواں گیرد
کنند گریه پیکر ز سنگ جان گیرد
که مرغ قبله نما جاد را آشیان گیرد
رد است خامه اگر خورده بریناں گیرد
مگو که سبزه چرا صورت زباں گیرد
عیار نامه از سنگ آستان گیرد
اگر زمانه نتواند ز دستاں گیرد

چنان بکنج چمن یافت ذوق طاعت حق
 حر لیس جلوہ نگہ در ہجوم لالہ و گل
 چنین کہ شاخ ہمیں سینہ بر زمین مالہ
 مدام کہ سرو ندارد گل و نیار و مار
 ز بسکہ راجہ سلطان نشان ز نذر سنگ
 عطیہ کہ دما دم رسد ز باد یہ سرو
 زہے سعید کہ توفیق کامرانی خویش
 بلند پایہ بدار حد کہ سر طائر چرخ
 بعمد دولت او در جہاں صلا زندہ اند
 نباشدش بہ مستلزم دخراج و تمغائے
 برات بذل نوید بر آفتاب سخا
 ایازد یو عطار دد بہر ہر نظیر
 شمار داد بجلے رساندہ کہ خرد
 دہی ز خلق چنان خلق را بہم پیوند
 ز بسکہ بارہ سر کردہ گرگ لالہ و لاف
 سخن بدح تو را ہم دے شکایت چرخ
 بے ز درد دل آگاہ فغاں دارم
 ندیدہ دنہ بینی مرا بہ میں کہ مسم
 بجوئے مال من از قال من کہ کار شناس
 مرا کہ نام مرا بے ادب نہ گیرد کس
 سپہر اعمی و من گوشہ گیرورہ بہ نشیب

کہ شیخ شہر چہا ترک خان ماں گیرد
 چو آن گدے کہ دنبال کارواں گیرد
 چہا کسے شہر از دست باغیاں گیرد
 خرد چگونہ ردائی بدیں گماں گیرد
 بجرم سرکشی از سرود تر جہاں گیرد
 ز سرود شہنہ حکمش زماں زماں گیرد
 ز روزگار بہ اقبال جاوداں گیرد
 فراز کسگر کاخ دے آستیاں گیرد
 کہ ہر کہ ہر چہ ندارد ز آسماں گیرد
 مگر خبر کہ مگر ز کارواں گیرد
 ز رنگ آں کہ دراز بجزو زکاں گیرد
 کہ از تو درس نظر عقل خردہ داں گیرد
 شمار داز تو دے را کہ شادماں گیرد
 کہ محتسب ز معاں بادہ ارمغان گیرد
 براں ہرست کہ خود را سنگ شہاں گیرد
 بہ پو یہ تو سن طبع مرا عسناں گیرد
 فغاں اگر دولت از تنگی فغاں گیرد
 کسے کہ از غمش آدر بہ استخواں گیرد
 سراغ آتش سوزندہ از دغاں گیرد
 فلک نگر کہ بہ بازیمہ ناگہاں گیرد
 فغاں ز نطق کہ خصم بدیں نشاں گیرد

حریر فکر مرا بر نور دھند رنگ مست
 بمشتری چه رسم ترک چرخ در راه مست
 من آن متلعکرا نمایه و سبک قدم
 دلم ز چاره ندارد همی جز این که ترا
 فسانه غم دل بے سر و بن افتاد است
 قصیده را به دعا ختم می کند غالب
 دعاست خاتمه مدح و دل چنان خواهد
 بنائے قصر جلالت بلند باد چنان

اساس منظر جاہ تو چوں نہادہ شود

زمانہ خشتِ نختیں ز فرستاد اں گیرد

قصیدہ ششمین

زخمہ بر تارِ رگ جاں می زخم
 زخمہ بر تارِ م پریشاں می رود
 چوں نہ دیدم کز نوایش نوں چکد
 خامہ ہمارا ز دم گرم من مست
 جوے شیراز سنگ را ندن ابلہی مست
 دیگر اں گر تیشہ بر کاں می زنند
 گریہ را در دل نشاطے دیگر مست
 باز شوئم در خروش آوردہ مست

کس چہ داند تاجہ دستان می زخم
 کایا نواہاے پریشاں می زخم
 طعنہ بر مرغ سحر خواں می زخم
 آتش از نے در نیستان می زخم
 ہر گوہر تیشہ بر کاں می زخم
 من شے خوں بر بدخشاں می زخم
 خندہ بر لبہاے خداں می زخم
 باز ہوئے بچوستان می زخم

ملہ در مدح نواب مصطفیٰ خاں شیفۃ صاحب گلشن بخار

دی به بغیا داده ام رخسار متاع
 در جنوں سے کار نتوان زیستن
 غار خار چاک دیگر داسستم
 گر چه دل با هیچ کس در بند نیست
 بند هر خواهش ز دل می بگسلم
 گر حدیث از کسب دوکان می کنم
 تیشه در بنگاه آذر می نهسم
 دعوای هستی بهاں بت بندگی است
 در ره اندر هنر خطر با گفتار اند
 رازدان خوئے دهرم کرده اند
 در خراباتم نه دیدستی خراب
 خوئے آدم دارم آدم زاده ام
 باده در برابران می زدم
 طعنه بردلق می آلودم مزین
 غاکبم از سے پرستی نگر زرم
 تو درینجا بینی دمن خود بسوز
 در ترقی می نه گنج گفتم گو
 می ستیزم با قضا از دیر باثر
 لعب با شمشیر و خنجر می کنم
 بر خرام زهره در فستار تیز
 گنگی گز پایه می آیم مسرود

امشب آذر در شبستان می زخم
 آتش تیز است و داماں می زخم
 بجنیه بر چاک گریباں می زخم
 جوش خون با این با آں می زخم
 نقش هر صورت به عنوان می زخم
 در شیدا از باغ و بوستان می زخم
 لاله بردستار نعمساں می زخم
 کافر مگر لاف ایماں می زخم
 گلام در بے راه آساں می زخم
 خنده بردانا و نادان می زخم
 باده پنداری که پنهاں می زخم
 آشکارا دم ز عصیاں می زخم
 حالیا در تیسر باران می زخم
 نیست ساغر می به پیکان می زخم
 غوطه در گرداب طوفاں می زخم
 جام می در بزم اعیان می زخم
 در تنزل دم ز صرناں می زخم
 خویش را بر تیغ عریاں می زخم
 بوسه بر ساق طور و پیکان می زخم
 چشمک دارم که پنهاں می زخم
 حرف با بر جیس و کیواں می زخم

می برد از من قضا چندان که من
 بزل من از آسماں از حد گزشت
 خانه زاد در گه سنا همنشتم
 رشک بر من بر جام قنبر می برم
 دست رد بر تاج قیصر می انهم
 خرده می گیرند بر من قدسیاں
 آن بملک تیز پروازم که بال
 آن نمی خواحب سر کا نذر خواجگی
 عربی و خاقانی نشنیراں پذیر
 او خرامد مست و من چاوش دار
 گلشن کویش گزرگاه من مست
 خوبی خویش بد آموز من مست
 هر روز می بین که به ششم هم نشین
 بشنود بے آن که باد آن را برد
 بنگرد بے آنکه کلک آن را کشد
 القاعه در خیال آورده ام
 باد لطف گل فشانی می کنند
 باغ مدح تشنه نطق من مست
 ره گزرتنگ است بر خیل دعا
 من دعا گوے و سرش آیین سرای
 عمر خضر و عیش نقد و نام نیک

گوے گرد و را بچوگاں می زخم
 عذر را حرفی به برهاں می زخم
 دم ز مهر شاه مرداں می زخم
 چنگ در دامان سلماں می زخم
 پشت پا بر تخت خا قاں می زخم
 گر نفس در مدح سلطان می زخم
 در هوای مصطفی خاں می زخم
 از عطا لیش موج عماں می زخم
 سکه در شیراز و شر و اں می زخم
 بانگ بر اجرام دار کاں می زخم
 دوش در رفیق به رضواں می زخم
 دم زیاده می زخم باں می زخم
 مست که زانو پیش در باں می زخم
 ناله گرد کنج زنداں می زخم
 نقش گرد بر صفحه جاں می زخم
 فال فیروزی بد و راں می زخم
 حکیه بر سرین و ریحاں می زخم
 قطره چون ابر بهاراں می زخم
 تا درین داد می چه جو لاں می زخم
 ساز را بختی به ساماں می زخم
 فال بخششای یزداں می زخم

چوں به نامش سکه دولت زدند

نامسر را خاتم به عنوان می زدند

قصیده شصت و یکمین

ز آن نمی ترسم که گردد دوزخ جلای من
چوں توان رسای را امید کن جوش جنون
گر جنون هست گو باش اینهمه سوز از کجاست
از بردن سواد بم اما از درون سواد تشم
مردم از من استا آنکه از دوران چرخ
بسکه در بند گرانم تن در هم پاشیده است
گر بهم پیوند اجزا چیست تا در تن دمنده
روزگارم را بنا کامی شمای دیگرست
چوں جبرس کا زرتایست بستر آویزا کنند
آں فغان سخجم که هم در علم حق پیش از ظهور
ایک در نظم روانی دیده دانی که چیست
در روانی رغبت سامع برد گفتار من
خوای من افسون رخسار خوانده بر احباب
ماندار چندی چنین از شرم اشک اثر
اگر من اگر شبی در کلبه من جاد هستند
نامرادم دارد این فرزدنی خواهش به دهر

دلای گریه باشد همی امروز من فرطی من
نخل چوں طائر بهر از دست در صحرای من
نیست گریه از خاک گلشن عنصر سودای من
ماهی از جوی سمند یا بی از دریای من
گشت صدف طعمه زانغ و زغن عنقاری من
روز حشر از خاک خیزد فردا عصای من
منع بعثت من کند درد روان فرسای من
خود پس از روز شمار آید شب یلای من
نالای خیزد جوی جنبیدل در دای من
خواب چشم ملائکه فتنه از غوغای من
میخورد خون دل می یزد از لهای من
از گرائی ز جنت خاطر بود کالای من
بخت من پیمان سازش بستاندای من
چشم تر تر رسم شود ناسور پشت پای من
جان بد از وحشت یوار دود اندای من
آب من بستاند آری از استقلا من

گر گزارد خانه را بمسایه نتوان طعنه زد
 نالم از درد دل اما چاره چوں خواهم کس
 می فشارم خوں ز دل و انگاه می مالم بوی
 با چنین آنگاه که پر گفتم و دل خالی به شد
 آنکه پر کیتائی دے در فن سسر زانگی
 آنکه چوں خواهد بنامش نامه نامی ساختن
 دل بدین وصفم نیا ساید سخن کوتاه کنید
 صد دین دوست صد اصد و بر روزگار
 گویم از نکته چیناں در دلم نبود بهر اس
 موکبش چوں مرجع عامست با غیم چه بحث
 عاجزم چوں رشتای دوست با شکم چه کار
 خاک کوشش خود پسند افتاده در جذب سجود
 صاحب از زمین فین و شنایه های تست
 بر سر کوئے تراز اندازد بیرون می رود
 تیر میثم در حبس سانی که سوزم عرضه دار
 مشغولی با من بپوشش کایه مفتی بنش
 من بدین خواجہ دستاں سنج و دل مستعار
 دوش در بر می که ناهید از صفایاں بساط
 رند در آتشام غالب نام در ساقیگری
 اینکه در وصف سخن اندم حقیق مغلوبست
 گر نوشم دیگر در شیشه دارم پیش روی

لرزه در دیوار دور افکنده پایاں من
 منکه نتواند بگوش من سید آوازه من
 بوی که در یابند پنهان من زو پیدای من
 خواجہ گرانده گسار من نبوی وای من
 متفق گردید بر لے بوی علی بارای من
 بر نگار عقل فتالش کر مفرمای من
 آنکه ننگ دست بودن در سخن مبتلا من
 میر و مخدوم و مطلع و والی مولای من
 کیتباد و قیصر و مختار و دایه من
 پرستش دار دار سلطومی و دهمپای من
 می دم از خویش تا گیر عطار و عای من
 سحر از بهر حرم نگراشت در سیاه من
 روشناس چرخ نجم پای و لای من
 التماس روشنایان چرخ و استغنا من
 تا چپا تش می فروزد مهر در جوی من
 بگزرا نی از نظر قرطاس استغنا من
 نه غلط گفتم نه دل فرزانه بیکتا من
 گفت دستم گیر می حرم که لغز دپای من
 پاره مشک و گلایه فروزد در صبا من
 دین حقیقت آری ساغر و مینای من
 بے مے از بس خوشی باشد و ان سکا من

با تو خود را در دعا نیاز ندیدم در
 هست بر من هم سپاس طبع معنی از من
 چون نثار است گرم نیز چنین غنیت
 موج گوهر بر کنار انگند از در یک من
 تا بود در دهر شور از مصرع عرفی گفت
 آسمان صحن قیامت گردد از غوغا من
 در جهان تا با بود خالی سباده ابله تو
 در دست چند آنکه گنج باد خالی جاکمن

قصیده شش و دویست

چه گوهرم که محیط از صفای گوهر من
 بیایم لغز نیار دگر شستن از سر من
 به سدره طائر قدسی ز آشیان افتد
 ز هولناکی صیحت کشاد شهر من
 بوقت وعظ سر عرشیاں بود بر پشت
 زبیکه عرش فرو تر بود ز منبر من
 تنزل است اگر گفته ام که در جام است
 می دو سال از من سلسبیل کوثر من
 دجست غیب شهادت چو بگریزانی
 که عین ثابت کوثر است ساغر من
 ز فیض ناطقه نشکفت کز زمیں خیزد
 نفس بجای غبار از ریم تنگ در من
 محیطم و لطافت که آب من دارد
 چو مرغ ره به هوا می و دشتا در من
 ز دروے رابطه آنم که شخص بنیش را
 بود سیاهی چشم از سواد دفتر من
 بساز کاری آمد شد نگاه به چشم
 رواں بسوزن عیسی است تار مسطر من
 جماعتی است بهر شهر و ده مندرمایه
 ز آفتاب سحر دشتد گال به کشور من
 صد آفتاب تو را ساختن بیاز یکچ
 رذره که بود در ضیای نیر من
 نه این سپرد نه این مهر علی دگر است
 من آسمانم و او مهر نور گستر من
 من آن سپهر که دائم چنانکه مهر باده
 به مهر نور دبدب شیر موقت از من

من آن سپهر که هر دم رسد عطیه فیض
به سعد اکبر گرد دل از سعد اصغر من
حدیث مهر گزارم بره که در ره مهر
چو بود آن غزل از من بود جان نام
مطلع ثانی

بخواب دید شبی خویش را به بستر من
نوید وصل و نیم می دید ستاره شناس
بگویم از نرغی طعنه دوست هر جایست
ز بسکه جان به غمش ماند بر لبم همه عمر
چنان مکن که ز فرسودگی فروریزد
دل و فغان و نفس هر چه بود خوں گردید
نیم وصل شکلیا به خویش محوم کن
زدیدن تو گزشتم ز پرستم بگذر
سپاس مشترک افتاده زانکه در ره شوق
اگر چه بد و شتم پاس به روش دارم
چکد ز آینه ام خوں که در هوای ظهور
محیط نورم و نمود کنار من پیدا
اگر بویا به گهر باغی را ز می خواهی
منم خزینه را زود در حزینه را ز
بدین ادوانش و دولت یگان آفاق
به مهر دل به برادر و هم نه یعقوبم
سخن سر لایق تو آئین تو لایق را نازم

ستیزه جوئے در آمد بگاه از در من
نه کرده ثروت نگا ہی مگر در اختر من
که سو به سو به هوا می پرد کبوتر من
بوقت بعثت ندانست راه پیکر من
بیا که باز کهن گشت خرقه در بر من
ز من مترس که سوزنده نیست آذر من
در آب خضر فلک تا بمیرد احسب من
مباد موج زند خوں ز دیده تر من
به پشت گرمی من راه رفته به بر من
چراغ دیر و حرم نور چشم صرصر من
به جنبش مست چو مژگان همیشه جوهر من
نه دجله ام که به بینی زد و در معبر من
بیا به گدیه که نشهرده یا بی از در من
صیای دین محمد کسب برادر من
بعمر کهتر و از رویه رتبه مهر من
که پور خویش بود دستان دبیر من
به قاله به نفس من به شور بهسر من

به نکتہ شیوه شاگرد من بمن ماناست
 اگر چه اوست ارسطوے من فلاطونم
 زمین کوے مرا آسماں کند هر صبح
 ز نسبت که میان همست آں ازلیست
 اگر شوم به مثل آتش شراره فشاں
 به بحر گرفتارم ره بود سفینت من
 به مهر دوست دهم دل نشاط خاطر من
 گرم ز غصه تیرگشت کارمونس من
 ز به زرقے تو پیدا فروغ دانش داد
 بنگاه ناز تو نازم رساست بادکن
 ز تو که آئینه فیض صحبت اودی
 مرا ستودی و گفستی که من از آن توام
 سعادت و شرف چوں منی بعض کمال
 من دعاے بقلے تو و اندرین دعوی

صنم بصورت خود می تراشد آذر من
 بود به پای ارسطوے من سکندرم
 طلوع نیر روش ز طس منظر من
 به ساز من بودش جلوه در برابر من
 شود بقاعده همد می سمندرم
 به تخت گرد بودم رسک گرد دافسر من
 به کین خصم نهم رخ لوک لشکر من
 درم ز کار فرومانده دست یاور من
 بدی فروغ جهان تاب گشته اختر من
 سیر کلام تو کردم خوش مست شکر من
 هوای دیدن غالب فتاده دهر من
 فدلے آن تو بادا اقل و اکثر من
 نه بس بود که بود چوں تویی ثنا گر من
 به مهر خاتم آل عباس مست محضر من

بهاں به عرصه دهر آنقدر که ذکر و دعا

در انجمن مشنوی از زبان داد من

قصیدہ شش سوئ

در مدح سخن چساں نه گویم شرط مست که داستان گویم
 از زهد و درع سخن نه رانم از سجد و طیلساں نه گویم

صرف نمد و پلاس دارم
 لب بال لب جام باده پیوست
 تشبیب همی توان سرودن
 گویم غم دل مبصری چند
 از دیده و نیشتر نه گمریم
 در مغز فتد شرر نه نالم
 از ناله زباں زبانه خیزست
 گرتیر بهمن رسد و گرتیغ
 در خون دو دم ز چشم برسد
 باید که درین صحیفه عشق
 گوئی که چرا نه گوئی آری
 گفتی که به پیش گاه نواب
 مختار الملک را درین عصر
 پاکیزگی نه ساد پاکش
 در مرتبه کاخ دولتش را
 در دیده درمی و پایه دانی
 نه شکفت که فرق فرقان را
 اس جاده را که تا در دست
 در پایه سپهر هفتین را
 و انگاه بر آستان زل را
 تا بار به خلوتش نه یا به

حرف خنزد و پرنیاں نه گویم
 از زمزم و نادداں نه گویم
 گیرم که ازین دآں نه گویم
 ز نهار جهاں جهاں نه گویم
 وز دشنه و استخوان نه گویم
 در سینه خلد سناں نه گویم
 سوزد اگر دم دهاں نه گویم
 دم در کشم الا ماں نه گویم
 جز لاله و ارغوان نه گویم
 جز مدح و مدایگان نه گویم
 نتوانم و گفت زان نه گویم
 بسیار مگوئی هاں نه گویم
 جز آ صفت جسم نشاں نه گویم
 جز در صفت قد سیاں نه گویم
 زین ششدر شارساں نه گویم
 هم سایه فرستداں نه گویم
 جز پایه زردباں نه گویم
 در دست که کهکشاں نه گویم
 بیجا ست گر آستاں نه گویم
 حیف ست که پاساں نه گویم
 نیک و بد آ سماں نه گویم

نے نے چو گدایا سے آں درستم
 عاشاک ز ناله باز مانم
 فرزانه بعز و جاہ کیست است
 بجایے کہ سہا ط گستر اند
 درخور نہ بود کہ ماہ نور را
 با بکله خوش آنکہ بادی از خویش
 نازم روش سخن سراسے
 روشن دل آتشیں زبلم
 در نظم لب بند پایہ راندم
 عشق مست ظہیر و آتوری را
 والا گھر را پھر جا ہا
 تنگ ست دل از هجوم اندوہ
 کس نیست متاع را خریدار
 زان رو کہ خرد و راہ گیتی
 نامہار متاع عرضہ دارم
 سرما یہ ز دست رفتہ دانگاہ
 اندک خردی بجاست کا نرا
 میں بسکہ اگر ز آسمانم
 خود را بہ زبان پہلوی در
 خود را ز سپاسیاں نہ گیرم
 ساسان ششم نیم کہ خود را

بد ز ہرہ ام ارمیاں نہ گویم
 تا بر خود ہمسریاں نہ گویم
 مشترک بوم ارجناں نہ گویم
 افسانہ آب و ناناں نہ گویم
 ناں ریزہ طرقت خواں نہ گویم
 جز فرستے رواں نہ گویم
 از گوہر خود نشاں نہ گویم
 از دودہ و دودماں نہ گویم
 دالای حسا نذاں نہ گویم
 از سنجہ و ارسلان نہ گویم
 اینہا ز رہ گماں نہ گویم
 میرم اگر آنچناں نہ گویم
 با آکھ ہبسا گراں نہ گویم
 رنجند چو قدر داں نہ گویم
 بے رونقی دکاں نہ گویم
 گاہے سخن از زباں نہ گویم
 جز تازگی بیاں نہ گویم
 پسند ز رسیماں نہ گویم
 مہ کو کسب پہلواں نہ گویم
 فرزاندہ نژد خواں نہ گویم
 جز موبد موبداں نہ گویم

این زمزمه ہائے خونچکاں را
 کارم بہ محترم و صفر باد
 ہم بعد خطاب مدح حاضر
 دست دم بزل گنج پاش مست
 بحرے مست گفت تو در روانی
 چوں صورت قہر دارد این طرح
 نادان باشم کہ چوں توئی را
 چوں چہسم رایت تو بستم
 امید کہ جز سوال نہ بود
 ننگم ز سوال نیست اما
 زان رو کہ بہ بین ایزدیافر
 گردایہ رسد بہ من ز سویت
 کال خود من مست تا تو اں تر
 در خواہش من ز من پڑوہی
 تاب سفر دکن نہ دارم
 این نیست نماز پنج گانہ
 کافر باشم اگر ثنایت
 شایدم اگر دعائے دولت
 شورامسر باستان نہ گویم
 شہر یورد ہسر گاں نہ گویم
 گویم آرسے چساں نہ گویم
 چوں ابر گسر فشاں نہ گویم
 کال را بہ جہاں گراں نہ گویم
 بر ہمن بھر و کال نہ گویم
 خاقان جہانستاں نہ گویم
 جز اختر کا دیاں نہ گویم
 حرفے کہ دریں میاں نہ گویم
 با کلک مسیہ زباں نہ گویم
 رادی و نہفتہ داں نہ گویم
 با غالب خستہ جاں نہ گویم
 باوے سخن از تو اں نہ گویم
 جز بخشش جاوداں نہ گویم
 از ناکہ و سارباں نہ گویم
 کش جز بہ ندماں اذان نہ گویم
 پیوستہ زماں زماں نہ گویم
 از ہم نفاں نہاں نہ گویم

آہیں مشنوم گرا از سر و شاں

با مردم این جہاں نہ گویم

قصیدہ ششست و چالیس

از نگوئی نشان نمی خواهم
 ز نیست بے ذوق مرگ خوش نبود
 تنگ دستاں ز بخت دل تنگ اند
 بادہ من مدام خون دل مست
 باغبانم گرفت خست گزشت
 کس نمی نالد از فسانہ من
 دوستان زینہ سار غم نخورند
 چوں سخنایے ناشنیده نہ ماند
 تازہ رو نیست رخ بچوں شستن
 گاہ پاش بساط مرگ دلم
 ہیچ کس سود من نہ می خواهد
 ہر کی دشمنی مست دوست نما
 از اثر ہائے جا نگر افریاد
 دیگر این ہندھے سیہ دل را
 مشتری را بہ جسم قطع نظر
 گر بہ میرد ز تاب خود بہرام
 مہر در بند دخت چشم از من
 برب زہرہ نوا پرداز
 تیر را از بے دوا موبال

خویش را بدگماں نمی خواهم
 دل اگر رفت جاں نمی خواهم
 ز رخ صہا گراں نمی خواهم
 از مغان ارمغان نمی خواهم
 جز بیلغ آفتیاں نمی خواهم
 در دل را بیاں نمی خواهم
 شادی دشمنان نمی خواهم
 گوش خود را گراں نمی خواهم
 مژہ خون نشان نمی خواهم
 مدد از نوہ خواں نمی خواهم
 ہیچ کس را زیان نمی خواهم
 یاری از اختران نمی خواهم
 اثرے در میان نمی خواهم
 بر فلک دید باں نمی خواهم
 در برش طلیساں نمی خواهم
 بر سرش سا باں نمی خواهم
 از کسوش گراں نمی خواهم
 نغمہ غیر از فناں نمی خواهم
 جائے جز در کماں نمی خواهم

نیش عقرب جگر شکاف هست
 چوں ذنب اژدها است غیر از خاک
 تمانه دانی که من به مرکز خاک
 آرزو عیب نیست خرده بگیر
 رنج صاحب دلاں دا نبود
 دوشهار افکار نپسندم
 مور را مار گیر نپسیریم
 بهر خویش از زمانه غدار
 آتش اندر نهاد من زده اند
 باں و باں نیست محال طلب
 گهر افشانم و بهسا طلبم
 ناں خورش ز انگبیس نمی جویم
 بالش از مخلم تمتت نیست
 نه بهما سایه ام نه سگ طینت
 تا خورد طوطی چه مایه شکر
 دل ز معنی لبالب است و لے
 نتوان شد ظرف مهور و نکس
 نتوان کرد با فلک پر فاش
 خسته چشم ز حسن خویش تنم
 جامه و جام و جامی آلودست
 جابر احباب تنگ نتوان کرد

زین گزندش اماں نمی خواهم
 همیشه اندر دهاں نمی خواهم
 جنبش از آسماں نمی خواهم
 خواهم اما چنان نمی خواهم
 بندهاں زباں نمی خواهم
 بارها را گراں نمی خواهم
 پشیر را پلباں نمی خواهم
 راحت جاوداں نمی خواهم
 لاله دار خواں نمی خواهم
 نوهار از خزاں نمی خواهم
 سیم و زر را یگاں نمی خواهم
 پیرهن و دکتاں نمی خواهم
 بستر از پنبیاں نمی خواهم
 طعمه از استخوان نمی خواهم
 کارواں کارواں نمی خواهم
 خامه اندر بستاں نمی خواهم
 انگبیس در دکاں نمی خواهم
 خرد حسره داں نمی خواهم
 تاو کے بر نشاں نمی خواهم
 خواجه را میمنساں نمی خواهم
 خویش را در جهاں نمی خواهم

خوب بیداد کرده ام غالب
 با صلیبم فتاده کار بد هر
 باں نگونی که با چنین خواری
 باں ندانی که در نظر که خویش
 باں ندانی که صد بیهوش را
 خواهی چندی گنم لیکن
 پای فرسود در رکاب هنوز
 سخن از عالمی دگر دارم
 گر بود خود سروش و حی سرای
 سینه صافم فتلندرم مسم
 پای من فرد ترا افتاد است
 پای در نظر نماند دگر
 پوست از مضر گشته خوشدل من
 به زلیخا شایب بخشیدند
 بر رخ حکمت موحیه حق
 عین من هر چه اقصا می کرد
 چو حکایت بجای خویش رسید
 عید نوشیر داں نمی خواهم
 علم کاویاں نمی خواهم
 ترک هندوستان نمی خواهم
 زمزم و ناول داں نمی خواهم
 سجده بر آستان نمی خواهم
 کار بار را رواں نمی خواهم
 دست خود بر صفاں نمی خواهم
 بهدم و راز داں نمی خواهم
 با خودش همزباں نمی خواهم
 راز خود را نهان نمی خواهم
 سر خود بر سناں نمی خواهم
 خویش را شایب نمی خواهم
 به تلافی جفاں نمی خواهم
 بخت خود را جواں نمی خواهم
 غازه امتحان نمی خواهم
 خواستم غیر آن نمی خواهم
 تن زدم داستان نمی خواهم

قصائد از سید حسین

قصیده اول

بیا که مدح خداوند دادگر گویم
 از آنچه گفتم ازین پیش بیشتر گویم
 ملاحظه این شش قصاید که در مطبوعه کلیات نظم (ن ۱۰۰ و ۱۰۱) شامل نیستند از سید حسین بریں با خود اندر

چنانکه دوست نیارم شنای داد گفت
 ز دفتر مست فزودن مدح و من ز خیره ری
 بدین شکوه نخواهد که گویش خاقان
 جهاں کشای دهاں پرورد هیاں رک
 می آرخان و من ایناں که شمسار شوم
 گم ز خاک میش آب زندگی خواهم
 درین نور که از نغز نغز تر سببم
 و غیب آنچه فرو رختند در خاطر
 که بے مبالغه بنر زان لار دالکن
 بدین کلاه که فرکیاں از و بار د
 بیا که لشکر نواب نامدار آمد
 ز چرخ اول جارم بمنزده دمی
 ز شادمانی نظاره رخس هر دم
 ز خاک او می اکسیر در نظر دارم
 ز شاعری به ندیمی رسیده ام خواهم
 رعایت ادب آئین من بود ناچار
 پس از وصول بمنزل پیام من برگرد
 به بزم گرنه دهد بار چوں سوار شود
 هزار از مزه ارم همی نه یک سخن است
 هم از فساد دل زار و داغ غم نالم

بقدر حوصله خویشتن مگر گویم
 بر آن سرم که درین صفت سر بسر گویم
 دگر زیاده ازین صفت تا دگر گویم
 چو آن قدر نتوان گفت این قدر گویم
 سپهر منظر و انجم سپه اگر گویم
 گم می سج دم و که فرشته فر گویم
 درین خیال که از خوب خوبتر گویم
 نخست از ره پیش بهدگر گویم
 وزیر اعظم سلطان بحد و بر گویم
 گزاف نیست اگر شاه تا جور گویم
 بزم چشم بدل این نوید و بر گویم
 طلب کم نه و خورشید تا خبر گویم
 به چشم تنبلی رونق نظر گویم
 رخم سیاه اگر حرف سیم و زر گویم
 که رود داد به پیرایه سمر گویم
 فسانه گر چه دراز است مختصر گویم
 اگر نه آنچه توانم درین سفر گویم
 ز سرگزشت حکایت بر هرگز گویم
 که چوں تمام شود آن سخن ز سر گویم
 هم از نزاع رگ جان و نیشتر گویم

زمانه دار ز بانم شرفشان گردد
 شود رکاب تنگاد در آب ناپیدا
 بکلبه ام گهر شب چراغ خس پوش است
 من آن نیم که به هنگامه سخن سازی
 سخن نهال نو و کهنه باغبان غائب
 طریق وادی غم را کس نبوده رفیق
 در آن دیار که گوهر خریدن آئین نیست
 ز عز و جاه و نیاگان خویش در سر کار
 سخن طراز دعایافت اینست تخیل مراد
 دعای دولت شاه دوزیر همواره

اگر براه حدیث لقب جگر گویم
 اگر روانی سیلاب چشم تر گویم
 سخن ز تیرگی طالع بهر گویم
 گیسو ز خاد و دگاسه ز باختر گویم
 نهال را به نوبی مرده شکر گویم
 خود از صعوبت این راه بخطر گویم
 دکان کشوده ام و قیمت گهر گویم
 هزار گونه حکایات معصوم گویم
 دگر بجای شمر بعد ازین اثر گویم
 ز نیم شب کنم آغاز و تا سحر گویم

قصیده دوم

وقت آنست که خورشید فروزاں مهمل
 وقت آنست که بن دار بهار آراید
 وقت آنست که خاک تیره جومت شود
 وقت آنست که بینی ز گداز تیغ و برت
 وقت آنست که استن حبش بهار است که باد
 وقت آنست که از بهر برف انداختن
 باد پرکار شود نقطه خاکش مرکز
 هر چه کا هر شب البته فزاید روز

گرده آئنده گرامیده بهر گاه
 نو نهالان چمن را بعد و ساز غزل
 که کیفیت لایق نایب است و حل
 بر رخ خاک و اوا گشته زهر مو مهمل
 ز د به چار آئینه داغ شقایق میقل
 ابر را بیشتر برق دود در اکمل
 که درین دایره هر نقش نشیند به حل
 کم شود دود و ذراتش نور مشعل

له معنی ز به سه فرگاه معنی بارگاه سه بن دار دار و ده توشه خانه

میل نبود که رواں گشته ز آب باران
 رستنی بسکه ازین آب کند نشود و نما
 من بفکر دیگر و غیر چنان پسندارد
 چه کثایر شکفت غنچه اگر بر سر شاخ
 خود چرا هرزه زرنجوری ز کس نالم
 چه بود سود من از دهر اگر در صحرا
 نشود کار دیگر گوی چوں بود ماه به ثور
 نیست در آئینه مذهب یک رنگی من
 چشم بر زلفی دل افروز کس دوخته ام
 چوں چنین است که از بهر هواداری گل
 کلک من دفتر تشبیب کثایر پیش
 ورق شعر به از باغ که ریجانش را
 اندرین وقت جشن سده را وقت گزشت
 خامه بارید آهنگ، دلاویز صریح
 پیشرو تهنیت مقدم هنگام بهار
 جان لاریس بهادر که نظرش ز نهار
 ایکه در معرض فخر و شرف از عز و جلال
 ایکه در عهد تو کس مشکوه ندارد الا
 لے بفر تا آب خرد مظهر آثار خرد

هست شافیه نهر لبین جوی عسل
 کام ذوق شکر و شیر بردار و حنظل
 که سخن میکنم از تازگی دشت و جبل
 من و دل نام یکے عقده مالایخل
 که ز شبنم بودش دیده گرفتار میل
 آب در گور بود و سبز گیا بر سر تل
 نه کند قد من افروں چو رود و خور عمل
 این گل سبزه بجز صورت عزیزی و بل
 که ز چشم بدایام مبیستاد خلل
 سبزه را نامیه در باغ فرستاد دل
 که طرازی رفیق مدح در آرد به عمل
 گر چه خواناست خط آفتاب سوادش مهمل
 اندرین حال که نوروز بود مستقبل
 زخمه بر تار رواں کرد به بنجار غزل
 زمزمه مدحست نواب گور ز جبریل
 هیچ بیننده نه بیند به جاں جزا و حل
 هر چه بایست همه یافته از عز و جل
 فلک پیر ز بیکاری مرتج و زحل
 لے بفرمان ازل محرم اسرار ازل

سده جشن سده نام جشنی است که پارسیان در آفتاب قوس کنند (فرهنگ غالب)

سده سراد لاپ سده فر تاب یعنی قدرت

بادشاه مست شهنشاه و تو اوراد ستور
 این وزارت که تراداد ز شاهی کم نیست
 هر ذل خط شاعی به سبیل تمثیل (قطعه) ماه زان اغ گرانپائی بعنوان مثل
 بهلوانی مست که ثروپین تو باشد بکفن
 بسکه دولت به شمع شش تو دارد پیوند (قطعه) چون بچو لانشس در آری به شش شابل
 آن شود سوده گوهر شود این گنج رواں
 بشنوا ز من که ز بانم گهر افشان برست
 بمن از پیش گوهر منست بهایوں توقع
 هست نهال دفتر فرخنده فرخ آثار
 از چهل سال رجوعم بدر دولت تست
 روخناس گفت پای تو بود دیده من
 چون تراداد قضا منصب دارائی بند
 از قدوم تو برافروخت رخ شاد ملک
 می فرستم به نظر گاه تو نظم و نشرے
 غالب گوشه نشین و به تو آمد در دے
 بر چنین بنده دیرینه به بخشایے که او
 اندرین نامه که نامه به شنایے تو بود
 بل از این راه که در معرض حسن گفتار
 در دعا شرط و جزا اگر نبود نیست زیاں
 بهر ذات تو زدادار محنت دارم

باشد این پاییز هر گونه امارت اکمل
 لے جہاں جوئے جهانگیر جهاندار مل
 (قطعه) ماه زان اغ گرانپائی بعنوان مثل
 نقره خنگی مست که تمغایے تو دارد بکفن
 (قطعه) چون بچو لانشس در آری به شش شابل
 رمل و نخل که دید روی در آتشکے رمل
 کش ز بارنده نیساں نتوان اد بدل
 میرسد بهر منظر ساعت روز ازل
 رفته چند مرزوب دو جیب و بخل
 دایه با با فته اماد تو چه اکثر حیل
 خالی از گرد در هست نیست هنوزم بکحل
 چون ترا کرد قدر مرجع ارباب دول
 از وجود تو فروز گشت شکوه کونسل
 حال از طول کلام و تہی از طول مل
 دلش از بیم و دیم است دعا غش مختل
 نیست با اینهمه در مدح طرازی تنبل
 میکنم ختم سخن بیک از روی کسل
 نظر افروز بود شیوہ اما قتل و دل
 خواہش چند فراز آورم اینک بجل
 شادمانی و توانائی و عمر اطول

وزیر دولت و اقبال بہاں می خواہم
کہ ز چشم بد ایام مبینہ د غل

قصیدہ سوم

تجلی کہ زمونے رہود ہوش بہ طور
خجہ سرور سلطان مشکوہ رانا زم
ہوائے لطف دے از جان خور بردوش
دم نگارش وصف کلام شیرینش
فضائے رزم گمش شاہ راہ قہر و غضب
خوان شرع بہین ہم نوالہ شبلی
زر دے رابطہ حسن ماہتاب جمال
بحکم مرتبہ ادحا کم د فلک محکوم
چو آب سیل دلے کہ ایتہ معاک
ز بے وزیرہ شہر یار دانا دل
بنائے منظر جاہ ترا ز حل معمار
شناگر تو سکندر بہ بار جائے جلال
برائے بزم نشاط تو شمع چوں ریزند (قطعہ) نہ پیہ گاؤ بہ کار آورندے کا فور
ز فیض نسبت خلق تو عنبر سارا بجائے موم بر آید ز خانہ ز نور
بدیں خرام و بدیں قامت بدیں فتار (قطعہ) نہ بہر فائزہ آئی اگر بسوے قبور
جہان جانی و جان جہاں محب نبود کہ از درد و تو ہر مردہ رقص اندر گور
بہ پیشگاہ تو زانو ہی زما انصاف (قطعہ) کہ لے برحم و کرم در جہانیاں مشہور

در انتقام کشتی شیوه کرم گلزار
 توئی عقل منزه اینده عروج علوم
 صریح خامه من بین و تابش معنی
 امیر زنده دل آں والی ولایت نظم
 غروب مهر و طلوع مه دو هفته بود
 چو او بزرگ زمین فتنه آں ولایت یافت
 به انجمن نه رسیدم زنا توانائی
 به خاک پائے تو گرد دستگاه داشتی
 من آں کسم که از افراط و ریش اخلاص
 توئی رحیم دل و من سقیم دوری به
 کف بدست تھی تر ز کسیر دلاک
 کمی ز ما و کرم از شما بلا تشبیه
 نظر به خستگی و پیری و تھی دستی
 شعار غالب آزاده جز دعائے بود
 بدهرتا بود آئیں که در نوا آرنند
 بزم عیش تو نا بهید باد زمزمه سنج
 محب ز لطف تو بالند چون نوا از سا

بر آرزو کام دل بدسگال از سا طور
 توئی به علم کشا اینده عقود صدور
 عیاں چو شمع فرو زنده در شب بخور
 به گنج خانه گنج نظامیش گنجور
 رسیدن تو بدین ادج بعد آں مغفور
 تو باش والی رستے زمین فرون و دور
 دے به عرض ثنا و دعا نیم معذور
 نبود دے به غم دوری در تو صبور
 به غنیت است مراد عوی دوام حضور
 مباد رنجبه شوی از نظاره رنجور
 دے بیدنه بے تنگ تر ز دیده مور
 ز کردگار بود رحمت ز بندہ قصور
 قبول کردن تسلیم من خوش است دور
 که باد سعی دعا گوے درد عامشکور
 رباط و بر ربط و قانون نے بھفل سور
 نسیم عطر فروش از شمیم طرہ حور
 عدد ز بیم تو نالنده چون خرطنبور

قصیده چهارم

تغظیم غسل صحت نواب کم گیر
 ز اعیان مضاف بود جانب پیر

بله قصیده در مدح نواب امپور و تنبیت غسل صحت نواب ممدوح

امروز میرمهند بود انجن طسرا از
 دایم شنیده که در قصای مغرب است
 جوئے بریدہ اندورد و اگر دہ اند آب
 ہنگام شب کہ زیر زمین باشد آفتاب
 حمام حوض بنگر و گلجامش آسمان
 طاسش یکے ز زہرہ دیگر زمشری
 صبحی بہ دستگیری ایام روشناس
 صبحی بایہ بخشی آفتاب نامور
 گرما بہ چنان خوش آبے چنان نکو
 آمد برکے غسل بہ گرما بہ اندرون
 نواب کزد و نور جلال و جمال خویش
 ناظم کہ شور نظم نظامی نظام اور
 اگر لطف معنی است نظامی عدلی است
 دقت نفاذ حکم فلک باشدش مطیع
 لے آنکہ در فروزش سیماے عز و جاہ
 در لشکر تو مالک عقرب بود عس
 در ملک ضلای تو زادش مرید خاص
 من بندہ در خرابی دہلی بہ کنج عنبر
 گفتی کہ از فروزی عنہاے جانگداز
 در لرزہ عضو عضو تن از باد دیمہی

آں روز گشت شاہ نجف بر ہمہ امیر
 سر شپہ کہ خضر شد از مے بقا ہزیر
 حمام را بچو من از اں فرخ آب گیر
 از تاب مہر گرم شد آں آب ناگزیر
 واں را سفید کردہ فروغ مہر منیر
 آں سیم خائض آں وین زرناب گیر
 آوردہ از عمود عصا بہر چرخ پیر
 در شش جہت ز نور رواں کردہ جوشیر
 رونے چنین مبارک و وقتے چنین بکیر
 مانند معنی کہ دہر دے در عنبر
 گوئی بہشت مسد جاہش بود سریر
 رہ بستہ بر ترانہ سودا و درد و تیر
 در حن صوت است بود پوسفش نظیر
 عین صلاح کار خرد گردش مشیر
 مہراز تو ہچو ماہ ز مہرست مستنیر
 در دفتر تو دای جہز ا بود دہیر
 در مجلس عتاب تو کیواں کہن اسیر
 بودم بسے نژند و جگر خستہ و حقیر
 ہچوں نمک در آہم و ہچوں شکر بہ شیر
 گفتی معذتہم من دسرماست ز مہریر

بود اشک حشم من ز گداز جگر بقسم
 گوش گران روی پر آژنگ و پشت کوز
 میکردم از خلایق غار غنم فغان
 ناگاه صبح گاه به دل جوئی نگاه
 سجاده در نور و شراب صبح خواه
 کاندرا میور نوید فرح نسزا
 اکنون ز سنگ گدازم اگر بزد
 در خواب گاه من ز فراوانی سرور
 دیگر مباد خمار من در کفم رواں
 ایمان من گزاردن حق مدح است
 حق نمک بدح و شنای کهن ادا
 حق جو و حق شناسم و حق گو و حق گزار
 گرفته ام ز کار در افتاده ام ز پای
 اینک فراغ و اختر نیک و خجسته روز

خالی مباد جائے تو در بزم گاه باغ
 تا ساز را نوا بود و مرغ را صفیر

قصیده پنجم

ز به دو چشم تو در معرض سیه کاری
 ز به بزد و بدیع الزمان کشتی گیر
 ز به خیال تو آدم را چو تندک یو
 چو بختیارک بختک بمر دم آزاری
 که کو بهار چو نارنج تر بنفشاری
 دماغ اهل نظر قاتل دوست پنداری

ز غمزه تو چه گویم که آن بود ز عمر
 اگر تو نیستی از ساحران غفلت
 بدین جمال که داری عجب مدار اگر
 بهر رفته تو گردیدم آفتاب پرست
 سپس بهدیب تو رج که بود ماه پرست
 توئی بمعنی اصلی و بود نور الدهر
 چکد ز زلف تو خون دلم بدان گونه
 فنا ز بار غم دهر کال به سنجیدن
 به پیش چرخ مشعبد چه هوشیار مست
 ز رقص ریش ترا شد همی به به هوشی
 خصوصت بمن افتاده زال دنیا را
 بجیش عشق منم سر بر بهمن تپشی
 نهیب فتنه به با چوب شش گزی ماند
 شد مست لا غری من کلیم غیبی من
 منم که فکر من اندر زمین شعر و سخن (قطعه)
 چه افتاده که یارب کنون چو از مائیں
 چنان بخوردن غم عادیم که چوں عادی
 نهاده هم نفساں نام من ملک قائم
 رسیده بخل به فکر من از عمر میراست (قطعه)
 دروغ گفته ام آن فکر نیز ز غیب است

دلیر و حست و بهر مند تر به عیاری
 چرا به لهرای آتش از هوا باری
 کند چکیده قدرت ترا پرستاری
 نه ایر حجم که عبث تن دهم بدین خواری
 ترا پرستم ازین رو که ماه رخساری
 همین بنام که معنی نداشت پنداری
 که ریزد از لب نهنگی در آدمی خواری
 عمود خسر و به دست در گرانباری
 که این بعربده همچون عمر ز طراری
 ز فرق تاج را باید همی به بهشیاری
 که دم خبیثه بود در فنون مکاری
 که موئے سر بر سرم کرده است ستاری
 که بود هر لکدش را جراحت کاری
 که باشم و تو ام از حاضران زنگاری
 (قطعه) همی گزشت ز اشقر به تیز رفتاری
 بخاک خون تپدم تن همی به ناچاری
 نبوده هیچ گاه سیریم ز پر خواری
 ز خون دیده بود بسکه جامه گلناری
 (قطعه) که هیچگاه نه دهد در سخن مرا یاری
 که گم شود ز عمر و دم گرفتاری

چو حمزه را بجاهاں بعد مرگ مهر نگار
 نمانده در نظر دزد که نه اسلوب
 دست حمزه و لب رفسونگری حمزه است
 شد آنکه بود کلام طلسم گوهر بار
 چو حمزه کش به عقابین در کشید فلک
 بقاست قرض و منم حمزه دزد بهرین
 چو ساحراں همه را شغل آتش افشانی
 ز دهر مهره نه شد زهر حمزه به آں به
 مگر به فضل می آیم بر دوز بند بلا
 امیر کلب علی خاں بهادر آں که بود
 درش نوازش طبل سکندری دارد
 بود پلارک افرا سیاه پیش در کف
 چو گویم از منظر لشکر ظفر پیکر
 همه مقابل مقابل بنا و ک اندازی
 بیا به بی که در آوردی ای امیر کبیر
 چو قدر آنکه جلوه دار حمزه بود اینک
 مسز که مخبر اقبال خود کند در
 میسر بر درش از هستی زهر و شاه
 شنیده که خداوند با خست چوں بود
 گزشت آنکه چه تقدیر کرده ام "مکی گفت

ز تیغ و تاج و نگین می داد بزاری
 جز آنکه باز کشاید دکان عطاری
 بد آنکه که ز دل نبودش مدد گاری
 (قطعه) بهار نه ز آب کهر در اں جاری
 بدام دام نفس می کشم به دشواری
 چهل خلیفه تقاضایان بزاری
 چو از دها همه را ذوق آدم ادا باری
 که نوشدار می نوشید اں بچنگ آری
 چنانکه حمزه به نیر می پیر فرخاری
 عدیل حمزه در اسپیدی سالاری
 ز به بلندی آواز هه هاننداری
 که هیچ نشود چوں بلال زنگاری
 که در شمار نیاید همی ز بسیاری
 همه مسا هم خرد به طاقت اظهاری
 سپرده اند علم شاه را علم داری
 رسید است بخاتان چیں جلو داری
 ازینکه یافته تو قیغ گرز برداری
 مگر کی بود از کافران زنجاری
 کنوں به بندگی خواجگشت اقراری
 بمقتضای غلط فحش و غلط کاری

کنوں بہ عجز "چہ تعصیر کردہ ام" می گفت
 رموز حمزہ فردہ دل خوش نشیں غالب
 زنت و فوج گیتی بدانشش آرائی
 قصیدہ تو دے کاسہ گدائی تست
 غنیمت مباحش کہ از گنج خانہ انواب
 بوقت گدایہ گدایار ادعاست دست آویز
 چراغ دودہ سرور علی محمد خاں

دبندگان خدا چوں بوسے رسد خواری
 چرامرا بہ بختنہائے ہرزہ آزاری
 زنت زینت معنی بہ نغز گفتاری
 ستودہ آمدہ باشی ز گنج ناداری
 خود آنقدر کہ بدل داشتی بدست آری
 ہر آردست بد گاہ حضرت باری
 گزین ہمال شمر درین سپہ داری

زر دے کلب علی خاں ہمیشہ روشن باد
 چنانکہ تابش مہراز سپہر زنگاری

قصیدہ ششم

تا چہ نیرنگ است این کاندیں جہاں آردہ اند
 مرغزائے کاں بود در آرزو دیار را
 رنگ گلہائے بہاری گرنہ بینی گو مبین
 در بہشت اک خود نباشد بگزرا ز آردہ اند
 آنچہ باد از غنچہ می آردہ می زد بر مشام
 ہر چہ خواہی در میاں از ہر کنار نشانداں
 ہر چہ می بینی و خواہی دید در فرخندہ بزم
 منج دیگر بعد ازیں آرند و کنوں بید رنگ
 چوں جواہر اشائے نیست گویم مجلا
 تاز بخششک شاہنشاہ ہند انگیند

نوبہا کطر ذر فصل خزاں آردہ اند
 آنچہاں دانی کہ کشت عفران آردہ اند
 بوئے گلہائے بہار از ہر گراں آردہ اند
 رونقے کز بہر باغ و بوستاں آردہ اند
 آشنایان شمیم از عطرداں آردہ اند
 ہر چہ جوی بر زمین از آسماں آردہ اند
 تانہ پنداری کہ اینہارا لگاں آردہ اند
 گنج باد آورد و گنج شا لگاں آردہ اند
 حاصل صد سالہ در یاد کاں آردہ اند
 خلعت ز بہر خد پوشہ نشاں آردہ اند

جیفہ و سر پہچ کاں چشم چراغ دولت است
 از شعاع ہر تار از پر تو مہتاب پور
 در حایل کز گلوے شہر یار آویختند
 تیز دم تنیے کہ بچوں بر قش از روز ازل
 داں و حل پیکر سپر کز بہر دفع تیغ و تیر
 ابر مانا پیل کز رعدش صدا بخشد اند
 گر پشت پیل دریں حل فردا فکند اند
 دیگر آن ریں سلب خورشید منظر پاکلی
 قوس کاں بر سطح گردوں جگہ اسعد اکبر است
 اینکہ گفتم بر طریق خلعت اہل حل و عقد
 میہماناں کاں ہمہ فرماند بان کشور اند
 خازن ان گنج غیبی ہیں کہ از رستے و داد
 دولت اقبال فقر و عزت جاہ و جلال
 رحمت حق آشکارا و نہاں دارد ظهور
 ہم ز رستے لوح محفوظ است گرامرز باز
 شاہ داد را نوید دین دولت داده اند
 چون شمار عمر انساں جز در استقبال نیست
 دانگے بر عہد پہانے کہ بستند این ماں
 قدسیاں گفتند یارب یرمانا و این امیر

بہر فرقتش از فراز فرداں آورده اند
 جامہ ہلے زر نگار و زرفشاں آورده اند
 گوہر از پر دین تار از کھکشاں آورده اند
 بے نیاز از گردش سنگ فشاں آورده اند
 از سوادش جسم را حرز اماں آورده اند
 برق و ش تو سن کہ از ابادش عناں آورده اند
 بہر تو سن گوہر میں برگستواں آورده اند
 کز نے ختم داده تو کسش در میاں آورده اند
 نے کہ خود سازند و خود نامش کہاں آورده اند
 ہر چہ می بایست می شایست آن آورده اند
 این فتوح از بہر الامیز باں آورده اند
 بس شگرت اشیلے دیگر ایمان آورده اند
 کز فراوانی نہ گنجد در گماں آورده اند
 روشنی چشم و نیروی روان آورده اند
 حکم محکم بہر ربط جسم و جاں آورده اند
 شہریاں را مرثوہ اسمن اماں آورده اند
 برد و امش عہد پہاں در میاں آورده اند
 خضر را کاں ندہ میگردد ضماں آورده اند
 آنچہ غالب دہشت در دل بزبان آورده اند

چوں دعا از قدسیاں زمین آئینے میں است

شاد با شمع کش حیات جاوداں آورده اند

اور ایش زمانہ در فزشتیم و گزشت
 در فن سخن یگانہ گزشتیم و گزشت
 مے بود و دوائے مایہ پیری غالب
 زان نیز بہ ناکام گزشتیم و گزشت

رباعیات

رباعیات

۱

غالب آزادۀ موحّد کیشم بر پاکی خویشتن گواه خویشم
گفتی به سخن برفتگان کس نرسد از بازپسین نکته گزاران پیشم

۲

غالب به گهر ز دودۀ زادش^۱م زان رو به صفای دم تمیخت و دم
چون رفت پهبیدی ز دم چنگ به شعر^۲ شد تیر شکستۀ کیاکان قلم

۳

شرطست که بهر ضبط آداب رسوم خیزد بعد از نبی امام معصوم
ز اجماع چکوتے به علی باز گرای مه جای نشین هر باشد نه بخوم

۴

راهبیت ز عبد تا حضور اللہ خواهی تو در از گیر و خواهی کوتاہ
این کوثر و طوبے که نشا نهادارد سرچشمه و سایه ایست در نیمه راه

۵

شرطست به هر در مظفر گشتن اسباب دلادری میسر گشتن
جای ز شراب ارغوانی باید آنرا که بود هوای خاور گشتن

۱ گهر - اصل گه دودۀ نسل ۲ زادشتم نام پدر رشک و پسر قورابن فریدون
د یادگار غالب (زادشتم بفتح شین نام پدر افراسیاب (برهان قاطع)

۶

سائل ز گدا بجز ندامت نبرد مرگ از عاشق بجز ندامت نبرد
از سینه من که تسلزم خون دلست جز تیر تو کس جان سلامت نبرد

۷

هر چند که زشت دنا سزایم همه در غمده رحمت خدا ایم همه
در جلوه دهد چنانکه مایم همه شایسته نفت و بور یا ایم همه

۸

آن مرد که زن گرفت دانا نبود از غصه فراغتش همانا نبود
دارد بکمال خانه و زن نیست درد نازم بخدا چسرا توانا نبود

۹

آنرا که عطیه اذل در نظر است هر چند بلا بیش طب بیشتر است
فرقت میان من و صنعا در کفر بخشش کرد مرد عبادت و گد است

۱۰

آن خسته که در نظر بجز یارش نیست با سود و زیان خوشتن کارش نیست
طالب ز طلب دین آتارش نیست هر چند حنا برگ دهد بارش نیست

۱۱

چو گر که ز زخمه زخیم بر چنگ زند پیدا است که از بهر چه آهنگ زند
در پرده ناخوشی خوشی پنهان است گانه ز زخیم جامه برنگ زند

۱۰ نفت و دهن گل ۱۰ صنعا - نام درویشی که حالت گذشته نوشته ام ۱۰ در
نسخه "د" این رباعی نیست ۱۰ که چو گر - سازنده - زخمه - چنگ (مراد خداوند تعالی)

۱۲

با دست غم آن باد که حاصل برد
آب رخ هوشمند و غافل برد
بگذاشته ام خجی ز صهبایه پسر
کش انده مرگ پدر از دل برد

۱۳

گیرم که ز دهر غم برخیزد
غنای گزاشته چوں بهم برخیزد
مشکل که دهید داد ناگایه ما
هر چند که فرجام ستم برخیزد

۱۴

جانیست مرا ز غم شمارے دردی
اندیش فشانده خار زارے دردی
هر پاره دل که ریزد از دیده من
یا بند نفس ریزد چو خارے دردی

۱۵

بر دل از دیده فتح با بست این خواب
باران امید را سحاب بست این خواب
ز نهار گماں مبر که خواب بست این خواب
تعبیر دلاے بو تر بست این خواب

۱۶

بینای چشم هر دما بست این خواب
پیرایه پیکر نگاه بست این خواب
بر صحبت ذات شه گواه بست این خواب
بیداری بخت پادشاه بست این خواب

۱۷

این خواب که روشن اس روزش گویند
چوں صبح مراد دلفروزش گویند
ز آنکه بر روز دیده خسر و چه عجب
گو خسر و ملک نیمروزش گویند

۱۸

خوابی که فردغ دیں از دجلوه گریست
در روز نصیب شاه روشن گریست

له در نشود، دهند است.

پیدا است که دیدن چنین خواب بروز
تجیل نتیجه دعائے سحر است

۱۹

خوابے کہ بود نشان بخت فیروز
دیدہ ست بروز شاه گیتی افروز
فیض دم صبح تا چہ بالیدن داشت
کز صبح بشه رسید در نیمه روز

۲۰

شام هر چند دایه جوے آمده ام
دانی که چه مایه نغز گوے آمده ام
زنگم که بهار را بردے آمده ام
آبم که تحیط را بجوے آمده ام

۲۱

ز اینجا که دلم بوی هم در بند نبود
بایسج علاقه سخت پیوند نبود
مقصود من از کعبه و آهنگ سفر
جو ترک دیار دزدن و فرزند نبود

۲۲

در سینه زخم زخم منافی دارم
چشم و دل خونابه نشانی دارم
دانی که مرا چو نتو نمی باید هیچ
اے قارغ ازاں که جسم دھالے دارم

۲۳

اے آنکه براه کعبه رودے داری
نازم که گزیده آرزوے داری
زین گونه که تند میخرا می دارم
در خانه زن ستیزه خوے داری

۲۴

ایں رسم که بخشیده شاه هرسال
آید بکفم ز خواجہ تاشان بسوال
ماناست بدان که هر چه افشا ندابر
از شاخ رسد بسبزه پائے هنال

۲۵

خواهم که دگر سخن در پیش آره کنم
تا جان ستم رسیده را چاره کنم

رسمت جواب نامه چوں نیست جواب باید که تو پس دهی دهن پاره کنم

۲۶

ای بجام شراب شاد کاهی زده در جور دم از بلند ناهی زده
یاد آرز من چو پستی اندر راهی تنها در خسته خراهی زده

۲۷

امروز شراره بداعتم زده اند نشتر برگ صبر د فراغم زده اند
از کثرت شور عطسه مغزم ریش است تا عطر چه نقته برد ماغم زده اند

۲۸

زین بوی که بر میان تست ای بدیش باشد کمرت بخل زبے برگی خویش
آمینش بوی بامیانے که تراست همسایگی توانگرست و درویش

۲۹

ای آنکه ترا سعی بدرمان منست منعمن کن از باده که نقصان منست
حیف منست که بعد من بمیرا شد و درویش این یک دوسه خم که در شبستان منست

۳۰

شاهیم زبانه اسر داغ ادرنگ داریم به بحر و بر ز وحشت آهنگ
مرجان دور ویم زاده پشت ننگ بر کوه ز نیم سکه از داغ پلنگ

۳۱

در بزم نشاط خستگان را چه نشاط از عربه پای بستگان را چه نشاط
گرابر شراب ناب بار و غالب ما جام و نسبه شکستگان را چه نشاط

۳۲

در خور تبر بود درختی که مراست خائیده آتش است درختی که مراست

بے آنکه تو بدنام شوی می کشدم
 ناساز ترا ز خوب تو بخت که مراست

۳۳

یارب نفس شراره بیزم بخشند
 یارب مژده های دجله ریزم بخشند
 بے سوز غم عشق مباد از زهار
 جانے که بر دوز رستخیزم بخشند

۳۴

تا فغ نیم از بهشت نیزم بخشند
 از بخشش خاص تا چه چیزم بخشند
 امید که صرف رونمایی تو شود
 جانے که بر دوز رستخیزم بخشند

۳۵

اور است اگر هزار چیزم بخشند
 اور است اگر بهشت نیزم بخشند
 بر دوست فدا کنم بعد گونه نشاط
 جانے که بر دوز رستخیزم بخشند

۳۶

دی دوست بیزم باده ام خواند بنانه
 دانگه ورق هر بگر داند بنانه
 چشم من و عارضه که افروخت بے
 دست من دوا منی که انشان بنانه

۳۷

یارب سودے بر دزگاراں مارا
 دجسه گل دل بنو بهاراں مارا
 صرت بک دجو چه قدر خواهد شد
 گنجینه ای صومعه داراں مارا

۳۸

آتم که به پیمان من ساقی دهر
 ریزد همه درد و تلخایه زهر
 بگزر ز سعادت و نخست که مرا
 ناهید به غمزه کشت و مرتخ به قهر

۳۹

در باغ مراد مانده بیداد تگرگ
 نه نخل بجای مانده شاخ نه برگ

چوں خانه خرابست چه نالیم زیل چوں زلیست بالست چه ترسیم زمرگ
۴۰

یا رب بیکمانیان دل خسرم ده در دعوی جنت آشتی باهم ده
شداد پسنداشت باغش از تست آں مسکن آدم به بنی آدم ده
۴۱

رنجورم دے بدهر دریاں بودم نیروی دل و روشنی جهاں بودم
گفتم به پدر که خوبه مینوشی کن تا باده بمیراث فراوان بودم
۴۲

مردے قویہ آفتاب تاباں ماند خوی تو بیل در بیاباں ماند
زمینگونه که تار و مار باشد گوی زلف تو با خانه خراباں ماند
۴۳

آنے که تو شخصِ مردے را چشمی سبحان الله چه مایه بینا چشمی
البته عجب نیست که باشی بیمار زان مرد که بد لبری سراپا چشمی
۴۴

ایں نامه که راحت دل ریش آورد سرمایہ آبروی در دیش آورد
در هر بن مودمید جانے یعنی سامان نثار خویش با خویش آورد
۴۵

خوشتربود آب سوهن از قند و نبات یاد ی چه سخن ز نیل و جیحون فرات
ایں یارہ عالمی که ہندش نامند گوئے ظلمات و سوسہست آبکیات

بسل که سخن طراز هر آینه است ارزش ده آل و بایه بخش اینست
ادباده شست گز سخن اقلیمست ادبیش و دست گز محبت دنیست

گمپد درش مهره زان دل بودی در دهر شیوع هر شکل بودی
در صدق ز جمله و رسائل بودی بسم اللہ آل رساله بسمل بودی

شرطت که روی دل خراشم همه عمر خوانا به برج ندیده یا ششم همه عمر
کافر باشم اگر بمرک مومنین چون کعبه سیه پوش نباشم همه عمر

بر چشمه به بحر همغانست اینجا هر خار بنی ثمر نشانست اینجا
از حاصل مرز و بوم بنگاله میرس نه خامه همیه خیز رانست اینجا

غالب هر پرده ذای دارد هر گوشه از دهر فضا دارد
بر چید پوست از دماغم یکسر بنگاله شگرفت آب هوا دارد

صبح ست هماره فیض گیتی داسی صبح ست هوای شوق و گردن بلای
بر خیز و بر دزگار بمرنگ برائی بباده تابی و بلورین جاسی

غالب چو زدا گم بدر جستم من آخر ز چه بود این همسر بر گشتن

له مراد حکیم نوین خاں نوین دجلوی دوست و معاصر غالب

باید که کنم هزار نفری بر خویش لیکن بزبان جاده راه وطن

۵۳

غالب روش مردم آزاد جداست رفتار اسیران ره و زاد جداست
ما ترک مرا در ارم میسپاریم و آن با آنچه مضطرب شداد جداست

۵۴

ای آنکه گرفته ام بکوی تو پناه رانی چو به عنفت از در خویشم ناگاه
تا کعبه مردم ز دور گشت رو بقفا چو بگزرم از کعبه خیم روی براه

۵۵

منصور غمش ز نکته چیناں چه بود در راست خطر ز همنشیناں چه بود
چو عاقبت یگانه بیناں دارست در یاب که انجام دو بیناں چه بود

۵۶

هر کس ز حقیقت خبر داشته است بر خاک ره عجز سر داشته است
زاهد خدا ارم بدعوی طلبند شداد همانا پسر داشته است

۵۷

در عهد تو و منست در هفت اقلیم بر خاستن امید و خول گشتن بیم
از جلوه چه ماند تا بسازند بهشت از شعله چه ماند تا بتابند ز جحیم

۵۸

کشتی از موج سوسه ساحل برود هر دو از جاده تا بمنزل برود
خود شکوه دلیل رفیع آزار بست آید بزبان هر آنچه از دل برود

۵۹

در عشق بود عرض تمنا مشکل کاینجاست نفس غرقه بخونابه دل

در بادیه فتاده راهم که در دست پا از گداز نه بره خاک به گل

۶۰

گر دل بشر زده باشم خود را در مردم تیغ سوده باشم خود را
حاشا که ز تور بوده باشم خود را با خوی تو آرموده باشم خود را

۶۱

ز کشته زخم نادر و شمشیرم ز خسته ناخن پلنگ و شیرم
لب می گزم و خون بزباں می لیسیم خوں می خورم و ز زندگانی سیرم

۶۲

آں کز اثر طمع نشانش آرند گم خود به واسی استخوانش آرند
گم پردگی تسلیم و بال هاست چوں سایه بخاک موکشانش آرند

۶۳

ای آنکه دمی مایه کم و خواهش بیش آرزو که وقت باز پرس آید پیش
بگذارد مرا که من خنیا ای دارم با حسرت عیشهای تا کرده خویش

۶۴

غالب غم روزگار ناکام گشت از تنگی دل بخلق دایم گشت
هم غیرت سر بزرگی خاصم سوخت هم رشک نشاط مندی عام گشت

۶۵

غالب به سخن گر چه کست همسر نیست از نشه هوش بیچیت اندر سر نیست
می خواهی دمفت و نغز دانگه بسیار این باده فروش سانی کوثر نیست

۶۶

گر دیدن زاهدان بخت گستاخ دیں دست درازی به شرابخشای

بہوں نیک نظر کنی زردے تشبیہ ماند بہ بہایم و علفت زارہ فراخ

۶۷

تا مویکب شہریار زیں راہ گزشت فراقم بہ فلک رسید و از ماہ گزشت
گر دیدارہ کعبہ رہ خانہ من زیں راہ گزیں راہ شہنشاہ گزشت

۶۸

آنرا کہ بود درستی در فرجام ہم محرم خاص آید و ہم مرجع عام
آساں بنود کشاکش پاس قبول نہ ہزار نگردی بہ نکوئی بدنام

۶۹

زیں رنگ کہ در گاشن احباب میدہ پڑ مرد گل دلالہ شاداب میدہ
در کلبہ اقبال ترقی طلبان گر ہر فرداشت ہتتاب میدہ

۷۰

چوں در دتہ پیالہ باقیست ہنوز شادام کہ بہار لالہ باقیست ہنوز
در کش تو کل غم فردا کفرست یکروزہ می دو سالہ باقیست ہنوز

۷۱

در عالم بے زری کہ تلخت حیات طاعت نتوان کرد با امید نجات
اے کاش ز حق اشارت صوم صلوٰۃ بودے بوجہ مال چوں حج ذکوات

۷۲

غالب غم روزگار دبارش نہ کشد و نہ حور بوشت انتظارش نہ کشد
دار دتن و تن نہ در دزارش نہ کند دارد دل و دل ہیچ کارش نہ کشد

۷۳

دقت است کہ آساں مویجہ نازد ہر آئینہ پیش رخ ہند مہ نازد

این خود شرف دگر بود نیست عجب
گر مهر بیابد کس شهینش نازد

۶۴

هر چند زمانه جمع جهان است
در جمل نه حال جهان بیک مناست
کودن همه لیک از یک تا دگر
فرق خسر عیسی و خرد جهان است

۶۵

کس را بود رخ بدنیسان که تراست
پاکیره تنی بخوبی جان که تراست
گفتی که ز هیچ فتنه بر دانه کنم
آه از غم چشم بدخیا که تراست

۶۶

تا میکش و جوهر دود سخنور دارم
شان دگر دشت و دگر دارم
در سیکده پیریم که میکش ازماست
در معر که تیغیم که جوهر دارم

۶۷

دستم به کلید مخزنه میدیاست
در بود تنی بدامن میبایست
یا بچشم به کس نیفتادے کار
یا خود بزمانه بول من میبایست

۶۸

هستم ز حیا امید مرست و بست
دارم سر این کلا ده در دست و بست
گر از زش لطف دگر می نیست میباش
استحقاق تر جمی هست و بست

۶۹

گر که در گنج گهر بر خیزد
پسند که دود از جگر بر خیزد

لے گویند که مرد عجیب الخلق بنامه قرب قیامت بظهور خواهد آمد که نامش دجان مرکب و خرواب
بود و مردمان را گمراه خواهد نمود حضرت عیسی علیه السلام بعد از نزول از آسمان و جهان
از دست خود قتل نموده عالم را از شر او پاک خواهد کرد.

منت نتوان نهاد بر گدیه گراں بنشین که بخیرست دگرے بر خیزد

۸۰
زاں دوست که چال قالب هر دو فاست گردید رسد یا سخ مکتوب رواست
زاں اشک که ریخت دیدہ ہنگام رقم فی الجملہ نورد نامہ دشوار کشاست

۸۱
پے دوست بسوے ایں فرماندہ بیا از کو حے غیر راہ گردانده بیا
گفتی کہ مرا مخواں کہ من مرگ توام برگفتہ خویش باش دنا خوانده بیا

۸۲
اے آنکہ ہما اسیر دامت باشد صاف مے خسروی بجاست باشد
تسبیح بہر اسم الہی کہ بود آواز نہ ابتداے نامت باشد

۸۳
شام آمد و رفت سر بہا بوس خیال بر تخت شہی نشست کاؤس خیال
از گردش گونه گونه اشکالِ نجوم گردید دماغ دہر فناؤس خیال

۸۴
تا کہ مردم شفق ترا شد از چشم ہر دم مژہ خوں برے پاشد از چشم
قطع نظر از چشم دے نیزم ہست بینید کہ حسہ ترا نباشد از چشم

۸۵
بر قول تو اعتماد نتوان کردن خود را بگزاف شاد نتوان کردن
از کثرت وعدہ ہاے پے در پے تو یکے وعدہ درست یاد نتوان کردن

۸۶
کمر در طلب دوست بود پای تو مست نغمیں مغنو

در خود باشی به جستجو تو چاک و چست — مغرور شد
 اخلاص به نسبت است نسبت از کیست — چون ششم مهر
 گر جذب قوی فتاد و پیوند در است — بخود می رود

۸۷

شب چسبست سوزد دل اهل کمال سر پای ده حسن بزلت و خط و خال
 معراج نبی لبش ازاں بود که نیست دقت شایسته تر ز شب بهر وصال

۸۸

هر چند شبی که میهمانش کردم بر خویش به لایه مهر بانس کردم
 آه از دل بیچاکه میا سائے که بر من در وصل ز خویش بدگانش کردم

۸۹

در کلبه من اگر عبا رے بینی پیچیده بخویش بهجو مارے بینی
 تنگست چنانکه دایم از صحن سرا از جرم فلک ستاره دارے بینی

۹۰

هر چند تو اں بے سر و ساماں بودن باز بیکه خوی زشت نتواں بودن
 بالشر که ز دشمن بر جگر سخت تر است از کرده خویش تن پشیمان بودن

۹۱

بازی خور روزگار بودم همه عمر از بخت امید دار بودم همه عمر
 بے مایه بفکر سودا ماندم همه بجا بے وعده در انتظار بودم همه عمر

۹۲

چون معتبر الدوله بدال سیرت خوب مستحق مرد و شد میرا ز ذنوب

له تاریخ وفات معتبر الدوله محبوب علی خان

محبوب علی خان بهمان اسمش بود تاریخ وفات شد درینا محبوب
۹۳ ۱۲۴۳ هـ

باید که دولت از غصه در هم نشود از رفتن زردستخوش غم نشود
این سیم و زر دست خواهد این سیم و زر دست غم نیست که هر چند خوری کم نشود
۹۴

اے کرده به آرایش گفتار پیچ در زلف سخن کشوده را ختم دتج
عالم که تو چیز دیگرش میدانی ذاتیست بسیط منبسط دیگر هیچ
۹۵

داری چه هر اس جانتانی از مرگ بجوی حیات جاودانی از مرگ
از سوز حوادث عزیز می دانم ناساز ترست زندگانی از مرگ
۹۶

دانیم که آئین شکایت نه نکوست ما را سخن از مرگ خود و صورت است
دانست دنیا بد و پیر رسید و ندید هم خسته دشمنیم و هم کشته و دست
۹۷

دارم دل شاد و دیده بینای د ز گری گوشم نبود پیر دای
خوبست که نشوم ز هر خود رای گلبنانگ افکار بگلزار غلای
۹۸

اے کرده به هر زرفشانی تعلیم پیدا ز کلاه تو شکوه دیم
باده بتو فرخنده ریزدان کریم پر دانی جدید اقطاع کریم
۹۹

باید که جهان دگر ایجا د شود تا کلبه ویران من آباد شود

در عالم انبساط از من خوشتر مظهر که به سوز دگران شاد شود

۱۰۰

تا چند به هنگام سلامت باشی تا چند ستکشی اقامت باشی
گفتی که نباشد شب غم را سحر حیف است که منکر قیامت باشی

۱۰۱

اے تیره زمیں که بوده بستر من هر خاک که بائست همه بر سر من
ز بهر کسان و بهر من دانه و دام اے مادر دیگران و مادر من

۱۰۲

آنرا که ز دست بے زری پامال است رسوائی نیز لازم احوال است
ما خشک لبیم و خفته آلوده بے ساقی مگر شش پیاله از غریب است

۱۰۳

ادراق زمانه در نوشیتم و گزشت در فن سخن یگانه گزشتیم و گزشت
ت بود دواے ما به پیری غالب زان نیز به ناکام گزشتیم و گزشت

۱۰۴

عمریت که در خم خارم ساقی تاب تف تشنگی نیارم ساقی
بکشا سر مشک و در گلیم سرده سائل بکفم قدح ندارم ساقی

رباعیات سید حسین

۱۰۵

بخشید به شاقب سخن در یزدان فرخ پسرے بشکل ماه تابان
اے مادر من اے دین رباعیات که در کلیات غالب مطبوعه شامل نیستند در سببین شامل اند

هم روز نگاه نیر در نشان هم روشنی چشم شهاب الدین خان
۱۰۶

امروز که روز عید و نوروز بود روز فرخنده و دل افروز بود
هر عیش و نشاطیکه درین روز بود هر روز تراز بخت فیروز بود
۱۰۷

نازم به نشاط این چنین برگشتن در مزه است نهفته اندرین برگشتن
سرمایه نازش است و پیرایه حسن برگشتن مرگان بود اندرین برگشتن
۱۰۸

خواندیم سخنهای محبت بسیار ماندیم سخنهای محبت بسیار
رفتیم آخوند عالم در عالم ماندیم سخنهای محبت بسیار
۱۰۹

اے روئے تو هم چو هر گیتی افروز دے بخت تو در جهانستایی فیروز
حق کرده به روز نامه عمر تو ثبت تو قیام تو قیام هزاراں فیروز
۱۱۰

اے آنکه بد هر نام تو شاه رخ است پیوسته ترا بحضرت شاه رخ است
نازد بتوشه که باشد اندر شطرنج امید ظفر قوی چو باشاه رخ است
۱۱۱

اے داده بباد عمر در احوال فوس زنده شود رحمت حق مایوس
هشدار کن آتش جسم حق را تهذیب غرض بونه تقدیب نفوس
۱۱۲

چاییکه ستاره شوخ چشمی در زد افسر افسار و گردن اردن ارد
اے بمعنی پوز می اے تاج -

خوشید ز اندیشه جادوگر و درش بر چرخ نه بینی که چنان می لرزد

۱۱۳

در کابعد شهر بدان باز آمد
زین شادی و خوشدلی که روداد بشهر
فرمان فرمای شه نشان باز آمد
گویی که مگر شاه جهان باز آمد

۱۱۴

از دهر دلم دایه ز هر در می جست
فرزانه هوش درس بخشید بمن
از بادۀ ناب یکدو ساغر می جست
آبے که برائے خود سکندر می جست

۱۱۵

زین سال که همیشه در ردائی ماییم
نخست ز دساتیر بود نامس ما
سر چشمه راز آسمانی ماییم
سازان ششم دکار دانی ماییم

۱۱۶

گویند جهانیان دود ویند مگو
هر چند که بد زیشتم و بد مردم
گر بد منکوه در نکویند مگو
نیکان پس مرده بد نکویند مگو

۱۱۷

هر روز ز تخم ز سایه لرزان گردد
خواهم ز لطف منت گری صاب
هر شب دلم از داغ چراغان گردد
کار من آشفته بسا ما گردد

۱۱۸

ای پایه بلند ساز و دالا جباهی
نه گو کبه مکلود که در صورت تست
از بهر تو باد هر چه از حق خواهی
چون هر عیان معنی روح الهی

له جادوگر و درش - انقلاب - له مراد - رابرٹ منگلری لفظ گور ز پنجاب - له سر
میکلود فنانا شل کشن پنجاب -

یارب تو کجائی کہ بماند رند ہی بیدرد فدائی کہ بماند رند ہی
نے نے تو نہ غائبی و نہ بیرحمی بے مایہ چومائی کہ بماند رند ہی

۱۲۰

آن کیست کہ چشم ملک را جهان باشد آن کیست کہ ہمسر سلیمان باشد
آن کیست کہ انجمنش بفرمان باشد کس نیست مگر کلب علی خان باشد

۱۲۱

اے کردد بھر زرفشانی تعلیم پیدا نہ کلاہ تو شکوہ دہیم
یاد اب تو فرخندہ زیزدان کریم پردانگی جدید اقطارِ قدیم

۱۲۲

حق داد بہ سید ز پے انعامش فرسخ پسرے کہ واجب است اگر امش
تاریخ ولادتش بود بے کم و بیش ارشاد حسین خان کہ باشد نامش

۱۲۳
۱۲۸۵ھ

سر تا سیر دہر عشرستان تو باد صدر رنگ گل ظرب بدامان تو باد
عید است و بہار خوشی بادارد جان من و صد چون من قربان تو باد

۱۲۴

نواب کہ شد ز شوکت اقباش بخشیدن باج غلہ از اقباش
فارغ شد ہر کسے و داد فراغ ہم فارغ دہم فراغ باشد اش

۱۲۸۱ھ

۱۲۸۱ھ

۱۔ نواب کلب علی خان دہلی رام پور۔ ۲۔ ماخوذ از مکاتیب غالب (صفحہ ۴۵)

۳۔ مراد نواب کلب علی خان دہلی رام پور (ماخوذ از مکاتیب غالب صفحہ ۵۲)۔

در قاطع برهان نگر و اقباشش
کز عیب رسد ملک به مقتباشش
بر خاتمه نقش خامه غالب بین
زمین دست که گشت مهر غالب نامش

نام آب و جده گیرند دین قوم
فیض از دم مادران پذیرند این قوم
از مادر و از مادر گویند
... د... امیر این امیرانه این قوم

له ما خود از تقریظ قاطع برهان. این رباعی در سبده چین اشاعت اول شامل بود و
در مرتبه مالک رام موجود نیست. له در بهج کسه گفته بود، ما خود از مادر غالب صلا
از قاضی عیالودود () -

رباعیات

جائیکه ستاره شوخ چشمی در زد افسر افسار گردن اوزن اوزد
خورشید ز اندیشه جادوگر دش بر چرخ نه بینی که چنان می لرزد

رباعی

ور کا بعد شهر روان باز آمد فرمان فرماے شه نشان باز آمد
زمین شای و خورشیدی که روداد بشهر گوئی که مگر شاه جهان باز آمد

رباعی

زمینان که همیشه در روانی مایم سر چشمه راز آسمانی مایم
لحظه زد ساقی بود نامر ما سامان ششم به کار دانی مایم

رباعی

گویند جهان بان دور دیند گوی گرد منکوه ، در نکویند گوی
هر چند که بد زیتیم بد مردم نیکان پس مرده بد نکویند گوی

رباعی

هر روز تنم ز سایه لرزان گردد هر شب دلم از داغ چو اغان گردد
خواهم که ز لطف منت گری صاحب کار من آشفته بسا مان گردد

رباعی

اسے پایہ بلند ساز والا جاہی از بہر تو باد ہر چہ از حق خواہی
 مہ کو کبہ مکلود کہ در صورت تست چون ہر عیان معنی روح الہی

رباعی

نام اب و جد و غم نہ گیرند این قوم فیض از دم مادران پذیرند این قوم
 از مادر و از مادر مادر گویند ... در ... امیر ابن امیرند این قوم

رباعی

آن کیست کہ جسم ملک را جہاں باشد آن کیست کہ ہمسر سلیمان باشد
 آن کیست کہ انجمنش بفرمان باشد کس نیست مگر کلب علی خان باشد

رباعی

در دیدہ آن کہ محور پنج ریاس است خاک است اگر لعل و گر الماس است
 آن دل کہ نہ دہر بود آزاد کنون در بند محبت ز این داس است

رباعی

ہر چند خورد ز تاب می لبت شود و ز ضعف خورد و ہم قوی دست شود
 ہر کس کہ خورد از این جوہر ناب آنمایہ چرا خورد کہ بدست شود

رباعی

حق دادہ یہ سید از پے انعامش فرخ پسرے کہ واجب است اگر امش
تاریخ ولادتش بود بے کم و بیش ارشاد حسین خان کہ باشد نامش

«ضمیمہ»

«باغ دو در»

متفرق کلام غالب کہ در سبد چین شامل نیست
و در باغ دو در موجود است

دیباچه باغ دو در

بسم الله الرحمن الرحيم

بنامیزد، "سبد چین" میوه را گویند که پایان موسم بر شاخسار ماند و چون آنرا به چیند شاخسار سراسر ببار ماند. هر آئینه آنچه پس از انطباع "کلیات فارسی" گفته شده با آنچه هنگام فراهم آوردن نگارش دست بهم نداد بود اینک در اوراق جداگانه ضبط کرده شد و این را، "سبد چین نامیده آمد. دانم که از فراهم آوردن ده هزار بیت کلیات چه کشود که ازین ابیات که در شماریه هزار نتواند رسید خواهد کشود. تا سوره کن را از تراوش گریز نیست، تا باید زیست سخن باید گفت. تا چار تا زنده ام این مجموعه مقالات پریشان انتها نخواهد پذیرفت. چنانکه در علم و عمل ناتمام میگذرم، این نیز ناتمام خواهد ماند. چون زنجیره نظم گران پذیرفت، تا که یاران نشر چند آوردند. آنرا نیز درین مجموعه نگذاشتیم و باغ دو در نامیدیم. از آنجا که "سبد باغ دو در" یک هزار و دصد و هشتاد و سه عدد دارد و اندر دس حسن اتفاق با آغاز نگارش صحیفه مطابق افتاد. این نام لطیف دیگر دارد.

له باغ دو در، مطبوعه اویشل کارنج میگزین لاہور مرتبه ڈاکٹر وزیر حسن عابدی

قصیده

حیدر آباد دکن روضه رضوان شده است
 دانی شهر که جاوید بماند بدهر
 افضل الدوله بهادر که ز فرخ آید
 آن که در عهد دے اند کثرت ایشاد و عطا
 مرده را زنده کند جنبش کلکش گوئی
 نزد فرسنگ فریدون که نهان داشت بهر
 به دکن آئی و بسین ریزش دست کر مش
 تا شود روشنی چشم خلایق افسردن
 نه همین نیک بود نظم امور دنیا
 نفس مانده که خود کافر و کافر گر بود
 می تراشند از اعضاے بتان اجزاء را
 رفت تو قبیح به آتش که نه سوزد جاندار
 لاجرم اندر اخلاص پر پروانه
 روزگار نیست گر نماید فرخ که جهان
 شاه فرخنده فراخسرو والا کسر
 قدر آدم به دلش از تو چنان جائے گرفت
 سنگ فرساست چنان نعل سمیت که براه
 ابر رخسے است که در زیر تو جولان دارد
 و در روشن نفسی هست ز آل سلجوق

سازد برگ طرب و عیش فراوان شده است
 بود دے آصف امروز سلیمان شده است
 بار که مطلع خورشید در رخشان شده است
 خلق را یافتن کام دل آسان شده است
 کلک و موج و سر چشمه حیوان شده است
 اینک از پرده و گریبانهایاں شده است
 که زمین ز آب گهر غرق طوفان شده است
 گرد در رگدزش کل صفاهاں شده است
 کار دین نیز درین وقت بسااں شده است
 از نهیب شه دیندار مسلمان شده است
 کفر در راسته باز بچه طفلان شده است
 همیزم و خاد و خاش راتبه خواں شده است
 شمع را از خطر باد ننگهاں شده است
 هم بد آنگونه که بایست پیمانهاں شده است
 چشم بد دور که آدم بتواناں شده است
 که عز اذیل ز انکار پشیمان شده است
 هر کجا آمده کسار سیا باں شده است
 برق تیغی هست که در دست تو عریان شده است
 این که بر مانده فیض تو دهاں شده است

تو چنان دان که غریبه ز دیار دلی
 تیغ تیز است شنا گوی تو لیکن دانی
 نیست جز گرد و غبار آنچه بهر سو تگرم
 غنچه هست دل من ز شکفتن فو میبرد
 بدم گرم خودم زنده و بید دل زانم
 غالبم زده درویش تو درویش تو از
 صله گریه نفرستی بتالش بنواز
 سخن اینست که قطع نظر از حسن کلام
 این کهن پیر به آواز شیهه شایان
 در شنائی تو چه گفتم که گرایم بدعا
 بد کن نامده از دور ثنا خوان شده است
 جوهر تیغ نه مورچه پنهان شده است
 خواب در دیده من بسکه پریشان شده است
 خون شود سینه از آن غنچه که بیکان شده است
 که دل از فرط ریاضت خورش جان شده است
 بگلش باد اگر طالب احسان شده است
 کاین کلامیست که داغ دل حسان شده است
 وایه جوی بسطن سلسله جنبا ن شده است
 گدیه گر بر در آن قبله گیمیا ن شده است
 این بدل می سپرم گریبان ن شده است

باد جاوید گلستان ترا فصل بهار
 لے که از فیض تو آفاق گلستان شده است

قطعات

در باره اسم و سال مولود سعید
در نشست ز غالب سخنور تو صبح
ارشاد حسین خان سنین هجری است
بنگر که خجسته رخ بود سال مسیح

قطعه

هر شب بقدرج ریخته باده گلفام
آدمی زد و سنی سال مرا قاعده این بود
مشش روز شد اینک که بے دستم نیست
شد غمزه تر دل که ازین پیش حزن بود
امشب چه سرایم که شب اول گور است
مشش روز به بیای و ملو اسه چنین بود
ناگاه در آن وقت که در قطع راه عمر
ازین دو قدم تا بدم با پسین بود
یکره دو تن از شرب میم منع نوشند
و آن منع نه از غلظ بل از غیر دین بود
هر چند بدان منع من از معن گذشتم
اما دم گیرای عزیزان بکس بود
دانی که چه شد چون ز سوداگر صهبا
کش داد دست بامن ویرانه نشین بود
بگذشت ز اندازه بایست بمن گفت
و بگرند هم باده که معمول نه این بود
یا کاسه خالی چه کند کیسه خالی
تا خواسته در خواسته دل صبر نزیں بود
گر زرد بود از جاعه دگر مع طلبیدم
کو نقد در آن دست که پشتش زمیں بود
در غره شعبان چو ز من باده گرفتند
خود غالب پیر مرده نشانی ز سنین بود

روشنش بدر آرز از مه شعبان که درینجا

مقصود من از تخرجه البتة همین بود

قطعه

تا بود چار عید در عالم
بر تو یارب خجسته باد و هجی
عید شوال و عید ذی الحجه
...

له مرتب باغ و در نوشته است که این مصراع از نظر احساسات مذهبی زنده بوده لذا آن
کرده ایم -

قطعه

گفت چون ناظر و حمیدالدین از دنیا انتقال
گفتم آیا بر کدام آئین بود سال وفات
خود همین ناظر و حمیدالدین بود سال وفات

قطعه

طراز انجمن طوی میرزا یوسف
دو شنبه بخت و دوم روز از مه شعبان
گرم کنند و نوازیند زیب بزم نشاط
بسر برند شب ایضا که تا سفیده صبح
سپیده دم که زلفین شمول نگهت گل
شوند جانب کاشانه عروس روی
پس به همراهی جمع وقت برگشتن
قرار یافت درین مه بحکم رب و دود
دیگر مهرهند سوخته قبله سر بسجود
به فر فرخ فرخندگی نواز درود
همین نظاره رقص است و استماع سر
دم نسیم سحر مشکبار خواب بود
به شادمانی بخت مبارک و مسعود
پاس بنده نوازی می توان افزود

قطعه

اندازه اسم و سال مولود معلوم کن از نجسته فرزند
چون یک صد و بیست چار باشد اینست شمار عمر دلیند

قطعه

کرنیل جارج و نیم هملتون
صبح طرب را مهر درخشان
در باغ دانش سر سبز گلشن
صیت کمالش هر هفت گردون
یارب به گیتی با فرد شوکت
فرخنده حاکم فرزانه داد
شام شرف را ماه منور
در بحر بینش یک دانه گوهر
ذکر جمیلش در هفت کشور
پیوسته بادا این داد گستر

قطعه

کرم پیشه دپی کشز بهادر که نقش نگین دل ماست نامش
دران بزم هم چون منی را چه یارای که خم گشته گردون ز بهر سلامش

قطعه

گویند راسی بچهل شرین کلام مرد دیرینه دوست رفت زمین تنگنا در رخ
گفتم کس ز سال و فاش نشان دید غالب شنید و گفت چه گویم باد در رخ

قطعه

گویند رفت ذوق ز دنیا ستم بود کان گوهر گراں به ته خشت و گل نهند
تاریخ فوت شیخ بود ذوق جنتی بر قول من رواست که احباب دل نهند

قطعه

سه تن ز پیمبران مرسل گشتند بقرب حق شرف
عیسی ز صلیب و موسی از طور ختم الوصل از براق در رف

غزل

عجب که مرده دلم را دیو سزا آرند کدام مرده که آرند و از کجا آرند
 ز دوستان نبود خوشنما درین هنگام که وای بهر گدای شکسته پا آرند
 ز غم چنان شده ام مضطرب که اعدا را سزد که غنچ گهر بر رو نما آرند
 ز دے خواستن از حق بود جز آنان را که بنده دارم می طاعتش بجا آرند
 نه بے رضای خدا کار بار و ادا گردد سپهر و انجم اگر سازد دعا آرند
 نه اند ساز مرا هیچ نغمه هم نضال جز آنکه بر شکفته شش چو دروا آرند
 نخست عمر دگر خواهد از خدا غالب
 اگر نوزید پذیرائی دعا آرند

ترجمہ دعا، الصبح مثنوی

از درخشین زبان با مداد	اے خدا اے داورے کو برکشاد
پردہ ہائے تاری ظلمت در کشید	پارہ ہائے تاری شب را آفرید
در مقادیر تزیین آسماں	کرد صبح چہرہ رخ گردان استوار
کرد یکجا با فروغ التہاب	اے خداوندے کہ تاب آفتاب
با ہمہ تابش در آتش رخت رخت	چہرہ ہر درخشاں بر فروخت
گشت از ہم جنسی عالم بری	اے کہ ذاتش را بذاتش رہبری
ہیچ مخلوقے بدو ہم جنس نیست	در جہاں ہستیش ہم جنس کیست
کیفیتہا نیستی گیرد برش	بر تر از کیفیت آمد گوہرش
دور تر ہستی ز دیدار عیون	اے کہ نزدیکی بخطر ات ظنون !
ہر کرانہ از جہات پیکری است	یعنی از دیدہ شدن ذاتش بری است

۱۔ ابن مثنوی بہ تصحیح محقق شہیر مولانا امتیاز علی خاں عرمشی در مجلد "نگار" لکھنؤ
(ماہ مئی ۱۹۳۱ء) طبع شدہ است، ازان نقل نمودم۔

گوهر او از پس پیش است بیش
 هر چه در عالم به هستی نمود
 اے که در گهواره امن و امان
 باز چشم من به بیداری کشاد
 دست او بر بست دست هر زیان
 بر فرست اے داور هستی در دود
 در شب تاریک تر شد رهنا
 از سبب بلای تو اے رب الامین
 آن فروزان گوهری دیره نژاد
 آنکه آید در نخیست روزگار
 نیز بر آتش که از بس طاهرانند
 نیک گرداران دیزدان برگزین
 اے خدا! بکشای بصریج الصباح
 یعنی اے داور گیتی دادگر!
 از کلید لطف دریا، باز کن
 بهترین پیرایه، رشد و سداد
 پیشگاه عظمت اے بے نیاز!
 دایم از بیم خودت اے کردگار
 سبکی نادانیم تا دیب کن
 گر نباشد از تو آغاز کرم
 کس نیارد بر دین من سوئے تو

کردستی را محاط علم خویش
 پیش از هستی بعلم او کشود
 خواب را در چشم من کردی نهان
 سوئے احسان و عطایه کو بداد
 قدرت او از بدی دادم امان
 بر کسے کو سوئے تو را هم نمود
 سوئے درگاه تو اے گیتی خدا!
 از شرف گیرنده خجل المستین
 آنکه بر دشمن بلندی پا نهاد
 پای او بر جان لغزان استوار
 پاک دین و برگزیده ظاهرانند
 برگزیده گوهران پاک دین
 از برائے ما بمفتاح الفلاح
 بر کشا بر ما تو در بلای سحر
 بهر ما سامان راحت ساز کن
 در برم پوشان تو اے رب العباد
 کن روان از چشم من آب نیاز
 اشکها از گوشه چشم بسیار
 از شکیبایی مرا تهذیب کن
 در نه تو فیق تو باشد بهرم
 در کشاده تر به در کوئے تو

گر مرا علم تو بسیار و به آرد
 کس نیا مرزد گناه هم اے خدا!
 نصرت تو گر مرا ناید معین
 این چنین خذلان بحر باغم کشد
 خود مرا می بینی اے هستی خدا!
 دست پیوستم با طرافت ابحال
 چون بدوری در شدم از بارگاه
 زشت مرکوبی که نفس من بر آن
 واه! از تسویل نفس ذر فنون
 آه! اذان خواهش کرد بر خاسته
 هر زمان گامی بهر سوشش برد
 بر درانه یها کشد طول اسل
 هست نادان نفس فرماں ناپذیر!
 جرات دگستار و عصیان کنند
 اے خداوندان من از دست رجا
 سوئے تو بگریم بمقام اضطراب
 در رسنهائے تو اے گیتی خدا!
 در گزار از من تو اے ربُّ الورا!
 لغزشش کز من بباید آشکار
 عفو کن افتادن من در بلا
 زینکه هستی سرور و معبود من

بر کشد زنجیره حرم در اند
 سرنگون افتادن من در هوا
 گاه جنگ نفس و شیطان لعین
 در همه رنج و تعب جفا نم کشد
 کادم سویت با امید و رجا
 چون گناه افکند دورم از وصال
 زانکه چیره شد بمن دست گناه
 از هوا و حرص شد دایم روان
 کان بود از آرزوهای و غنّون
 آرزوهای آندش آراسته
 فرش خواهشها بهر سو گسترد
 تا بدوری افتد از حسن عمل
 کو بود پیش خداوندش دلیر
 سرکشی از طاعت یزدان کنند
 کوفتم دروازه رحیم ترا
 از وفور خواهش تا استوار
 باز پیوستم سرانگشت و لا
 هر چه کردم از گناه و از خطا
 در گزار از من تو اے پروردگار!
 باز دار از هر چه زاید زان عنا
 قایت هر خواهش و مقصود من

در زمان هر کجا گردید غم
 خود چه سان میرانی پروردگار
 یعنی آن مسکین که آورد دست رو
 از گناه خود گریزان آمده
 ره پشود و بے راه که خواهد راه تو
 سوئے درگاه تو باشد تیز گام
 تشنه را باز، میداری، چرا؟
 آب جویان آمده بر چشمه ساز
 زینهار این حوض تو پرازد لال
 باب تو مفتوح باشد جاودان
 طالبان و هم طفیلی آشکار
 هر که می خواهند می آید بزود
 این درت بر روی کس بسته نیست
 از کمال جود تو این فتح باب
 بخشش خود را تو زنجیر دراز
 خود نمی بندی درت بر روی کس
 لطف تو عام است هرگز نیست خاص
 بسته نبود بر رخ کس باب تو
 ابر تو زیند بهر دامن گیر
 تمسکی و بخل در تو یافت نیست
 غایت کامل و مستولم توئی

نیز در هنگام آرامید غم
 بنوائی کادرت با اضطرار
 با همه صد ناشکیبی سوئے تو
 وز خطای خود پشمان آمده
 قصد او باشد همه درگاه تو
 میکنی ددرش چرا از راه کام؟
 آنکه سوئے حوض تو شد ره گرا
 تالاب خود ترکند زان آبشار
 پر بود هنگام قحط و خشک سال
 بر زرخ خواهند و ناخواندگان
 بر در بکشاده ات یا بند بار
 دانکه ناخوانش نیز آید فرود
 خوانده و ناخوانده جود اینجا کیست
 تا همه گردند از تو بهره یاب
 بر کشیدی، اے خدای بے نیاز
 جز بر رحمت می نه بینی سوئے کس
 دور تر رفته اندین در اختیاص
 هر کس رخشان بود از تاب تو
 هر کس را فیض تو آید ز در
 آنکه درستی بود بے بهره کیست
 آنچه مقصود و مأمولم توئی

این زمام نفس خود را، اے خدا!
 مرکبِ نفسم که از بس کس هست
 با رضایت کرده ام، فرمان پذیر
 هر چه ریزندش همه گیرد بسر
 هر چه پیش آیدش گیرنده شود
 گر همه تلخی بریزندش بکام
 خواهش خود را نماید بے نشان
 از گناه هم بود بس یا بر گران
 بے نشانش کردم از اطاعت تو
 دین هوای نفس من گمراه کن
 سوئے لطف و راهیت سپردمش
 اے خدا! بر من بیار این بامداد
 دین سحر را کن تو، اے پروردگار
 شام گاهم را بکن بهرم سپهر
 نیز آن شام مرا کن پاسدار
 باشدت بر هر چه می خواهی توان
 ملک خود را باز بستانی، همین
 هر گرا خواهی تو عزت می دهی
 نیکی و خوبی همه در دست تست
 بد همه هستی توانائی تراست
 شب درون روز می آری بهمین

کرده ام بر بسته بتد رخصا
 هر زمان سر بر فلک چو ن آتش هست
 تا بود در مجلس فرمان اسیر
 سر نتابد از قضا و اند قدر
 هر چه بدهندش پذیرنده شود
 در کشد بکسر چنان که شهید جام
 خواهش تو پیش گیرد جادوان
 رفت در جم تو کرد سخن نشان
 ساختم معدمش از اعطای تو
 از طریق راستی بے راه کن
 سوئے غفاری و عفو تو بردمش
 باز دروغ را ستکاری در شاد
 از برائے دین و دنیا پاسدار
 از فریب دشمنان کینه در
 از هوا و زهملکات روزگار
 هر گرا خواهی، دهی، ملک جهان
 از کسے کش خواهش کردن چنین
 هر گرا خواهی تو ذلت می دهی
 هر که باشد هستی، شش پابست تست
 دیگرے را این توانائی کجاست؟
 باز روز آمدی درون شب چنین

تو بر آری زنده را ز مرده تن
 خون ز جسم و جسم را از آب و خون
 بیضه از مرغ و مرغ از بیضه ها
 یا ز نادانی خدا را ناشناس
 باز از دانا، تو نادان آوری،
 هر کرا خواهی تو روزی می دای
 هر چه خواهد عفو تو خود آن کند
 بر نداده هر چه کردم از گناه
 لطف از نگزادم در بند آن
 جز تو معبودی نشد هستی گرا
 مر ترا دایم ستایش گستریم
 کیست آن کو داندت حکم توان
 کیست آن کو آنچه هستی داندت
 از توان تست تالیف و لفرق
 فرقه های مختلف یلجا کنی
 تا ریش را ساختی رخنه رخت
 آب را کردی دو گونه آشکار
 از فشارنده که آن باشد سحاب
 ساختی خورشید و ماه را آشکار
 بے ازان کز احتمال رنج و درد
 اے یگانه با همه عز و بقا

می بر آری مرده از زنده بدن
 از توان خود می آری بر بدن
 می بر آری تا شود هستی گرا
 عالمی زندان ستاد و با سپاس
 کو بد روی افتد از دانشوری
 بیش از اندازه و مقدار بدهی
 چاره آن جرم دال عصیان کند
 بر گزافم آمد از کار تباه
 تا نادم بسته بند نیاز
 بهر تو آریم تسبیح و شتا
 در ستایشها بنایش آدریم
 پس نیاید بیم تو او را بجان؟
 پس ز تو تا ترسد و ناخواندت؟
 باشد از رحم تو تفلیق الفلق
 ضیغ را از تار شب پید کنی
 آب را کردی روان ز سنگ سخت
 یک بود شور و دگر شیرین گوار
 خود فرد آورده ریزند آب
 در جهان مثل چسراغ نور بار
 ماندگی آید ترا از کار کرد
 بندگان را پست کردی از فنا

اے خدائے پاک اے رب دود
 بر محمد مصطفیٰ و آل او
 بشنو آواز من پذیرا کن، دعا
 از کرم امید من کن استوار
 اے بے سر و یسر ما مول ہمسرا
 حاجت خود پیش تو آورده ام
 پس بہ ناکامی مگر داغ من نہ جود
 از گزیده بخشش خود اے دود
 اند فرزند میں بر فرد آورده دود
 آن گزیده گوہر این پاک خوا
 دشمنانم را گزین بہر فنا
 اے کہ خونندت پے کشف غزار
 دے نہ تو انجاریح مول ہمسرا
 ناگزیری بر تو عرض کردہ ام
 از گزیده بخشش خود اے دود

اے دے شور، اے دے شور، ہریان
 ہریان ترا نہ ہمسرا رحمت کنان

آغاز ترجمہ مناجات امام زین العابدین علیہ السلام

یا الہی! قلب من محبوب و تنگ
 حرص من بود دست بر من پیرہ دست
 معتز آید ز بانم در ذنوب
 اے گنہ آمرز، دستار العیوب
 اے ہنگام عقوبت سخت گیر
 حاجت من بہر قرآن کن روا
 عقل من مغلوب نفس من بہ تنگ
 کثرت عصیان و طاعت اندک است
 چہیست تدبیر من؟ علام الغیوب
 عفو کن از من بخشایم ذنوب
 دی بحکم و مغفرت پوزش پذیرا
 و زیر اے حضرت خیر الوری
 اے خدا، از آسمان آور فردا
 بر نبی و آل اہلارش درودا

تمت

خمسہ

”بر غزل مولانا قدسی قدس اللہ سرہ“

۱

کیستہم تا بخروش آدم بے ادبی قدسیان پیش تو در موقف حاجت طلبی
رفتہ از خویش بدین زمزمہ زمزمی مرحا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد قدایت چہ عجب خوش لقی

۲

اے کہ روئے تو دہر روشنی ایمانم کاظم کا فراگر ہر شیرش خواہم
صورت خویش کشیست مصور دانم من بیدل بجمالی تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

۳

اے گل تازہ کہ زیب چمنی آدم را باعث واسطہٴ جان و تنی آدم را
کرده در یوزہٴ فیض تو غنی آدم را نیستے نیست بذات تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

۴

اے لببت را بسوئے خلق ز خالق پیغام روح را لطف کلام تو کن شیرین کام
ابر فیضی کہ بود اثر رحمتِ حامی نخلستان مدینہ زد تو سر سبز مدام
زان شدہ شہرہٴ آفاق بشیرین رطبی

خوشت چون ایزد دانا که بساط از نور ^۵ گستر در همه آفاق چه نزدیک چه دور
 حکم اصداد تو در ارض و سمایافت صدور ذات پاک تو درین ملک عرب کرد ظهور
 زان سبب آمده قرآن بزبان عربی

۶

وصف رخس تو اگر در دل ادراک گذشت نه همین است که از دایره خاک گذشت
 هم چون آن شعله که گرم از رخس خاشاک گذشت شب معراج عروج تو ز افلاک گذشت
 به مقامیکه رسیدی ز صد هیچ نبی

۷

چه کنم چاره که پیوند خجالت گسرم من که جز چشمه حیوان نبود آب و گلم
 من که چون مهر درخشان بدامه نور دلم نیست خود بسکت کردم و بس منفعلم
 زان که نسبت بساک کو تو شد بے ادبی

۸

دل ز غم مرده و غم برده ز ماصبر و ثبات غم گسار می کن و بنمای بماره نجات
 داد سوز جگر ما چه دید نیل و فرات ماهمه تشنه لبانیم و تویی آب حیات
 رحم فرما که ز حد می گذرد تشنه بسی

۹

غالب غم زده را نیست درین غمزدگی جز به امید دلاے تو تمناے بهی
 از تب و تاب دل سوخته غافل نشوی سیدی انت جیستی و طبیب قلبی
 آمده سوے تو قدسی پئے درمان طلبی

فرویات

ذریعہ شرف و عزت و جاہ شہر آمد وزیر پادشہ و پادشاہ شہر آمد

ف۱ سرد

بوکہ بہنچار فوز خیمہ ز تار آوری کن فیکون دگر بر سر کار آوری

ف۲ سرد

ورود سرور سلطان نشان مبارکباد بشہر مقدم نوشیروان مبارکباد

ف۳ سرد

نازم آن فتنہ کہ در دشت بہ غم خواری قیس یلی از نااقہ فرود آید و محل برود

ف۴ سرد

اینک ہزار و ہشت صد و شصت و چار ہنگامہ درود خداوندگار ہیں

ف۵ سرد

قواب نامدار بہ دہلی در آمدہ فصل بہار ہیں کہ در اکتوبر آمدہ

ف۶ سرد

مرحبا دیسراے کشور ہند شان و شوکت فراے کشور ہند

ف ۷۰

بیا که داده بدلی نشان و شوکت دشان وزیر اعظم شاه فرنگ هندستان

ف ۷۱

ز به لارڈ لانس کز حکم شاه کند تا جداری بزرگین کلاه

ف ۷۲

ملکه آنکه برین چرخ سریش باشد لارڈ لانس گرانپایه وزیرش باشد

ف ۷۳

ز به زشمکه بدلی دود و دفرخ او چو آفتاب سراسر فردغ و فرخ او

ف ۷۴

مرحبا لشکر نواب گورنر جنرل که شده دلی ازان کو کبه کوکب بمشل

ف ۷۵

در تن مردم این شهر روان باز آمد می شناسم که مگر شاه جهان باز آمد

ف ۷۶

عیان بود ز گورنر کرامت ملکه زبان خلق و دعا سلامت ملکه

فصل ۱۴

دوروز دیر کن ای مرگ خالصا بالله مگر به من رسد آن دایه که در راه است

فصل ۱۵

عبودیت نه کنز اقصای خواهش کار دعا بصیغه امر است امر بے آدیت